علمی و تحقیقی دینی و صلاحی موضوعات پر حکمت و بصیرت اور
شعور و آگہی سے بھرپور ایک سو جید علماء کرام کے خطابات سے حاصل شدہ ہزاروں

تقریری نکات
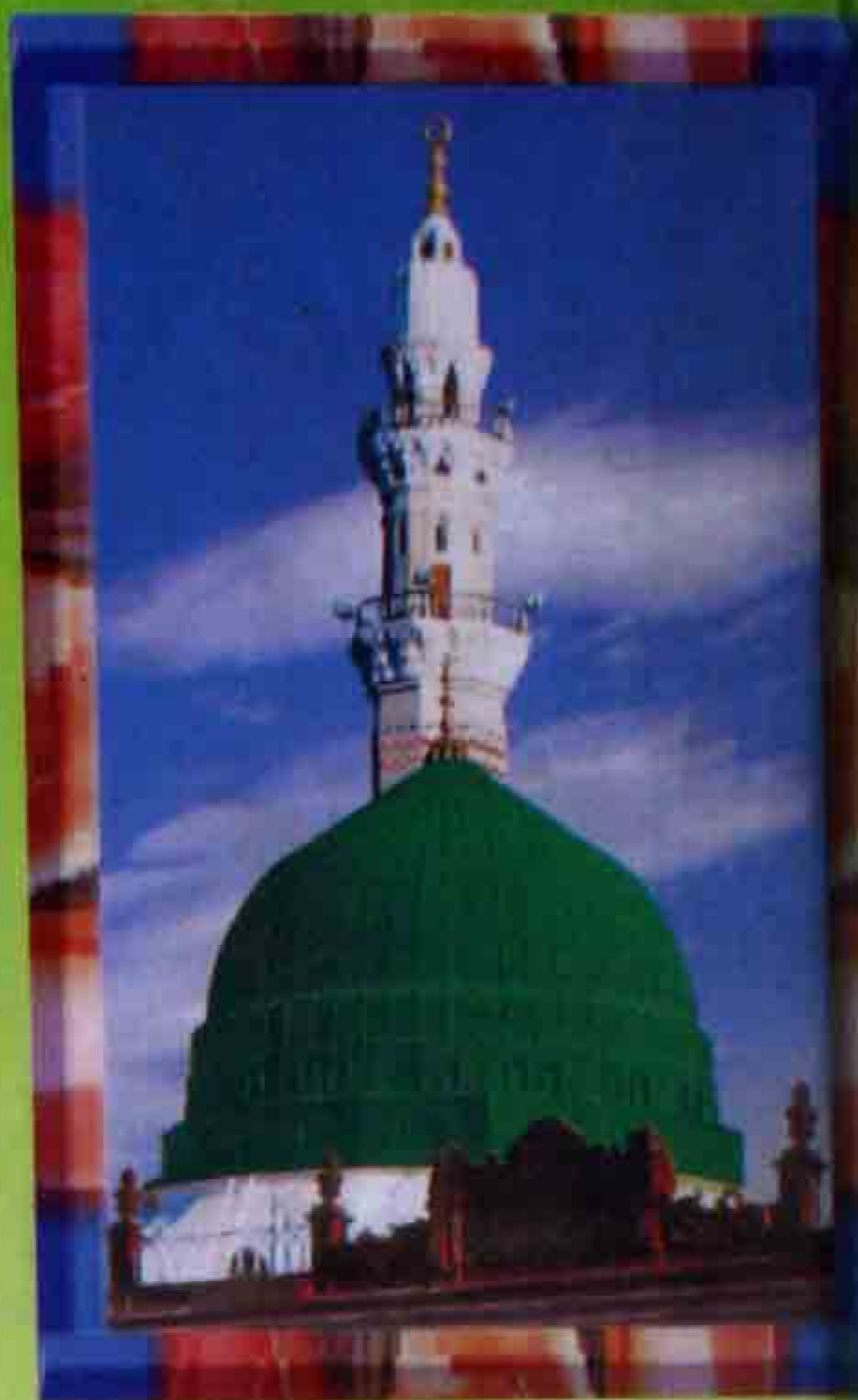
مصنف

الحافظ القاری

مولانا غلام حسن قادری

مفتی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

کرمانوالہ بک شاپ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

خدا مدح آفرین مصطفیٰ بس

محمد صلی اللہ علیہ وسلم حامد حمد خدا بس

علمی و تحقیقی دینی و اصلاحی موضوعات پر حکمت و بصیرت اور
شعور و آگہی سے بھرپور ایک سو جید علماء کرام کے خطابات سے حاصل شدہ ہزاروں

تقریری نکات

مصنفہ

الحافظ القاری
مولانا غلام حسن قادری
مفتی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

کرمانوالہ بک شاپ
دوکان نمبر ۲. دربار مارکیٹ لاہور
Voice: 042-7249515

بفیضانِ کرم

حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

المعروف حضرت کرمانوالے آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف اوکاڑہ

حضرت سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید محمد عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید محمد غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید صمصام علی شاہ بخاری مدظلہ العالی

زیر نگرانی

پیر سید میر طیب علی شاہ بخاری مدظلہ العالی

سجادہ نشین حضرت کرمانوالہ شریف

از

حاجی انعام اللہ طبی نقشبندی برکاتی

قیمت 260 روپے

زیر اہتمام

سمیع اللہ برکت

طبع

یکم فروری 2007

فہرست

انتساب

اپنے محسن و مربی سید السادات شارح بخاری
محدث لاہوری حضرت علامہ

سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ

امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

کی اپنے ساتھ خصوصی محبتوں، شفقتوں اور انکی
دینی خدمات کے نام

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر

دو جہاناں توں غنی تو میں کنگال گدائی

روزِ محشر عذر ہائے من پذیر

حشر دیہاڑ جو ڈھچر ڈاساں من لیں میری صفائی

ور حسابم را تو بینی ناگزیر

بے حساب میرے دے کھُبڑے بی برسر تو بینا

از نگاہِ مصطفیٰ ﷺ پنہاں بگیر

میرا لیکھا پاک نبی دی اکھوں اوہلے لینا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نشانِ منزل

میری زندگی کا ربع صدی سے زائد عرصہ حضرت داتا گنج بخش فیضِ عالم، مظہرِ نورِ خدا، رحمۃ اللہ تعالیٰ کے سایۂ عاطفت میں گزر رہا ہے یومیہ مرید کے سے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، تدریسی فرائض کی انجام دہی کیلئے اسی بابرکت راستہ سے آنا جانا ہوتا ہے، مزار پُرانوار کی زیارت سے شادکام ہونے کے ساتھ ساتھ سلام پیش کرنے کی سعادت عظمیٰ بھی نصیب ہوتی ہے۔ آپ کے دربار فیض بار کے بالکل قریب ہی لاہور کا مشہور دروازہ بھاٹی ہے۔ اس کے ساتھ ہی پولیس اسٹیشن سٹریٹ سے جامعہ نظامیہ رضویہ میں جانا میرا معمول ہے بڑی سڑک کی بجائے بھاٹی اور لوہاری دروازوں کے مابین چھوٹی قدیم گلیوں کو راقم امن کے راستے قرار دیتا ہے کیونکہ یہاں اختلاطِ مرد و زن نہ ہونے کے برابر ہے۔

اسی پُرامن سٹریٹ کے عین درمیان میں ملّت اسلامیہ کی ایک نامور علمی شخصیت حضرت مولانا علامہ اصغر علی روحی صاحب مرحوم پروفیسر اورینٹل کالج و یکے از بانیانِ جامعہ نعمانیہ لاہور کے نام نامی اسمِ گرامی سے منسوب جامع مسجد مولانا روحی اہلِ سنت و جماعت ہے۔ اسی محلہ کے باسیوں میں پروفیسر صاحب مرحوم بھی تھے آج کل اس مسجد کی امامت و خطابت کے فرائض، ممدوح اکابر، خطیب العصر، محترم المقام، حضرت العلام مولانا الحافظ القاری مفتی غلام حسن صاحب قادری دامت برکاتہٗ باحسن وجوہ سرانجام دے رہے ہیں۔

حضرت الموصوف اور راقم الحروف کا مشن اور راستہ ایک ہی ہے۔ بناءً علیہ گاہے گاہے سرِ راہ علیک سلیک ہوتی رہی ایک عرصہ یوں ہی بیت گیا، سلام و دعا کے علاوہ بات آگے نہ بڑھی۔ تاہم موصوف کے خصائلِ جمیلہ و شمائل جلیلہ نے مجھے ہر ملاقات پر خاصا

متاثر کیا، ان کے باطنی اوصاف ان کے ظاہری حسن و جمال پر نمایاں دکھائی دیئے، ان کی عاجزی وانکساری کی تو بات ہی کیا، کئی بار سوچا وقت میسر ہوتا کہ کھل کر تعارف کیا جائے۔

حُسنِ اتفاق، قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد قادری رضوی اشرفی علیہ الرحمۃ خلیفہ اعظم اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلی علیہ الرحمۃ کے عطا فرمودہ ''درود شریف'' کی کتابت نے یہ خواہش بآسانی پوری کردی، یوں آپ سے ربط و تعلق نے استحکام پایا۔ رفتہ رفتہ ذہنی خلاء دور ہوتا چلا گیا اور پھر منزلِ قرب نے یہاں تک پہنچایا کہ اب حضرت مولانا غلام حسن قادری مدظلہ کے احوال و آثار لکھنے پر روحانی سکون محسوس کر رہا ہوں۔

خیال رہے کہ مجھے کثیر اہلِ علم وقلم پر لکھنے کی سعادت حاصل ہے جو ہر شعبۂ علم وادب سے تعلق رکھتے ہیں، برصغیر پاک و ہند کی شخصیات پر بھی لکھا اور ان کی تصانیف و تراجم پر بھی، اسلاف کے کارناموں کو بھی اجاگر کیا اور اخلاف کی خدمات کو بھی خراج تحسین پیش کیا، جہاں اساتذہ کرام کی خدمت میں نذرانۂ قلم ادا کیا وہاں تلامذہ کی بھی حوصلہ افزائی میں کسر نہ چھوڑی، یہی وجہ ہے کہ میرے متعدد تلامذہ مقالات و مضامین میں ہی نہیں بلکہ تصانیف و تراجم میں بھی نام پیدا کر رہے ہیں۔ (الحمد للہ علٰی منّہٖ و کرمہٖ تعالیٰ)

حضرت مولانا علامہ الحافظ القاری مفتی غلام حسن صاحب قادری مدظلہ تو میرے خاص احباء میں شامل ہیں، وہ میری ہی نہیں ہر چھوٹے بڑے، اپنے، پرائے، بیگانے، یگانے کی قدر و منزلت کو خوب جانتے پہچانتے ہیں۔ خصوصاً علمائے کرام و مشائخ عظام کے تو دلدادہ ہیں، ان کے ادب و احترام اور عزت و توقیر کو ملحوظ رکھنا فرض قرار دیتے ہیں، موصوف کا باطن ان کے ظاہر کی طرح خوبصورت ہے گویا کہ وہ اگر ظاہری طور پر مسند، افتاءٔ و تدریس پر فائز ہیں تو روحانی و باطنی طور پر مسند طریقت کی بھی زینت ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ان کی علمی و عملی زندگی خوب اور محبوب ہے میرا وجدان گواہی دیتا ہے کہ مفتی صاحب مدظلہ کا علم، عمل سے اور عمل، علم سے عبارت ہے۔

حضرت مولانا علامہ مفتی غلام حسن صاحب قادری مدظلہ فی الحال اپنے آپ کو پردۂ اخفا میں رکھنا چاہتے ہیں مگر وہ وقت بہت قریب ہے جب ان کے علمی و روحانی فیوض و

برکات سے لوگ برملا بہرہ مند ہوں گے اوراس دور میں ایسے پیکر شرافت کا وجود نعمت سے کم نہیں ہے، کیونکہ عصرِ حاضر میں بعض علمائے کرام کے اعمال و افعال پر جب عوام انگلیاں اٹھا رہے ہوں تو صاحبِ کردار عالمِ دین کا وجود مسعود غنیمت ہے جن کی بارگاہ میں لوگ حاضر ہوکر استفادہ کریں، قاری صاحب کے اوصافِ حمیدہ وکمالات جمیلہ سے صرف نظر کرتے ہوئے آپ کی حیات حَسَنہ کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو از خود آپ کی عظمت وشوکت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ولادتِ باسعادت:

حضرت مولانا علامہ حافظ قاری غلام حسن صاحب قادری ایک مذہبی، دینی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ حافظ آباد کے ایک مشہور گاؤں چک کھرل میں 3، اکتوبر 1962ء کو میاں محمد حسین بھٹی ابن میاں علی محمد بھٹی علیہما الرحمۃ کے ہاں پیدا ہوئے۔ اپنی والدہ ماجدہ رحمہا اللہ تعالیٰ سے قرآن کریم ناظرہ پڑھا، موصوفہ مرحومہ سے گاؤں کے علاوہ اکناف و اطراف کے متعدد دیہات کے بچوں نے قرآن کریم پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ والدہ ماجدہ علیہا الرحمۃ نے 5 جولائی 2004ء بروز پیر انتقال فرمایا جبکہ آپ کے والد ماجد علیہ الرحمۃ تقریباً آٹھ ماہ قبل بتاریخ 7 ماہ رمضان المبارک 1424ھ/ 2 نومبر 2003ء کو راہی جنت ہوئے۔

حفظ القرآن:

کچھ عرصہ مفتی صاحب زید مجدہٗ اپنے والد ماجد کی معیت میں معاشی ذمہ داریوں کو نبھاتے رہے پھر فطرت نے آپ کی علوم وفنون دینیہ کی طرف رہنمائی فرمائی گویا کہ جس مقصد کیلئے تخلیق فرمائے گئے دستِ قدرت نے اسی طرف رخ پھیر دیا۔ چنانچہ 1977ء میں آپ جامعہ حنفیہ رضویہ شیخوپورہ میں حفظ القرآن کیلئے داخل ہوئے اور ڈیڑھ سال کی مختصری مدت میں مکمل قرآن کریم حفظ فرما کر اسی سال مُصلّی سنایا، جس سے آپ کی عظیم الشان قوت اخذ اور جودتِ طبع کا پتہ چلتا ہے۔

درسِ نظامی:

امام اہلِسُنّت، مفتی اعظم پاکستان حضرت سید ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قادری اشرفی علیہ الرحمۃ ابن شیخ المحدثین حضرت سید ابومحمد محمد دیدار علی شاہ صاحب محدّث الوری اشرفی علیہ الرحمۃ بانی مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے پہلے عرس مقدس کی تقریب سعید کے موقع پر آپ کے استاذ محترم حضرت فقیر سلطانی علیہ الرحمۃ نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے شارح بخاری علامہ سید محمود احمد صاحب رضوی علیہ الرحمۃ کے سپرد فرمایا اور سلاطینِ علوم وفنون سے سات سال تک جواہرِ علمیہ کو بڑی شان سے وصول کیا اور اسی دارالعلوم سے سندِ فراغت، دستارِ فضیلت حاصل کی، جن عالی مرتبت اساتذہ کرام سے آپ نے علومِ عقلیہ ونقلیہ کی دولت ابدی کی نعمت پائی ان کے اسمائے گرامی ملاحظہ کیجئے:

- استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا مہر دین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث حزب الاحناف وجامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
- حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم خان صاحب ہزاروی مفتی ادارہ منہاج القرآن، لاہور
- حضرت مولانا حافظ محمد یعقوب صاحب نقشبندی
- حضرت مولانا مفتی احمد دین صاحب توگیروی
- مکرم جناب حافظ بشیر احمد صاحب
- قاری امانت علی صاحب
- قاری محمد بنیامین صاحب
- قاری سعید الرحمٰن صاحب
- حافظ فتح محمد صاحب علیہ الرحمۃ
- حافظ محمد اکرم صاحب

راہِ عمل:

حضرت مولانا علامہ حافظ قاری غلام حسن صاحب زیدہ مجدہٗ نے آغاز ہی سے راہِ عمل

اختیار فرمالی تھی، دورانِ تعلیم ہی سے آپ نے امامت وخطابت کے فرائض سنبھال لئے تھے چنانچہ 1982 سے زیرِ قلم سطور (2006ء) تک جامع مسجد حضرت مولانا روحی علیہ الرحمۃ میں انہی مناصب ومراتب پر فائض ہیں نیز شوال 1408ھ/ جون 1987ء سے مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہور کی عظمتِ رفتہ کو بحال کیے ہوئے ہیں۔ جملہ کتب عقلیہ و نقلیہ کی تدریس کے ساتھ ساتھ تجوید وقرأت سے طلباء کرام کو نواز رہے ہیں نیز ایک عرصہ سے دار العلوم میں آنے والے سوالات کے شرعی جوابات کی ذمہ داری بھی آپ کی فقاہت پر منحصر ہے۔ تادمِ تحریر آپ کے قلم سے ہزاروں فتوے جاری ہو چکے ہیں۔ درس قرآن وحدیث بھی عرصہ دراز سے مذکورہ بالا مسجد میں دیتے آرہے ہیں۔ فن خطابت میں آپ یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔ جمعۃ المبارک میں اجتماع قابل دید ہوتا ہے، ماہ رمضان میں قرآن کریم سنانا آپ کا خصوصی وظیفہ ہے۔

خطاطی:

علم وقلم کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ہے ایک صدی قبل کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت ہر عالم خوشنویس بھی ہوتا تھا، مگر نیرنگیٔ دوران دیکھئے اب بہت کم علماء کرام ہیں جن کا خطاط یا خوشنویس ہونا تو کجا معمولی سی بھی خوشخطی سے بہرہ یاب نہیں ہیں بلکہ بعض تو ایسے باکمال ہیں کہ انہیں اپنا لکھا ہوا بھی پڑھنا مشکل ہوتا ہے حالانکہ خط بھی شخصیت پر اثر ڈالتا ہے اور پھر اس کمپیوٹر کے دور میں خوش خطی تو عنقا ہوتی جارہی ہے۔ ایسی کیفیت میں حضرت مولانا قاری غلام حسن صاحب قادری کی ذات ستودہ صفات کی طرف آیئے تو دیکھئے گا آپ نے خطاطی میں بھی بڑا نام کمایا ہے نامور اساتذۂ فن سے اس کے حصول میں قطعاً پیچھے نہیں رہے۔ خوب سے خوب تر کی طرف رواں دواں ہیں، ہر قسم کے رسم الخط پر عبور رکھتے ہیں، اس میں جہاں اساتذہ کرام کی محبت وشفقت کا تعلق ہے وہاں آپ کی دلجمعی، دلچسپی، محنت اور مسلسل جدوجہد کا بھی بڑا حصہ ہے، خط طغریٰ میں بھی عشق کی حد تک لگاؤ ہے۔ ایک دن آپ کی ملاقات کیلئے جامع مسجد روحی میں حاضر ہوا تو باتوں ہی

باتوں میں میرے نام کا ایک نہایت دلکش، خوبصورت بیل سے مزین طغریٰ سامنے رکھ دیا، حالانکہ میرے خواب میں بھی نہیں تھا کہ آپ ایسا نادر اور یادگار تحفہ عنایت فرمائیں گے۔ سچ فرمایا محسنِ اعظم نبی مکرم رسول معظم ﷺ نے: "تَهَادُوْا وَ تَحَابُّوْا" ہدیے اور تحفے دیتے رہا کریں، محبت بڑھتی ہے۔ چنانچہ یوں سرکارِ دو عالم ﷺ نے ہمارے درمیاں محبت میں اضافہ فرما دیا۔ (وللہ الحمد) آپ نے جن اساتذہ فن سے خطاطی سیکھی ان کے نام یہ ہیں:

- استاذ الخطاطین الحاج محمد اعظم صاحب منور رقم علیہ الرحمۃ
- زینت الخطاطین الحاج صوفی خورشید عالم صاحب خورشید رقم علیہ الرحمۃ
- استاذ العصر جناب محمد علی زاہد صاحب
- استاذ غلام رسول صاحب

زیارتِ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً:

حیاتِ دنیوی میں ایک صحیح العقیدہ مسلمان کیلئے سب سے بڑی تمنا بارگاہِ رحمۃ للعلمین ﷺ کی حاضری ہے، حج وعمرہ کی سعادت، حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً کی زیارت کی دولت جسے نصیب ہو جائے میرے نزدیک وہ نہایت امیر ترین ہے اور وہاں کی سچی تڑپ ایک دن ضرور رنگ دکھاتی ہے، اور عاشق زار اچانک اس نعمتِ عظمیٰ سے بہرہ مند ہو جاتا ہے۔ خصوصاً مسجد کی خدمت سرانجام دینے والا خواہ مؤذن ہو یا امام وخطیب بلکہ مسجد کا جاروب کش بھی اس نعمت سے محروم نہیں رہتا حالانکہ بظاہر اس کے وسائل نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں اس کے برعکس بکثرت وسائل کے مالک اس سعادت سے کورے رہتے ہیں دراصل بات خلوصِ عشق اور قلبی آرزو کی ہے جب طلب صادق ہو تو بات بن جاتی ہے۔

ان کے دریائے کرم میں موج اٹھتی ہے ضرور
مانگنے والا کوئی دل سے پکارے تو سہی

میرا ذاتی تجربہ ہے، ایک شب میں نے بڑے درد وسوز سے بارگاہِ مصطفیٰ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم میں یوں استغاثہ پیش کیا:

دکھا دو مجھے اپنا شہرِ مبارک
میرے تاجور شہر یار مدینہ
کبھی ہو طوافِ حرم مجھ کو حاصل
کبھی دیکھوں میں سبزہ زارِ مدینہ

بس پھر کیا تھا کریم آقا نے مسلسل نوازا اور اب یوں عرض گزار ہوں۔

مشرف گرچہ شد سہ بار تابش
ہے حسرت حاضری کی مثل جامی

حضرت مولانا مفتی غلام حسن قادری مدظلہ بھی کشتۂ عشق محبوب کبریا ہیں، نہ جانے روحی مسجد کے در و دیوار نے کتنی بار آپ کے درد بھرے نالے سن کر بارگاہِ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں سفارش کی ہوگی کہ سرکار امام حسن رضی اللہ عنہ کے غلام کو بھی جمالِ جہاں آرا کی زیارت سے شادکام کیجئے، ہاں ہاں روضہ مقدسہ کی زیارت بعینہٖ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے عبارت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانیہ بشارت سے اپنی امت کو آگاہ فرمایا: مَنْ زَارَ قَبْرِیْ کَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ۔ جس (خوش نصیب ایماندار نے) میرے روضۂ اطہر کی زیارت کی گویا کہ اس نے میری حیاتِ مبارکہ میں میری زیارت کی۔

آخر وہ ساعت سعید آپ کو حرمین شریفین کی روانگی کا مژدۂ جان فزا سنانے کیلئے آ پہنچی چنانچہ 1989ء میں اس نعمتِ عظمٰی سے بہرہ مند ہوئے۔ اب پھر قسمت کا ستارہ چمک رہا ہے امید واثق ہے ماہِ رمضان المبارک 1427ھ میں عمرہ شریف کے ساتھ ساتھ مسجدِ نبوی شریف میں اعتکاف کی سعادت بھی حاصل کریں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

شرفِ بیعت:

طریقت میں بیعت شرط ہے نیز اکابر اسلام کا معمول چلا آرہا ہے کہ ظاہری علوم و فنون کے ساتھ ساتھ روحانی فیوض و برکات کے حصول کیلئے صحیح العقیدہ صاحبِ علم و فضل مرشد اس سنّت مستمرہ کی بھی تکمیل کی جائے چنانچہ اس مقصد کی باریابی کیلئے آپ نے قطب

الوقت حضرت حافظ سلطان غلام باہو رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا شرف پا کر منازلِ سلوک طے فرمائیں۔

تصانیف وتراجم:

ثقہ عالم دین میں علوم وفنون کی ترویج واشاعت اور تبلیغ کیلئے تین اوصاف کا پایا جانا از حد ضروری ہے، یہ کہ وہ مدرس ہو یا مصنف یا پھر مقرر ہو۔ خوش بخت ہیں وہ علمائے کرام جو ان تینوں اوصاف سے موصوف ہیں اور وہ خال خال ہی ہیں۔ کئی مصنف ومترجم ہوتے ہیں اور بعض مقررین کی صف میں شامل ہیں۔ حضرت مولانا مفتی غلام حسن قادری مدظلہٗ ان خوش نصیب علمائے کرام میں شمار ہوتے ہیں جن میں یہ سبھی اوصاف پائے جاتے ہیں۔ مصنف ومترجم کی حیثیت سے دیکھا جائے تو اس وقت تک آپ کے قلم سے سترہ کتابیں مارکیٹ میں اپنی حیثیت منوا چکی ہیں آپ بھی ان کے نام ملاحظہ فرمائیے:

1- شانِ مصطفیٰ بزبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بلفظِ انا۔ ''کلمہ انا'' سے شروع ہونے والی ایک سو احادیث کی جامع تشریح وتوضیح یہ کتاب آپ کا عظیم الشان قلمی شاہکار ہے جو ایک ہزار صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔
2- مقامِ غوثِ اعظم اعلیٰ حضرت کی نظر میں
3- بوستانِ سعدی (مترجم)
4- گلستانِ سعدی (مترجم)
5- قرآن اور حاملینِ قرآن
6- کربل کی ہے یاد آئی
7- یارانِ مصطفیٰ مع وارثانِ خلافتِ راشدہ
8- کواکب سبعہ (سات صحابہ کرام کے حالات)
9- توحید وشرک کا صحیح معنی ومفہوم (دو تحقیقی مقالے)
10- البرکات

11- زبدۃ الحسن مقالات وخطبات حسن المعروف اٹھارہ تقریریں

12- مقام ابراہیم علیہ السلام

13- فضائل ومسائل رمضان

14- فضائل ومسائل نماز

15- فضائل ومسائل حج

16- تقریری نکات

17- شرح کلام رضائی نعت المصطفیٰ ﷺ (شرح حدائقِ بخشش)

18- الدروس العشرہ فی سورۃ الفاتحہ (تفسیر سورۂ فاتحہ)

یاد رہے کہ آپ کے جواں سال صاجزادے حافظ محمد رضاء الحسن قادری جو جامعہ نظامیہ میں سالِ سوئم کے طالب علم ہیں، تین عدد کتب لکھ چکے ہیں:

1- داڑھی مومن کا زیور

2- شرم وحیاء

3- اعلیٰ حضرت اعلیٰ سیرت

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

آمین ثم آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسٓ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہ و بارك وسلم۔

طالب دعا

محمد منشا تابش قصوری خطیب مرید کے

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور (پاکستان)

28 جمادی الثانی 1427ھ/ 25 جولائی 2006ء

پیش لفظ و عرضِ مُرتّب

پہلی کتابوں کی طرح زیرِ نظر کتاب (تقریری نکات) کا اکثر حصہ بھی میرے دورِ طالب علمی کی کوشش ہے جو میں نے مختلف علماء و مقررین کی تقاریر سے نکات اخذ کر کے مرتب کی ہے نیز بعض نکات مختلف کتب سے حاصل کیے گئے ہیں، علماء و مقررین اور کتابوں کی فہرست کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

علاوہ ازیں کئی تقریری نکات مختلف موضوعات پر میری دیگر کتب میں بھی آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں مثلاً قرآن پاک اور حفاظ و علماء کرام کی عظمت و شان کے نکات، ''قرآن اور حاملینِ قرآن'' میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

صحابہ کرام اور خلفاء راشدین کے متعلق علمی نکات ''یارانِ مصطفیٰ مع وارثان خلافتِ راشدہ'' اور ''کواکبِ سبعہ'' میں دیکھیں جو چار دانگ عالم میں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ پھیل چکی ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک۔

واقعہ کربلا کے حوالے سے کئی مقررین کی تقاریر کا خلاصہ بالخصوص علامہ سید محمد یعقوب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آف پھالیہ کا منفرد انداز میں واقعۂ شہادت بیان فرمانا، اپنی کتاب ''کربل کی ہے یاد آئی'' میں لکھ چکا ہوں۔

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر کئی موضوعات پہ بہت سارے نکات شرح حدائق بخشش جس کا پورا نام ''شرح کلام رضا فی نعت المصطفیٰ'' ہے، میں سپرد قلم کر چکا ہوں۔

اٹھارہ عنوانات پہ مشتمل علماء اہل سنت کی تقاریر کا ماحصل اپنی کتاب ''زبدۃ الحسن مقالات و خطبات حسن المعروف اٹھارہ تقریریں'' کی نذر کر چکا ہوں۔

فضائل و قربانی اسماعیل (علیہ السلام) اور فضائل سیدنا ابراہیم (علیہ السلام) کے موضوع پر کئی

تحقیقی نکات میری ''مقام ابراہیم'' نامی کتاب میں ملاحظہ ہوں۔

عظمتِ مصطفیٰ کے بے شمار نکات ''شانِ مصطفیٰ بزبان مصطفیٰ بلفظِ انا'' کی زینت بن چکے ہیں اور یہ کتاب اطراف واکناف عالم میں اپنا لوہا منوا چکی ہے۔

حج وزیارت اور فضائل مدینہ کی تفصیلات ''فضائل ومسائل حج'' میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

نماز کے موضوع پہ علمی نکات پوری تفصیلات کے ساتھ میری کتاب ''فضائل ومسائل نماز'' میں دیکھئے۔

ماہ رمضان، روزہ، اعتکاف، تراویح اور رمضان شریف میں معمولات نبوی ''فضائل و مسائلِ صیام ورمضان'' نامی کتاب میں لکھے جا چکے ہیں۔

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے حالات پر مشتمل کتاب ''مقام غوث اعظم اعلیٰ حضرت کی نظر میں'' اپنے اندر دلائل ونکاتِ علمی کا ایک معتد بہا ذخیرہ رکھتی ہے۔

اسی طرح گلستان و بوستان سعدی کے ترجمہ میں ہر حکایت کے بعد سبق کے عنوان سے کوئی نہ کوئی علمی، عملی اور اصلاحی نکتہ بیان کر دیا گیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں جن علماء ومقررین کی تقریروں سے نکات جمع کئے گئے ہیں ان میں سے کئی تو عالم فانی سے کوچ کر کے دار البقاء پہنچ چکے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو بلندیِ درجات کے ساتھ اپنے اس محبوب کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے جس کی عظمت وشان کے وہ ساری زندگی خطبے پڑھتے رہے اور جو بقیدِ حیات ہیں اللہ تعالیٰ ان کو صحت وتندرستی کے ساتھ تا قیام قیامت عمرِ خضر عطا کرے اور ان کا سایہ ہمارے سروں پہ قائم اور سلامت رکھے تا کہ ہم ان کے فیوض وبرکات سے مزید استفادہ کرتے رہیں۔

کئی نکات کے ساتھ آپ ''بتصرف'' کا لفظ پڑھیں گے اس کا مطلب یہ ہے کہ نکتہ بیان کرنے یا سننے میں جو کمی بیشی یا مبالغہ آرائی کا عنصر شامل ہو گیا تھا اس کی اصلاح کر دی گئی ہے یا مشکل بات کو اپنی طرف سے آسان لفظوں میں لکھ دیا گیا ہے یا نکتہ لکھنے کے دوران اگر میرے ذہن میں اس حوالے سے وضاحت کے طور پر کوئی بات آ گئی تو اس کا اضافہ کر دیا۔

کئی نکات اس کتاب میں ایسے بھی ہیں جو بہت عرصہ پہلے علماء ومقررین حضرات سے سُنے مگر یاد نہ رہا کہ یہ نکتہ کس عالم یا مقرر سے سُنا ہے وہ نکتہ تو لکھ دیا ہے مگر نکتہ بیان کرنے والے کا نام نہیں لکھا گیا۔ کیونکہ نام پوری طرح ذہن میں مستحضر نہیں ہے اور نہ ہی جب نکتہ سُنا تھا اس وقت نام لکھنا یاد رہا مثلاً صاحبزادہ فیض الحسن آلومہار شریف، شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی، مولانا نوراللہ نعیمی بصیرپوری، مفتی محمد عبداللہ قصوری، علامہ عطا محمد بندیالوی، سید محمود شاہ گجراتی اور ان کے علاوہ کئی اور جید علماء کرام کی تقاریر بار بار سننے کا موقع ملا بالخصوص دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ہر جمعرات بعد نماز عصر تا مغرب کئی سال علماء کرام کے خطابات سُنتا رہا اور ان کی تقاریر سے نکات بھی اخذ کرتا رہا مگر ڈائری میں نکتے کے ساتھ نام نہ لکھ سکا لہٰذا احتیاط کے پیشِ نظر نہ تو کتاب کے اندر نکتے کے ساتھ ان کا نام لکھا گیا اور نہ ہی آخر میں فہرست کے اندر لکھا۔ ہاں جو یاد رہا وہ ضرور لکھا اس لیے فہرست میں بھی ان حضرات میں سے بعض کا نام آپ کو نظر آئے گا۔

بعض دوسرے فرقوں کے اہلِ علم کے نکات بھی اس کتاب میں حضور علیہ السلام کے اس فرمان عالی شان کے پیشِ نظر شامل کر لیے گئے ہیں:

الکلمة الحکمة ضالة المومن فحیث وجدها فهو احق بها۔

(جامع ترمذی: ابواب العلم 98/2)

"دانائی کی بات مومن کی گمشدہ پونجی ہے پس جہاں سے بھی ملے وہ اس کا زیادہ حق دار ہے"۔

تاہم کتاب کے اندر تو نکتے کے ساتھ ان کے ناموں کی نشاندہی کر دی گئی ہے لیکن آخر میں فہرست کے اندر ان کے نام بوجوہ نہیں لکھے گئے۔ تو اس طرح فہرست میں پورے ایک سو علماء ومقررین اہلِ سنت کے نام آپ کو ملیں گے جن کے نکات اس کتاب میں شامل کیے گئے اور جن کے نام نہیں آسکے مگر ان کے تقریری نکات لکھ دیے ہیں وہ بھی تقریباً اتنے ہی ہوں گے اور یہ تعداد دوسرے فرقوں کے علماء ومقررین کے علاوہ ہے۔

کئی نکات اس کتاب میں میرے اپنے ہیں جو پچیس سالہ دورِ خطابت میں میرے ناقص ذہن میں پیدا ہوتے رہے اور میں ان کو بیان بھی کرتا رہا، ان کے ساتھ میں نے اپنا نام لکھنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ ''من آنم کہ من دانم''

ہاں وہ نکات جو میں نے مختلف کتب کی مدد سے حاصل کیے ان میں سے بعض بلفظہٖ اور بعض خلاصۃً لکھ کر کتاب کا نام بھی لکھ دیا ہے اور آخر میں ان کتب کی فہرست بھی لکھ دی ہے تاکہ خیانت کے ارتکاب سے اپنے آپ کو بچا سکوں۔

مولیٰ کریم کا بے حد و حساب مرتبہ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے یہ امانت مجھے اپنے پاس محفوظ رکھنے کی اور پھر قارئین تک پہنچا کر اپنا فرض نبھانے کی اور بخل سے اپنے دامن کو بچانے کی توفیق عطا فرمائی۔

اب جس کے دل میں آئے پائے وہ روشنی
ہم نے تو دل جلا کے سرِ بام رکھ دیا

ناکارۂ خلق

غلام حسن قادری

۵/۸/۲۰۰۶

خطبۃ الکتاب

نحمدك يا من لا ناقض لما اعطيت ولا معارض لما قضيت ولا شاهد لثبوت ما نفيت ولا سند لمنع ما اتيت ونصلى على من ارسلته خير دليل لمن هديت وعلى اله وصحبه الذين لهم مناظرة فى تقوية ما اوحيت ونسلم تسليما ما سال سائل خير ما الهمت او طلب طالب انفع ما اعلمت۔

اما بعد!

فاعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم۔

ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتى هى احسنؕ ان ربك هو اعلم بمن ضل عن سبيله وهو اعلم بالمهتدين۔ (پ النحل ۱۲۵)

"اپنے رب کی رحمت کی طرف (لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دیکر) بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے (دلیل محکم کے ساتھ حق کو واضح کر کے اور شبہات کا ازالہ کر کے اور ترغیبات وترہیبات سے) اور ان سے اس طریقے پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے راہ والوں کو"۔ (ترجمہ کنز الایمان مع حاشیہ خزائن العرفان)

خدا ہے کہ نہیں ہے؟

یہ آگ یہ پانی یہ ہوا ہے کہ نہیں ہے
یہ برق یہ باراں یہ گھٹا ہے کہ نہیں ہے
یہ پھول یہ کلیاں یہ صبا ہے کہ نہیں ہے
ہر رنگ میں وہ جلوہ نما ہے کہ نہیں ہے

اب سوچ مرے دوست خدا ہے کہ نہیں ہے

یہ چاند یہ سورج یہ ستارے ہیں سفر میں
یہ بحر یہ امواج یہ دھارے ہیں سفر میں
فطرت کے دلآویز نظارے ہیں سفر میں
ان کا بھی کوئی راہنما ہے کہ نہیں ہے

اب سوچ مرے دوست خدا ہے کہ نہیں ہے

یہ دانے کے سینے پہ شجر رکھ دیا کس نے
یہ سنگ کے پہلو میں شرر رکھ دیا کس نے
یہ قطرۂ نیساں میں گہر رکھ دیا کس نے
یہ معجزۂ ربِّ علیٰ ہے کہ نہیں ہے

اب سوچ مرے دوست خدا ہے کہ نہیں ہے

پھیلے ہوئے ہر سمت کمالات ہیں کس کے
یہ لوح و قلم ارض و سمٰوات ہیں کس کے
تا حدِ نظر ثبت نشانات ہیں کس کے
احساس تجھے اس کا ذرا ہے کہ نہیں ہے

اب سوچ مرے دوست خدا ہے کہ نہیں ہے

کس ذات کا قبضہ ہے زمیں اور زماں پر
قدرت ہے کسے موت کے اسرارِ نہاں پر
ہے کس کی نظر زیست کے دریائے رواں پر
اس ڈور کا بھی کوئی سرا ہے کہ نہیں ہے

اب سوچ مرے دوست خدا ہے کہ نہیں ہے

کس ذات کا لہروں کی زباں پر ہے وظیفہ
کس ذات کی ہیبت کا سمندر ہے صحیفہ
کس ذات نے انساں کو بنایا ہے خلیفہ
اے کور نظر دیدۂ وا ہے کہ نہیں ہے

اب سوچ مرے دوست خدا ہے کہ نہیں ہے

یہ وادیاں یہ کوہ و بیابان ہیں کس کے
کس کے ہیں یہ گلزار یہ میدان ہیں کس کے
یہ بحر، یہ بر، تابعِ فرمان ہیں کس کے
نظروں میں تری ارض و سما ہے کہ نہیں ہے

اب سوچ مرے دوست خدا ہے کہ نہیں ہے

نکاتِ توحید

اللہ تبارک وتعالیٰ کی کروڑہا حسی نعمتوں میں سے تین نعمتیں ایسی قیمتی ہیں کہ جن کے بغیر کسی ذی روح کا گذارا نہیں اور اتنی عام ہیں کہ ہر ذی روح (خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان، جانور ہو یا کوئی بھی مخلوق، ہر ایک) کو بغیر کسی محنت ومشقت کے حاصل ہیں لیکن ہم ان نعمتوں کی قدر نہیں کرتے کیونکہ مفت میں مل رہی ہیں اور اتنی عام ہیں کہ ہر کسی کو مل رہی ہیں۔ اس بارے میں مندرجہ ذیل نکتے پر غور کر کے اندازہ لگاؤ کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر کس قدر مہربان ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی جائزہ لیا جائے کہ اللہ نے اپنی مخلوق کی حفاظت کیلئے کیسے کیسے اہتمام فرمائے اور انسانوں نے اللہ کی مخلوق کو برباد کرنے کیلئے کیا کیا انتظام کیے۔

پانی کی نعمت:

پانی ہر انسان کی بنیادی ضروری ہے اسی سے ہر شئے (جاندار) کو بنایا گیا۔ (**وجعلنا من الماء کل شیء حی۔ القرآن**) اس پانی پر ہی نہ صرف انسان کی زندگی بلکہ بے جان زمین کی زندگی کا دارومدار ہے۔ (**من نزل من السماء ماء فاحیاء به الارض بعد موتھا۔ القرآن**)

دیکھو فصل زمین سے اُگتی ہے مگر اس کے اگنے کا سبب (پانی) چونکہ آسمان سے اترتا ہے لہٰذا ہمارے رزق کی نسبت آسمان کی طرف کی گئی۔ (**وفی السماء رزقکم۔ القرآن**)

پانی چاہے ہم کنویں سے نکالیں، نلکے، دریا یا نہر سے بہرحال اترتا آسمان سے ہی ہے۔ (**ھو الذی انزل من السماء ماء طھورا۔ القرآن**) جس کو زمین اور پہاڑوں نے انسانی ضرورتوں کیلئے اللہ کے حکم سے ذخیرہ کرلیا ورنہ اگر ہمیں ایک ہی بار ساری زندگی کیلئے پانی دے دیا جاتا تو ہم کہاں سنجالتے پھرتے۔ اور چونکہ رب کہتے ہی اسے ہیں جو

بتدریج اپنی مخلوق کی تربیت فرماتا ہے اس لیے اللہ نے ہمیں ہر شی ہماری ضرورت کے مطابق مہیا کی ہے اسی طرح اگر ہمیں ساری زندگی کی خوراک ایک ہی بار اکٹھی دے دی جاتی تو ہم اس کو کہاں رکھتے؟ اللہ تعالیٰ نے ہماری ضرورتوں کے مطابق ہمیں ہر چیز عطا فرمائی۔ اور ہمیں ہر شئے زمین سے نکالنے کا سلیقہ سکھادیا مثلاً پانی کو میں نے امانت کے طور پر تمہارے لیے زمین کے سپرد کردیا ہے۔ کنویں، نلکے اور ٹیوب ویل کے ذریعے حسب ضرورت نکالتے رہنا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قل ارء یتم ان اصبح ماء کم غورا فمن یاتیکم بماء معین۔ (الملک)

"آپ فرما دیجیے! بھلا دیکھو تو اگر اللہ تعالیٰ تمہارے پانی کو (بجائے زمین سے اوپر نکالنے کے زمین کے نیچے) دھنسا دیتا تو کون ہے (اللہ کے سوا) جو تمہیں بہتا پانی عطا کرتا؟"

اگر اس پانی کو ہم خود مٹکوں، تالابوں میں ذخیرہ کرتے تو یہ بدبودار ہو جاتا اور استعمال کے قابل نہ رہتا۔ اس پانی کی کیا اہمیت ہے؟ اس بارے میں کسی مسلمان مفکر کا نہیں بلکہ ایک عیسائی مفکر کا تجزیہ ملاحظہ کیجیے۔

پانی کی اہمیت اور مصنوعی بارش:

آج کل خدائی بارش کے مقابلے میں مصنوعی بارش بھی شروع ہوگئی ہے کہ سمندر کو کوئلے کے ذریعے بھاپ بنا کر پھر اسی بھاپ کو بارش بنا کر برسایا جاتا ہے، اگرچہ اسرائیل نے یہ تجربہ کیا مگر ناکام رہا۔ کیونکہ یہ مصنوعی بارش سینکڑوں بیماریوں کا باعث بنی جبکہ خدائی بارش تو ہزاروں بیماریوں سے شفا کا مژدۂ جانفزاء لے کر اترتی ہے۔ (وانزلنا من السماء ماء مبارکا۔ القرآن)

لیکن یہ مصنوعی بارش باوجودیکہ بیماریوں کا باعث تھی مگر کتنی مہنگی پڑی؟ (انگریز لکھتا ہے کہ) ایک ملک پر صرف دس منٹ کی بارش برسانی ہو (جس سے زمین پوری طرح تر بھی نہیں ہوگی) تو صرف کوئلے کا خرچہ (بغیر نقل و حمل اور مزدوری کے اخراجات کے) نوے کھرب ٹن کوئلہ چاہیے جسکی متوسط قیمت (آج سے کئی سال پہلے) چھ سو تیس کھرب ڈالر ہے

(جس کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ) پاک و ہند میں لوگ جتنا تیس ہزار سال میں کمایا جاتا ہے اس سے بھی زیادہ خرچہ ہوگا یعنی تیس ہزار سال بھوکے مرو، نہ کھاؤ نہ پیو، نہ پہنو، نہ پڑھو پڑھاؤ۔ صرف کماتے ہی رہو اور دس منٹ کی سینکڑوں بیماریوں والی بارش کروالو۔

سبحان اللہ! یہ اللہ ہی ہے جو پورا پورا مہینہ مفت میں بارش برساتا رہتا ہے۔ اور کبھی کسی نیک بندے کے ہاتھ اُٹھ جاتے ہیں تو ہفتہ ہفتہ بارش ہوتی رہتی ہے۔ جس سے خدا کے مقبول بندے کی قدر و قیمت کا اندازہ بھی آسانی کے ساتھ لگایا جا سکتا ہے۔

یہ اندازہ بھی ایک انسانی ذہن کا ہے اصل حقیقت پھر بھی خدا ہی جانتا ہے۔ (**قتل الانسان ما اکفرہ**)

لطیفہ: کہتے ہیں ایک مرتبہ فرعون کو لوگوں نے کہا: تو کہتا ہے **انا ربکم الاعلیٰ**۔ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں، بارش نہیں ہو رہی ذرا مہربانی کر۔ اس نے شیطانوں کو عرض کیا کہ اگر بارش نہ ہوئی تو میری خدائی تو خطرے میں پڑ جائے گی۔ بڑے شیطان نے کہا: تو فکر نہ کر۔ میں نے اگر تجھے اس دعوے پر تیار کیا ہے تو تیرا یہ مطالبہ بھی پورا کر دوں گا۔ چنانچہ شیطان نے تمام ''شطونگڑوں'' کو اکٹھا کیا اور اوپر جا کر سب نے پیشاب کرنا شروع کر دیا اور اس طرح ''بارش'' تو ہو گئی لیکن ہر طرف بدبو ہی بدبو پھیل گئی۔ لوگ پھر فرعون کے پاس آئے اور کہا: یہ کیا مصیبت ہے؟ اس طرح کی بارش پہلے تو کبھی نہیں دیکھی۔ فرعون نے اپنے آقا (شیطان) کی خدمت میں عرض کیا تو شیطان نے جواب دیا: ''جیسا تو خدا ہے ویسی میں نے بارش کروا دی''۔

روشنی کی نعمت:

دوسری بڑی قیمتی اور بڑی عام نعمت جس کی ہم قدر نہیں کرتے روشنی ہے اگر یہ نہ ہو تو نہ کوئی کام ہو سکے (لکھائی پڑھائی، غذا خوراک، چلنا پھرنا الغرض ہر کام دیکھ کر ہی کیا جاتا ہے اور دیکھنا روشنی پر موقوف ہے اندھیرے میں کوئی کیا کام کرے گا بمطابق ''اَنّاں مارے اَنّھی نوں گُسن لگّے تھمّی نوں'' اندھا اندھی کو مارے گا تو مُکا ستون کو ہی لگے گا) بہر حال امریکہ کا ایک دن کا بجلی کا خرچہ (آج سے پچیس سال پہلے) چونتیس کروڑ ڈالر تھا، پوری دنیا میں بجلی کا

خرچہ کیا ہوگا اس کا اندازہ لگالو ایک انگریز نے لکھا ہے پوری دنیا میں جو بجلی صرف ہوتی ہے اگر کسی آلے سے اس کو تولا جائے تو کل وزن 1/4 چھٹانک بنتا ہے (سوا تولہ) اور سورج کی صرف وہ روشنی جو زمین پہ آتی ہے وہ اس کی کل روشنی کا 1/2 سو کروڑ واں حصہ ہے (یعنی سورج کی روشنی کے دوسو کروڑ حصے کرو تو صرف ایک حصہ زمین کی طرف آتا ہے) جس کا وزن چار سو اسی (480) مَن ہے۔ جو اللہ نے ہمیں مفت عطا فرما رکھی ہے۔ اور اس کی قیمت کے بارے میں انگریز نے لکھا "موجودہ ساری دنیا اگر دس کروڑ گنا ہو جائے تو پھر بھی اس کی قیمت کے برابر نہیں ہو سکتی۔ دنیا کی ساری بجلی سوا تولہ جس سے لوڈ شیڈنگ نکالو تو باقی ایک تولہ رہ جائے اور اگر مہینے بعد بل ادا نہ کرو تو میٹر کٹ جائے اور اگر ادا کرو تو غریب بندے کے بچے بھوکے مرجائیں۔ لیکن سبحان اللہ! اللہ نے ہم سے بل کیا مانگا ہے؟ لئن شکرتم لا زیدنکم۔ تم میری نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہو اور میں تمہیں اور زیادہ نعمتیں دیتا رہوں گا بس یہی اس کا بل ہے یاد رہے کہ سورج زمین سے نو کروڑ تیس لاکھ میل دور ہے۔

؎ جانور پیدا کیے تیری وفا کے واسطے
کھیتیاں سرسبز کیں تیری غذا کے واسطے
چاند سورج اور ستارے ہیں ضیاء کے واسطے
یہ سب کچھ ہے تیرے لیے اور تو خدا کے واسطے
دی زباں حق نے ثنائے مصطفیٰ کے واسطے
دل دیا حُبِّ حبیب کبریا کے واسطے

اگر اللہ تعالیٰ بغیر شکر کے ہمیں اتنا کچھ عطا فرما رہا ہے تو شکر ادا کرنے پر ہمیں کیا کیا عطا فرمائے گا۔ کیونکہ لا زیدنکم میں تین تاکیدیں بھی ہیں شروع میں لام تاکید کا اور نونَ مشدد (ثقیلہ) میں دو تاکیدیں ہیں۔ ؎ ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

ان اللہ لا یخلف المیعاد۔

ہوا کی نعمت:

ہوا کی کتنی اہمیت ہے اس کا اندازہ اس طرح لگالو کہ اگر چند لمحے ہوا میسّر نہ ہو تو ہر ذی

روح کی موت واقع ہو جائے کیونکہ سانس لینا ہی ہوا پر موقوف ہے ہوا اندر نہ جائے پھر بھی موت، باہر نہ آئے تو پھر بھی موت۔ تو ہر سانس پر دو نعمتیں ایسی مل رہی ہیں کہ جن پر ہماری زندگی کا دارومدار ہے۔ اسی لیے فرمایا: **وان تعدوا نعمة اللّٰہ لا تحصوھا**۔ جب تم میری نعمتیں کو گن نہیں سکتے تو شکر کیا ادا کرو گے۔ سائنسدانوں کے مطابق ہر انسان کو زندہ رہنے کیلئے چودہ ہزار گیلن ہوا درکار ہے۔ یہی پٹرول والی گیلن اور ہوا پٹرول سے زیادہ مہنگی ہونی چاہیے کیونکہ پٹرول سے صرف چند افراد کی گاڑی چلتی ہے اور ہوا سے ہر جاندار کی زندگی کی گاڑی چلتی ہے زندگی ہوگی تو وہ گاڑی چلے گی۔

نکتۂ سعدی شیرازی:

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ گلستان میں کیا خوب فرمایا ہے:

منّت مر خدائے را عزوجل کہ طاعتش موجب قربت است و بشکر اندرش مزید نعمت۔

ہر نفسے کہ فرو میرود ممدّ حیات است و چوں برے آید مفرّح ذات پس در ہر نفسے دو نعمت موجود است و در ہر نعمتے شکرے واجب۔

از دست و زباں کہ بر آید — کز عہدۂ شکرش بدر آید

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ۔

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیرِ خویش — عذر بدرگاہ خدا آورد

ورنہ سزاوار خداوندیش — کس نتواند کہ بجا آورد

بارانِ رحمت بے حسابش ہمہ جا رسیدہ و خوانِ نعمت بے دریغش ہمہ جا کشیدہ۔ پردۂ ناموسِ بندگاں بگناہِ فاحش ندرّ د و وظیفۂ روزی بخطائے منکر نبرّ د۔

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب — گبرو ترسا وظیفہ خور داری

دوستاں را کجا کنی محروم — تو کہ با دشمناں نظر داری

فرّاش باد صبا را گفتہ تا فرشِ زمردیں بگسترانَد و دایہ ابر بہاری را فرمودہ تا بناتِ نبات را در مہد زمین بہ پروراند و درختاں را بخلعت نوروزی قبائے سبز ورق در بر گرفتہ و اطفال شاخ را بقدوم موسم ربیع کلاہِ شگوفہ بر سر نہادہ عصارۂ نحلے بقدرتِ او شہد فائق شدہ و تخم خرمائے بتربیتِ او نخلِ باسق گشتہ۔

ابر و باد و ماہ و خورشید و فلک در کار اند تا تو نانے بکف آری و بغفلت نہ خوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

ترجمہ: اس خدائے بزرگ و برتر کا احسان ہے (وہی احسان کے لائق ہے) کہ جس کی بندگی نزدیکی کو واجب کرنے والی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی اس کی نزدیکی کا سبب ہے اور اس کا شکر ادا کرنے میں نعمت کی زیادتی ہے جو سانس کہ اندر جاتا ہے زندگی کو بڑھانے والا ہے یعنی مددگار ہے اور جب وہ باہر آتا ہے ذات کو یعنی روح کو فرحت بخشنے والا ہے۔ پس ہر سانس میں دو نعمتیں موجود ہیں۔ اور اس کی ہر نعمت پر ایک شکر واجب ہے۔

ترجمہ شعر: کس کے ہاتھ اور زبان سے یہ کام پورا ہو کہ اُس کے شکر کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے یعنی یہ بات ناممکن ہے کہ بندہ پر اللہ تعالیٰ کے احسانوں کا جتنا شکر واجب ہے وہ ادا کر سکے۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: اے آلِ داوٗد! تم شکر کیا کرو کیونکہ میرے بندوں میں شکر ادا کرنے والے کم ہیں۔

ترجمہ قطعہ 1: وہی بندہ بہتر ہے جو کہ اپنی کوتاہی کا عذر خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں لائے ورنہ اس کی خداوندی کے لائق کوئی شخص بھی شکر نہیں بجالا سکتا۔

اس کی رحمت کی بارش بے حساب سب کو پہنچتی اور اس کی نعمت کا دستر خوان بے دریغ (بے محروم کیے) سب جگہ بچھا ہوا ہے، بندوں کی عزت کا پردہ بڑے سے بڑے گناہ پر چاک نہیں کرتا، اور مقررہ روزی کسی بڑی سے بڑی خطا پر بھی بند نہیں کرتا۔

ترجمہ قطعہ 2: اے وہ کریم کہ تو اپنے غیب کے خزانہ سے آگ کی پوجا کرنے والوں اور عیسائیوں (تین خدا ماننے والوں) کو وظیفہ خوار (روزی کھانے والا) رکھتا ہے یعنی برابر مقررہ روزی دیتا رہتا ہے اپنے دوستوں کو کب محروم کرے گا۔ جبکہ تو دشمنوں پر بھی نظرِ کرم رکھتا ہے۔

بادِ صبا کے فرّاش (فرش بچھانے والے) کو حکم ہوا تو اس نے سبز رنگ کی گھاس کا فرش بچھا دیا، ابر بہار کی دایہ یعنی بہار کے بادل کو حکم ہوا تو اس نے گھاس کی بیٹیوں یعنی گھاس کو زمین کے گہوارے میں پالا، درختوں کو موسم بہار آتے ہی نوروز کے قیمتی جوڑے سے خلعت

پہنائی اور موسم بہار کی آمد کی خوشی میں شاخوں کے سروں پر غنچوں کی ٹوپیاں رکھیں، مکھیوں کے منہ کا نچوڑا ہوا رس اس کی قدرت سے اعلیٰ درجہ کا شہد بن گیا اور چھوارے کی گھٹلی اس کی تربیت سے تناور درخت ہوگئی۔

ترجمہ قطعہ 3: ہوا، بادل، چاند، سورج اور آسماں سب تیرے کام میں لگے ہوئے ہیں تا کہ تو روٹی ہاتھ میں لائے اور اس کو غفلت کے ساتھ نہ کھائے (سب تیرے لیے حیران و سرگردان و پریشان ہیں اور تیری اطاعت کر رہے ہیں) تو پھر یہ انصاف کی بات نہ ہوگی کہ تو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری نہ کرے۔

مُعزز حضرات! یہ تو صرف تین نعمتوں کے بارے میں تفصیل تھی اگر اسی طرح ہر نعمت کے متعلق لکھا جائے تو پوری کتاب مرتب ہو جائے، زندگیاں ختم ہو جائیں، قلم لِکھ لِکھ کر ٹوٹ جائیں اور کہنا پڑے کہ

؎ تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

تفسیری و سائنسی نکتۂ توحید:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وجعل خللها انهٰرا وجعل لها رواسى وجعل بين البحرين حاجزا۔ (النمل:60)

"بھلا زمین کو کس نے بنایا ہے ٹھہرنے کی جگہ اور جاری کردیں اس کے درمیان نہریں اور بنادیے زمین کیلئے (پہاڑوں کے) لنگر اور بنادیے دو سمندروں کے درمیان پردے"۔

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں قرار بمعنیٰ مستقر ہے۔ یعنی ٹھہرنے کی جگہ جہاں مخلوق آباد ہے اور اپنی زندگی چین و آرام اور خوشی و مسرّت سے گزار رہی ہے قرار کے ایک لفظ میں آپ جتنا غور کریں گے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی شانِ رُبوبیّت کے اَن گنت کرشمے آپ کو یہاں سمٹے ہوئے نظر آئیں گے۔ انسانی زندگی کی بقا اور نشو و نما کیلئے زمین میں کن خصوصیات کا پایا جانا ضروری ہے، کون کون سی ایسی چیزیں ہیں جو اگر موجود نہ ہوں تو انسانی

زندگی ان رعنائیوں اور مسرتوں سے یکسر خالی ہو جس سے اب اس کا دامن معمور ہے، کون کون سی ایسی چیزیں ہیں کہ اگر ان کا سُراغ نہ لگایا جا سکے تو ایجاد و اختراع کی بے پناہ قوتیں جو اس کی فطرت میں مُضمر ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بے کار پڑی رہیں۔ ان تمام وسائل اور اسباب کی بہم رسانی کے بعد ہی انسانی زندگی کو بقا اور نشو و نما نصیب ہو سکتی ہے۔ غرضیکہ قرار کے لفظ میں آپ جتنا غور کرتے چلے جائیں گے معارف و معانی کا ایک لامتناہی سلسلہ آپ کے سامنے بے نقاب ہوتا چلا جائے گا۔ یہاں میں نیویارک سائنس اکیڈمی کے پریذیڈنٹ اے۔ سی موریسن کے مضمون کا ایک مختصر اقتباس پیش کرتا ہوں جس سے آپ کو امّن جعل الارض قرارا کا مفہوم مزید واضح ہو جائے گا۔

”زمین اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چکر کاٹ رہی ہے۔ اگر اسکی رفتار ایک ہزار میل کی بجائے ایک سو میل ہوتی تو دن اتنے لمبے ہوتے کہ سورج کی تپش تمام کھیتوں کو بھون کر رکھ دیتی اور راتیں اتنی لمبی اور سرد ہوتیں کہ زندگی کی اگر کچھ رمق سُورج کی تپش سے بچ جاتی تو رات کی سردی اسے منجمد کر کے رکھ دیتی۔ سُورج کا درجۂ حرارت بارہ ہزار ڈگری فارن ہیٹ ہے لیکن زمین کو اس سے اتنی مناسب دُوری پر رکھ دیا گیا ہے کہ وہاں سُورج کی حرارت اتنا قدر ہی پہنچتی ہے جو حیات بخش ہے اور اگر سُورج کا درجۂ حرارت بارہ ہزار ڈگری کی بجائے چھ ہزار ڈگری ہوتا تو کُرۂ زمین برف کے نیچے دب جاتا اور اگر اٹھارہ ہزار ڈگری ہوتا تو ساری زمین اس کی تمازت سے جل کر راکھ ہو جاتی۔ زمین کا جُھکاؤ تیئیس درجے کا زاویہ بناتا ہے۔ اور اسی جھکاؤ سے ہمارے موجودہ موسم مناسب وقفوں کے بعد باری باری آتے ہیں۔ اگر اس میں یہ جھکاؤ نہ ہوتا تو سمندر سے اُٹھنے والے بخارات جنوب اور شمال میں حرکت کرتے اور اتنی زور سے برف باری ہوتی کہ ساری زمین ڈھک جاتی۔ اگر چاند کی دُوری زمین سے اتنی نہ ہوتی جتنی اب ہے بلکہ صرف پچاس ہزار میل ہوتی تو سمندروں میں مدوجزر اِس شدّت سے آتا کہ پہاڑوں تک کو بھی بہا کر

لے جاتا اگر زمین کی سطح موجودہ سطح سے صرف دس فٹ زیادہ موٹی ہوتی تو یہاں آکسیجن ہی نہ ہوتی اور کوئی جانور زندہ نہ رہتا اور اگر سمندر چند فٹ اور گہرے ہوتے تو ساری کاربن ڈائی آکسائیڈ اور آکسیجن صرف ہو جاتی اور رُوئے زمین پر کوئی سبز پتہ نظر نہ آتا۔ اس حکیمانہ نظام پر غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ کارخانۂ ہستی اتفاقاً معرضِ وجود میں نہیں آ گیا بلکہ ایک حکیم ودانا خالق نے اس کی تخلیق فرمائی ورنہ زندگی کا کوئی امکان نہ تھا''۔

(ضیاء القرآن جلد اول، الانعام: 73 کا حاشیہ زیر آیت مندرجہ بالا)

مذکورہ آیت کی تفسیر میں ایک دوسرے مفسر نے جو کچھ لکھا وہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

''زمین کا اپنی بے حد وحساب مختلف النوع آبادی کیلئے جائے قرار ہونا بھی کوئی سادہ سی بات نہیں ہے۔ اس کرۂ خاکی کو جن حکیمانہ مناسبتوں کے ساتھ قائم کیا گیا ہے، ان کی تفصیلات پر آدمی غور کرے تو اس کی عقل دنگ رہ جاتی ہے اور اسے محسوس ہوتا ہے کہ یہ مناسبتیں ایک حکیم ودانا قادرِ مطلق کی تدبیر کے بغیر قائم نہ ہو سکتی تھیں۔ یہ کرہ فضائے بسیط میں معلق ہے، کسی چیز پر ٹکا ہوا نہیں ہے۔ مگر اس کے باوجود اس میں کوئی اضطراب اور اہتزاز نہیں ہے۔ اگر اس میں ذرا سا بھی اہتزاز ہوتا، جس کے خطرناک نتائج کا ہم کبھی زلزلہ آ جانے سے بآسانی اندازہ لگا سکتے ہیں، تو یہاں کوئی آبادی ممکن نہ تھی۔ یہ کرہ باقاعدگی کے ساتھ سورج کے سامنے آتا اور چھپتا ہے جس سے رات اور دن کا اختلاف رونما ہوتا ہے۔ اگر اس کا ایک ہی رُخ ہر وقت سورج کے سامنے رہتا اور دوسرا رُخ ہر وقت چھپا رہتا تو یہاں کوئی آبادی ممکن نہ ہوتی کیونکہ ایک رُخ کو سردی اور بے نوری نباتات اور حیوانات کی پیدائش کے قابل نہ رکھتی اور دوسرے رُخ کو گرمی کی شدت بے آب وگیاہ اور غیر آباد بنا دیتی۔ اس کرہ پر پانچ سو میل کی بلندی تک ہوا کا ایک کثیف ردا چڑھا دیا گیا ہے جو شہابوں کی خوفناک بمباری سے اسے بچائے ہوئے ہے۔ ورنہ روزانہ دو کروڑ شہاب، جو 30 میل سیکنڈ کی رفتار

سے زمین کی طرف گرتے ہیں، یہاں وہ تباہی مچاتے کہ کوئی انسان، حیوان یا درخت جیتا نہ رہ سکتا تھا۔ یہی ہوا درجۂ حرارت کو قابو میں رکھتی ہے، یہی سمندروں سے بادل اٹھاتی اور زمین کے مختلف حصوں تک آب رسانی کی خدمت انجام دیتی ہے اور یہی انسان اور حیوان اور نباتات کی زندگی کو مطلوبہ گیسیں فراہم کرتی ہے۔ یہ نہ ہوتی تب بھی زمین کسی آبادی کیلئے جائے قرار نہ بن سکتی۔ اس کُرے کی سطح سے بالکل متصل وہ معدنیات اور مختلف قسم کے کیمیاوی اجزاء بڑے پیمانے پر فراہم کردیے گئے ہیں جو نباتی، حیوانی اور انسانی زندگی کیلئے مطلوب ہیں۔ جس جگہ بھی یہ سروسامان مفقود ہوتا ہے وہاں کی زمین کسی زندگی کو سہارنے کے لائق نہیں ہوتی۔ اس کُرے پر سمندروں، دریاؤں، جھیلوں، چشموں اور زیرِ زمین سوتوں کی شکل میں پانی کا بڑا عظیم الشان ذخیرہ فراہم کردیا گیا ہے۔ اور پہاڑوں پر بھی اس کے بڑے بڑے ذخائر کو منجمد کرنے اور پھر پگھلا کر بہانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس تدبیر کے بغیر یہاں کسی زندگی کا امکان نہ تھا۔ پھر اس پانی، ہوا اور تمام اُن اشیاء کو جو زمین پر پائی جاتی ہیں، سمیٹے رکھنے کیلئے اس کُرے میں نہایت ہی مناسب کشش رکھ دی گئی ہے۔ یہ کشش اگر کم ہوتی تو ہوا اور پانی، دونوں کو نہ روک سکتی اور درجۂ حرارت اتنا زیادہ ہوتا کہ زندگی یہاں دشوار ہوجاتی۔ یہ کشش اگر زیادہ ہوتی تو ہوا بہت کثیف ہوجاتی، اس کا دباؤ بہت بڑھ جاتا، بخارات آبی کا اُٹھنا مشکل ہوتا اور بارشیں نہ ہوسکتیں، سردی زیادہ ہوتی، زمین کے بہت کم رقبے آبادی کے قابل ہوتے، بلکہ کششِ ثقل بہت زیادہ ہونے کی صورت میں انسان اور حیوانات کی جسامت بہت کم ہوتی اور ان کا وزن اتنا زیادہ ہوتا کہ نقل وحرکت بھی ان کیلئے مشکل ہوتی۔ علاوہ بریں، اس کُرے کو سورج سے ایک خاص فاصلے پر رکھا گیا ہے جو آبادی کیلئے مناسب ترین ہے۔ اگر اس کا فاصلہ زیادہ ہوتا تو سورج سے اس کو حرارت کم ملتی، سردی بہت زیادہ ہوتی، موسم بہت لمبے

ہوتے، اور مشکل ہی سے یہ آبادی کے قابل ہوتا۔ اور اگر فاصلہ کم ہوتا تو اس کے برعکس گرمی کی زیادتی اور دوسری بہت سی چیزیں مل جل کر اسے انسان جیسی مخلوق کی سکونت کے قابل نہ رہنے دیتیں۔

یہ صرف چند وہ مناسبتیں ہیں جن کی بدولت زمین اپنی موجودہ آبادی کیلئے جائے قرار بنی ہے۔ کوئی شخص عقل رکھتا ہو اور ان امور کو نگاہ میں رکھ کر سوچے تو وہ ایک لمحہ کیلئے بھی نہ یہ تصور کر سکتا ہے کہ کسی خالق حکیم کی منصوبہ سازی کے بغیر یہ مناسبتیں محض ایک حادثہ کے نتیجے میں خود بخود قائم ہو گئی ہیں، اور نہ یہ گمان کر سکتا ہے کہ اس عظیم الشان تخلیقی منصوبے کو بنانے اور رُو بعمل لانے میں کسی بھی مخلوق کا عمل دخل ہو سکتا ہے۔ (ابوالاعلیٰ مودودی: تفہیم القرآن)

وجودِ باری تعالیٰ پر استدلات کا سلسلہ

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا فرمایا اور اس کے ذرّہ ذرّہ میں اپنی ذات اور صفات پر علامات اور نشانیاں رکھیں، پھر انسان کی عقل میں ایسا نور پیدا کیا، جس کی وجہ سے وہ ان نشانیوں میں سے صاحب نشان تک پہنچ سکے معرفت عقل کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی طرف عقلِ انسانی کی رہنمائی کی وجود باری پر ٹھوس شواہد اور ثبوت مہیا کیے۔ آسان، سادہ اور فطری دلیلوں سے انسانی ذہن کو مسخر کیا اور اعجاز آفرین بیان سے انسان کے دل و دماغ کو اس درجہ متاثر کیا کہ وہ بارگاہِ الوہیّت کے سامنے تصدیق و تسلیم کے ساتھ بے اختیار جھک گیا۔

نبوّت اور رسالت کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کیلئے کتب اور صحائف بھی نازل کیے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات وصفات کی معرفت کے علاوہ انسان کی اُخروی سعادت اور اس کی دنیاوی زندگی کیلئے ایک جامع اور مربوط نظام کے اُصول اور قواعد بیان فرمائے۔

اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے وہ نہیں چاہتا کہ انسان گمراہی کی وادیوں میں بھٹکتا پھرے اور قدرت کی دی ہوئی صلاحیتوں کو شیطان کی زہر آفرینیوں سے ضائع کر دے۔ وہ ہر زاویے اور ہر رُخ سے انسان کو اپنی طرف بلاتا ہے۔ سُورج کے طلوع وغروب، گردش لیل ونہار، موت و

حیات کے حدوث اور تکلیف وراحت کے توارد میں اس نے انسانی ذہن کی سوچ کے دھاروں کا رُخ اپنی ذات کی طرف موڑنے کیلئے ہدایت کا سامان کر رکھا ہے وہ آسمان وزمین کے حقائق و آثار اور بدلتے ہوئے حالات میں غور وفکر کی قوت دیتا ہے تاکہ کسی طور سے انسان کجروی سے باز آئے، اپنے خالق کو پہچانے، اس کی نعمتوں کا اعتراف کرے اور اس کے بے اندازہ لطف وکرم کے احساس سے ممنون ہو کر سجدۂ سپاس بجالائے۔ ہم آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی وحدانیت اور اس کی قدرت وحکمت پر چند شواہد پیش کرتے ہیں۔

استدلالاتِ عقلیہ:

ہمارے مشاہدات اور تجربات سے یہ امر یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہے کہ ہر چیز اپنے وجود میں کسی علّت اور سبب کی محتاج ہے۔ اور اس عالم آب وگل میں کوئی شے بغیر سبب کے ظہور پذیر نہیں ہوتی اور جب ہر ممکن کا ایک سبب ہوتا ہے اور اس سبب کا پھر کوئی سبب ہوتا ہے۔ وعلی ھذا القیاس۔ اگر یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے تو اسباب اور مسبّبات کا ایک غیر متناہی سلسلہ لازم آئے گا، اور امورِ غیر متناہی کا سلسلہ عقلاً محال ہے۔ اس لیے لازماً ماننا پڑے گا کہ اسباب کا سلسلہ اخیر میں جا کر کسی ایسے سبب پر ختم ہو جاتا ہے جو اپنے وجود میں کسی اور سبب سے مستغنی ہے اور جب یہ وجود علّت اور سبب سے مستغنی ہے تو ضروری ہوا کہ یہ وجود امکان اور احتیاج کے نقص سے پاک ہو کیونکہ ہر ممکن کسی سبب اور علّت کا محتاج ہوتا ہے لہٰذا یہ وجود واجب قرار پایا جو بذاتہ موجود ہے اور تمام موجودات عالم کا موجد ہے۔

مختلف چیزوں کے خواص:

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ اشیاء میں خواص ہوتے ہیں اور بغیر کسی سبب اور علّت کے ان اشیاء سے وہ طبعی خواص اور آثار صادر ہوتے ہیں۔ مثلاً پتھر کو اچھالیے تو وہ بغیر کسی سبب اور علّت کے اوپر سے نیچے کی طرف چلا آئے گا۔ اس لیے ہوسکتا ہے کہ یہ ساری کائنات اسی طرح بغیر کسی سبب کے اپنے طبعی تقاضوں سے وجود میں آئی ہو۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ آپ ایک درخت کی طرف دیکھیں اس کا تنا بھی لکڑی کا ہے اور جڑیں بھی

لکڑی کی ہیں اور تنا اوپر کی طرف جاتا ہے اور جڑیں نیچے کی طرف جاتی ہیں۔ اب اگر لکڑی کی طبیعت کا تقاضا اوپر جانا ہے تو جڑیں نیچے کیوں جاتی ہیں اور اگر اس کا تقاضا نیچے جانا ہے تو تنا اوپر کیوں جاتا ہے؟ معلوم ہوا کہ لکڑی کی اپنی طبیعت کا تقاضا کچھ نہیں ہے بلکہ درخت کی لکڑی پر کسی اور ذات کا تصرف ہے اور اس قادر قیوم نے درخت کی اس لکڑی کے جس حصّہ کو چاہا اوپر اٹھا دیا اور جس حصہ کو چاہا نیچے جھکا دیا۔

امام شافعی کا عجیب استدلال:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک شہتوت کے درخت کے سامنے کھڑے تھے۔ کسی نے ان سے وجودِ باری تعالیٰ کے بارے میں سوال کیا کہ آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے وجود پر کیا دلیل ہے۔ امام شافعی نے فرمایا اس شہتوت کے درخت کو دیکھو اس کے پتوں کو اگر بکریاں چریں تو دودھ حاصل ہوتا ہے اور شہد کی مکھی ان پتوں کو چاٹ لے تو شہد بنتا ہے۔ ریشم کا کیڑا ان پتوں کو کھالے تو اس سے ریشم حاصل ہوتا ہے اور اگر ہرن ان کو کھالے تو اُس سے مُشک حاصل ہوتا ہے اور ان چاروں چیزوں کے حقائق اور آثار مختلف ہیں اور شہتوت کے پتوں کا تقاضا ایک ہی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ طبیعت واحدہ کا تقاضا بھی واحد ہوتا ہے پس اگر ان پتوں کی طبیعت کا تقاضا دودھ ہے تو اس سے ریشم، شہد اور مشک کیسے حاصل ہوا اور اگر ان کی طبیعت کا تقاضا ریشم ہے تو ان سے مشک، شہد اور دودھ کس طرح حاصل ہوا۔ معلوم ہوا کہ یہ پتے اپنی ذات میں کسی چیز کا تقاضا نہیں رکھتے۔ اصل میں ان تمام اشیاء کا خالق اور موجد اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مقدسہ ہے وہ چاہے تو اس پتہ کو بکریوں کے منہ میں ڈال کر ان سے دودھ نکال دے۔ اور چاہے تو شہد کی مکھیوں سے ان پتوں کو چُھوا کر ان کو شہد بنادے اور چاہے تو ہرن کو یہ پتے کھلا کر اس کو مہکتی ہوئی مشک میں تبدیل کردے اور اگر چاہے تو ان پتوں کو ریشم کے کیڑوں کی خوراک بنا کر اس سے ریشم بنادے۔ اس کائنات کی حقیقتوں میں سے آپ جس حقیقت پر بھی غور کریں گے یہی منکشف ہوگا کہ ہر حقیقت کے پیچھے اسی مؤثر حقیقی کا دستِ غیب کارفرما ہے اور بظاہر نظر آنے والے سارے اسباب ایک حجاب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے۔

ایک ہی شی میں مختلف اثرات:

لیموں کو دیکھئے اس کا چھلکا گرم خشک ہوتا ہے اور اس کا گودا گرم تر ہوتا ہے اور اس کا عرق سرد خشک ہوتا ہے اور لیموں کے یہ تمام مختلف آثار اس کے واحد بیج میں ہوتے ہیں اور اس بیج کی طبیعت کا تقاضا بھی ایک ہونا چاہیے۔ لیکن اس بیج سے جب لیموں کا پھل پک کر سامنے آیا تو اس میں گرم خشک، گرم تر، اور سرد خشک سب قسم کے آثار موجود تھے اس سے معلوم ہوا کہ یہ سلسلہ موجودات طبعی آثار کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ ایک زبردست حکیم مطلق اور قادر قیوم کی قدرت اور حکمت کا نتیجہ ہے کہ وہ چاہے تو گرم خشک بیج سے سرد تر پھل پیدا کر دے اور چاہے تو سرد تر بیج سے گرم خشک پھل کو وجود میں لے آئے۔

پیداوار کا سلسلہ:

سلسلہ پیداوار کو دیکھئے ہم ایک دانہ گندم کو زمین میں دبا کر چلے آتے ہیں پھر وہ کونسی طاقت ہے جو اس دانہ گندم کو پھاڑ کر اس سے باریک کونپل نکالتی ہے اور وہ اس قدر باریک اور نازک ہوتی ہے کہ اگر ہم اس کو ہاتھ میں لے کر مسل ڈالیں تو ختم ہو جائے۔ پھر اس کونپل کو اس قدر شکتی اور قوت کون دیتا ہے کہ وہ سخت سے سخت زمین کا سینہ چیر کر زمین کے اندر جا کر اپنی مستحکم جڑیں بنا لیتی ہے۔ پھر شبنم کے قطرے اور نسیم سحر کے نرم و نازک جھونکے اس میں بالیدگی پیدا کرتے ہیں۔ سورج کی کرنیں اس میں پختگی لاتی ہیں اور وقتِ مقررہ پر ہونے والی بارشیں اس میں ہریالی پیدا کرتی ہیں۔ چاند کی کرنیں اس میں ذائقہ لاتی ہیں اور سورج کی تیز دھوپ اس فصل کا قوام تیار کر کے اسے مکمل کرتی ہے اور فصل کٹ جانے کے بعد تند و تیز آندھیاں دانہ کو بھوسہ سے الگ کرنے کیلئے اہم رول ادا کرتی ہیں۔

سوچئے زمین و آسمان کی یہ تمام قوتیں اگر ہماری فصلوں میں اپنا اپنا رول ادا نہ کرتیں تو کیا ہم زمین سے ایک دانہ گندم بھی حاصل کر سکتے تھے۔ پھر بیج بونے سے لے کر فصل کی کٹائی تک اس مربوط نظام کو کون چلا رہا ہے۔ کیا کسی بے جان بُت نے یہ نظام وضع کیا ہے یا نظامِ شمسی کے پابند سیارے یہ نظام چلا رہے ہیں اور جب ہم سمجھتے ہیں کہ عناصر کائنات میں سے کوئی چیز اس نظام کی واضع اور اس پیداوار کی خالق نہیں ہے اور نہ ہی یہ عقل باور کر سکتی ہے کہ

کسی ناظم کے بغیر کوئی نظام عمل میں آجائے یا کسی مقنن کے بغیر کوئی قانون تشکیل پا جائے یا کسی خالق کے بغیر کوئی مخلوق وجود میں آجائے تو پھر کیوں نہیں مان لیتے کہ اس کائنات کے ماوراء ایک زبردست حکیم اور قادر قیوم کی ذات فرمانروا ہے جس کی عجیب و غریب حکمت اور زبردست طاقت سے زرعی پیداوار کا یہ سارا سلسلہ رواں دواں ہے۔ اسی لیے وہ فرماتا ہے۔

افرایتم ما تحرثون ء انتم تزرعونه ام نحن الزارعون لو نشاء لجعلنٰه حطاما فظلتم تفكهون انا لمغرمون بل نحن محرومون٥

(واقعہ:56)

"بھلا بتاؤ تو سہی تم جو کچھ زمین میں بو کر آتے ہو اس کو تم اُگاتے ہو یا ہم اُگاتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اس فصل کو بالکل ملیا میٹ کر دیں اور تم کف افسوس مل کر یہ کہتے رہ جاؤ کہ ہم تو اچانک آفت آپڑی یا ہم بالکل محروم ہو گئے"۔

ایک اور زاویہ سے دیکھئے کہ غلّہ کی مختلف اجناس کا ہر سال ایک معین موسم میں پیدا ہونا اور پھلدار درختوں کی مختلف اقسام کا ہر سال اپنے اپنے موسم میں پھل لانا اور پھولوں سے لدے ہوئے پودوں اور درختوں میں ہمیشہ اپنے مقررہ ایام میں کلیوں کا کھلنا اور پھولوں کا مہکنا اور ہر نوع کے بیج سے اسی نوع کے پھل، پھول اور غلّہ کا پیدا ہونا کیا ان تمام مقررہ اور منضبطہ امور سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ زرعی پیداوار کا یہ عظیم سلسلہ کوئی امر اتفاقی نہیں ہے اور نہ از خود بغیر کسی صانع کے یہ نظام خود بخود چل رہا ہے اور نہ ہی یہ نظام متعدد شرکاء کی تخلیق کا مرہونِ منّت ہے۔ بلکہ اس وسیع زرعی نظام کے پیچھے خلاقِ واحد کا دست قدرت کارفرما ہے جو فیاض اور جواد بھی ہے اور حکیم و قدیر بھی۔

اگر کوئی شخص اس کے وجود یا اس کی وحدانیت کا انکار کرتا ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ پھول ہمیشہ ایک موسم میں کیوں کھلتے ہیں۔ غلہ اور پھلوں کی پیداوار میں ہمیشہ ایک مخصوص موسم اور ماحول کا اعتبار کیوں ہوتا ہے اور گندم کے بیج سے چاول اخروٹ کے بیج سے انناس کیوں پیدا نہیں ہو جاتا۔ الحاد، شرک اور دہریت کی بنیاد پر کوئی شخص ان سوالوں کا معقول جواب نہیں دے سکتا اور جو شخص اپنی ذہنی توانائیوں کو ضائع نہیں کر چکا اس کو لامحالہ یہ کہنا پڑے گا کہ زرعی

پیداوار کے اس مربوط نظام میں تسلسل، انضباط اور باقاعدگی یونہی کوئی امر اتفاقی نہیں ہے۔ نہ متعدد شرکاء کی کوشش کا ثمرہ ہے۔ بلکہ زرعی پیداوار کا یہ وسیع اور پُرحکمت سلسلہ اس اخلاقِ واحد کی قدرت، حکمت اور فیاضی کا منہ بولتا شاہکار ہے۔

تخلیقِ انسانی اور اسرارِ پنہانی:

جب یہ ظاہر ہو چکا کہ انسان کو عدم سے وجود میں لانے والا خود وہ انسان نہیں ہے۔ نہ اس کے ماں باپ اس کے موجد ہیں۔ کیونکہ دنیا میں ایسی بے شمار مثالیں ہیں کہ مرد و زن کے اختلاط کے باوجود اولاد پیدا نہیں ہوتی اور نہ دنیا کے دوسرے انسان اس کے موجد ہیں۔ کیونکہ مشاہدہ شاہد ہے کہ آج تک کوئی انسان اپنے جیسا دوسرا انسان نہیں بنا سکا اور انسانی مراتب سے نیچے جو حیوانات اور اشجار اور دیگر اجسام کا عالم ہے وہ بھی اس کا موجد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ عالم تو انسان سے ارزل اور اس کی اغراض کے تابع ہے، اور اسفل، اعلیٰ کا موجد کسی حال میں نہیں ہو سکتا اور انسان کے اوپر چاند سورج اور دیگر سیارگان کا جو عالم ہے وہ بھی اس کا موجد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ تمام سیارے ایک مقررہ نظام کے تحت گردش کر رہے ہیں اور ان کی گردش کی یہ یکسانیت بتلاتی ہے کہ یہ کسی کے بنائے ہوئے نظامِ عمل کے تابع ہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس عالمِ امکان میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو انسان کے مؤجد ہونے کی صالح اور دعویدار ہو تو ضروری ہوا کہ انسان کا موجد جسم اور جسمانیت سے خارج اور امکان اور حدوث کے عیب سے پاک ہو۔

خلقتِ انسانی کے مراحل:

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اس عالمِ اسباب میں انسان کی پیدائش مرد و زن کے اختلاط سے وجود میں آتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے اور حضرت حوا علیہا السلام کو بغیر عورت کے اور حضرت آدم علیہ السلام کو مرد اور عورت دونوں کے بغیر پیدا کر کے یہ ثابت کر دیا کہ اس نے انسان کی تخلیق کیلئے مرد اور عورت کے اختلاط کو ایک عام سبب ضرور بنایا ہے لیکن اس کی عظیم قدرت ان تمام اسباب سے بالاتر ہے وہ چاہے تو مٹی

کے ایک ڈھیر سے حضرت آدم جیسے عظیم الشان نبی کی تخلیق کردے اور وہ چاہے تو نطفہ کی ایک حقیر بوند سے انسانوں کی پیدائش کا ایک لامتناہی (یعنی لا تقف عند حدّ جو دراصل متناہی بالفعل ہے) سلسلہ شروع کردے۔

اب سوچئے کہ نطفہ کی ایک بے جان بوند سے یہ جیتا جاگتا انسان کس طرح وجود میں آ گیا۔ عملی تحقیقات اور سائنس کے روز افزوں تجربات کے باوجود سائنس دان آج تک کسی بے جان مادے سے کسی جاندار شئے کو وجود میں نہیں لا سکے۔ اب تک جو ثابت ہو چکا ہے وہ یہ ہے کہ نطفہ جوہر حیات تو ہے لیکن خود زندگی سے خالی ہے۔ پھر جو چیز خود حیات سے عاری ہو وہ ایک صاحبِ حیات کی موجد کیسے ہو سکتی ہے اگر یہ کہا جائے کہ بے جان نطفہ کی یہ بوند اپنے اندر علم وادراک اور قوت وتوانائی کا وہ جوہر رکھتی ہے۔ جس سے وہ ایک مکمل انسان کی صورت گری پر قادر ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ کیا انسان مکمل ہو جانے کے بعد اتنی طاقت رکھتا ہے کہ اپنے جسم کے بالوں میں سے کسی ایک بال کو ایک سے دوسری جگہ منتقل کر سکے تو جب یہ انسان مکمل اور طاقت ور ہونے کے باوجود اپنے اندر تغیر و تبدل کی قدرت نہیں رکھتا تو جس وقت یہ ایک حقیر نطفہ کی بوند کی شکل میں تھا اس وقت یہ اپنے اندر تغیر اور نشو ونما کی شکستی کیسے رکھ سکتا تھا؟ اس لیے ماننا پڑے گا کہ انسان کی تخلیق اور تصویر و تشکیل میں اسی خلاق واحد کا دستِ قدرت کارفرما ہے۔

انسان کی تخلیق اس کے نطفہ میں موجود ایک انتہائی باریک جرثومہ سے ہوتی ہے اور جب مرد کا نطفہ عورت کے رحم تک پہنچتا ہے تو یہ جرثومہ عورت کے رحم میں کسی وقت اس نسوانی انڈے سے جا ملتا ہے جو اس جرثومہ کی طرح انتہائی باریک ہوتا ہے پھر ان دونوں کے امتزاج سے ایک باریک خلیہ بن جاتا ہے اور یہی خلیہ حیاتِ انسانی کا نقطۂ آغاز ہے۔ اور اس خلیہ کا وجود میں آ جانا ہی استقرارِ حمل کی علامت ہے پھر اللہ تعالیٰ اس خلیے کو علقہ یعنی جمے ہوئے خون کی شکل میں لاتا ہے پھر اس علقہ کو تدریجاً مضغہ یعنی گوشت کی ایک بوٹی میں تبدیل کرتا ہے پھر اس گوشت کے ٹکڑے کی صورت گری کی جاتی ہے اور گوشت کے اس لوتھڑے کو انسانی اعضاء کے قالب میں ڈھال دیا جاتا ہے اور اس کو مرد یا عورت کی ساخت

عطا کی جاتی ہے۔ استقرارِ حمل کے چار ماہ بعد اس میں روح ڈال دی جاتی ہے پھر عورت کے پیٹ میں اس کو غذا پہنچا کر اس کی جسامت بڑھائی جاتی ہے۔ اور اس کے دماغ مین وہ تمام صلاحیتیں رکھی جاتی ہیں۔ جن کے سبب سے وہ آگے چل کر اپنی زندگی میں تعلیم و تربیت اور ماحول کے زیرِ اثر کسی ڈاکٹر، انجینئر سیاست دان، عالم دین، ولی کامل، تاجر یا ایک جاہل مزدور اور بدمعاش غنڈے کی شخصیت میں معاشرے کے اندر ابھرتا ہے۔

انسانی تخلیق کے ان تمام مراحل میں انسان کا صرف اتنا کام ہے کہ وہ اپنے نطفہ کو عورت کے رحم تک پہنچاتا ہے۔ اس کے بعد اس کے نطفہ سے ایک خاص جرثومہ کو نسوانی بیضہ سے کون ملاتا ہے پھر اس امتزاج کے نتیجہ کو پہلے علقہ پھر مضغہ کی شکل میں کون لاتا ہے۔ پھر اس مضغہ کو الگ الگ انسانی صورتوں کا لباس پہنا کر چار ماہ بعد اس میں روح کون پھونکتا ہے اور یہ فیصلہ کرنا کس کا کام ہے کہ اس شخص کو سلیم الاعضاء بنانا ہے یا محتاج اور اپاہج پھر اس کے ذہن اور دماغ میں مختلف شعبوں کی الگ الگ صلاحیتوں کو کون رکھتا ہے اور نو ماہ تک ماں کے پیٹ میں اس کو مسلسل غذا اور نشو دنما کا مادہ کون فراہم کرتا ہے کیا یہ تمام کام خود وہ عورت کرتی ہے یا کوئی ڈاکٹر اور حکیم اپنی ادویات سے اس عمل کو جاری رکھتا ہے یا پھر یہ کسی سائنسدان کا شاہکار ہے یا بے جان بُت جو خود سے ہل بھی نہیں سکتے۔ وہ نطفہ کی ایک بوند کو جیتا جاگتا انسان بنادیتے ہیں پھر آخر یہ کس کا کارنامہ ہے کیا اب بھی عقل یہ فیصلہ نہیں کرتی کہ خدائے واحد کے سوا ان افعال کا اور کوئی خالق نہیں ہے۔

اور اگر اب بھی کوئی شخص ڈھٹائی سے کہہ دے کہ خود بخود محض اتفاق سے یہ عمل ہو رہا ہے تو ہم یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ اگر تخلیقِ انسانی محض ایک اتفاقی حادثہ ہے تو اس میں ابتداءً مرد اور عورت کے اختلاط کی قید کیوں ہے۔ محض ایک مرد یا صرف ایک عورت سے بچہ کیوں نہیں پیدا ہو جاتا اور تمام دنیا میں انسان کی پیدائش کیلئے ایک ہی ضابطہ کیوں مقرر ہے۔ ہمیشہ ایک مکمل بچہ پیدا ہونے کیلئے ایک مخصوص عرصہ کیوں درکار ہوتا ہے۔ لادینی اور دہریت کی بنیاد پر ان سوالوں کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا جا سکتا اس لیے اگر کوئی شخص عقل سے بالکل اندھا اور ہوش و حواس سے قطعاً عاری نہیں ہو چکا تو اسے لازماً کہنا پڑے گا کہ اس

عالم کے ماوراء ایک قادر و قاہر ہستی ہے جو خلاق اور جواد ہے۔ جس نے نسلِ انسانی کے ارتقاء کیلئے ایک سبب بنایا اور اس سبب میں اس قدر کشش رکھ دی کہ مرد اپنے شہوانی جذبات سے مغلوب ہو کر اپنا نطفہ عورت کے رحم تک پہنچا دے اور بس!

غور کیجئے جو بچہ پیٹ سے باہر آ کر ہوا کے ایک جھونکے اور دودھ کی چند چسکیوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا وہ مسلسل نو ماہ تک ماں کے پیٹ میں ہوا، پانی اور خارجی غذا کے بغیر کیسے زندہ اور جیتا جاگتا رہا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ انسان کی زندگی اور اس کی نشو و نما کیلئے ہوا، پانی اور خارجی غذا مؤثر ہیں یا نہیں۔ اگر ان چیزوں کا اس کی زندگی میں کوئی دخل نہیں تو دنیا میں انسان ان چیزوں کے بغیر کیوں زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور اگر یہ چیزیں اس کی حیات اور بقاء میں مؤثر ہیں تو ان کے بغیر وہ ماں کے پیٹ میں کس طرح زندہ رہ سکا، معلوم ہوا کہ انسان کی تخلیق نہ کوئی اتفاقی حادثہ ہے نہ طبیعت اور فطرت کا تقاضا ہے بلکہ وہ خالصۃً اللہ عزوجل کا ساختہ پرداختہ ہے۔ ظاہری اسباب محض حجاب ہیں اور مؤثر حقیقی وہی خالقِ لم یزل ہے وہ چاہے تو ماں کے پیٹ میں خارجی ہوا اور غذا کے بغیر حیات اور روئیدگی دے دے اور چاہے تو پیٹ کے باہر خارجی ہوا اور غذا سے اس کو نشو و نما عطا کر دے۔ وہ چاہے تو نطفہ کی ایک بوند سے جیتا جاگتا انسان کھڑا کر دے اور چاہے تو محض مٹی اور گارے سے ایک عظیم الشان انسان پیدا کر دے۔

کیا اس عالم رنگ و بُو اور وسیع کائنات میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی ایسی ہستی ہے جو اپنی قدرت اور حکمت کے ایسے عجیب و غریب مظاہر دکھا سکے اور کیا اس صانعِ فطرت کے ان عظیم کرشموں کو دیکھنے کے بعد بھی کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ یونہی اتفاقاً ہو رہا ہے اور توالد و تناسل کے اس باقاعدہ، متواتر اور مربوط نظام کے پیچھے کسی قادر و قیوم اور خلاق حقیقی کا ہاتھ کارفرما نہیں ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حیران کن استدلال:

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا کہ میں شطرنج کے کھیل سے بڑا متعجب ہوتا ہوں کہ یہ کھیل ایک مربع فٹ تختہ کے 64 خانوں میں کھیلا جاتا ہے اور اگر ان خانوں میں لاکھ مرتبہ بھی شطرنج کھیلی جائے تو ہر بار بازی مختلف ہوتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

فرمانے لگے میں اس سے کہیں زیادہ بڑے امر پر تعجب کرتا ہوں کہ انسان کا چہرہ صرف بالشت بھر کا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ارب ہا ارب بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ چہرے پیدا کیے لیکن کوئی چہرہ دوسرے چہرے سے نہیں ملتا۔ کسی کی آنکھ دوسرے کی آنکھ سے، ناک ناک سے، ہونٹ ہونٹ سے اور کان کان سے نہیں ملتے۔

اور میں کہتا ہوں کہ چہرہ تو بہت دور کی بات ہے انسان کے ہاتھ میں دو ڈھائی انچ کا انگوٹھا ہوتا ہے اور کسی ایک انگوٹھے کی لکیریں دوسرے سے نہیں ملتیں بلکہ ایک ہی انسان کے دائیں انگوٹھے کی لکیریں بائیں انگوٹھے سے نہیں ملتیں۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے سبحان ہے وہ ذات جس نے چربی کی ایک بوٹی سے دکھایا، نرم ہڈی سے سنوایا اور گوشت کے ایک ٹکڑے کو گویا کر دیا۔ جو لوگ انسان کو محض ایک اتفاقی حادثہ سمجھتے ہیں وہ اس بات کی کیا توجیہہ کریں گے کہ انسان کے جسم میں ہر جگہ گوشت ہے۔ پھر بولنے کا خاصہ صرف زبان میں کیوں ہے اور کیوں ضروری ہے کہ دیکھنے کیلئے صرف آنکھیں مخصوص ہیں۔ جسم کے کسی اور حصہ کی چربی بینائی کا آلہ کیوں نہیں بن جاتی۔ اس لیے اگر کوئی شخص محض ہٹ دھرمی پر نہیں اُتر آیا تو اس کو اقرار کرنا پڑے گا کہ انسان کی تخلیق نہ کوئی اتفاقی حادثہ ہے۔ نہ کسی فطری ارتقائی عمل کا نتیجہ ہے بلکہ وہ مکمل طور پر اس خلاق واحد کی قدرت اور حکمت کا حسین شاہکار ہے۔

شیر مادر سے:

جب ایک عورت ماں بن جاتی ہے اور اس کی گود میں بچہ کھیلنے لگتا ہے تو اس کے سینے سے دودھ اُتر آتا ہے جو غذا وہ پہلے کھاتی تھی اب بھی وہی غذا کھاتی ہے نہ غذا میں کوئی تبدیلی ہوئی ہے نہ کھانے والی میں کوئی تبدیلی ہوئی۔ پھر یہ دودھ کہاں سے آ گیا۔ اگر یہ غذا کا اثر تھا تو کسی اور شخص کے کھانے سے اس کے سینے میں دودھ کیوں نہیں اُترتا اور اگر اس عورت کی خاصیت ہے تو بچہ کی پیدائش سے پہلے اس کے سینے سے دودھ کیوں نہیں نکلا۔ معلوم ہوا کہ یہ اثر نہ غذا کا ہے نہ غذا کھانے والی کا یہ صرف اس قادر مطلق کی کارفرمائی ہے جو رنگ برنگ ترکاریوں کو خون کی رنگت دیتا ہے اور جب چاہتا ہے اس خون کو دودھ کی سفید دھاروں میں

تبدیل کر دیتا ہے۔ پھر ہمارے پاس کوئی ایسا خارجی عمل نہیں جس کے ذریعہ ہم ماں کے سینے سے جاری ہونے والے دودھ کو روک سکیں۔ مبدأ فیاض کے نزدیک جب تک بچے کو دودھ کی ضرورت ہوتی ہے وہ ماں کے سینہ میں دودھ اتارتا رہتا ہے اور جب ضرورت ختم ہو جاتی ہے تو دودھ کے جاری ہونے کا یہ سلسلہ اپنے آپ ختم ہو جاتا ہے کیا انسان کے جسمانی نظام میں اللہ کی ذات اور اس کی حکمت اور قدرت کی یہ بہترین نشانیاں نہیں ہیں۔

جو دودھ ہم پیتے ہیں:

جانوروں سے جو ہم دودھ حاصل کرتے ہیں یہ اس چارے سے حاصل ہوتا ہے جسے جانور کھاتے ہیں۔ پھر جب جانوروں کی اوجھڑی میں یہ چارہ پہنچتا ہے تو اوجھڑی میں ہضم اول کا مرتبہ شروع ہوتا ہے۔ اوجھڑی کے اوپر کے حصہ میں خون اور نچلے حصہ میں گوبر اور درمیانی حصہ میں دودھ کا قوام تیار ہوتا ہے اور اس کے قوام کو اللہ تعالیٰ ہضم کے مختلف مراحل سے گزارتا ہوا جانوروں کے تھنوں تک پہنچا دیتا ہے۔ دودھ کے نیچے گندگی اور غلاظت ہے اور اس کے اوپر سُرخ رنگ کا سیال خون دوڑ رہا ہے آخر وہ کونسی حقیقت ہے جو جانوروں کے پیٹ میں تصرف کر کے سرخ رنگ کے سیال خون اور بدبودار گوبر کے درمیان سے صاف سفید شیریں اور خوشبودار دودھ کو اس طرح باہر نکال لیتی ہے کہ نہ گوبر کا کوئی ذرہ اس میں داخل ہوتا ہے اور نہ خون کا کوئی قطرہ اس میں شامل ہوتا ہے۔ کیا یہ صاف اور پاکیزہ دودھ اس خالقِ کائنات کی طرف اشارہ نہیں کرتا جو فرماتا ہے۔

ان لکم فی الانعام لعبرة نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث و دم لبنا خالصا سآئغاً للشاربین٥

”ان جانوروں میں تمہارے لیے غور و فکر کا موقع ہے تم کو گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کیلئے خوشگوار ہے“۔

دودھ کا یہ حصول چارہ کا طبعی خاصہ نہیں ہے ورنہ نر جانور بھی یہی چارہ کھاتے ہیں اور ان سے دودھ کا کوئی قطرہ حاصل نہیں ہوتا اور نہ یہ مادہ جانور ہی کی طبعی خصوصیت ہے ورنہ ایام حمل میں یا اس سے پہلے بھی وہ دودھ دیتی رہے نہ بچہ کی خصوصیت ہے کیونکہ بچہ کے

مرجانے کے بعد بھی وہ ایک مدّت معینہ تک دودھ دیتی رہتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں سے دودھ کے حصول کے نظام میں چارہ، جانور اور بچہ کوئی چیز مرکزی کردار ادا نہیں کرتی اس تمام مربوط نظام میں جو دودھ کے حصول کا سبب ہے وہ ایک ذات کارفرما ہے جو عالم کے ذرّہ ذرّہ میں اپنا تصرّف فرما رہی ہے۔

جو غذا ہم کھاتے ہیں:

انسان جو غذا کھاتا ہے وہ اس کے معدہ میں چلی جاتی ہے اور وہاں اس کا ہضم اول شروع ہوتا ہے اس غذا کا جو صاف جوہر ہے وہ جگر کی طرف چلا جاتا ہے اور جو کثیف مادہ ہے وہ انتڑیوں کی طرف چلا جاتا ہے۔ پھر جگر میں ہضم ثانی ہوتا ہے اور صاف جوہر جگر میں جا کر سوداء صفراء پانی اور خون بن جاتا ہے۔ پھر وہاں ان کی تقسیم شروع ہوتی ہے۔ صفراء پِتّہ کی طرف چلا جاتا ہے اور سوداء تِلّی کی طرف چلا جاتا ہے اور پانی گردہ کی طرف اور خون رگوں کی طرف چلا جاتا ہے۔ اور وہاں ہضم ثالث کا عمل شروع ہوتا ہے اور حرارت غریزی سے اعضاء بدن کی جو صورت تحلیل ہوتی رہتی ہے۔ خون ان اعضاء میں پہنچ کر اس کے عوض اس عضو کی نئی صورت مہیا کرتا ہے۔ سوچئے کیا یہ سب یونہی ہو رہا ہے۔ کھانے کے چند نوالوں سے جو خون گوشت اور ہڈیوں کی صورت نشو ونما پا رہی ہے کیا یہ کسی عظیم حکمت اور زبردست قدرت کے زیرِ انتظام نہیں ہے۔

جسم انسانی اور اس کی نشو ونما:

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے جس طرح انسان کے جسم کی ساخت بنائی ہے اس میں متعدد کارآمد اعضاء رکھے ہیں پھر جو غذا ہم پانی اور کھانے کی شکل میں حاصل کرتے ہیں اس کا ایک ایک ذرّہ وہ ان تمام اعضاء کو ان کی مخصوص جگہوں پر پہنچاتا ہے اور جس عضو کو جتنی توانائی کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس کو اتنی توانائی فراہم کرتا ہے اور اس طرح تدریجاً انسان کو اس کے طبعی ارتقاء تک پہنچاتا ہے آپ سوچئے کہ انسان کے جسم میں اس سارے نظام کو کون چلا رہا ہے کیا یہ نظام خود بخود چل رہا ہے یہ تو ہو نہیں سکتا، یا کوئی مافوق الفطرت ہستی اس نظام کو چلا

رہی ہے پھر وہ ہستی کیا سورج ہے، چاند ہے، پانی ہے، آگ ہے، پتھر ہے، جانور ہے، انسان ہے کیا ہے؟ یہ تمام چیزیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے خود کسی کے بنائے ہوئے نظام کے تحت سرگرم عمل ہیں اور اس نظام کی پابند ہیں اور اس کے احکام کی اطاعت پر مجبور ہیں۔ عناصر ہوں یا کواکب زمین کی پہنائیاں ہوں یا افلاک کی بلندیاں یہ سب ایک نپے تلے مقدر اور منضبط نظام کے تحت اپنے اپنے حصہ کا کام انجام دے رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ جس ذات نے ان تمام موجودات کو ایک نظام میں مربوط کیا ہوا ہے وہی ذات انسانی جسم کی ساخت اور اس کی نشوونما کی خالق اور مربی ہے۔ سورج اور چاند اسی کے حکم سے طلوع ہوتے ہیں۔ دن اور رات کا سلسلہ اسی کے ارادے سے وجود میں آتا ہے۔ سمندروں میں طوفان اسی کے حکم سے اٹھتے ہیں اسی کے حکم سے بارشیں نازل ہوتی ہیں۔ اسی کے اذن سے کھیتیاں ہری بھری ہوتی ہیں وہ نہ چاہے تو بادلوں سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ اترے اور کھیتیاں ویران ہو جائیں اور زمین غلہ کا ایک دانہ بھی نہ اگا سکے اور انسانوں اور حیوانوں کو کھانے پینے کیلئے کوئی چیز نہ مل سکے اور یہ سب بھوک پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر جائیں۔

صحت و مرض، حیات و مرگ:

صحت اور بیماری زندگی اور موت سب اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے اگر وہ کسی شخص کو بیمار کرنا چاہے تو ہم ہزار جتن کے باوجود اس کی صحت واپس نہیں لا سکتے۔ جب کہ اس جیسی بیماری کے ہزاروں مریض معمولی علاج سے شفایاب ہو جاتے ہیں اور اس بیمار کیلئے بڑے سے بڑے ڈاکٹر اپنی تمام صلاحیتوں کو صرف کرنے کے باوجود اس کی صحت کو واپس نہیں لا سکتے اور بالآخر وہ شخص بیماری کے ایام گزارتا ہوا اس عالم سے رخصت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کی زندگی کی ایک میعاد مقرر کی ہے اور جب کوئی انسان اپنی زندگی کے سانس پورے کر لیتا ہے تو خواہ وہ بادشاہ ہو یا فقیر، بڑے سے بڑا ڈاکٹر ہو یا ماہر طبیب، سائنسدان ہو یا فلسفی اسے بہر حال اس وقت مرنا ہی پڑتا ہے۔ بڑی سے بڑی کوشش اور اہم سے اہم سائنسی عمل ہزار جتن کے باوجود مدت حیات پوری ہونے کے بعد اسے موت کے چنگل سے نہیں بچا سکتا۔ اگر اس عالم اسباب سے کوئی ماوراء ہستی نہیں ہے تو پھر وہ

کون سی طاقت ہے جو کسی بیمار کو تندرستی سے اور مرنے والے کو زندگی سے ہم کنار ہونے نہیں دیتی اس نظام کائنات میں تو ہر چیز خود ایک نظام کی پابند ہے وہ کیسے کسی کو صحت اور زندگی سے روک سکتی ہے۔

نظامِ کائنات اور انڈے سے چوزے کی مثال:

اس نظامِ کائنات پر غور کیجئے سورج ہر روز ایک مقررہ جہت سے طلوع ہوتا ہے اور ایک مقررہ جہت میں جا کر غروب ہو جاتا ہے۔ دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن، ہر سال اپنے اپنے موسموں میں کھیتیوں کا پروان چڑھنا، پھولوں کا اپنے وقت میں کھلنا، تمام روئے زمین میں ایک خاص طریقہ سے انسانوں کا پیدا ہونا اور اس کے بعد ایک وقت مقرر پر انسان کا مر جانا کیا یہ تمام سلسلۂ کائنات ایک مقررہ اور مربوط نظام کے تحت جاری نہیں ہے۔ پھر کیا کوئی ہوشمند انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ تمام منضبط اور مربوط نظام بغیر کسی خالق اور ناظم کے خود بخود اپنے آپ عدم سے وجود میں آ گیا ہے۔ (دیکھو کیسی عجیب بات ہے کہ بے جان انڈے سے چوزہ پیدا ہوتا ہے اور پھر تمام عقلاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ہوا کے بغیر زندگی نہیں۔ لیکن انڈے میں سوئی کے ناکے کے برابر سوراخ کر دو تو چوزہ نہیں بن سکے گا۔ پھر اس انڈے کو آپ توڑیں تو چوزہ نہیں نکلتا خدا توڑے گا تو چوزہ برآمد ہو گا۔ اس کی روح کس راستے سے گئی ہے۔ معلوم ہوا امر ربی ہے اور اتنا لطیف ہے کہ راستوں کی محتاج نہیں چونکہ روز مرہ ہوتا ہے اس لیے عادت بن گئی ہے اور عجیب نہیں لگتا۔ ورنہ یہی چوزہ اگر انڈے کی بجائے دیوار سے نکل آئے تو دھوم مچ جائے اخباریں اور ضمیمے چھپ جائیں اور معجزہ قرار دیے لگیں، کیا انڈے سے نکلنا دیوار سے نکلنے سے کم حیران کن ہے پھر اسی مرغی کے نیچے بطخ کے انڈے بھی رکھ دو تو ان انڈوں سے بطخ کا بچہ پیدا ہوتے ہی پانی میں چھلانگ لگا دے گا جبکہ مرغی اور چوزے ایسے نہیں کریں گے یہ شعور چند لمحوں کے چوزوں کو کس نے دیا کہ ہم پانی میں ڈوب جائیں گے اور بطخ کے بچے کو کس نے بتایا کہ تجھے پانی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ وہی خدا ہے، وہی خدا ہے)

جو پانی ہم پیتے ہیں:

پانی انسان کی بنیادی ضرورت ہے پانی کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ سمندر کا پانی اس قدر کڑوا ہوتا ہے کہ اس کے چند گھونٹ بھی حلق سے نیچے نہیں اتارے جا سکتے۔ پھر یہی پانی جب بخارات کی شکل میں طبقہ زمہریریہ تک پہنچتا ہے اور موسلا دھار بادلوں سے ٹھنڈا میٹھا اور شفاف پانی بن کر برستا ہے۔ تو وہ کون ہے جو اس کڑوے پانی میں شکر گھول دیتا ہے۔ دریاؤں سے جو اکثر و بیشتر پانی حاصل ہوتا ہے وہ بھی بادل اور بارش کا فیضان ہوتا ہے اور پہاڑیوں کی بلند بانگ چوٹیوں پر جو برف جمی ہوتی ہے وہاں اس برف کو ان چوٹیون پر کون جماتا ہے کیا پہاڑوں کی چوٹیوں سے برفانی گھاٹیوں تک برف گرنے کا انتظام اور بادلوں کے ذریعہ پانی کی بہم رسانی کا نظام یونہی خود بخود وجود میں آ گیا ہے۔ جب کارپوریشن کا ایک نل بھی ایک مستری اور چند مزدوروں کے بغیر نہیں لگ سکتا تو پانی کی اس قدر عظیم الشان ترسیل کا انتظام کسی ایڈمنسٹریٹر کے بغیر کیسے ممکن ہے۔ پھر یہ کیسی مضحکہ خیز بات ہوگی کہ کارپوریشن جو ایک محلہ کو ٹیکس لے کر پانی فراہم کرے۔ اس کی نظامت کو تو ہم تسلیم کر لیں اور جو ساری دنیا کو بغیر کسی ٹیکس کے پانی مہیا کر رہا ہے۔ اس کے نظام اور اس کی قدرت کا ہم انکار کر دیں جبھی تو وہ فرماتا ہے:

افرائیتم المآء الذی تشربون أأنتم انزلتموہ من المزن ام نحن المنزلون لو نشاء جعلناہ اجاجا فلولا تشکرون۔

"پانی تم نے اتارا ہے یا ہم اتارنے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اس پانی کو اس قدر کڑوا کر دیں کہ تم پی بھی نہ سکو پھر تم کیوں اس کا شکرادا نہیں کرتے"۔

پانی کے حصول کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ زمین کے نیچے گہرائی میں پانی رکھا گیا ہے جس کو ہم ہینڈ پمپ اور ٹیوب ویل سے نکال کر اپنے کام میں لاتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اس پانی کو زمین کی تہہ میں کس نے رکھا ہے اور اتنے ہزاروں فٹ کی گہرائی میں جا کر رکھ بھی کون سکتا ہے۔ یہ بات تو وہی شخص کہہ سکے گا جو عقل و فہم سے بالکل عاری ہو کہ وہ پانی خود بخود وہاں موجود تھا۔ اس دنیا کے ہزاروں تجربات اور مشاہدات ہمیں بتاتے ہیں کہ

یہاں خود بخود کچھ نہیں ہوتا۔ ایک کنستر میں بھی پانی خود بخود جمع نہیں ہوتا۔ زمین کی اتھاہ گہرائی میں ہزاروں مکعب فٹ پانی کس طرح جمع ہو سکتا ہے جن علاقوں میں دریاؤں اور نہروں کا پانی بھی نہیں پہنچ سکتا وہاں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے زمین کے اس پانی کو دریائی پانی کا بدل بنا دیا ہے اور خود فرماتا ہے:

افرأیتم ان أصبح مآؤکم غوراً فمن یّأتیکم بمآء معین ۝

"اگر اللہ تعالیٰ زمین کے پانی کو نیچے گہرائی میں دھنسا دے تو بتلاؤ! پھر تمہارے لیے کون پانی لے کر آئے گا"۔

جس جگہ زمین کی گہرائیوں سے پانی نکالنے کی ضرورت تھی وہاں اسے زمین کے اندر گہرائیوں میں رکھا جہاں سخت پہاڑی اور پتھریلی زمینیں ہیں اور زمین کو کھودنا مشکل ہے اس نے وہاں پانی کے چشمے جاری کر دیے۔ کہیں برفانی چوٹیوں اور بادلوں کو لگاتار برسات سے دریاؤں کو رواں دواں کر دیا کہیں کنوؤں اور ندیوں کا انتظام کر دیا غرض جس جگہ پانی کی بہم رسانی کی ضرورت جس طرح پوری ہو سکتی تھی اس طریقہ سے وہاں پانی کو پہنچایا گیا پانی کی یہ حکیمانہ ترسیل کسی جلیل القدر حکیم اور زبردست قادر اور عظیم خالق کے وجود کا تقاضا نہیں کرتی کیا اب بھی کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ خلق خدا کی ضرورت اور مصلحت کے مطابق ہر جگہ ان کے مقام کے مناسب یہ پانی خود بخود بغیر کسی پہنچانے والے کے پہنچ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نظر کیوں نہیں آتا:

اللہ تعالیٰ کی شان ظاہر بھی ہے باطن بھی صفات کے لحاظ سے ظاہر ہے ذات کے لحاظ سے باطن ہے یا پھر شدّت ظہور وعیاں کی وجہ سے ہم سے چھپا ہوا ہے کہ ہماری آنکھیں اس کو دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتیں، جس طرح گرمیوں میں شدّت تمازت اور کمالِ ظہور کی وجہ سے ہم سورج کو نہیں دیکھ سکتے۔ حالانکہ یہ اس کی ادنیٰ مخلوق ہے لہٰذا اس وجہ سے اس کی ذات کا انکار کرنا حماقت ہے، جس طرح چمگادڑ دن کے وقت سورج کا انکار کرے تو کیا کہا جا سکتا ہے۔ یا پھر انتہائی قرب کے وجہ سے ہم اللہ کو دیکھ نہیں سکتے کیونکہ دیکھنے کیلئے فاصلے کا ہونا ضروری ہے، آنکھ کی پتلی نظر کیوں نہیں آتی؟ انتہائی قرب کی وجہ سے اور جو اقرب من

حبل الورید ہے وہ ذات کس طرح دکھائی دے، انتہائی قریب شے جس طرح پتلی؟ نظر تو آسکتی ہے لیکن آئینے کے واسطے سے اور خدا کے جلووں کو دیکھنے کیلئے مصطفیٰ علیہ السلام آئینہ ہیں۔من رانی فقد رای الحق۔

یاد رکھو! ہم اپنی بدعملیوں کی وجہ سے رب سے دور ہو گئے ہیں ورنہ وہ تو فرماتا ہے "انی قریب" اور یہ قرب صفاتی ہے اور نظر اس لیے بھی نہیں آتا کہ

ہے شدتِ "ظہور" سے آنکھوں سے رخصتی
بے پردگی حجاب ہے اس بے حجاب کی

یعنی غایت قرب کی وجہ سے وہ ذات ہمیں نظر نہیں آتی۔ حضرت سعدی فرماتے ہیں:

یار من نزدیک تر از من بمن
ایں عجب تر کہ من ازوے دورم

(حضرت مفتی اعظم پاکستان سیدی ابوالبرکات کا بیان فرمایا ہوا نکتہ جو کیسٹ سے لکھا گیا ہے)

امام جعفر صادق اور ایک دہریہ:

امام جعفر صادق کی ایک بار ایک دہریہ سے ملاقات ہوئی جو وجودِ باری تعالیٰ کا انکار کرتا تھا آپ نے اس سے پوچھا کیا کبھی تم سمندر میں کشتی میں سوار ہوئے ہو اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے پوچھا: کبھی طوفان کا سامنا بھی کیا۔ اس نے کہا: ہاں کشتی ٹوٹ پھوٹ گئی، ملاح ڈوب گیا اور لہروں کے تھپیڑے مجھے ساحل تک لے آئے۔ آپ نے فرمایا: پہلے جب تُو کشتی پر بیٹھا تھا تو تیرا اعتماد ملاح پر تھا اور جب کشتی ٹوٹ گئی اور تو ایک تختے کے سہارے بہنے لگا تو تیرا بھروسہ اس تختہ پر تھا اور جب تختہ بھی تیرے ہاتھ سے نکل گیا اور تو محض لہروں کے رحم و کرم پر بہہ رہا تھا اور طوفانی لہریں تجھے غرقاب کر رہی تھیں اس وقت تیرا کیا خیال تھا کہ یہ لہریں تجھے غرق کر دیں گی۔ یا اس وقت بھی تیرے دل میں اُمید کی کوئی "کرن" باقی تھی۔ وہ کہنے لگا میں اس وقت بھی پُر امید تھا کہ شاید سلامتی سے نکل آؤں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب جبکہ سارے مادی اور ظاہری سہارے ایک ایک کر کے

چھوٹ چکے تھے اس وقت تو نے کس ذات کے ساتھ امید قائم کی ہوئی تھی کہ وہ تجھ کو بچا لے۔ دہریہ خاموش رہا آپ نے فرمایا جس وقت کوئی مادی اور ظاہری سہارا نہ رہے اور سلامتی کے اسباب ایک ایک کر کے سارے ختم ہو جائیں اس وقت جس ذات سے امید قائم ہوتی ہے اور بیچارگی کے لامتناہی اندھیروں میں جس ذات سے مدد کی روشنی ملتی ہے وہی تیرا اور سارے جہان کا پروردگار ہے۔ اسی نے تجھ کو غرق ہونے سے بچالیا اسی کی یہ شان ہے کہ انسان جب چاروں طرف سے مایوسیوں میں گھر جاتا ہے اور اسے امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی اور وہ سمجھتا ہے کہ وہ عنقریب اپنی مصیبتوں اور تکلیفوں میں گھر کر ختم ہو جائے گا تو اچانک وہ غیب سے اس کی سلامتی کے اسباب پیدا کر دیتا ہے اسی لیے اس نے فرمایا ہے:

ھو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمتہ وھو الولی الحمید۔

"وہ ذات جو لوگوں کے مایوس ہونے کے بعد اچانک موسلا دھار بارش نازل فرما دیتی ہے اور اپنی رحمت کو عام کر دیتی ہے وہی لوگوں کے کام بنانے والی اور قابلِ ستائش ہے"۔

ایک عقلمند دیہاتی کا استدلال:

عرب کے ایک دانش مند اعرابی کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر صحرائے عرب میں سینکڑوں میل دور چلا گیا۔ ایک جگہ اونٹ سے اُتر کر وہ اپنے دل ہی دل میں فخر کرنے لگا کہ میں صحرائے عرب میں ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا ہوں کہ آج تک دنیا کا کوئی انسان اس لق و دق سنسان بیابان میں نہیں پہنچا ہوگا۔ وہ دل ہی دل میں اپنے اس کارنامے کو سوچ سوچ کر خوش ہو رہا تھا۔ کہ اچانک اس کی نگاہ اٹھی تو کیا دیکھتا ہے کہ ریت پر اونٹ کی چند مینگنیاں ہیں اور کسی انسان کے قدموں کے نشان لگے ہوئے ہیں وہ فوراً چونکا اور بول اٹھا کہ افسوس میرا خیال غلط تھا۔ اس مقام پر تو مجھ سے پہلے بھی کوئی شتر سوار آ چکا ہے۔ پھر اس اعرابی کے قلب میں اچانک خدا کی معرفت کا نور چمک اٹھا اور وہ چلا چلا کر زور زور سے یہ اعلان کرنے لگا کہ

البعرة تدلُّ علی البعیرo و اثر القدم علی المسیرo فالسمآءُ ذَاتُ ابراجٍo والارض ذاتُ فجاجٍo والبحار ذات امواجٍo کیف لا تدلُّ علی العلیم الخبیرo

"یعنی جب اونٹ کی مینگنیاں اس بات کا پتا دیتی ہیں کہ اس راستے سے اونٹ گیا ہے اور قدم کا نشان دیکھ کر یہ یقین ہو جاتا ہے کہ کوئی انسان یہاں سے گزرا ہے تو پھر یہ برجوں والا آسمان اور یہ راستوں والی زمین اور یہ موجیں مارنے والے سمندر کیونکر ایک علیم وخبیر ذات کے موجود ہونے پر دلالت نہ کریں گے"۔

جب ہم نے مینگنی کو دیکھ کر اونٹ کو جان لیا۔ نشانِ قدم دیکھ کر انسان کو جان لیا تو ہم آسمانوں اور زمینوں اور سمندروں کو دیکھ کر یقیناً پہچان سکتے ہیں کہ ضرور ان مخلوقات کا کوئی خالق ہے اور یقیناً ان مصنوعات کا کوئی صانع ہے۔ جو طاقت وقدرت والا، علم وحکمت والا، سُبُّوح وقدُّوس اور حی وقیوم ہے اور اسی کا نام اللہ ہے۔

سَمَآءٌ و ارض و شُمُّ الجبال
کذٰلک البحار لہٗ شاھدٌ
وفی کل شیءٍ لَّہٗ اٰیۃ
تدل علی انہ واحدٌ

یعنی یہ آسمان، یہ زمین، یہ اونچے اونچے پہاڑ، یہ سمندر، غرض تمام چیزیں خدا کے وجود اور اس کی وحدانیت پر گواہ ہیں اور کائناتِ عالم کی ہر ہر چیز میں خدا کے وجود وہستی کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں اور اہلِ زبان و بے زبان سب ایک زبان ہو کر اعلان کر رہے ہیں کہ خلاّقِ عالم، صانع خلائق، جو واحد حقیقی و معبودِ حقیقی ہے۔ یقیناً موجود ہے اور اسی کا نام اللہ ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ کا ایک مناظرانہ استدلال:

برادرانِ اسلام! منقول ہے کہ ایک مرتبہ خدا کے منکروں نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو گھیر لیا اور مطالبہ کیا کہ آپ کسی عقلی دلیل سے خدا کے وجود کو ثابت کیجئے ورنہ ہم

آپ کو قتل کر دیں گے۔ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اچھا! پہلے تم لوگ میری ایک بات سنو! پھر جو تمہارا جی چاہے کر سکتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے آج دریا میں ایک ایسی کشتی دیکھی ہے جو مال و سامان سے لدی ہوئی تھی اور طوفان کی موجوں میں سلامتی کے ساتھ چلی جا رہی تھی، اس پر کوئی ملاح نہیں تھا وہ کشتی خود بخود ہر گھاٹ پر ٹھہرتی تھی اور مالکوں کا سامان اُتار دیتی تھی اور پھر طوفان کی موجوں سے بچتی ہوئی آگے چلی جاتی تھی۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ منکرینِ خدا کی جماعت شور مچانے لگی کہ غلط، غلط، بالکل غلط! یہ سراسر جھوٹ ہے اور یہ بالکل عقل کے خلاف ہے۔ امام نے فرمایا: کیوں، کیوں؟ کیا غلط بات ہے؟ میری بات کیوں عقل کے خلاف ہے؟ تو منکرین کہنے لگے کہ اے امام! ہماری عقل کبھی اس کو تسلیم نہیں کر سکتی کہ کوئی کشتی بغیر ملاح کے اس طرح طوفان کی موجوں میں سلامتی کے ساتھ چلی جائے۔ امام نے مسکرا کر فرمایا کہ سبحان اللہ! جب ایک کشتی عقل کے نزدیک بغیر ملاح کے نہیں چل سکتی۔ تو یہ زمین و آسمان کا سارا نظام بغیر کسی چلانے والے کے کس طرح چل سکتا ہے؟ کیا یہ بات تمہاری عقل میں آ سکتی ہے؟ راوی کا بیان ہے کہ حضرت امام کی اس نورانی تقریر سے منکرین کے دلوں میں معرفتِ الٰہی کا آفتاب و ماہتاب طلوع ہو گیا۔ سب کے سب رو پڑے اور بولے کہ اے امام! افسوس ہم آج تک غافل و جاہل رہے۔ آپ کی ملاقات ہمارے لیے خضرِ راہ بن گئی اور آپ کے یہ چند کلمات طیبات ہمارے لیے معرفت الٰہی کا دفتر بن گئے۔ سب کے سب بے اختیار پکار اٹھے کہ اَللّٰہُ خالق کلّ شیءٍ وھو الواحد القھار o لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کلمۂ حق سے فضائے آسمانی گونجنے لگی اور تمام منکرین مشرف بہ اسلام ہو کر نعمت کونین سے سرفراز اور دولتِ دارین سے مالا مال ہو گئے۔

ایک لطیفہ:

مجھے اس وقت ایک لطیفہ یاد آ گیا ایک خدا کے منکر مغرور و متکبر نے کسی اللہ والے فقیر سے کہا کہ اگر خدا موجود ہے تو وہ ہم کو نظر کیوں نہیں آتا؟ ہم تو اس وقت تک خدا کو موجود نہیں مانیں گے جب تک ہم خدا کو آنکھ سے نہ دیکھ لیں۔ مستِ مولیٰ فقیر نے ایک پتھر اٹھا کر اس

مغرور کے سر پر دے مارا خدا کا منکر پتھر کھا کر درد سے چیخ پڑا۔ اور فقیر کو گھسیٹ کر قاضی کی کچہری میں لے گیا۔ قاضی نے پوچھا: کیوں میاں صاحب! تم نے اس کو پتھر کیوں مارا؟ فقیر بولا: حضور! میرے پتھر مارنے سے انہیں کیا ہو گیا۔ منکر خدا چلا کر بولا: اے میں درد سے بے چین ہو گیا اور کیا ہوا۔ فقیر نے جواب دیا: میں تو کبھی تسلیم نہیں کر سکتا کہ تمہارے سر میں درد ہے۔ اگر واقعی درد موجود ہے تو مجھے دکھا دو! میں جب تک آنکھ سے درد کو نہ دیکھ لوں گا۔ ہرگز ہرگز تسلیم نہیں کروں گا کہ درد موجود ہے۔ پھر فقیر قاضی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ عزت مآب واقعہ یہ ہے کہ اس مغرور نے مجھ سے کہا کہ اگر خدا موجود ہے تو نظر کیوں نہیں آتا؟ میں تو جب تک آنکھ سے نہ دیکھ لوں کبھی نہیں مان سکتا کہ خدا موجود ہے۔ اسی مسئلے کو سمجھانے کیلئے میں نے اس کے سر پر پتھر مارا اگر اس کے سر میں درد موجود ہے تو نظر کیوں نہیں آتا۔ میں تو جب تک درد کو آنکھ سے نہ دیکھ لوں ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا کہ اس کے سر میں درد ہے۔ یہ مجھے اپنا درد دکھا دے تو میں بھی اس کو اپنے خدا کا دیدار کرا دوں گا۔ فقیر کا جواب سن کر منکرِ خدا حیران رہ گیا۔ قاضی صاحب بھی ہنس کر کہنے لگے کہ واقعی ایسے سر پھروں کا علاج پتھر ہی ہے۔

ایک حاضر جواب بڑھیا کا استدلال:

مجھے ایک بڑھیا کی کہانی یاد آ گئی یہ غریب چرخہ کات رہی تھی کہ ایک فلسفی آن پہنچا اور پوچھا کہ اے بڑھیا! تو یہ بتا کیا خدا موجود ہے۔ بڑھیا نے جواب دیا کہ ہاں، ہاں! بے شک خدا موجود ہے۔ فلسفی نے کہا: کوئی دلیل بھی ہے؟ بڑھیا کہنے لگی: ہاں، ہاں! یہی میرا چرخہ دلیل ہے کہ خدا موجود ہے کیوں کہ میرا یہ چرخہ جب تک میں اس کو چلاتی رہتی ہوں یہ چلتا رہتا ہے۔ اور جب چھوڑ دیتی ہوں تو یہ رک جاتا ہے تو جب میرا یہ ننھا سا چرخہ بغیر چلانے والے کے نہیں چل سکتا تو بھلا زمین و آسمان کا اتنا بڑا نظامِ عالم بغیر کسی چلانے والے کے کس طرح چل سکتا ہے؟ پھر فلسفی نے سوال کیا کہ اچھا: اے بڑھیا! یہ تو بتا کہ خدا ایک ہے یا دو؟ بڑھیا جذبہ ایمانی سے تڑپ کر بولی کہ خدا صرف ایک ہے اور اس کی دلیل بھی میرا یہی چرخہ ہے کیونکہ اگر میرے اس چرخے کو دو عورتیں مل کر چلائیں تو دو حال سے خالی

نہیں اگر میں اور وہ دونوں ایک ہی طرف چرخے کو گھمائیں تو چرخے کی رفتار تیز ہو کر میرے دھاگے کو توڑ ڈالے گی اور اگر میں ایک جانب چرخے کو گھماؤں اور وہ دوسری جانب چرخے کو چلائے تو ظاہر ہے کہ چرخہ چلنے کے بجائے ٹوٹ پھوٹ کر لکڑیوں کا ڈھیر بن جائے گا تو اسی طرح اگر اس نظام عالم میں دو خداؤں کا عمل دخل ہوتا تو ہرگز یہ نظام عالم اس خوبی و سلامتی کے ساتھ نہیں چل سکتا تھا بلکہ سارا نظامِ عالم تہ وبالا ہو کر تمام کائنات برباد ہو جاتی۔

سبحان اللہ مسلمانو! یہ وہ ایمانی عقل ہے جس پر فلاسفروں اور سائنسدانوں کی عقلیں قربان ہیں ایک بے علم چرخہ کاتنے والی بڑھیا نے وجود باری اور توحید الٰہی کے مسائل کو اس طرح حل کر دیا کہ اس طرز استدلال پر ہزاروں رازی اور غزالی سر دھنتے رہ جائیں۔ یہی وہ مضمون و حکیمانی طرز استدلال ہے جس کو قرآن مجید نے اپنے داعیانہ انداز میں پیش فرمایا کہ

لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا

یعنی اگر زمین وآسمان میں چند خدا ہوتے تو زمین وآسمان دونوں برباد ہو جاتے"۔

(علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی مجددی۔ایمانی تقریریں)

بے بسی اور بے چارگی کے عالم میں نجات کون دیتا ہے؟

جب انسان مصیبتوں کے جنجال میں پھنس جاتا ہے اور اسے نجات کا کوئی راستہ نہیں ملتا اس وقت کٹر سے کٹر کافر بھی اللہ کی طرف رجوع کر لیتا ہے۔ جب خشکی اور تری کے سفروں میں لوگ مبتلائے آفات ہو کر پریشان ہو جاتے ہیں اور ایسی شدید صعوبتیں اور ہولناک طوفان پیش آتے ہیں جن سے ذہن پریشان، دل مضطرب اور بدن کا رُواں رُواں خوف سے کانپنے لگتا ہے۔ ایسے ہولناک سفر میں بُت پرست اور ضدی سے ضدی مشرک بھی اپنے بتوں کو بھول جاتا ہے۔ اور بڑے سے بڑا دہریہ بھی اپنے الحاد سے توبہ کر لیتا ہے اور ان تمام لوگوں کو اس وقت اپنے عقیدہ سے تراشے ہوئے سارے باطل خدا ٹوٹتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس وقت انہیں خدائے واحد کے سوا کسی کے دامن میں پناہ نظر نہیں آتی اور چاروناچار سب کے سب اسی اللہ کے حضور گڑگڑاتے ہیں اور ہر شخص اس کی رحمت کے سامنے دامن پھیلا دیتا ہے اور رو رو کر کہتا ہے: "اے احکم الحاکمین! اور اے سارے جہان کے رب اگر تو نے

اس بار ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دی تو پھر ہم الحاد اور شرک کو چھوڑ کر صرف تیری بندگی بجالائیں گے اور جب اللہ تعالیٰ ان کو مصیبت کے اس بھنور سے سلامتی کے ساتھ نکال لاتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے احسان کو یکسر فراموش کر کے پھر الحاد اور شرک کے گڑھوں میں جا گرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس حالت کا نقشہ کھینچتا ہوا فرماتا ہے:

قل من ینجیکم من ظلمات البر والبحر تدعونه تضرعاً وخفیه لئن انجانا من هذه لنکونن من الشاکرینo قل اللّٰه ینجیکم منها ومن کل کرب ثم انتم تشرکونo (الانعام)

اے رسول آپ کہیے وہ کون ہے جو تمہیں جنگلات اور سمندروں کی مصیبتوں سے نجات دیتا ہے جس کو تم آہستہ آہستہ اور گڑگڑا کر پکارتے ہو کہ اگر وہ اس مرتبہ ہمیں مصیبت کے اس گرداب سے نکال دے تو ہم ضرور اس کا احسان مانیں گے آپ کہیے کہ اللہ تعالیٰ تم کو صرف اس مصیبت سے ہی نہیں ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے لیکن مصائب سے چھٹکارا پانے کے بعد پھر تم اس کا احسان فراموش کر کے شرک کی پستیوں میں جا گرتے ہیں"۔

انسان کا وجود گواہی دے رہا ہے:

مصائب اور پریشانیوں میں گھر جانے کے بعد ہر انسان فطری طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تصدیق ہوتی ہے۔

وفی الارض آیات للموقنین وفی انفسکم افلا تبصرون۔

"یقین کرنیوالوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی ذات پر زمین میں بھی نشانیاں ہیں اور ان کے اپنے نفسوں میں بھی کیا تم غور نہیں کرتے"۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کے نفس میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر شہادت اور دلیلیں موجود ہیں جن پر اس نے کفر، الحاد اور شرک کے پردے ڈالے ہوئے ہیں۔ لیکن اس کی زندگی میں کبھی نہ کبھی کوئی ایسا موقع ضرور آتا ہے۔ جب کسی اچانک حادثہ سے شرک اور الحاد کے یہ سارے حجاب اچانک اٹھ جاتے ہیں اور توحید کی شہادت بے نقاب ہو کر آنکھوں کے

سامنے آجاتی ہے اور وہ بے ساختہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کے حضور جھک جاتا ہے۔
ابو جہل کے بیٹے عکرمہ کی زندگی میں اسی شہادت سے انقلاب آیا جب حضور ﷺ نے مکہ معظمہ کو فتح کرلیا تو عکرمہ نے جدہ کا رخ کیا اور ایک کشتی میں سوار ہو کر حبشہ جانے کا قصد کیا۔ راستہ میں سخت طوفان آیا اور کشتی طوفانی لہروں میں گھر گئی پہلے پہل تو تمام بُت پرست اپنے اپنے بتوں اور دیوتاؤں کو پکارتے رہے مگر جب طوفان کی ہولناکیاں بڑھنے لگیں اور مسافروں کو یقین ہو گیا کہ اب کشتی ڈوب جائے گی۔ جب دیوتاؤں کی شکتی کا مان جاتا رہا تو سب بے اختیار پکار اٹھے کہ اب سوائے اللہ کے اور کوئی بچانے والا نہیں ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ اس خدائے واحد کے دروازۂ رحمت پر دستک دی جائے پھر سب نے مل کر بیک آواز اس کی رحمت کو پکارا اور گوگڑا کر دعائیں مانگنی شروع کر دیں، عکرمہ کی زندگی میں یہ ایک انقلاب آفریں لمحہ تھا انہوں نے سوچا کہ ان کے تصور کے تراشے ہوئے سارے بُت بے حقیقت ہیں ان کی بصیرت جاگی اور انہوں نے سوچا جو خدا یہاں ان کی کشتی کو طوفان سے گرداب سے نکال سکتا ہے وہ درحقیقت خشک وتر ہر جگہ اپنے بندوں کی فریاد سنتا ہے اور ان کی مدد کرتا ہے اس وقت ان کی آنکھوں کے سامنے سے غفلت اور جہالت کے سارے پردے اٹھ گئے اور دل پر کفر و الحاد کے جس قدر حجاب پڑے ہوئے تھے۔ یکلخت دُور ہو گئے اور ان کے نفس میں جو توحید کی شہادت مستور تھی وہ پوری قوت اور توانائی کے ساتھ اُبھری اور انہوں نے اپنے دل میں عہد کیا کہ اگر یہ کشتی اس طوفان سے نکل گئی تو میں سیدھا محمد ﷺ کے قدموں میں حاضر ہوں گا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرلوں گا اور اس خدائے واحد پر ایمان لاؤں گا جس کی بحر و بر پر حکومت ہے جو طوفانوں کے رُخ پھیر سکتا ہے ہر قسم کی مصیبت کو ٹال سکتا ہے اور جس کو اس عظیم کائنات کی لامحدود وسعتیں کہیں بھی کسی بے بس اور لاچار کی فریاد سننے سے روک نہیں سکتیں۔ چنانچہ سلامتی سے ساحل پر آنے کے بعد انہوں نے اپنا عہد پورا کیا اور صدق دل سے مسلمان ہوئے اور بقیہ تمام عمر خدمتِ اسلام میں گزار دی۔

دو متضاد چیزیں:

رات اور دن میں مکمل تضاد ہے اور دو متضاد چیزیں۔ ہمیشہ فساد کا موجب ہوتی ہیں

لیکن قدرت نے رات اور دن کے خوبصورت اور حسین تضاد میں مصالح اور منافع کی تحصیل کیلئے مکمل معاونت رکھی ہے دن بنایا تا کہ اس میں انسان ہو یا حیوان وہ اپنی معیشت کا سامان حاصل کر سکے اور رات پیدا کی تا کہ دن بھر کا تھکا ماندہ انسان ہو یا حیوان وہ رات کی آغوش میں اپنے تھکے ہوئے اعصاب کو آرام پہنچا سکے اور رات میں اس کو ایسی میٹھی اور گہری نیند عطا کی جس کے سبب اس کا تھکا ہوا ذہن سکون حاصل کر سکے۔ فرض کیجئے یہ زمین گول نہ ہوتی اور اس پر ہمیشہ دن کا وجود مسلط رہتا تو کیا انسان کے اعصاب جواب نہ دے جاتے۔ کیا انسان کو آرام اور سکون کا کوئی لمحہ میسّر ہوتا اور اگر زمین خواہ گول ہی ہوتی لیکن سورج نہ ہوتا تو اس کائنات پر ہمیشہ شب تاریک چھائی رہتی پھر کوئی ذی روح کس طرح اپنے لیے سامان معیشت حاصل کرتا۔ کھیتیاں کیسے پروان چڑھتیں اور کوئی جاندار کس طرح زندہ رہتا معلوم ہوا کہ دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن اور پھر ان میں کمی اور زیادتی کا تناسب اور تدریجاً اختلاف کسی ازلی اور ابدی قادر اور حکیم کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

قل ارئیتم ان جعل اللّٰہ علیکم النھار سرمداً الٰی یوم القیامۃ من اللّٰہ غیر اللّٰہ یاتیکم بلیل تسکنون فیہ افلا تبصرون ومن رحمتہٖ جعل لکم الیل والنھار لتسکنوا فیہ ولتبتغوا من فضلہٖ ولعلکم تشکرون۔ (28/73)

"آپ فرمایئے! یہ بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ قیامت تک دن قائم رکھتا تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون رات قائم کر سکتا تھا جس میں تم آرام پاتے۔ کیا تم غور نہیں کرتے کہ یہ محض اس کی رحمت ہے جس نے رات اور دن دونوں قائم کیے تا کہ رات میں تم آرام کرو اور دن میں معاش تلاش کرو"۔

کشتیوں اور جہازوں سے استدلال:

چھوٹی چھوٹی کشتیوں سے لے کر دیو پیکر جہازوں تک جو دریاؤں اور سمندروں کا سینہ چیرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں یہ سب انسانی عقل اور اس کے ہاتھوں کی تراش وخراش کا نتیجہ ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ ان کی تیاری کیلئے لکڑی، لوہا اور

دوسرے میٹریل کو کس نے پیدا کیا۔ بادبانی کشتیوں کو متحرک رکھنے کیلئے ہوائیں کس نے چلائیں اور دخانی جہازوں کی حرکت کیلئے ایندھن کس نے پیدا کیا۔ لکڑی کی طبیعت میں یہ خاصہ کس نے رکھا کہ وہ ہزاروں ٹن بوجھ اٹھانے کے باوجود بھی سطح سمندر پر تیرتی رہتی ہے۔ لوہا اور لکڑی دونوں جسمیّت میں متماثل ہیں پھر ان میں یہ فرق کس نے رکھا ہے کہ لوہا ایک تولہ بھی ہو تو پانی میں ڈوب جاتا ہے اور لکڑی ہزاروں ٹن کی بھی ہو تو سطح آب پر تیرتی رہتی ہے۔ پھر انسانوں کے دلوں میں یہ سکون اور طمانیت کس نے رکھی ہے کہ وہ بحری سفر کیلئے بے خوف و خطر تیار ہو جاتے ہیں پھر ہر علاقہ کو کسی خاص جنس کے ساتھ کس نے خاص کیا جس کی وجہ سے بحری سفر کی ضرورتیں پیش آتی ہیں اور جب غیظ و غضب سے بھرپور طوفانی لہریں اٹھتی ہیں تو ان طوفانوں سے جہازوں کو سلامتی کے ساتھ کون پار لے جاتا ہے اور جب جہاز خطرات سے گھر جاتا ہے تو مسافروں کی نگاہیں کس کی طرف اُٹھتی ہیں۔ دعاؤں کیلئے ہاتھ کس کی بارگاہ میں اٹھتے ہیں۔ ہم دن رات ایسے واقعات دیکھتے ہیں لیکن ان واقعات و حوادثات کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا جو ہاتھ کارفرما ہے، اس کی طرف ہمارا ذہن منتقل نہیں ہوتا۔ نقوش اور فطرت کے عجیب و غریب کرشمے شب و روز ہمارے سامنے آتے ہیں۔ لیکن فاطر اور نقاش کی طرف ہماری نظریں نہیں اُٹھتیں۔ صنعت و خلقت کے بہترین نمونے ہر وقت ہمارے پیش نظر رہتے ہیں لیکن صانع اور خالق کی طرف ہم ملتفت نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں متوجہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

اللّٰہ الذی سخّرلکم البحر لتجری الفلک فیہ بامرہٖ ولتبتغوا من فضلہٖ ولعلکم تشکرون۔ (12/45)

"اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے سمندر کو تمہارے بس میں کر دیا ہے تا کہ اس کی قدرت سے اس میں کشتیاں چلیں اور تم اس ذریعہ سے ایک دوسرے سے ربط قائم رکھ سکو اور سامانِ معیشت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر سکو اور آقا کے اس فضل اور انعام کو دیکھ کر تمہارا دل و دماغ اس کی طرف متوجہ ہو اور تم اس کا شکر ادا کر سکو"۔

آسمانی بادلوں سے استدلال:

☸ بادل بخارات کا ایک مجموعہ ہیں جو مختلف مقدار حجم میں فضاء میں تیرتے پھرتے ہیں۔ یہ بخارات عموماً اپنے اندر پانی کو بسا اوقات برف اور اولوں کو اپنے اندر لیے پھرتے ہیں۔ اب غور کیجئے کہ پانی ہو یا برف اور اولے ان کا طبعی تقاضا اوپر سے نیچے گرنا ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ کشش ثقل انہیں نیچے لانا چاہتی ہے پھر وہ کونسی طاقت ہے جو بادلوں کے اندر پانی کو جب تک چاہے روکے رکھتی ہے اور جب چاہے چھوڑ دیتی ہے۔ معلوم ہوا کہ بارش کے ہونے یا نہ ہونے میں پانی کے طبعی تقاضا کا دخل ہے نہ کشش زمین کا بلکہ ان تمام امور پر کوئی غالب و قاہر ہستی ہے جو جب چاہے بادلوں سے پانی برسادے اور جب چاہے ان سے پانی روک لے۔ پھر اس کی قدرت کے ساتھ حکمت پر غور کیجئے کہ اگر وہ چاہتا تو تمام فضا پر بادلوں کو مسلط کر دیتا اور ہم سورج کی روشنی کو ترس جاتے اور لگاتار بارش سے فصلیں برباد ہو جاتیں۔ مکانات منہدم ہو جاتے اور انسان کا روئے زمین پر زندہ رہنا دشوار ہو جاتا اور اگر وہ چاہتا تو سرے سے بادلوں کا وجود نہ ہوتا لوگ تپتی ہوئی دھوپ میں سائے کو ترس جاتے کھیتیاں پروان نہ چڑھتیں اور بعض علاقوں میں پینے تک کیلئے پانی میسر نہ ہوتا پھر وہ بادلوں کو کسی ایک جگہ معلق نہیں رکھتا بلکہ ہواؤں کے ساتھ ان کو رواں دواں رکھتا ہے اور جس وقت اور جس علاقہ میں بارش کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہاں پانی برسا دیتا ہے۔

اب سوچئے انسانوں اور زمینوں کی ضرورت کے مطابق بادلوں کا وجود اور علاقائی ضرویات کے مطابق بادلوں کی آمد و رفت کیا یہ سب خود بخود ہے یا کوئی اتفاقی حادثہ ہے۔ بعض زمینوں میں ''پٹ سن'' پان، چاول اور چائے کی کاشت ہوتی ہے جنہیں لگاتار بارشوں کی ضرورت ہوتی ہے اور بعض زمینوں میں غلہ کی دوسری اجناس کی کاشت ہوتی ہے جنہیں ایک خاص موسم میں بارش کی ضرورت ہوتی ہے زمینوں کی ان مختلف صلاحیتوں اور مختلف جغرافیائی ضرورتوں کی مناسبت سے کہیں لگاتار اور کہیں ایک خاص وقت میں بارشیں برسانے والا کون ہے ان تمام امور پر غور کیجئے اور پھر سوچئے کہ بارش کا یہ نظام کیا خود بخود

چل رہا ہے یا کوئی ''اتفاقی'' حادثہ ہے یا کسی انسان، موہوم دیوتا اور خود تراشیدہ بُت کی کوشش ہے یا اس قادر و قیوم، علام الغیوب اور قدیر و حکیم کی قدرت اور حکمت کا ثمرہ ہے جو دنیا کے تمام انسانوں کی ضروریات کا متکفل ہے جو ہر علاقہ کی ضروریات کو جانتا ہے اور ہر زمین کی کیفیت، استعداد اور صلاحیت کا علم رکھتا ہے پھر ان تمام انسانوں، علاقوں اور زمینوں کی ضرورت اور صلاحیت کے مطابق بادلوں کے ذریعہ بارش نازل کرنے کا نظام قائم فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوالذی ارسل الریاح بشراً بین یدی رحمتهٖ وانزلنا من السمآء مآءً طهوراً لنحییَ بهٖ بلدةً میتاً ونسقیهٗ ممّا خلقنا انعاماً واناسیَّ کثیراً۔ (25/48 تا 25/49)

''اور اللہ تعالیٰ ہی ایسی ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بارانِ رحمت کی نوید دیتی ہیں۔ اور ہم ہی نے آسمان سے بارش نازل کی تاکہ اس بارش سے ہم خشک اور ویران کھیتیوں کو سرسبز اور شاداب کر دیں اور اسی بارش سے اپنی مخلوق میں سے بہت سے جانوروں اور انسانوں کو پانی پلائیں''۔

نیز فرمایا گیا ہے:

وارسلنا الریٰح لواقح فانزلنا من السمآء مآءً فاسقینکموهُ ج وما أنتم لهٗ بخازنین۔ (15/22)

''اور ہم نے بادلوں سے بارش برسانے والی ہوائیں بھیجیں پھر ہم نے بادلوں سے پانی اتارا۔ پھر وہ پانی (نہروں اور دریاؤں کی صورت میں جمع کر کے) تم کو پلایا حالانکہ اس پانی کے نازل کرنے اور جمع کرنے میں تمہارا کوئی دخل نہ تھا''۔

؎ آنکھ نے دیکھا ہے جلوہ اس میں گویائی نہیں
اور زباں گویا ہے لیکن اس میں بینائی نہیں
ایسی حالت میں بھلا ہو کس طرح تیری ثناء
اس میں گویائی نہیں اور اس میں بینائی نہیں

حاصل کلام اور خلاصہ بیان:

پھولوں کے چھوٹے پودے سے لے کر چنار کے درخت تک نباتات کی بے شمار اقسام ہیں ان میں سبزیاں، پھل اور پھول سب ہی کچھ ہیں۔ ان کی روئیدگی زمین، پانی، ہوا، آفتاب کی شعاعوں اور چاند کی کرنوں سے ہوتی ہے لیکن کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں ہے کہ ان سب کی روئیدگی کے اسباب ایک قسم کے ہونے کے باوجود ان اسباب کے آثار ایک دوسرے سے بالکل نہیں ملتے جو پانی پھولوں کو ملتا ہے وہی سبزیوں کو جو ہوا پھلوں کو تازگی دیتی ہے وہی فصلوں کو اس کے باوجود کوئی پھول دوسرے پھول سے کوئی پھل دوسرے پھل سے کوئی فصل دوسری فصل سے نہیں ملتی۔ آخر ان میں فرق پیدا کرنیوالا کون ہے اور مانا کہ نباتات کی روئیدگی ان اسباب سے ہے لیکن ان اسباب کا خالق کون ہے؟

افلاک کی ان بلندیوں پر جہاں انسان کے وہم کی بھی رسائی نہیں ہے وہاں کروڑوں ستارے کس نے روشن کیے ہیں۔ اگر ایک چراغ سے تیل ختم ہو جائے تو وہ بجھ جاتا ہے۔ شہر کا بجلی گھر فیل ہو جائے تو پورا شہر تاریکی میں ڈوب جاتا ہے تو ان آسمانی روشنیوں کا انتظام کس نے کیا ہوا ہے۔ جن کی روشنی میں آج تک کمی نہیں ہوئی۔

کیکر کے درخت پہ کبھی سیب کیوں نہیں لگتا۔ کبوتر کے انڈے سے کبھی کوّا کیوں نہیں نکلتا۔ انسان سے انسان ہی کیوں پیدا ہوتا ہے۔ ذرّہ سے لے کر آفتاب تک یہ تمام کائنات نظامِ واحد میں مربوط ہے۔ اس ربط اور نظم وضبط کا خالق کون ہے؟

یہ دن اور رات کا تسلسل، یہ سورج کا طلوع اور غروب، یہ نباتات میں روئیدگی اور جانوروں اور انسانوں کی نسل میں باقاعدگی کا مربوط نظام، یہ نیلگوں فضائیں، یہ تاروں بھری روشن راتیں، یہ گھٹائیں یہ بلند کہسار اور سرسبز وادیاں، یہ ابلتے ہوئے چشمے اور بہتے ہوئے دریا، یہ لہلہاتے ہوئے کھیت اور مہکتے ہوئے باغات کیا یہ سب کے سب خدائے واحد کے موجود ہونے کی شہادت نہیں دیتے کیا اس کائنات کے نظام کی یکسانیت اور وحدت میں اس عظیم خالق کی وحدت نظر نہیں آتی اور ہمیں کہنے دیں کہ جس شخص کو اس حسین کائنات

میں خدا کے حسن کا جلوہ نظر نہیں آتا اسے وہ جنت میں بھی نظر نہیں آئے گا۔

(علامہ غلام رسول سعیدی کے توحیدِ باری تعالیٰ پہ بیان کیے ہوئے نکات)

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر (اقبال)

وجودِ باری تعالیٰ پہ دلائل کا تجزیہ:

بنیادی تصورات یا اصول خواہ ان کا تعلق لغت وزبان سے ہو یا کسی اور شعبہ سے وہاں دلائل کی طرف توجہ ہی نہیں کی جاتی مثلاً کوئی لفظ الف کو الف نہ مانے یا اس کے الف ہونے کی دلیل مانگے تو ایسے شخص کو پاگل سمجھ کر معذور مانا جائے گا۔ کوئی پانی کو چائے اور میز کو کرسی کہہ دے تو آپ کسی عقلی دلیل سے اس کو منوائیں گے؟ سوائے اس کے کہ آپ کہیں، انسان جو لفظ جس چیز کیلئے وضع کرتا ہے بغیر دلیل ہی اس کو مانا جائے گا۔

تو جب معمولی اشیاء کیلئے دلیل کی ضرورت نہیں تو خالقِ کائنات جیسی ہستی کو ماننے کیلئے اگر چہ لاکھوں دلائل موجود ہیں لیکن بے دلیل بھی اس ذات کو مانا جائے تو کیا حرج ہے کیونکہ عقل مخلوق کو تو سمجھ سکتی ہے خالق کو کیا سمجھے، جو نہ حواس ظاہری میں آسکتا ہے اور نہ باطنی میں سما سکتا ہے۔

پانچ سکولوں میں اگر پانچ قسم کی مختلف وردیاں (یونیو فارمز) ہوں تو آپ پرنسپل صاحبان سے کیا پوچھ سکتے ہیں کہ یہ کس قانون کے تحت ہوا اور اس سکول میں وہ وردی اور اس سکول میں یہ وردی کیوں ناجائز ہے؟ اگر پوچھیں گے تو جواب یہی آئے گا کہ اپنا ڈسپلن اور تشخص قائم رکھنے کیلئے۔ مذہب وانبیاء کرام کی ضرورت بھی اسی لیے ہے کہ دنیا کا نظام، ہمارا ایمان اور خدا کا کلام سلامت رہے۔

بدمذہب، بے دین، منکرِ خدا دہریے سے بھی پوچھو کہ ماں، بیٹی اور بہن بھی تو عورت ہے پھر اس سے نکاح کرنے میں کیا رکاوٹ ہے تو وہ کہے گا طبیعت نہیں مانتی، اس سے پوچھو کہ تیری طبیعت میں یہ چیز کس نے ڈالی؟ بس وہی تو اللہ ہے۔

ہر جگہ یہ اتفاق کا ہونا ضروری نہیں کیونکہ انسان کی طبیعت اگر اس چیز کو نہیں مانتی او

جانور ایسا کر گزرتا ہے تو یہ تمیز پیدا کرنیوالی ذات بھی تو اللہ ہی کی ہے۔ اللہ کی ذات وہ ذات ہے جو ذہن میں آتی نہیں، فکر میں سماتی نہیں الفاظ اس کا احاطہ کرنہیں سکتے، طائر تخیل وہاں تک پہنچ نہیں سکتا، نہ زمانی ہے نہ مکانی، نہ قابلِ تحلیل ہے نہ لائقِ اشارہ ہے نہ قابلِ تجزیہ، نہ اس کا حلول ممکن، نہ جہت میں گھرا ہوا نہ مکان میں سمایا ہوا۔ (نسیم عباس رضوی شیعہ ذاکر)

ذاتِ مصطفیٰ دلیلِ وجودِ باری تعالیٰ:

حضور علیہ السلام نے کفار مکہ کے سامنے وجودِ باری پہ اپنی ذات کو پیش فرمایا:

فقد لبثت فیکم عمراً من قبله افلا تعقلون۔ (یونس)

کہ جب میں ایسا ہوں کہ تم دشمن ہو کر بھی مجھے صادق وامین کہتے ہو تو میرا بنانے والا کیسا ہوگا۔ وجودِ باری کو نہ مان کر اگر کوئی کسی کو گولی مار کر جان سے مار دے تو اتفاق ہی سمجھنا چاہیے پھر سزا کیسی؟ اس طرح حق اور باطل کا تصور ہی ختم ہو جائے گا اور زندگی بے مقصد ہو جائے گی۔ حالانکہ باتفاق عقلاء زندگی بے مقصد نہیں ہے۔ تو جب کسی ایک کی زندگی بھی بے مقصد نہیں تو اتنی بڑی کائنات بے مقصد اور اتفاقاً کیسے ہو سکتی ہے۔ جب کسی کی اسی نوے سال کی زندگی بے مقصد نہیں تو اربوں کھربوں زندگیاں کیونکر بے مقصد سمجھی جائیں۔ اور اگر کوئی اپنی زندگی کو بے مقصد مانے پھر کوئی اس کو فضول قسم کی بے مقصد گالی دے تو ناراض نہیں ہونا چاہیے بلکہ بے مقصد سمجھ کر چھوڑ دینا چاہیے۔

بارش ہوتی ہے، بیج بویا جاتا ہے کسان ہل چلاتا ہے، فصل اگتی ہے۔ **لنخوج به حبا ونباتا۔** یہ کتنا مضبوط اور مسلسل سلسلہ ہے کیا یہ سارا بے مقصد ہے۔ **افحسبتم انما خلقنکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون۔** تو جب انسان کو اتنا شعور ہے کہ وہ کسی مقصد کیلئے ہے تو کیا یہ شعور عطا کرنے والی ذات پر یہی دلیل کافی نہیں؟

اگر قاتل کو سزا نہ ملے۔ نیکی کرنے والے کو جزا نہ ملے۔ تو نیکی کرنے والے کو مشقت برداشت کرنے کا فائدہ؟ کیا یہ عدل وانصاف ہوگا؟ کوئی کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو وہ جھوٹ، ظلم، وعدہ خلافی سے بچنا انسانیت کی خوبی وکمال سمجھتا ہے آخر یہ احساس پیدا کرنیوالی بھی تو کوئی ذات ہے۔ مکافات عمل کو ماننا اور سزا وجزا دینے والی ذات کا انکار کرنا کہاں کا انصاف ہے۔

ام حسب الذین اجترحوا السیات ان نجعلهم کالذین امنوا وعملوا الصلحت سواء محیاهم ومماتهم ساء ما یحکمون۔ (الجاثیہ)

ام نجعل الذین امنوا وعملوا الصلحت کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کالفجار۔ (سورۂ صاد:28)

افمن کان مؤمنا کمن کان فاسقا لا یستون۔ (السجدہ:18)

آیاتِ قرآنی اس تصور کو اجاگر کرنے کیلئے کافی ہیں۔

سائنس نے انسان کو کہاں پہنچایا اور خدا نے اسے کیا سے کیا بنایا:

سائنس نے انسان کو سوشل اینمل (سماجی حیوان) کہا۔ خدا نے اس کو انی جاعل فی الارض خلیفه فرمایا۔ فرق صاف ظاہر ہے۔ اب انسان کو شتر بے مہار بن کر سب کچھ کر گذرنے کی بجائے وہی کچھ کرنا چاہیے جو وہ اس کو حکم دے جس کا یہ خلیفہ ہے ہم خدا کے دین کو پرانا کہہ کر اگر ٹھکرا دیں گے تو یہ زمین جس پر ہم رہ رہے ہیں اس کو بھی ہمیں خیر باد کہہ دینا چاہیے، اس شمس و قمر سے بھی استفادہ ترک کر دینا چاہیے۔ (بلکہ اپنا کوئی دادا بھی پندرہ سال کا تلاش کرنا چاہیے)

محبت کو سمجھنا ہے تو ناصر! خود محبت کر
کنارے سے کبھی اندازۂ طوفاں نہیں ہوتا

1872ء کے بنائے ہوئے ہمارے انگریزی قانون میں سینکڑوں تبدیلیاں ہو چکی ہیں جس میں یہ بھی تھا کہ بادشاہ عدالت میں نہیں جا سکتا کیونکہ وہ بادشاہ ہے لہٰذا اس کی غلطی غلطی نہیں ہے اور دینِ اسلام وہ ہے کہ جس میں اللہ کا محبوب اپنا سینہ کھول کر میدانِ بدر میں اپنے آپ کو چھڑی مارنے کے بدلے میں پیش کر رہا ہے، ثابت ہوا کہ قانون پہ عمل کتابوں سے نہیں آتا ورنہ واشنگٹن کی لائبریری میں اسی لاکھ کتاب آج بھی موجود ہے، قانون پہ عمل کا جذبہ خوفِ خدا سے پیدا ہوتا ہے۔

شیطان رشدی کو بھی یہ بات تسلیم کرنا پڑی اور اس نے اپنی بدنام زمانہ کتاب میں کسی غیر مسلم کا قول درج کیا:

الخالدون مائة اعظمهم محمد۔

''سو شخصیات ہمیشہ زندہ رہیں گی اور ان میں سب سے برتر محمد (ﷺ) کی ذات ہے''۔

نیز یہ بھی لکھا کہ دنیا محمد (ﷺ) کی طرح کے کسی ایسے انسان کی محتاج ہے جو ساری دنیا کے مسائل قہوہ کی پیالی پینے کی دیر میں حل کر سکے۔

لفظ اللہ میں توحید کا جلوہ:

دنیا میں اب تک کروڑوں مشرک ہوئے ایک ایک کے بیس بیس معبودانِ باطلہ ہوئے لیکن آج تک کسی کا نام ''اللہ'' نہ ہوا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو اللہ اپنے نام میں شرکت برداشت نہیں کرتا وہ اپنے کام میں بھلا کب شرکت گوارہ کرے گا۔ لہٰذا کفار کا یہ قول باطل ٹھہرا کہ ما یقربونا الی اللّٰه زلفی۔ کہ یہ بت ہمیں اللہ کے قریب کرتے ہیں۔ اور اہل اسلام کا اللہ کے اذن سے شفاعت کا عقیدہ حق ٹھہرا۔ (الا باذنه)

اسی طرح اللہ کا نام اپنے مادے کے اعتبار سے کافروں کی زبان پہ بھی جاری رہا کبھی الوہ کی شکل میں کبھی الٰہ اور کبھی الٰہیہ کے روپ میں تو جس کا نام نہیں بھلایا جاسکتا اس کی ذات کیسے بھلائی جا سکتی ہے؟ اور لفظ الٰہ پر جب الف لام لگا تو اللہ ہوا اور لفظ اللہ میں ہر باطل کی نفی موجود ہے کیونکہ معرّف باللام ہونے کی وجہ سے خاص الٰہ مراد ہے جو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

لفظ توحید باب تفعیل سے مصدر ہے یہ لفظ نہ خود اور نہ اس کا کوئی مشتق قرآن میں ہے اور غالباً پورے ذخیرۂ حدیث میں بھی یہ لفظ نہیں ہے لیکن اس کو ماننے والے شرق سے غرب تک اور شمال سے جنوب تک پھیلے ہوئے ہیں۔ گویا توحید کی نعمت عطیۂ خدا ہے مگر بوسیلۂ مصطفیٰ ہے

علامہ اقبال سے ایک فلسفی کا سوال:

علامہ اقبال سے ایک فلاسفر نے سوال کیا کہ آپ اپنے والدین کے عقیدے کی پیروی میں خدا کو ایک مانتے ہیں یا معاشرے اور ماحول سے متاثر ہو کر؟ فرمایا: ان میں سے کوئی وجہ

نہیں بلکہ اس وجہ سے خدا کو وحدہ لاشریک مانتا ہوں کہ ایسی ہستی نے یہ عقیدہ دیا ہے جس کے دشمن بھی اسے صادق وامین کہتے تھے اور جو اتنا سچا ہو اس کی بات مان لینا ہی انسانیت ہے۔

معمولی جانور اور چیونٹی سے ہاتھی تک کی مثال:

جانور گھاس بنولہ وغیرہ کھاتے ہیں تو ایک نالی میں خون بنتا ہے دوسری میں گوبر تیسری میں پیشاب پھر گوبر و پیشاب مکس ہوتے ہیں تو دودھ بنتا ہے۔ **نسقیکم مما فی بطونها من بین فرث و دم لبنا خالصا سائغا للشربین۔** (النحل) حالانکہ خون کا رنگ اور ہے گوبر کا اور مگر دودھ سفید۔ کیا سائنس نے آج تک کوئی ایسی مشین تیار کی ہے کہ جس میں ایک طرف خون، گوبر ڈالا جائے تو دوسری طرف سے سفید دودھ برآمد ہو جائے؟ لیکن یہ مشین اللہ نے ہر دودھ والے جانور کے اندر فٹ کر دی ہے۔

- اللہ نے ایک چیونٹی کو وہ سب کچھ دیا ہے جو ایک ہاتھی کو دیا ہے اس کے ہاتھ پاؤں انتڑیاں معدہ سب کچھ ہے وہ زبان بھی رکھتی ہے بولتی بھی ہے۔ (**قالت نملة یا ایها النحل ادخلوا مسکنکم لا یحطمنکم سلیمٰن وجنوده وهم لا یشعرون۔ فتبسم صاحکا من قولها۔** النحل) پھر اس چیونٹی کو اللہ نے شعور بھی بخشا کہ چلتی چیونٹی کے سامنے کوئی رکاوٹ کھڑی کر دو تو اس کے ساتھ ٹکرانے سے پہلے ہی راستہ بدل لیتی ہے۔ اور اس کا شعور اتنا تیز ہے کہ کوئی میٹھی چیز کتنی ہی دور رکھ دو خواہ وہ ایک ذرہ ہی ہو تو دیکھ لینا ایک لمحے میں سینکڑوں چیونٹیاں وہاں پہنچ جائیں گی۔ ان حقائق پہ غور کرنے سے ایمان میں پختگی پیدا ہوتی ہے اس لیے کہتے ہیں ایک لمحہ کائنات میں غور و فکر کرنا کئی سالوں کی عبادت سے بہتر ہے کیونکہ خالی عبادت والا تو گمراہ ہو سکتا ہے لیکن فکر والا یقین کے اس درجے پہ فائز ہوتا ہے کہ گمراہی سے بچا رہتا ہے کیونکہ اللہ کی جو قدرتیں اس نے ملاحظہ کر لی ہیں اب ان سے بڑھ کر کوئی صاحب قدرت ہو تو اس کے ایمان میں کمزوری واقع ہو اور کائنات میں ایسی قدرت والی تو ایک ہی ذات ہے۔ **فتبارك اللّٰه احسن الخالقین۔** جب کوئی خدا کا منکر اپنے والدین کو مانتا ہے تو اس کو کس نے بتایا کہ یہ تیرے والدین ہیں۔ ثابت ہوا کہ

خدا کے منکر کو ہر چیز کا منکر ہونا پڑے گا۔ کیونکہ خدا کی گواہی دینے والے خدا کے نبی ہیں اور باقی ہر شئے کی گواہی جس درجہ کی بھی ہوگی نبی کی گواہی کے برابر نہیں تو جو نبی کی گواہی نہیں مانتا وہ کسی دوسرے انسان کی گواہی پر کیوں کر اعتبار کر لیتا ہے۔

پڑ گیا حُسن محمد کا کچھ ایسا پرتَو
قبر میں جا کے بھی اس دل کی صفائی نہ گئی
سب کو ہم بھول گئے جوشِ جنوں میں لیکن
اک تیری یاد تھی جو دل سے بھلائی نہ گئی

ذکرِ الٰہی پر ایک تقریر

گر تو خواہی درد و عالم آبرو
یادِ اُو کن یادِ اُو کن یادِ اُو

مومنا! ذکرِ خدا بسیار گو
تا بیابی درد و عالم آبرو

یاد اُوگر مونسِ جانت بود
ہر دو عالم زیرِ فرمانت بود

یاد اُو سرمایۂ ایماں بود
ہر گدا از یاد او سلطاں بود

کارساز ما بفکر کار ما
فکرِ مادر کارِ ما آزار ما

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فاذکرونی اذکرکم۔

''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا''۔

تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ اے اللہ ہم تیرا کس طرح ذکر کریں؟ فرمایا:

واذکر اسم ربك وتبتل الیه تبتیلا۔

''اپنے رب کے نام کا ذکر کر اور سب سے ٹوٹ کر اسی کا ہو جا''۔

اللہ کے ذاتی نام کا ذکر کرنے سے تمام صفاتی نام کی برکات بھی نصیب ہو جاتی ہیں جب کہ جس صفتی نام کا ذکر کیا جائے گا اس کے معنی کے مطابق فائدہ حاصل ہوگا۔ مثلاً ''یا کریمُ'' کا ذکر کرو تو اللہ تعالیٰ کے کرم کے حقدار ہو جاؤ گے یا غفور کا ذکر کرنے سے اس کی بخشش کے مستحق قرار پاؤ گے۔ جب کسی کو سخی کہا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تو اپنی سخاوت کا مظاہرہ کر۔

اے اللہ! ہم تیرا کتنا ذکر کریں؟ فرمایا:

یا ایھا الذین آمنو اذکروا اللہ ذکرا کثیرا وسبحوہ بکرۃ واصیلا۔ (الاحزاب)

''اے ایمان والو! کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرو''۔

ذکر بالجہر کا جواز واستحباب:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فاذا قضیتم الصلٰوۃ فاذکروا اللّٰہ قیاما وقعودا وعلٰی جنوبکم۔

''(نماز حالانکہ خود ذکر ہے لیکن فرمایا) نماز سے فارغ ہونے کے ساتھ ہی میرے ذکر میں مشغول ہو جاؤ چاہے تم کھڑے ہو، بیٹھے ہو یا لیٹے ہو''۔

(الفاء للتعقیب۔ یعنی سلام پھیرو تو فوراً ذکر میں مشغول ہو جاؤ اور چونکہ نماز افضل عبادت ہے تو اس کے بعد افضل الذکر لا الٰہ الا اللّٰہ کا ورد کرنے میں کیا حرج ہے۔)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''بدانکہ جہر بذکر مطلقا بعد از نماز مشروع است وارد شدہ است درو ے احادیث۔ (اشعۃ اللمعات 418/1)

نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کی کئی احادیث ہیں۔

صحیحین میں ہے:

انا عند ظن عبدی بی وانا معه اذا ذکرنی فان ذکر فی نفسه ذکرته فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر منهم۔ (مشکوۃ صفحہ 196)

''میں تو اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوتا ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے پس وہ اگر مجھے اکیلا یاد کرے تو میں اس کو اکیلا یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجلس میں یاد کرے تو میں اس سے بہتر مجلس میں اسے یاد کرتا ہوں''۔

اگر وہ میری طرف ایک بالشت چل کر آئے تو میں ہاتھ بھر اس کی طرف بڑھتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آئے تو اتیته هرولة۔ (میری رحمت اس کی طرف بھاگ کر جاتی ہے)

فتاویٰ خیریہ میں ہے:

والذکر فی الملاء لا یکون الا جهرا۔ (181/2)

''مجلس میں ذکر تو بالجہر ہی ہوگا''۔ (الحاوی للفتاوی للسیوطی 589/1)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب کسی مجلس میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو بعض فرشتے دوسرے فرشتوں کو بلا کر اس مجلس میں لے جاتے ہیں ذکر بھی سنتے ہیں اور ذکر آنے والوں کی زیارت بھی کرتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس ذکر کو فرشتے سنتے ہیں (ذکر بالجہر) وہ اس ذکر سے ستر گنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے کہ جس کو وہ نہیں سنتے۔ اور فرماتے ہیں ذکر بالجہر سلسلہ چشتیہ قادریہ اویسیہ کا طریقہ ہے۔

وهمه پیران ما اند۔

"اور یہ تمام ہمارے بزرگ ہیں"۔

اگر کوئی سوال کرے کہ ذکر بالجہر میں ریاکاری ہوسکتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ریاکاری کا تعلق تو نیت کے ساتھ ہے جو اللہ اور بندے کا معاملہ ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص ذکر بالجہر کررہا تھا۔ کسی نے کہا یہ ریاکار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں انه اواه۔ یہ تو آہ وزاری کرنے والا ہے۔ (بیہقی) ورنہ ریاکاری تو ذکر خفی میں بھی ہوسکتی ہے۔ کہ بندہ اس نیت سے تسبیح پھرتا رہے کہ لوگ کہیں بڑا ذاکر ہے۔

صحیح بخاری میں ہے: ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبة کان علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم۔ فرضی اور باجماعت نماز کے بعد بآواز بلند ذکر کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں بھی تھا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں چونکہ چھوٹا تھا لہٰذا گھر میں ہوتا تو ذکر بالجہر کی آواز سُن کر معلوم کرلیتا کہ نماز ہوچکی ہے۔ (باب الذکر بعد الصلوٰۃ بخاری شریف صفحہ 116)

بعض لوگوں نے یہاں پر یہ کہا کہ ابن عباس چھوٹے تھے لہٰذا ان کی بات کا اعتبار نہیں۔ حالانکہ انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ حدیث بیان کرتے وقت تو چھوٹے نہ تھے، ورنہ پھر ان کی تمام مرویات کا انکار کردو۔

ہر حال میں اللہ کا ذکر کرو:

ابن عباس رضی اللہ عنہما فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فی السفر والحضر۔ فی البر والبحر واللیل والنہار والغنی والفقر والسقم والصحۃ والسر والعلانیۃ وعلی کل حال۔

(تفسیرات احمدیہ صفحہ 207، احیاء العلوم صفحہ 301)

''سفر وحضر میں، خشکی وتری میں، فقیری ومالداری میں، بیماری وتندرستی میں، آہستہ واونچی آواز میں، ہر حال میں اللہ کا ذکر کرو''۔

قرآن مجید میں ہے کہ کفار ومشرکین حج کے موقع پر (ممبروں پر بیٹھ کر، محفلیں سجا کر باآواز بلند) اپنے بڑوں کا ذکر کرتے تو اللہ نے فرمایا:

فاذکروا اللّٰہ کذکرکم اباء کم او اشد ذکرا۔

''اللہ کا ذکر اپنے بڑوں کے ذکر کرنے کی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کیا کرو''۔ (ظاہر ہے وہ آہستہ یا دل میں تو ان کا ذکر نہیں کیا کرتے تھے)

حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جو آہستہ ذکر کر رہے تھے (جب انہوں نے عرض کیا کہ میں علیم بذات الصدور کو سنا رہا ہوں) ذرا اونچی آواز سے ذکر کرنے کا حکم دیا اور حضرت عمر جو بہت اونچی ذکر کر رہے تھے (تا کہ غافل جاگے اور شیطان بھاگے) ذرا آہستہ ذکر کرنے کا حکم دیا۔ (کما فی الحدیث)

اس سے ثابت ہوا کہ اگر ممانعت ہے تو جہر مفرط (حد سے زیادہ اونچی آواز میں ذکر کرنے) کی نہ کہ سرّی ومتوسّط کی۔ اسی لیے دونوں (سری وجہری) کی اجازت دیتے ہوئے ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ فرمایا اور مفرط سے انہ لا یحب المعتدین فرما کر منع کر دیا۔

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب بیان القرآن 364/1 پہ لکھتے ہیں کہ اگر کسی کو (جہر مفرط سے بھی) تکلیف نہ ہوتی ہو یا بطور علاج جنگل میں جا کر کرلے تو جائز ہے۔ معلوم ہوا کہ متوسط میں اگر تکلیف ہوتی بھی ہو تو کرتا رہے۔

باقی رہی نماز میں خلل کی بات تو وہ کیسی نماز ہے جس میں ذکرِ الٰہی سے خلل آتا ہے، ذکرِ الٰہی تو سولی پہ لٹکے ہوئے کو بھی سکون عطا کر دیتا ہے، اپنی نمازوں میں خشوع پیدا کرو پھر

ذکر سے خلل نہیں آئے گا بلکہ مزید ذوق پیدا ہوگا۔اور پھر ایام تشریق میں بھی تو یہی نماز ہوتی ہے یہی ذکر ہوتا ہے اس وقت خلل کا فتوئی کیوں یاد نہیں رہتا۔(پتہ چلا تم نماز نہیں پڑھتے ہو ایکسیڈنٹ کرتے ہو ورنہ) مومن کا کام ذکر سے روکنا تو نہیں بلکہ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم۔ اہل ایمان تو اللہ کا ذکر سن کر کانپ جاتے ہیں اگرچہ نماز تنھی عن الفحشاء والمنکر ہے لیکن ولذکر اللہ اکبر ہے۔

ایک صاحب کہہ رہے تھے کہ اللہ کوئی بہرہ ہے۔(معاذ اللہ) جو اونچی آواز سے ذکر کرتے ہو۔میں نے عرض کیا کیا امین بالجہر کے وقت اور حج کے موقع پہ جب باآواز بلند لبیک اللّٰھم لبیک کہتے ہو تب اللہ بہرہ ہو جاتا ہے۔اور کیا جب اونچی آواز میں رو رو کر اجتماعات میں دعائیں مانگتے ہو تو یہی کہتے ہوناں کہ بھائیو!جب تک بچہ روتا نہیں ماں بھی دودھ نہیں پلاتی لہٰذا جو روئے گا اسی کا نام ہوئے گا۔

کوک فریدا کوک توں راکھا جویں جوار
جد تک ٹانڈا نہ پکے تو کردا رہ پکار

اور حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

کوک دلا متاں رب سن لئی دردمنداں دیاں آہیں ہو

دنیاداروں کا ذکر کرنے سے امیری ملتی ہے خدا کا ذکر کرنے سے فقیری ملتی ہے اور کامیابی کا دارومدار امیری پر نہیں فقیری پر ہے، نہ امیر کامیاب نہ وزیر کامیاب، نہ سفیر کامیاب، نہ مشیر کامیاب، کامیاب ہے تو اللہ کی بارگاہ کا فقیر کامیاب ہے۔(یا ایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ)(مولانا اورنگزیب آف راولپنڈی کا بیان کیا ہوا نکتہ)

بادشاہاں دے ناں امیراں دے
دیوے بلدے سدا فقیراں دے

یقین نہ آئے تو دیکھ لو راوی کے اُس پار شاہدرہ میں دنیا کے بادشاہ کا مزار ہے جہاں چڑیا بھی نہیں جاتی اگر جاتی ہے تو بیٹھ کرنے کیلئے۔

بر مُراد ما غریبے نے چراغ و نے گُلے
نے پر پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

اور راوی کے اِس پار بھاٹی گیٹ کے باہر فقیر مگر دین کے بادشاہ کا دربار ہے جہاں دنیا کے بادشاہ آ کر سلامی دے رہے ہیں۔ اور آدھی رات کو جاؤ تو بھی یوں لگتا ہے جیسے سارا لاہور داتا دربار میں آیا ہوا ہے۔

اے آبروئے ملّت بیضا کے پاسبان
لاہور تیرے دم سے عروس البلاد ہے

داتا تیرا دربار ہے رحمت کا خزانہ
قدموں کو تیرے چومنے آتا ہے زمانہ

الغرض لوہے کو نرم کرنا ہو تو ہتھوڑے کی ضرب لگائی جاتی ہے اور دل کی سختی دور کرنی ہو تو اللہ کے نام کی ضرب لگانا ضروری ہے۔

ہور دوا نہ دل دی کاری کلمہ دل دی کاری ہو
ایتے اوتھے دوئیں جہانیں کلمے مَیل اتاری ہو

ذکر سے روکنا:

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں: قرآن پاک میں مساجد کے اندر ذکر الٰہی سے روکنے والے کو جو سب سے بڑا ظالم کہا گیا ہے اور اس کو مساجد کی بربادی کی کوشش قرار دیا گیا ہے۔ **ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا۔** البقرہ) منع بدوں اطلاع ممکن نہیں اور اطلاع بدوں جہر متصور نہیں۔ (فتاوٰی امدادیہ 43/4 مطبع مجتبائی)

یعنی روکے گا تبھی جب اس کو معلوم ہوگا اور معلوم تبھی ہوگا جب آواز سے ذکر کیا جائے گا۔
ذکر سے روکنے والے مندرجہ ذیل آیات قرآنی پر غور فرمائیں۔

1- **ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا ونحشرہ یوم القیٰمۃ**

اعمٰی.......... و کذٰلك الیوم تنسٰی۔(طٰہٰ:126-124)

2- ومن یعرض عن ذکر ربه یسلکه عذابا صعدا۔(الجن:17)

3- ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض له شیطانا فهو له قرین۔

(الزخرف:36)

4- استحوذ علیهم الشیطٰن فانسٰهم ذکر اللّٰه اولٰئك حزب الشیطٰن الا ان حزب الشیطٰن هم الخٰسرون۔(المجادلہ:19)

5- فویل للقاسیة قلوبهم من ذکر اللّٰه اولٰئك فی ضلٰل مبین۔(الزمر:22)

مساجد صرف نماز کیلئے نہیں اللہ کے ذکر کیلئے بھی بنائی گئی ہیں اور ایسی ہی مسجد کی فضیلت میں فرمایا کہ ایسی مسجد بنانے والا جس میں اللہ کا ذکر ہو (نہ کہ ذکر سے روکا جائے) اللہ تعالیٰ نے اس کا جنت میں محل بنایا ہے۔من بنی مسجدا یذکر فیه اسم اللّٰه بنی اللّٰه له بیتا فی الجنه۔(ابن ماجہ صفحہ 54)

کفار مکہ جب قرآن کی آواز سنتے من انزل (اللّٰه) اور ماجاء به (حضرت جبریل) کو گالیاں دیتے۔وقال الذین کفروا لا تسمعوا لهٰذا القران والغو فیه۔شور مچاتے تب اللہ نے فرمایا: لا تجهر بالقول ولا تخافت بها وابتغ بین ذٰلك سبیلا۔ عجیب بات ہے وہاں (مکہ میں) وہ قران سن کر شور مچاتے تھے اور یہاں (پاکستان میں) کلمہ کا ذکر سن کر یہ سیخ پا ہو جاتے ہیں آخر تمہارا آپس میں رشتہ کیا ہے؟) لہٰذا اے ذکر کے متوالے سنیو! کافروں کے شر سے صحابہ کو بچانے کیلئے اللہ نے وابتغ بین ذٰلك سبیلا کا حکم دیا ہے تا کہ ان کا شور شرابا بند ہو، تم بھی ذکر پر شور کرنے والوں کے سامنے یہی راہ اپناؤ تا کہ ان کا بھی خون خرابہ بند ہو۔

قرآن پاک میں منافقین کی یہ صفت بیان فرمائی گئی ہے۔ولا یذکرون اللّٰه الا قلیلا۔ کہ وہ اللہ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں پس نماز پڑھی، جوتا اُٹھایا (اپنا نہیں تو کسی کا) اور بھاگ گئے۔(ذکر کرنے والوں کو بدعتی کہتے ہوئے)

ذکر بالجہر کی فضیلت:

ذکر خفی کی فضیلت صرف ایک وجہ سے ہے کہ اس میں ریا کاری نہیں ہے جبکہ ذکر بالجہر کی فضیلت تقریباً پچھتر وجوہات کی وجہ سے ہے (جن میں سے بعض کا بیان عنقریب آتا ہے) ایک حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہوا جو بلند آواز سے قرات کیا کرتا تھا کسی نے اس کو ریا کار کہا تو حضور علیہ السلام نے اس کی وفات پر بڑے غم کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا۔ (یہ ریا کار نہ تھا بلکہ)

انه كان يحب الله ورسوله۔

''یہ اللہ، رسول سے محبت کرنے والا تھا''۔ (ابن ماجہ صفحہ 113)

عجیب حالت ہے کہ حکمرانوں کی آمد پہ کئی کئی گھنٹے سکول کے بچے سخت گرمی میں بھوکے پیاسے کھڑے رہتے ہیں، ان کی پڑھائی کا نقصان کرنیوالے اور آگے پیچھے کئی کئی گاڑیاں فضول چلانے والے حکمرانوں کو ریا کار نہیں کہا جاتا لیکن مساجد میں حلقے بنا کر بلند آواز سے ذکر کرنے والوں کو ریا کار گردانا جاتا ہے۔ ساء مایحکمون۔

ہر عضو کا جداگانہ ذکر:

آنکھ کا ذکر خوفِ خدا سے رونا اور آیاتِ قرآنی کی زیارت کرنا ہے۔

ذکر چشم از خوف حق بگریستن باز در آیات او نگریستن

ہاتھ پاؤں کا ذکر مجبور کی مدد کرنا اور نیکوں کی زیارت کیلئے چل کر جانا ہے۔

یاری ہر عاجز آمد ذکرِ دست ذکر پا خویشاں زیارت کردن است

کان کا ذکر اللہ تعالیٰ کے احکامات پہ کان دھرنا ہے۔

استماع قول رحماں ذکر گوش تا توانی روز و شب در ذکر کوش

دل کا ذکر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق دل میں پیدا کرنا ہے۔

اشتیاق حق بود ذکر دلت کوش تا ایں ذکر گردد حاصلت

اور زبان کا ذکر یادِ خدا اور تلاوتِ قرآن سے اس کو حرکت دینا ہے۔

؎ خواندن قرآن بود ذکر لساں　　ہر کرا ایں نیست ہست از مفلسان

(پند نامہ: شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ)

ہر کوئی ہر حال میں ذکرِ الٰہی بجالاتا رہے:

تاجر تجارت بھی کرے اور اللہ کا ذکر بھی جاری رکھے، دست بکار دل بیار۔ ہتھ کار وتے دل یار وتے۔ ارشاد ربانی ہے۔ **رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله**۔ اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں کہ تجارت ان کو اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔ **فاذا قضيت الصلٰوة فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل الله واذكروا الله كثيرا لعلكم تفلحون**۔ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزقِ حلال) تلاش کرو لیکن کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر بھی کرتے رہو تا کہ فلاح پا جاؤ۔ کیونکہ ذکر سے خالی تجارت وہ ہے کہ فرمایا: **يوم لا بيع فيه ولا خلة**۔ اور ذکر والی تجارت وہ ہے کہ

هل ادلكم علٰى تجارة تنجيكم من عذاب اليم۔ (الصف)

''جو تمہیں عذاب الیم سے بچالے گی''۔

مجاہد کیلئے حکم ہے کہ **يا ايها الذين اٰمنوا اذا لقيتم فئة فاثبتوا واذكروا الله كثيراً لعلّكم تفلحون**۔ (الانفال) دشمن کے سامنے ڈٹ جاؤ اور کامیابی کیلئے کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر جاری رکھو۔

علماء و مبلغین کو فرمایا وعظ و نصیحت بھی کرو لیکن اللہ کا ذکر نہ چھوڑو چنانچہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو حکم ہوا **اذهب الٰى فرعون انه طغى۔ اذهب انت واخوك باٰيتي ولا تنيا فی ذكری**۔ فرعون کے پاس جاؤ کیونکہ وہ نافرمان ہو چکا ہے مگر میرے ذکر میں سستی نہ کرنا کیونکہ میرے ذکر کی برکت سے بڑے بڑے فرعون کا مقابلہ کرنا آسان ہو جائے گا۔ جب کہ میرا ذکر نہ کرنے والا معمولی باتوں سے ڈرتا رہتا ہے۔

اور دیگر اہل ایمان کو فرمایا: **لا تلهكم اموالكم ولا اولادكم عن ذكر الله**۔ تمہیں تمہارے مال اور اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں۔

تم جس حال میں اسے یاد کرو گے اللہ اسی کے مطابق تمہیں یاد کرے گا:

فاذکرونی علی ظھر الارض اذکرکم اذ کنتم فی بطن الارض۔

فاذکرونی فی الدنیا اذکرکم فی الاخرۃ۔

فاذکرونی بالسوال اذکرکم بالنوال۔

فاذکرونی بالمعذرۃ اذکرکم بالمغفرۃ۔

تم زمین کے اوپر مجھے یاد کرو میں تمہیں اس وقت یاد کروں گا جب تم زمین کے اندر (قبروں) میں ہو گے۔

تم مجھے دنیا میں یاد کرو، میں تمہیں آخرت میں یاد کروں گا۔

تم مجھے سوال کر کے یاد کرو، میں تمہیں اپنے کرم سے عطا کر کے یاد کروں گا۔

تم مجھے جوانی میں یاد کرو میں تمہیں اس وقت یاد رکھوں گا جب تم بڑھاپے کی وجہ سے لاچار ہو جاؤ گے۔

تم گناہ کر کے مجھے یاد کرتے ہو تو میں عطا کر کے تمہیں یاد کرتا ہوں۔

جو کچھ ٹی وی اسٹیشن پہ ہوتا ہے وہی ہر ٹی وی کی سکرین پر آتا ہے۔ دل اسٹیشن کی طرح ہے اور اعضاٹی وی کی سکرین کی مانند ہیں۔ فرمایا: وذروا ظاھرا لاثم و باطنہ۔ (اندر کا ٹی وی اسٹیشن ٹھیک کرو اور) باطنی گناہوں کو چھوڑ دو اور (اعضاء کی سکرین صاف کر کے) ظاہری گناہوں کو بھی چھوڑ دو۔ پھر دیکھو یار کی تصویر دل کی سکرین پہ کیسے آتی ہے۔

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

(ابو النور سلطان الواعظیم مولانا محمد بشیر صاحب آف کوٹلی لوہاراں)

لکل شئ صقالۃ و صقالۃ القلب ذکر اللہ۔ ہر شئی کو روشن اور مجلّی کرنے والی قلعی ہوتی ہے اور دل ذکرِ الٰہی سے روشن ہوتا ہے۔ پھر اللہ اپنے محبوب کو حکم دیتا ہے: واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم...... ولا تعد عینٰک عنھم۔ محبوب میری رضا کی خاطر صبح و شام ذکر کرنے والوں کے ساتھ رہ اور ان سے اپنی نگاہ عنایت کو نہ ہٹانا۔ معلوم ہوا کہ ذکر

کرنے والوں کو ہر وقت حضور کی روحانی صحبت حاصل ہوتی ہے اور حضور ان کے پاس حاضر وناظر رہتے ہیں۔

ذکر نہ کرنے کا نقصان:

فاعرض عمن تولٰی عن ذکرنا۔ (النجم) اے حبیب جو ہمارے ذکر سے منہ پھیرتا ہے آپ اس سے اپنا رُخ انور پھیر لیجئے۔ ذکر نہ کرنے والا حضور کی نظر کرم سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس کا سکون لٹ جاتا ہے، دنیاو آخرت میں رزق کی تنگی ہو جاتی ہے۔ من اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا۔ قیامت کے دن اندھا کر کے اُٹھایا جائے گا۔ و نحشره یوم القیٰمة اعمٰی۔

نہ دولت سے نہ دنیا سے نہ گھر آباد کرنے سے
دلوں کو چین ملتا ہے خدا کو یاد کرنے سے

الا بذکر الله تطمئن القلوب۔

ذکر کی مجلس اور اس کی برکات:

کسی بزرگ سے پوچھا گیا کیا وجہ ہے کہ ذکر و اذکار کی مجلس میں نیند آجاتی ہے جبکہ سینما میں کئی گھنٹے بھی بیٹھے رہیں تو نیند نہیں آتی۔ فرمایا: فلم ڈرامہ کانٹوں کا بستر ہے اور کانٹوں پر کس کو نیند آتی ہے جبکہ محفل ذکر پھولوں کی سیج ہے اس پر نیند کیوں نہ آئے۔ باقی رہی یہ بات کہ گناہ میں وقتی لذّت کیوں ہوتی ہے؟ تو اس لیے کہ دوزخ کو مرغوبات سے اور جنت کو مکروہات نے گھیر رکھا ہے، (حفت النار بالشهوات وحفت الجنة بالمكاره) آج کی لذّت چھوڑ دینے والا آخرت میں ہمیشہ کی لذت میں ہوگا اور دنیا کی لذتوں کو آخرت پہ ترجیح دینے والا آخرت کی لذت نہ چکھ سکے گا۔

ابوالحسن خرقانی اور بوعلی سینا کا واقعہ:

بوعلی سینا حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر تھا جبکہ آپ اسم اللہ کے فضائل بیان فرمارہے تھے۔ بوعلی سینا کے دل میں خیال آیا کہ جب تک پانی پیا نہ جائے خالی پانی

پانی کہنے سے پیاس تو نہ بجھے گی اور پیٹ میں درد ہو تو دوائی کھانے سے ہی درد ٹھیک ہو گا نہ کہ دوائی دوائی کہنے سے۔ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے بذریعہ کشف قلوب اس کے خیال کو جان لیا اور فرمایا: ''اے خر! تو چہ دانی کہ در اسم ذات چہ برکات اند'' یعنی اے گدھے! تو کیا جانے کہ اللہ کے نام میں کیا برکات ہیں۔ بوعلی سینا یہ سنتے ہی لال پیلا ہو گیا اور غصے سے پسینے میں نہا گیا کہ آپ نے مجھے گدھا کہہ دیا ہے؟ فرمایا: میں نے تو صرف ایک لفظ ہی بولا ہے تو تیری یہ حالت ہو گئی جب ایک جانور (گدھے) کے دو حرفی نام میں اتنا اثر ہے تو نام خدا میں کیوں نہ اثر ہو گا؟

اللہ اللہ کا مزہ مرشد کے میخانے میں ہے
دونوں عالم کی حقیقت ایک پیمانے میں ہے

(پیر محمد عبداللہ جان، مرشد آباد پشاور)

ہمارے آقا علیہ السلام کے سونے کا انداز:

ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لمحہ بھی ذکر الٰہی سے غافل نہ رہتے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آپ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے۔ بلکہ آپ کے سونے کا طریقہ یہ تھا کہ آپ دائیں کروٹ لیٹتے کیونکہ دل بائیں سمت ہوتا ہے تا کہ دائیں کروٹ لیٹنے سے دل لٹکا رہے، غفلت قریب نہ آئے اور ذکرِ الٰہی جاری رہے۔ (عطاء اللہ شاہ بخاری)

جانور بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں:

مرغ صبح اُٹھ کر ''ککڑ وکوں'' نہیں کہتا بلکہ اللہ کے ذکر سے غافل ہو کر سونے والی مخلوق کو شرم دلاتا ہے کہ میں ایک معمولی مخلوق ہو کر اللہ کا ذکر کر رہا ہوں اور تم اشرف المخلوقات ہو کر غفلت میں سو رہے ہو۔

اذکروا اللّٰہ ایھا الغافلون۔

''اے غافلو! اُٹھ کر اپنے رب کو یاد کرو''۔

✿ کسی کی بے وقوفی ظاہر کرنی ہو تو اس کو بیل کہا جاتا ہے لیکن کیا تجھے معلوم ہے کہ بیل

ان الفاظ سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے۔ **سبحان اللّٰہ و بحمدہ۔**

گھوڑے کی تسبیح یہ ہے: **سبحان حافظی** (پاک ہے وہ ذات جو میری حفاظت فرمانے والی ہے) **اذا التقت الابطال۔** جب (لشکروں کے) بہادر آپس میں ٹکراتے ہیں۔ **و اشتغلت الرجال بالرحال۔** اور جب لوگ کجاووں میں مصروف ہوتے ہیں۔

اونٹ کی تسبیح یہ ہے: **حسبی اللّٰہ و کفٰی باللّٰہ و کیلا۔**

مور کی تسبیح: **الرحمٰن علی العرش استویٰ۔**

مینڈک کی تسبیح: **سبحان المعبود فی البداریٰ و القفاری سبحان الملک الجبّار۔**

بلبل کی تسبیح یہ ہے: **سبحان اللّٰہ حین تمسون و حین تصبحون۔**

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے دعا کے قبول ہونے کی اتنی خوشی نہیں ہوتی جتنی کہ اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دعا مانگنے کی توفیق بخشی ہے۔

ذکر کی فضیلت میں احادیث:

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے برگزیدہ فرشتوں کی ایک جماعت ذکر کی مجلسوں کو تلاش کرتی رہتی ہے پس جہاں بھی انہیں ذکر کی مجلس مل جاتی ہے وہ اس مجلس کو گھیر کر بیٹھ جاتے ہیں یہاں تک کہ مجلس ذکر زمین سے لے کر آسمان دنیا تک تمام فرشتوں سے بھر جاتی ہے پس جب مجلس ذکر ختم ہو جاتی ہے تو وہ فرشتے آسمان کی طرف جاتے ہیں اور اللہ ان سے سوال کرتا ہے حالانکہ اللہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ کہتے ہیں تیرے بندوں کی مجلس سے جو تیرا ذکر کر رہے تھے اور تجھ سے سوال کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ کیا مانگتے تھے فرشتے عرض کرتے ہیں۔ جنت، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں یا رب۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر جنت کو دیکھ لیتے تو پھر کیا ہوتا؟

فرشتے عرض کرتے ہیں: وہ پناہ مانگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کس سے پناہ مانگتے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: دوزخ سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: نہیں یا رب۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر دوزخ کو دیکھ لیتے

تو پھر کتنی شدت سے پناہ مانگتے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: وہ تجھ سے بخشش مانگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے ان کو بخش دیا اور ان کا مطلب انہیں دے دیا اور جس سے انہوں نے پناہ مانگی تھی انہیں پناہ دے دی۔ پھر فرشتے عرض کرتے ہیں ان میں ایک گناہگار بھی تھا جو چلتے چلتے ان میں شامل ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اسے بھی بخش دیا کیونکہ یہ ایسے ہیں کہ جو ان میں شامل ہو جائے وہ بھی ان کی وجہ سے بخشا جائے گا۔ (344/2)

ایک حدیث سے مندرجہ ذیل چھ نکات:

اس حدیث سے مندرجہ ذیل چھ امور ثابت ہوئے:

1- فرشتے جماعت ذاکرین کو تلاش کرتے ہیں ان فرشتوں کا سوائے اس کام کے اور کوئی کام نہیں ہوتا، معلوم ہوا جمع ہو کر ذکر کرنے کو فضیلت حاصل ہے۔ بنسبت اکیلے ذکر کرنے کے۔ چنانچہ امام نووی اور ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

لا وظیفة لهم الا حلق الذکر وفیه دلالةٌ علی انّ للّٰه اجتماعاً علی الذکرِ مزیةٌ ومرتبةٌ۔ (مرقاۃ 56/5)

ان فرشتوں کا سوائے حلقہ ذکر تلاش کے اور کوئی کام نہیں ہوتا اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر کرنے کیلئے جمع ہونے کو شرف و فضیلت حاصل ہے۔

2- جو ذکر جماعت کے ساتھ ہو وہ جہر بھی ہوتا ہے چنانچہ علامہ خیر الدین رملی و جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں:

والذکر فی الملاء لا یکون الا جهراً۔ (الحاوی للفتاویٰ 589/1)

"جماعت سے جو ذکر ہو وہ جہراً ہوتا ہے"۔

3- اسی حدیث میں ہے:

یسبحونك و یکبرونك ویهللونك ویحمدونك۔ یعنی جماعت کے ساتھ سبحان اللّٰہ، اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ اور الحمد للّٰہ کہتے تھے یہ فرشتوں کو خبر ہے جو انہوں نے سنا اور یہ سننا جہر پر دلیل ہے کہ آہستہ میں کسی دوسرے کو پتہ نہیں، کیا پڑھا ہے کب اور کہاں سے شروع کیا ہے، کب اور کہاں ختم کیا ہے نیز ان کلمات میں جمع والا معنیٰ

تب پیدا ہوگا جب اکٹھے ذکر کریں۔

4- امام نووی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے۔وحَفَّ بَعْضُهُمْ بعضا کے تحت لکھتے ہیں:ای حث علی الحضور والاستماع۔(344/2)

یعنی بعض فرشتے بعض کو مجلس میں حاضر ہونے اور ذکر سننے پر برانگیختہ کرتے ہیں۔

5- ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فیھم فلان عبد خطاءٌ کے تحت لکھتے ہیں:

ای ما ذکرَ اللّٰہ قصداً او اخلاصاً والاستماع الذکر ذکر۔

(مرقاۃ:59/5)

یعنی اس شخص نے اللہ کا ذکر قصداً یا اخلاصاً نہیں کیا ورنہ ذکر کو سننا بھی ذکر ہوتا ہے یہ عبارت فرشتوں کے قول پر پیدا ہونے والے ایک سوال کا جواب ہے فرشتوں نے کہا کہ ذاکرین میں ایک ایسا شخص ہے جو صرف ان کے پاس سے گزرا اور بیٹھ گیا یعنی اس نے ذکر نہیں کیا تو اس عبارت پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نے ذاکرین کا ذکر سُنا اور ذکر سننا بھی ذکر ہوتا ہے تو فرشتوں نے یہ کیسے کہا کہ اس نے ذکر نہیں کیا تو اس سوال کا جواب ملاعلی قاری دیتے ہیں۔اس کا ذکر سننا اخلاصاً اور قصداً نہیں تھا یونہی اتفاقی طور پر بیٹھ گیا۔

ملاعلی قاری کے اس کلام سے خوب واضح ہوا کہ حدیث میں جن ذاکرین کا ذکر ہے ان کے ذکر کو فرشتے اور انسان سنتے ہیں اور سننا تب ہی ہوگا جبکہ آواز کے ساتھ ہو۔

6- اس حدیث مبارکہ میں جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر کی تلقین اور ترغیب ہے۔

ایک حدیث اور چار نکات:

ترمذی شریف میں ہے:

عن انس رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذ مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا قال وما ریاض الجنۃ قال حلق الذکر۔(جلد2)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنت کے باغوں کے پاس سے گزرو تو خوب چرو (یعنی ذکر کرو) صحابہ نے عرض کیا: جنت کے

باغ کیا (کہاں) ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ذکرِ الٰہی کے حلقے"۔

خدا کا ذکر ہے طاقت ہماری
مصلّٰی ہے ہمارا تخت شاہی
ہماری فوج ہے اخلاق حسنہ
ہمار حصن ہے ترکِ مناہی

معلوم ہوا:

1- ذکرِ الٰہی کیلئے حلقے باندھنا مشروع ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: ودریں حدیث دلیل است برآنکہ تحلیق برائے ذکر مشروع است۔

(اشعۃ اللمعات 187/2)

2- ذکر کے حلقوں میں بیٹھنا مستحب ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

قال النووی واعلم انه لما یستحب الذکر یستحب الجلوس فی حلق اهله۔ (مرقاۃ 64/5)

"امام نووی فرماتے ہیں جس طرح ذکر مستحب ہے اسی طرح ذکر والوں کے حلقوں میں بیٹھنا بھی مستحب ہے"۔

3- ذکر بالجہر افضل ہے یہی نووی فرماتے ہیں:

وقد یکون باللسان وقد یکون بالقلب وافضل منهما ما کان بالقلب واللسان۔ (ایضاً)

"اور یہ ذکر کبھی دل کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی زبان کے ساتھ۔ افضل یہ ہے کہ زبان اور دل دونوں کے ساتھ ہو"۔

4- جماعت والوں کی موافقت کرنی چاہیے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

وحاصل المعنیٰ اذا مررتم بجماعةٍ یذکرون الله تعالیٰ فاذکروه موافقة لهم فانهم فی ریاض الجنة۔ (ایضاً)

"حدیث کا حاصل معنیٰ یہ ہے جب تم ایسی جماعت کے پاس سے گذرو جو اللہ کا

ذکر کررہی ہوتو تم بھی ان کی موافقت میں اللہ کا ذکر کرو کیونکہ وہ جنت کے باغ میں ہے"۔

صحابہ کرام کا حلقہ ذکر:

مسلم شریف میں ہے:

عن ابی سعیدٍ الخدری رضی اللّٰہ عنہ قال خرج معاویۃ علٰی حلقۃ فی المسجد فقال ما اجلسکم قالوا جلسنا نذکر اللّٰہ قال آللّٰہ ما اجلسکم الّا ذاك قالوا واللّٰہ ما اجلسنا الا ذاك قال اما انّی لم استخلفکم تھمۃ لکم وما کان احد بمنزلتی من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اقل عنہ حدیثا منی وان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم خرج علی حلقۃٍ من اصحابہٖ فقال ما اجلسکم قالوا جلسنا نذکرُ اللّٰہ ونحمدہٗ علٰی ما ھدانا للاسلام ومن بہٖ علینا قال آللّٰہ ما اجلسکم الا ذاك (قالوا واللّٰہ ما اجلسنا الا ذاك) قال اما انی لم استخلفکم تھمۃً لکم ولکنّہٗ اتانی جبریل فاخبرنی ان اللّٰہ عزوجل یباھی بکم الملائکۃ۔(346/2)

"ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک جماعت کے پاس تشریف لائے جو مسجد میں حلقہ ذکر لگائے ہوئے تھی تو فرمایا تمہیں یہاں کس چیز نے بٹھایا تو لوگوں نے عرض کیا: ہم اللہ کا ذکر کررہے ہیں۔ امیر معاویہ نے فرمایا: قسم ہے اللہ کی تم اس لیے بیٹھے ہو؟ پھر فرمایا: میں نے تم سے بدگمانی کی وجہ سے قسم نہیں لی اور میں نبی علیہ السلام سے کم حدیث روایت کرنیوالا ہوں اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں حلقہ لگائے ایک جماعت کے پاس تشریف لائے اور فرمایا تمہیں یہاں کس چیز نے بٹھایا ہے؟ انہوں نے عرض کی: ہم اللہ کے ذکر کیلئے بیٹھے ہوئے ہیں اور اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں اس پر کہ ہمیں اس نے اسلام کی ہدایت دی اور ہم پر احسان کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: اللہ کی قسم تم اس لیے یہاں بیٹھے ہو؟ انہوں نے عرض کی ہم صرف اللہ کی یاد کیلئے بیٹھے ہیں''۔

پھر فرمایا: میں نے تم سے بدگمانی کی وجہ سے قسم نہیں اٹھائی، لیکن جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کرتا ہے۔ یہ حدیث بھی گذشتہ احادیث کی طرح جماعت اور حلقہ کے ساتھ ذکر کرنے کا کھلا بیان ہے۔ اس سے پہلے بیان ہوا کہ جماعت کے ساتھ ذکر جہراً ہی ہوتا ہے۔ پس اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر صحابہ کرام کا معمول تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذکر بالجہر کی عظمت ظاہر کرنے کیلئے قسم طلب فرماتے ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام ذکر بالجہر کی بشارت دینے کیلئے آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی اسے پسند فرماتا ہے''۔

دور ونزدیک سے حلقہائے ذکر میں آنا:

مختلف مقامات سے ذکرِ الٰہی کیلئے جمع ہونے کی فضیلت طبرانی شریف میں ہے:

عن ابی الدرداء رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم لیبعثن اللہ اقواماً یوم القیٰمة فی وجوھھم النور علی منابر اللؤلوءِ ویغبطھم الناس لیسوا بانبیاءِ ولا شھداءِ فقال اعرابیٌّ حلھم لنا نعرفھم قال ھم المتحابون فی اللہ من قبائل شتّٰی یستحبتمعون علٰی ذکر اللہ یذکرونه۔ (طبرانی بحوالہ کنز العمال 438/1)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن بعض قوموں کا حشر اس طرح اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ان کے چہروں میں نور چمکتا ہوگا وہ موتیوں کے ممبروں پر ہوں گے لوگ ان پر رشک کرتے ہوں گے حالانکہ وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہوں گے ایک اعرابی نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا حال بیان فرمایئے تاکہ ہم انہیں پہچان لیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی محبت میں مختلف قبائل سے اور مختلف جگہوں

سے آکر ایک جگہ جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوں۔

اس حدیث مبارکہ کی مزید وضاحت مصنف تبلیغی نصاب کے کلام سے ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں:

آج خانقاہوں میں بیٹھنے والوں پر ہر طرح الزام ہے کل جب آنکھ کھلے گی اس وقت حقیقت معلوم ہوگی کہ بوریوں پر بیٹھنے والے کیا کچھ کما کر لے گئے جب وہ ان منبروں اور بالا خانوں پر ہوں گے اور یہ ہنسنے والے گالیاں دینے والے کیا کما کر لے گئے ان خانقاہوں کی اللہ کے ہاں کیا قدر ہے جن پر آج چاروں طرف سے گالیاں پڑتی ہیں۔ یہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں ان کی فضیلت ہے۔ (تبلیغی نصاب فضائل ذکر)

اہلِ ذکر پہ حضور علیہ السلام کی نوازشات:

امام طبرانی اور ابن جریر طبری حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال نزلت علٰی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو فی بعض بیوتہ وصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشیِّ فخرج یلتمسھم فوجد قوم یذکرون اللّٰہ فیھم ثائر الراس وجافّ الجِلْد وذوالثوبِ الواحد فلما راھم جلس معھم وقال الحمد للّٰہِ الذی جعل فی امتی من امرنی ان اصبر نفسی معھم۔

(الحاوی للفتاوٰی للسیوطی 392/1)

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت کدہ میں تشریف فرما تھے جب یہ آیتِ کریمہ (جس کا ترجمہ یہ ہے اپنے آپ کو ان کے ساتھ روکیئے جو صبح و شام اللہ کا ذکر کرتے ہیں) نازل ہوئی اس آیت کے نازل ہونے پر ان لوگوں کی تلاش میں نکلے۔ ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے۔ بعض لوگ ان میں بکھرے ہوئے بالوں والے اور خشک کھالوں والے ہیں اور بعض ایک کپڑے والے۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو ان کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا

کئے ہیں کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم دیا جا رہا ہے"۔

حدیث سے ذکر بالجہر پہ خوبصورت استدلال:

امام حاکم اور بیہقی ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

اکثر واذکر اللّٰہ حتی یقولوا مجنون۔ (ایضاً)

"اللہ کا ذکر اتنا زیادہ کرو کہ لوگ تمہیں مجنوں کہنے لگیں"۔

ابن شاہین ابن عباس سے اور امام بیہقی حضرت ابو جوزا رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

اکثر واذکر اللّٰہ حتّٰی یقول المنافقون انکم مراؤنَ۔ (ایضاً 390/1)

"اللہ کا ذکر اس قدر کثرت کے ساتھ کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریاکار کہیں"۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں حدیثوں کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وجہ الدلالۃ من ھذ والذی قبلہ ان ذالک انما یقال عند الجھر دون الاسرار۔ (ایضاً)

اس حدیث سے اور پہلی حدیث سے بھی ذکر بالجہر پر استدلال کیا جا سکتا ہے کہ مجنون اور ریاکار تب ہی کہا جائے گا جب ذکر بالجہر ہو نہ کہ خفی ہو۔ تبلیغی نصاب میں ان دونوں حدیثوں کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منافقوں یا بیوقوفوں کے ریاکار کہنے سے ایسی بڑی دولت نہ چھوڑنی چاہیے بلکہ اس کثرت سے اور اہتمام سے ذکر کرنا چاہیے کہ لوگ تمہیں پاگل سمجھ کر تمہارا پیچھا چھوڑ دیں اور مجنوں تب ہی کہا جائے گا جب نہایت ہی زور سے ذکر کیا جائے۔ آہستہ میں یہ بات نہیں ہو سکتی۔ (بحوالہ کنز العمال 437/1)

قارئینِ کرام! اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ذکر بالجہر کرنے پر ریاکار کہنے والا منافق ہے۔ یاد رکھئے کسی کے ریاکار کہنے سے ذکر بالجہر کا چھوڑنا بھی ریا (دکھاوا) ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

وینبغی لا یترك الذکر باللسان مع القلب بالاخلاص خوفا من ان یظن بہ الریاء وقد نقل عن الفضیل ترك العمل لاجل الناس ریاءٌ۔ (مرقاۃ 65/5)

"ذکر بالجہر جو خلوص سے ہو اس خوف سے کہ ذکر بالجہر پر ریا کا گمان کیا جائے گا (ترک نہ کیا جائے کیونکہ) کسی عمل کو لوگوں کی وجہ سے چھوڑنا بھی ریا ہے"۔

ذکر الٰہی کرنے سے پہاڑ آسمان اور زمین بھی خوش ہوتے ہیں:

امام بیہقی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ان الجبل ینادی الجبل باسمهٖ یا فلان هل مربك الیوم للّٰهِ ذاكرٌ فان قال نعم استبشر۔ (الحاوی للفتاویٰ 391/1)

"ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کا نام لے کر پکارتا ہے، اے فلاں کیا آج تم پر کوئی اللہ کا ذکر کرنیوالا گذرا ہے اگر وہ پہاڑ ہاں میں جواب دے تو یہ دوسرا پہاڑ خوش ہو جاتا ہے"۔

- ابن ابی الدنیا حضرت ابوعبید سے روایت کرتے ہیں:

ان المؤمن اذا مَات نادت بقاع الارض عبد اللّٰه المومنُ مات فتبكی علیه الارض و السماءُ فیقول الرحمٰن ما یبكیكما علٰی عبدی فیقولون ربنا لم یمش فی ناحیة مناقط الا وهو یذكرك۔ (ایضاً)

"جب کوئی بندۂ مومن مرجاتا ہے زمین پکارتی ہے کہ اللہ کا بندہ وفات پا گیا تو زمین اور آسمان دونوں رو پڑتے ہیں تو اللہ تعالیٰ زمین اور آسمان سے رونے کی وجہ پوچھتا ہے تو زمین و آسمان جواب دیتے ہیں۔ اے اللہ! جب بھی یہ بندہ کسی کونے پر گزرتا تو تیرا ذکر کرتا"۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ان احادیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ووجهُ الدَّلالةِ من ذالك ان سماع الجبال والارض للذكر لا یكون الا عن الجهر به۔ (ایضاً)

ان احادیث سے ذکر بالجہر پر یوں استدلال کیا جاتا ہے کہ زمین و آسمان تب ہی ذکر سنیں گے جب ذکر جہراً ہوگا۔

ذکر بالجہر پہ مزید حوالہ جات:

تفسیر روح المعانی میں ہے:

والذی علیه نص الامام النووی فی فتاواه ان الجهر حیث لا محذور شرعا مشروع مندوب الیه بل هو افضل من الاخفاء من مذهب الامام الشافعی وهو ظاهر مذهب الامام احمد واحدی الروایتین عن مالكٍ بنقل الحافظ ابن حجرٍ فی فتح الباری وهو قول قاضی خان فی فتاواه فی ترجمةِ مسائل کیفیّةِ القراٰةِ وقوله فی غسل المیت ویکره رفع الصوت بالذکر فالظاهر انّهٗ لمن یمشی مع الجنازة کما هو مذهب الشافعیّة لا مطلقاً کما تفهمه عبادة البحر الرائق وغیرهٖ وهو قولٌ الاما مین فی تکبیر عید الفطر کالاضحی وروایةٌ عن الامام ابی حنیفة نفسه رضی اللّٰه عنه بل فی مسنده رضی اللّٰه عنه ماظاهر استحباب الجهر بالذکر مطلقا۔(148/16)

"امام نووی نے اپنے فتاویٰ میں جس بات پر تصریح کی ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی مانع شرعی نہ ہو تو جہر بالذکر نہ صرف مندوب بلکہ اخفاء سے افضل ہے جس طرح امام شافعی کا مذہب ہے اور یہی امام احمد کا مذہب ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں امام مالک کا یہی قول نقل کیا ہے اور قاضی خان نے بھی اپنے فتاویٰ میں یہی قول کیا ہے البتہ باب غسل المیت میں کہا ہے کہ ذکر بالجہر مکروہ ہے امام قاضی خان کا قول صرف جنازہ کے ساتھ خاص ہے۔ جیسے امام شافعی کا مذہب ہے اور انہوں نے مطلقاً ذکر بالجہر سے منع نہیں کیا جیسے صاحب بحرالرائق نے سمجھا ہے اور عید الفطر کی تکبیرات بھی عید الاضحیٰ کی طرح ہیں یہی امام یوسف اور محمد کا مذہب ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی۔ ایک روایت میں یہی مذہب ہے بلکہ مسند امام اعظم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ذکر بالجہر کو مطلقاً مستحب قرار دیتے ہیں"۔

معلوم ہوا کہ:

1- چاروں آئمہ ذکر بالجہر کے قائل ہیں۔
2- امام اعظم مطلقاً ذکر بالجہر کو مستحب قرار دیتے ہیں۔
3- قاضی خان مطلقاً ذکر بالجہر کو مکروہ نہیں کہتے۔
4- امام یوسف اور محمد عیدین میں جہر بالتکبیر کے قائل ہیں اور امام اعظم کا بھی ایک قول یہی ہے۔

امام قاضی خان اور ذکر بالجہر:

قاضی خان فقہاء احناف میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ طبقہ ثالثہ سے یعنی مجتہد فی المسائل تھے وہ فرماتے ہیں:

ولا باس بالتسبیح والتھلیل وان رفع صوته بذالك۔ (فتاوی قاضی خان)
کلمہ اور تسبیح کو بلند آواز کے ساتھ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری اور ذکر بالجہر:

فتاویٰ عالمگیری فقہ حنفی کی وہ مستند کتاب ہے جس کو ہندوستان کے تین یا پانچ سو جید علماء کرام نے ملا نظام الدین کی قیادت میں مرتب کیا۔ ان تمام احناف علماء کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ

ان لا یرفع فیه الصوت من غیر ذکر اللّٰه۔ (عالمگیری 321/5)
مساجد میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا اور کوئی آواز بلند نہ کی جائے۔

صاحب فتاویٰ شامی کے استاد اور ذکر بالجہر:

صاحب درمختار کے استاد علامہ خیر الدین رملی لکھتے ہیں:

فاما حلق الذکر والجھر به وانشد القصائد فقد جاء فی الحدیث ما اقتضی طلب الجھر نحو وان ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر منه رواهُ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجة رواه احمد بنحوه باسنادٍ صحیح وزاد فی

اٰخرہٖ قال قتادۃُ والیہ اسرع والذکر فی ملاء لا یکون الا عن جھر وکذا حلق الذکر وطواف الملائکۃ بھا وما ورد فیھا من الاحادیث فان ذالک انما یکون فی الجھر بالذکر وھناک احادیث اقتضت طلب الاسرار والجمع بینھما بان ذالک یختلف باختلاف الاشخاص والاحوال کما جمع بین الاحادیث الطالبۃ للجھر بالقرائۃِ والطالبۃ للاسرارِ بھا ولا یعارض ذالک خیر الذکر الخفی لانہ حیث خیف الریاء او تاذی المسلمین اوالنیام ذکر بعض اھل العلم انہ افضل حیث خلا مما ذکر لانہ اکثر عملا ولتعدی فائدتہِ الٰی السّامعین ویوقظُ قلب الذاکر فیجمع ھمہٗ الٰی الفکر ویصرف سمعہ الیہ ویطرد النوم ویزید النشاط۔ (الحاوی للفتاویٰ 389/1)

''ذکر کیلئے حلقہ باندھنا اور ذکر بالجہر کرنا اور انشاوقصائد کرنا بہر حال جائز ہے کیونکہ اس میں وہ احادیث وارد ہیں جو جہر کا اقتضاء کرتی ہیں۔ جیسے بخاری و مسلم، ترمذی ونسائی وابن ماجہ اور احمد نے اسناد صحیح سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے میں اسے اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں اور جماعت کے ساتھ ذکر بغیر جہر کے متصور نہیں اسی طرح ذکر کیلئے حلقہ بنانا اور ملائکہ کا اس کے گرد طواف کرنا سوا جہر کے متصور و ممکن نہیں، اور سرّ کے بارے میں بھی حدیثیں وارد ہیں اور ان احادیث میں تطبیق اسی طرح ہے کہ سر اور جہر اشخاص اور اوقات کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے۔ جس طرح سر اور جہر کی قراۃ کی حدیثوں میں تطبیق دی گئی ہے اور اسُ کے معارض وہ حدیث نہیں ہے جس میں ہے کہ بہترین ذکر بالسّر ہوتا ہے۔

کیونکہ اس کا محمل یہ ہے کہ جب ریاء کا خوف ہو یا مسلمانوں کو ایذا ہو یا نیند میں خلل ہو اور بعض اہلِ علم نے فرمایا کہ جب ان امور سے خالی ہو تو ذکر بالجہر

افضل ہے کیونکہ اس میں عمل زیادہ ہے اور اس کا فائدہ سامعین تک پہنچتا ہے اور ذاکر کے دل کو بیدار کرتا ہے اور اس کے ذہن کو فکر کی طرف راجع کرتا ہے اور سرور کو زیادہ کرتا ہے۔

فتاویٰ بزازیہ اور ذکر بالجہر:

قال فی الفتاویٰ لا یمنع من الجهر بالذکر فی المساجد احترازاً عن دخول تحت قولهٖ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰه ان یذکرُ فیها اسمُهُ کذا فِی البزازیة ونص الشعرانی فی ذکر الذاکر المذکور والشاکرِ للمشکور واجمع العلماء سلفا وخلفاً علٰی استحباب ذکر اللّٰه جماعة فی المساجد وغیرها من غیر نکیر الا ان یشوش جهرهم بالذکر علٰی نائم او مصل او قرء قرآن کما فی کتب الفقه۔ (الشیخ احمد طوطاوی، طحطاوی شرح مراقی الفلاح صفحہ 174)

''فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ مساجد میں ذکر سے نہ روکا جائے تاکہ قرآن مجید کی آیت کریمہ (ترجمہ) اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اللہ کے ذکر سے روکے۔ کے تحت داخل ہونا لازم نہ آئے امام شعرانی نے ذکر الذاکر میں تصریح فرمائی ہے کہ تمام اگلے اور پچھلے علماء کا اس پر اجماع ہے کہ مساجد میں جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر بغیر کسی انکار کے مستحب ہے سوائے اس کے کہ جہر سے کسی کی نیند نماز اور قرأت میں خلل پڑے۔ اسی طرح کتب فقہ میں ہے''۔

مفسرینِ کرام اور ذکر بالجہر:

تفسیر روح البیان میں ہے:

الذکرُ برفع الصوت جائزٌ بل مستحب اذلم یکن عن ریاءٍ لیغتم الناس باظهار الدین ووصول برکة الذکر الٰی السامعین فی

الدور والبیوتِ والحوانیت ویوافِقُ الذاکِر من سمع صوته وشهدله یوم القیٰمة کلَ رطب ویابس سمع صوته (الی) وان کان من العوام فالجهر فی حقه اولیٰ واذا کانو مجمعین علی الذکر فالاولیٰ فی حقّهم رفع الصوت بالذکر فلکل واحدٍ ثواب ذکرِ نفسهٖ وسماعِ ذکر رفقائهٖ۔ (147/2)

"بلند آواز سے ذکر کرنا جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ ریا سے نہ ہوتا کہ دین کو ظاہر کرنے والے لوگ زیادہ ہوں اور ذکر کی برکت سامعین تک گھروں اور دکانوں میں پہنچ جائے اور جو بھی ذکر کو سنے وہ ذکر کرنے والوں کی موافقت بھی کرتا ہے اور قیامت کے دن ہر تر اور خشک چیز ذاکر کی آواز سننے پر گواہی دیں گے۔ اگر ذاکر عوام الناس میں سے ہو تو ذکر بالجہر اس کے حق میں اولیٰ ہے اور اگر لوگ جمع ہوں تو اس کے حق میں بلند آواز سے اور پوری قوت سے ذکر اولیٰ ہے کیونکہ ذکر بالجہر کو پردہ ہٹانے میں زیادہ تاثیر ہے اور ثواب کے لحاظ سے ہر ایک ذکر کرنیوالے کیلئے دو ثواب ہیں۔ ایک ذکر کرنے کا اور دوسرا سننے کا"۔

تفسیر صاوی کا حوالہ:

وهل الافضل الذکر مع الناس اوالذکر فی خلوة والحق التفصیل وهو ان کان الانسان ینشط وحده ولم یکن مدعوًّا من اللّٰه لهدایة الناس فالخلوة فی حقهٖ افضلُ والّا فذکره مع النّاس افضل اما ینشطه او لتقتدی الناس نسال اللّٰه ان یجعلنا من اهل ذکرهٖ۔ (صاوی)

"کیا لوگوں کے ساتھ ذکر کرنا افضل ہے یا خلوت میں ذکر کرنا افضل ہے حق یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اگر اسے خلوت میں سرور آتا ہے اور لوگوں کی ہدایت پر مامور نہ ہو تو خلوت میں ذکر کرنا افضل ہے ورنہ لوگوں کے ساتھ ذکر کرنا افضل ہے تاکہ سرور حاصل ہو اور لوگ اقتداء کریں ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں

کہ ہمیں اپنے ذاکرین میں سے بنالے"۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "نتیجۃ الفکر فی الذکر" کے نام سے ذکر بالجہر کے جواز واستحباب پر تقریباً آج سے پانچ سوسال پہلے ایک رسالہ تصنیف فرمایا۔اس رسالہ میں علامہ سیوطی نے 25 احادیث سے ذکر بالجہر کے جواز واستحباب پر استدلال کیا ہے اور ساتھ ساتھ منکرین کو جن آیات سے شبہ ہوتا ہے اس کا جواب بھی دیا ہے میں صرف علامہ سیوطی کے رسالہ سے ذکر بالجہر کے سوال وجواب کو قارئین کی خدمت میں فائدہ کیلئے لکھ دیتا ہوں۔

سوال: الحمد للّٰه وكفٰى وسلامٌ علٰى عبادهِ الَّذين اصطفٰى سألت اكرمك اللّٰه عما اعتاده السادة الصوفية من عقد حلق الذكر والجهر بهِ فى المساجد ورفع الصوت بالتهليل وهل ذالك مكروهٌ ام لا۔

الجواب: انّه لاكراهةَ فِى شىءٍ من ذالك يختلف باختلاف الاحوالِ والاشخاص كما جمع النووى بمثل ذالك بين الاحاديث الواردة باستحباب الجهر بقرأة القرآن والاحاديث الواردة باستحباب الاسرار بهما۔ (جلال الدین سیوطی الحاوی للفتاوی 389/1)

"حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ آپ سے یہ سوال ہے کہ صوفیاء کرام کا معمول یہ ہے کہ وہ مساجد میں حلقہ بنا کر بلند آواز سے کلمہ وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں کیا یہ مکروہ ہے یا نہیں؟"

جواب: ذکر بالجہر میں کسی قسم کی کراہت نہیں ہے کیونکہ بعض احادیث ذکر بالجہر کا تقاضا کرتی ہیں اور بعض ذکر بالسر کا۔ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ مختلف احوال اور اشخاص کے لحاظ سے حکم ہوتا ہے جس طرح امام نووی نے قرآن کریم کے سراور جہر پڑھنے کے احکام میں تطبیق فرمائی ہے"۔

تفسیر روح المعانی کا حوالہ:

واختصار بعض المحققين ان المراد دون الجهر البالغ او الذائد

علیٰ قدر الحاجة فیکون الجهر المعتدل والجهر علی قدر الحاجة فیکون الجهر المعتدل والجهر بقدر الحاجة داخلا فی المامور به فقد صح ما یزید علیٰ عشرین حدیثا فی انه صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم کثیرا ما کان یجهر بالذکر۔ (148/16)

"اور بعض محققین کا مسلک ہے کہ قرآن کریم میں جہر مفرط یا ضرورت سے زائد جہر سے منع کیا گیا ہے پس جہر متوسط اور بقدر ضرورت جہر شرعاً مامور بہ ہوگا۔ کیونکہ بیس سے زائد احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ ذکر بالجہر"۔

اس لیے امام شافعی لکھتے ہیں:

قال بعض اهل العلم ان الجهر افضل لانه اکثر عملا لتعدی فائدته الی السامعین۔ ویوقظ قلب الذاکر فیجمع همه الی الفکر ویصرف سمعه الیه ویطرد النوم ویزید النشاط۔

"بعض اہلِ علم نے کہا ہے ذکر بالجہر افضل ہے اور اس کا فائدہ سامعین تک پہنچتا ہے اور ذاکر کے قلب کو بیدار کرتا ہے اور اس کی ہمت فکر کی طرف راجع کرتا ہے اور اس کی سماعت کو ذکر کی طرف پھیرتا ہے اور نیند کو دور کرتا ہے سرور کو زیادہ کرتا ہے"۔ (فتاویٰ شامی: ابن عابدین شامی 618/1)

بزرگانِ دین اور ذکر بالجہر:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات 178/2 پر لکھتے ہیں:

دیگر بدانکہ جہر مذکور مشروع است بے شبہ چنانچہ در حدیث آمدہ است کہ من ذکرنی فی ملاء مقابلمن ذکرنی فی نفسه۔ از ادلہ آن است قول حق سبحانہ وتعالیٰ کذکرکم اباء کم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ میگوید نمی شناختم من برگشتم مردم را از نماز در عہد رسول اللہ ﷺ مگر بذکر۔

ذکر بالجہر بے شک مشروع ہے جس طرح حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو مجھے جماعت میں یاد کرے (حدیث کا یہ ٹکڑا) مقابل ہے (حدیث

شریف کے ان الفاظ کے) جو مجھے نفس (دل) میں یاد کرے۔ ذکر بالجہر کے دلائل میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے (اللہ کو یاد کرو) جس طرح تم اپنے آباؤ اجداد کا تذکرہ کرتے ہو اور ذکر بالجہر کے دلائل میں سے یہ حدیث شریف بھی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لوگوں کی نماز سے فراغت کو بلند آواز سے ذکر کرنے سے پہچانتا تھا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مزید فرماتے ہیں:

بہ تحقیق جہر کردہ است آنحضرت باذ کار وادعیہ در مواطن کثیرہ چنانچہ در حفر خندق وحمل سنگ وخشت برائے مسجد وجز آن ہمچنیں آنچہ آمدہ است از سلف صحابہ ومن بعد ہم وہمہ لہٰذا دلالت دارد بر جواز جہر واجتماع برائے ذکر۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کثیر مقامات پر ذکر بالجہر کیا ہے جس طرح خندق کھودنے پر مسجد کیلئے پتھر اور اینٹ اٹھانے کے موقع پر اور اس کے علاوہ بھی، اسی طرح صحابہ اور تابعین سے بھی جہر منقول ہے اور یہ تمام دلائل ذکر بالجہر کے جواز اور ذکر کیلئے اجتماع پر دلالت کرتے ہیں"۔

- شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں: حقیقت ذکر جہر وحق آں است کہ انکار آں سفاہت واضح است:

وكُنّا نعرف انقضاء صلوة رسول الله صلّى الله عليه وسلم بالذكر۔ (فتاویٰ عزیزیہ صفحہ 170)

"اور حق یہ ہے کہ ذکر بالجہر سے انکار جہالت ہے (کیونکہ حدیث میں ہے) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے اختتام کو ذکر سے پہچانتے تھے"۔

شاہ عبدالعزیز مزید لکھتے ہیں:

ودیگر حقیقت ذکر جہر وحق آں است کہ انکار آں سفاہت واضح است در قرآن ذکر صریح است مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَىْءٍ مَا اَذِنَ يَعنِىْ تَغَنّٰى بالقرآن بجہریتہ ودر تلبیہ حج آمدہ الحج العج والشج اى رفع الصوت بالتلبيه واراقة

الدم وقرآن وافضیلت معروف است وکنا نعرف ستقضاء صلوٰۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم بالذکر وفضل الذکر الذی یسمعہ الحفظۃ بسبعین ضعفاً۔ وبناطریقہ چشتیہ اویسیہ وقادریہ کہ ہمہ پیرانِ ماانداند بر ذکر جہر است۔ (حضرت شاہ عبدالعزیز فتاویٰ عزیزیہ صفحہ 170)

''حق یہ ہے کہ ذکر بالجہر سے انکار جہالت ہے کیونکہ تلاوتِ قرآن میں صریح ذکر بالجہر ہے اور اس بات میں اللہ تعالیٰ نے جو اجازت دی ہے وہ کسی باب میں نہیں دی یعنی اس میں تغنی بھی جائز ہے اور تلبیہ اور حج کے بارے میں حدیث وارد الحجُّ والعج والشجُّ کے ساتھ آواز بلند کرنا۔ نیز حدیث میں ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی نماز کے اختتام کو ذکر سے پہچانتے تھے اور جس ذکر کو فرشتے سنیں اس کی فضیلت اس ذکر پر ستر درجہ ہے جس کو وہ نہ سنیں اور طریقہ چشتیہ، اویسیہ اور قادریہ کی بناء ذکر بالجہر پر ہے۔ یہ سب ہمارے پیر ہیں۔

مخالفین اور ذکر بالجہر (بعد الصلوٰۃ):

تیسیر الباری شرح بخاری میں علامہ وحید الزمان (غیر مقلد) لکھتے ہیں:

نماز کے بعد جہر کے ساتھ ذکرِ الٰہی بدعت نہیں کیونکہ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے کہ فرض نماز کے بعد آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ذکر کرنا جاری تھا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھ کو تو لوگوں کا نماز سے فارغ ہونا اسی ذکر کی آواز سن کر معلوم ہوتا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پکار کر یعنی جہر کے ساتھ ذکر الٰہی کرنا بدعت نہیں ہے جیسے بعض لوگوں نے سمجھا ہے۔ (تیسیر الباری شرح بخاری 554/1)

مفتیان دیوبند کے فرض نماز کے بعد ذکر بالجہر پہ فتاویٰ:

فتاویٰ دیوبند اور علماء دیوبند کے چند فتاویٰ ذکر بالجہر کے متعلق ملاحظہ ہوں۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند 169/2 پر مفتی عزیز الرحمٰن صاحب سے سوال کیا گیا:

سوال: بعد جماعت فرضوں کے سلام پھیرتے ہی لا الٰہ الا اللہ باواز بلند کہنا کیسا ہے؟

الجواب: یہ بھی جائز ہے لیکن خفیہ پڑھنا افضل ہے۔

اسی فتاویٰ کے محشی جواز پر مندرجہ ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

وعن المغیرة بن شعبةَ ان النّبی صلّی اللّٰه علیه وسلم کان یقول فی دبر کل صلاةٍ مکتوبةٍ لَا اله الّا اللّٰه وحدهٗ لا شریك له۔ (الحدیث)

''مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہر فرض نماز کے بعد **لا اله الا اللّٰه** (تا آخر) کا ذکر کرتے تھے''۔

✪ مفتی کفایت اللہ دیو بندی (صدر جمعیت علماء ہند) سے سوال کیا گیا:

سوال: جماعت کے ختم ہوتے ہی کلمہ طیبہ کا ذکر بالجہر کیا کرتے ہیں تین مرتبہ اس طرح **لا اله الا اللّٰه محمّد رسول اللّٰه** یہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اسی طرح نماز کے بعد کلمہ طیبہ کو بلند آواز سے پڑھنے کی رسم درست نہیں مگر اتنی آواز سے کہ کسی کی نماز میں خلل نہ آئے۔ (کفایت المفتی 48/2)

ایک اور جگہ یہی مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

سوال: زید کہتا ہے ذکر جلی حرام ہے اور عمر کہتا ہے ذکر جلی جائز ہے۔

جواب: ذکر جلی (بالجہر) جائز ہے اور مشائخ صوفیہ کا معمول و متوارث ہے احادیث کثیرہ سے اس کا ثبوت ہوتا ہے جس موقع میں کہ شریعت نے خود ذکر جلی مقرر فرمایا ہے اس کے اندر تو کلام ہی نہیں کر سکتا۔ جیسے اذان، تکبیر، تلبیہ، حج، تکبیر تشریق وغیرہ کہ سب اذکار ہیں اور جہر سے ہی ثابت ہیں ہاں جن مواقع میں کہ شریعت سے ثبوت نہیں وہاں اگر کوئی وجہ عارضی مانع نہ ہو تو نفس حکم یہی ہے کہ جائز ہے اگر کوئی عارضی مانع موجود ہو تو ناجائز ہو جائے گا۔ موانع عارضیہ کی مثال یہ ہے کہ ذاکر کے جہر سے کسی سونے والوں کو تکلیف ہو یا کسی نماز پڑھنے والے کی نماز میں خلل پڑتا ہو۔ یہ ذکر کرنے والا جہر کو ضروری یا لازم سمجھے وغیرہ۔

(کفایت المفتی 48/2)

✪ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا علماء و عوامِ دیو بند میں جو مرتبہ و مقام ہے وہ ساری دنیا جانتی ہے کہ وہ ان کے نزدیک حکیم الامت اور مجدد مانے جاتے ہیں ذکر بالجہر کے

بارے میں ان کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

"ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث (ان رفع الصوت بالذکر...... بخاری) سے مشروعیت جہر واضح ولائح ہے"۔ (امداد الفتاویٰ 271/4)

ان سے سوال کیا گیا:

سوال: طریقہ شاذلیہ میں ذکر جلی بافراط لوگوں کو لے کر کھڑے ہو کر کرتے ہیں، جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ذکر دو قسم پر ہے ماثور و غیر ماثور: ماثور وہ ہے جس کو شارع علیہ السلام نے بالجہر یا بالاخفاء معین کر دیا ہے۔ مثل اذان و اقامت و تکبیرات و قرآۃ فی الصلوٰۃ و تشہد و تسبیحات و غیرہا اس کا حکم تو اتفاقاً یہ ہے کہ جس طور پر معین کر دیا اسی طرح چاہیے۔

غیر ماثور دو نوع ہے۔ جہر و خفی۔ خفی بالاتفاق جائز ہے۔ جہر میں دو قول ہے بعض کے نزدیک مشروع بعض کے نزدیک غیر مشروع۔ غیر مشروع کہنے والوں کے دو قول ہیں بعض کے نزدیک حرام اور بعض کے نزدیک مکروہ۔ مشروع کہنے والوں کے تین قول ہیں۔ بعض کے نزدیک جہر افضل ہے بعض کے نزدیک خفی رخصت اور بعض کے نزدیک خفی عزیمت اور افضل، جہر رخصت۔ بعض کے نزدیک دونوں فی نفسہ مساوی لیکن بعض وجوہ سے بعض موقع پر جہر افضل ہے اور بعض مواقع پر خفاء اولیٰ ہے۔ دلائل قائلین حیرت و کراہت کے یہ ہیں۔

قال اللہ ادعوا ربکم تضرعاً و خفیۃً۔ (الآیۃ)

وعن ابی موسیٰ اشعری قال کنّا مع رسول اللہ تعالیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم فی سفرٍ فجعل الناس یجھرون بالتکبیر فقال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یایھا الناسُ اربعُوا علٰی انفُسکم انکم لا تدعون اصمَّ و غائباً۔

آیت اور حدیث میں صیغہ امر ہے اور مطلق امر وجوب کیلئے ہے اور ضد واجب حرام یا مکروہ ہوتی ہے علی اختلاف اہل الاصول

فی الدر المختار فی بحث الجھر بالتکبیر وعدمہ یوم الفطر ھکذا: وجہ الاوّل ان رفع الصوتِ بالذکر بدعۃ فیقصرُ علی مورد الشَّرْع۔

دلائل مجوزین کے یہ ہیں:

قال اللّٰہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا۔ (الآیۃ)

اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو مساجد میں اللہ کے ذکر سے روکے اور ان کو ویران کرنے میں کوشش کرے ظاہر ہے کہ منع ذکر بدون اطلاع ذکر ممکن نہیں اور اطلاع بدون جہر غیر متصوّر ہے۔

وعن عبداللّٰہ بن الزبیر کان رسول اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم اذا سلّم مِن الصلٰوہ یقول بصَوْتِہٖ الا علٰی لا الہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علٰی کل شیءٍ قدیر الٰی اٰخر الحدیث۔ (رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ ابن زبیر فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سلام پھیرنے کے بعد بلند آواز سے لا اللہ الا اللہ آخر تک پڑھتے۔

وفی روایۃ للنسائی عبدالرحمٰن ابن ابزی عن الیہ قال کان یقول اذا سلّم سبحان الملک القدوس ثلثاً ویرفع صوتہ بالثالثۃ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عبدالرحمٰن ابن ابزی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ وتر سے سلام پھیرنے کے بعد سبحان الملک القدوس فرماتے اور تیسری مرتبہ آواز بلند فرماتے۔

وعن ابن عباس ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناسُ من المکتوبۃِ کان علٰی عھد النبی صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عہدِ رسالت میں فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا معمول تھا۔

ان احادیث سے مشروعیت جہر واضح ولائح ہے پھر علماء اصول کے اختلاف کی وجہ سے کہ حضور ﷺ کے فعل کا ادنیٰ درجہ اباحت یا استحباب اس میں مختلف ہوئے۔ بعض نے ثبوت عن الشارع کو دلیلِ اباحت ٹھہرایا اور بوجہ حدیث خیر الذکر خفی کو افضل کہا

بعض نے نفس ثبوت عن الشارع کو دلیل استحباب افضلیت ٹھہرایا۔ (امداد الفتاوی صفحہ 155)

✿ مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب سے پوچھا گیا:

سوال: ذکر بالجہر مذہب حنفیہ میں جائز ہے یا نہیں مدلل ارقام فرمائیں۔

جواب: ذکر جہر میں حنفیہ کی کتب میں روایات مختلفہ ہیں کسی سے کراہت ثابت ہے غیر محل ثبوت میں اور بعض سے جواز ثابت ہوتا ہے اور یہی راجح ہے اور اس کی دلیل طلب کرنا بے سود ہے کیونکہ مجتہدین کے خلاف ہے سو اب کون فیصلہ کر سکتا ہے۔ مگر جواز کی دلیل یہ ہے:

قال اللّٰہ تعالٰی اُذکُر ربك تضرعاً وخیفة ودون الجهر من القول۔ دون الجهر بھی جہر ہے کہ ادنیٰ درجہ ہے۔

قال علیه السلام اربعوا علٰی انفسکم الحدیث اور یہ ذکر بھی جہر ہے رفق کو فرمایا گلہ پھاڑنے سے منع کیا ہے مطلق آیات اور حدیث بہت جواز پر دال ہیں۔

دوسری جگہ ہے:

سوال: ذکر جہر افضل ہے یا خفی بادلائل ارقام فرمائیں۔

جواب: دونوں میں فضیلت ہے کسی وجہ سے جہر افضل ہے اور بعض وجہ سے خفی افضل ہے اور دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلق ذکر فرمایا ہے۔

اذکرو اللّٰہ ذکرا کثیرا مطلق کی زد میں جو ہو مامور ہے۔

(فتاوی رشیدیہ صفحہ 252)

✿ مفتی محمد شفیع دیوبندی اپنے فتاوی امداد المفتین 250/2 پہ

(وہ عبارات لکھنے کے بعد جن کو مولوی اشرف علی تھانوی صاحب بھی نقل کر چکے ہیں ہم نے طوالت کے خوف سے یہاں ترک کر دی ہیں) لکھتے ہیں: عبارات مرقوم سے معلوم ہوا کہ روایات حدیث ذکر جہر کے متعلق بظاہر متعارض ہیں اور یہی سبب علماء اور مشائخ کے اختلاف کا ہوا ہے اور اہلِ تحقیق نے روایات مختلفہ کی تطبیق اس طرح فرمائی ہے کہ اگر ریاء کا اندیشہ ہو یا سونے والوں کے آرام میں خلل یا نمازیوں کی تشویش کا سبب ہو تو ذکر جہر ممنوع ہے اور روایات منع ایسے ہی مواقع پر محمول ہیں اور جس کسی نے ذکر جہر کو بدعت کہا ہے وہ بھی

مطلق نہیں بلکہ خاص قسم کے التزامات کے ساتھ ہو تو وہ بدعت ہے۔ مطلق جہر بالذکر کو بدعت کہنے کے کوئی معنی نہیں۔ جب روایات صحیح میں اس کا جواز اور استحسان ثابت ہے جیسے حدیث:

ان ذکرنی فی ملاءٍ ذکرته فی ملاءٍ خیر منهم۔

''جب بندہ مجھے جماعت کے ساتھ یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے اچھی جماعت میں یاد کروں گا''۔

اور جب ذکر جہران عوامل ریاء وتشویش مصلّیں ونائمین وغیرہ سے خالی ہو تو وہ جائز ہے اور نصوص جواز اسی صورت پر محمول ہیں رہا افضل وغیر افضل کا سوال سو وہ احوال واشخاص کے اعتبار سے مختلف ہے کسی کیلئے جہر افضل ہے کسی کیلئے سرّ افضل ہے اور کسی وقت جہر افضل ہے اور کسی وقت سرِّ افضل تعین اس کا عوام کو خود نہیں کرنا چاہیے کسی شیخ کامل سے کرانا چاہیے۔ تقریباً یہی مضمون اس مسئلہ کے متعلق حضرت مرزا مظہر جان جاناں نے بھی اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے اور حد جہر مفرط اور متوسط کی عرفی امر ہے اس کا کوئی پیمانہ مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ عرفاً جس کو جہر مفرط سمجھا جائے وہ مفرط ہے جسے متوسط سمجھا جاوے وہ متوسط ہے اور مختار ہمارے مشائخ کا یہ ہے کہ جس کیلئے اس کا شیخ جہر کو تجویز کرے اس کو اتنا جہر کرنا چاہیے جس سے قلب پر اثر پہنچ سکے اور دماغ پریشان نہ ہو اس سے زیادہ جہر فضول ہے البتہ کسی وقت غیر اختیاری طور پر جہر میں شدّت پیدا ہو جاوے تو اس میں بھی مضائقہ نہیں اور یہ امر ہر حال میں قابلِ نظر ہے کہ اس کے جہر سے دوسروں کی نماز، تسبیح یا نیند میں خلل بغیر ان کی اجازت کے نہ آئے۔

✪ تبلیغی نصاب صفحہ 39 فضائل ذکر میں مولوی زکریا صاحب لکھتے ہیں:

بعض لوگ پکار کر ذکر کرنے کو بدعت اور ناجائز بتاتے ہیں یہ خیال حدیث پر نظر کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب نے ایک رسالہ سباحۃ الفکر اسی مسئلہ (یعنی ذکر بالجہر) میں تصنیف فرمایا ہے جس میں تقریباً پچاس حدیثیں ایسی ذکر فرمائی ہیں۔ جن سے جہراً (پکار کر ذکر کرنا) ثابت ہوتا ہے۔

✪ مولوی اسماعیل دہلوی (غیر مقلدین اور مقلدین (دیوبند) کے یکساں امام وپیشوا،

ممدوح ومقتداء) صراطِ مستقیم صفحہ 111 پر لکھتے ہیں:

اولاً ذکر کرنیوالے کو چاہیے کہ باوضو دوزانو بیٹھے اور اکابرین سلسلہ چشتیہ خواجہ غریب نواز اور حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمہما اللہ کے ارواح مقدسہ کو ایصالِ ثواب کیلئے فاتحہ پڑھے پھر ان کے وسیلہ سے دعا مانگے۔ اس کے بعد دوضربی ذکر شروع کرے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اسم جلالت یعنی لفظ (اللہ) کو دس مرتبہ ملا کر پڑھے اور ملانے کیلئے اول اسم جلالت کے آخر پر پیش پڑھے یعنی اَللّٰہُ اَللّٰہ اور سینہ کی پوری قوت کے ساتھ پکار کو شدّ و مد سے لفظ اللّٰہ کا ذکر کرے اور پھر اسی طرح پکار کر شدّ و مد سے اِلّا اللّٰہ کا ذکر کرے۔

پھر اسی طرح نفی واثبات یعنی لا الٰہ اِلّا اللّٰہ کا ذکر کرے۔ (ملخصا)

اشرف علی تھانوی صاحب ایک جگہ ذکر بالجہر کی فضیلت میں لکھتے ہیں:

اپنی نماز میں نہ زیادہ جہر کیجئے اور نہ ہی زیادہ پست آواز رکھیں۔ بلکہ درمیانی آواز رکھیں۔ تفسیر مدارک میں یہاں صلوٰۃ بمعنے دعا ہے ترمذی شریف میں ہے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پاک بلند آواز سے پڑھنے والا علی الاعلان صدقہ کرنیوالے کی طرح ہے اور آہستہ پڑھنے والا چھپا کر صدقہ کرنیوالے کی طرح ہے علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ذکر بالجہر کے بارے صاحب بزازیہ کا کلام مضطرب ہے اور ایک جگہ حرام لکھتے ہیں اور دوسری جگہ جائز۔

اور حاشیہ حموی میں امام شعرانی سے منقول ہے:

کہ تمام اگلے پچھلے علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ مساجد میں جماعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر سننا مستحب ہے اِلّا یہ کہ جہر سے کسی کی نماز، نیند یا قرأت میں خلل واقع ہو اور دلائل مانعین کے جواب یہ ہیں آیت کا جواب اوّل یہ ہے کہ خفیہ مشترک ہے درمیان اعلان و اسرار کے چنانچہ منتہی الادب میں ہے۔ خفاہ خفیاً پنہاں کردو آشکارا کرد۔ چھپانا اور ظاہر کرنا۔ پس آیت محتمل ہوئی:

واذا جاء الاحتمالُ بطل الاستدلال۔

"جب احتمال پیدا ہو جائے استدلال کرنا باطل ہو جاتا ہے"۔

اگر ہم مان بھی لیں کہ خفیہ بمعنی اسرار ہے لیکن بوجہ تعارض ادلہ امر کو اباحت یا استحباب پر حمل کرنا ضروری ہے اور حدیث کا جواب لمعات میں دیا گیا کہ نرمی کیلئے جہر سے منع فرمایا نہ اس وجہ سے کہ جہر نا مشروع ہے اور اقوال بعض فقہاء کے بعض پر حجت نہیں ہوتے۔ یہ خلاصہ ہے اختلاف اقوال کا۔

(اور آخر میں یوں فیصلہ کرتے ہیں)

راقم کی رائے ناقص میں قول مجوزین صحیح ہے اور ان میں مفصلین کا قول راجح معلوم ہوتا ہے کہ سب آیات واحادیث واقوال علماء کے جمع ہوتے ہیں۔ پس بعد ثبوت مشروعیت جہر کسی طور وہیئت کے ساتھ مقید نہیں بلکہ بوجہ اطلاق ادلہ مطلق ہے خواہ منفرد ہو یا مجتمع حلقہ باندھ کر یا صف یا کسی اور صورت میں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر ہر طور سے جائز ہے۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی قوم اللہ کا ذکر نہیں کرتی مگر فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں۔ بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں اور اس کے ساتھ ہوں جب وہ میرا ذکر تنہا کرتا ہے تو اس کا ذکر تنہا کرتا ہوں اور جب وہ جماعت کے ساتھ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔

ابوداؤد شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کسی جماعت کے ساتھ عصر سے غروب آفتاب تک ذکر کرتا ہوں یہ مجھے چار غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے بیٹھے اور کروٹوں کے بل۔ تفسیرات احمدیہ میں ہے ہمارے زمانہ میں جہر اور اخفاء کے بارے میں کافی اختلاف ہے اور اس بحث میں پڑنے سے کوئی فائدہ نہیں کیونکہ ہر فریق اللہ کو پہنچتا ہے خواہ کسی طریقہ سے ہو۔ پس ثابت ہوا کہ ذکر جہر ہر طور سے جائز ہے کسی کو کسی طور سے منع نہ کریں۔ یہی ارجح واصح بلکہ اگر عدم مشروعیت کو بھی ترجیح دی جائے تب بھی عوام کو منع نہ کریں چنانچہ

مانعین نے خود اس امر کی تصریح کر دی ہے۔ جس طرح درمختار میں منع کرنے کے بعد فرمایا لیکن عوام کو بالکل منع نہ کیا جائے کیونکہ عوام کی نیکی کرنے میں رغبت کم ہوتی ہے۔

سوال: السّلام علیکم ورحمۃ اللہ اگرچہ ہم ذکر برابر کیے جارہے ہیں لیکن یہ معلوم نہیں کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ نے ذکر جہر ارشاد فرمایا ہے یا کیا۔ اور ہم ابھی تک برابر ذکر کیے جارہے ہیں۔

جواب: ذکر دونوں طرح مفید ہے لیکن جہر اچھا معلوم ہوتا ہے۔ آپ بھی جہر کریں۔

(امداد الفتاوٰی صفحہ 155)

سوال: ذکر جلی (جہر) کی حد کیا ہے؟

جواب: ادنیٰ کی حد تو معلوم ہے اصطلاح اوّل پر تحریک لِسان اور اصطلاح ثانی پر اسماع نفس خود لیکن اکثر کی کوئی حد نہیں اپنی نشاط پر موقوف ہے۔ (ایضاً 160/5)

اس فیصلے سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

1- ذکر بالجہر بوجہ ادلہ مطلق علی الاطلاق مشروع ہے اور کسی قید کے ساتھ مقید نہیں حلقہ باندھ کر صف باندھ کر کھڑے ہو کر سب حالتوں میں جائز ہے۔

2- ارجع اور اصح یہی ہے کہ ذکر بالجہر ہر طرح جائز ہے کسی کو منع نہیں کرنا چاہیے۔

3- جن فقہاء نے منع کیا ان کا منع کرنا خواص کیلئے ہے عوام کو منع نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی فقہاء نے عوام کے حق میں مکروہ کا قول کیا۔

4- ذکر دونوں طرح مفید ہے لیکن جہر اچھا معلوم ہوتا ہے۔

5- جن مخصوص مواقع پر شارع علیہ السلام سے ذکر ثابت ہے اس کے علاوہ ذکر بالجہر میں علماء حنفیہ کا اختلاف ہے لیکن صحیح قول انہیں لوگوں کا ہے جو علی العموم ذکر بالجہر کو جائز کہتے ہیں۔

6- جن فقہاء نے جہر سے منع کیا ہے ان کا منع چیخ و پکار پر محمول ہے۔

7- جب ذکر بالجہر سے کسی کی عبادت یا نیند میں خلل واقع نہ ہو تو جہر مفرط بھی جائز ہے۔

8- جن فقہاء نے جہر سے منع کیا ہے ان کے اقوال حُجت نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ دوسرے فقہاء

اسے جائز کہتے ہیں اور بعض کے اقوال بعض پر حجت نہیں۔

تفسیر روح البیان کا حوالہ:

تفسیر روح البیان 373/2 پر علامہ اسمعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ۔

"اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام سے روکے"۔

یہ آیتِ کریمہ مساجد میں ذکر بالجہر سے منع کرنیوالوں کے حق میں واضح وعید ہے تفسیر روح البیان میں ہے:

لمخالفۃ النصوص القرآنیۃِ قال اللّٰہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہٗ۔

کیونکہ ذکر بالجہر سے روکنا قرآن پاک کی نصوص کی مخالفت ہے اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

"اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام سے روکے"۔

فتاویٰ بزازیہ فتاویٰ خیریہ اور طحطاوی شرح مراقی الفلاح میں ہے۔

ان الذکر بالجھر ولو فی المسجد لا یمنع احترازاً عن الدخول تحت قولہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیہ اسمہٗ۔

(فتاویٰ خیریہ 181/2 بزازیہ علی ہامش عالمگیری 378/6 طحاوی شرح مراقی الفلاح صفحہ 174)

"مسجد میں ذکر بالجہر سے منع نہیں کرنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کی وعید (اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کے گھروں میں اللہ کے نام سے روکے) کے تحت داخل نہ ہو جائے"۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ ایک فقیہ عالم بادشاہ روم کی طرف سے امیر حج مقرر ہوئے اور مدینہ منورہ میں شیخ ابراہیم کردی سے ملاقات ہوئی اس عالم نے کہا میں نے اس سفر میں ایک عظیم بدعت لوگوں سے دور کردی۔ انہوں نے فرمایا: کونسی

بدعت۔ کہا: ذکر بالجہر جس کو میں نے شہر بیت المقدس سے موقوف کر دیا۔ آپ نے یہ آیتِ کریمہ تلاوت کی۔ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام سے روکے۔ شاہ عبدالعزیز لکھتے ہیں: لٰہذا ذکر بالجہر سے انکار جہالت ہے"۔ (فتاویٰ عزیزی صفحہ 170)

ذکر بالجہر کے فوائد:

1- ذکر بالجہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا: "ارفع من صوتك شيأً"۔
2- ذکر بالجہر صحابہ کرام کا معمول ہے۔
3- ذکر بالجہر کرنیوالوں کو فرشتے تلاش کرتے ہیں۔
4- ذکر بالجہر کرنیوالوں کی مغفرت کی اللہ تعالیٰ نے بشارت دی۔
5- ذکر بالجہر کرنیوالوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بدکاروں کو بخش دیتا ہے۔
6- ذکر بالجہر کو لے جانے پر فرشتے مامور ہیں۔
7- ذکر بالجہر سے اللہ تعالیٰ فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔
8- ذکر بالجہر کی برکتیں ان تمام جگہوں پر پہنچ جاتی ہیں جہاں تک ذکر کرنیوالے کی آواز جاتی ہے۔
9- ذکر بالجہر کا نفع متعدی ہے کیونکہ سننے والوں کو بھی ثواب ملتا ہے۔
10- ذکر بالجہر سے عام لوگوں کو ذکر کی تعلیم ہوتی ہے۔
11- ذکر نہ کرنیوالوں کو ذکر کا شوق اور اس کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔
12- ذکر بالجہر سے ذاکر اونگھ اور نیند اور سستی سے بیدار ہوتا ہے۔
13- بدعتی کو بھگانے کیلئے ذکر بالجہر کا وظیفہ بڑا مجرب ہے۔
14- ذکر بالجہر سے غلط وسواس اور کیفیات نفسانیہ دفع ہو جاتی ہیں۔
15- ذکر بالجہر ذکر خفی پہ ستر درجہ فضیلت رکھتا ہے۔ (ذکر بالجہر)

بولی الا اللہ دی بول:

بولی الا اللہ دی بول بولی الا اللہ دی بول
اوس ویلے توں کی کریں گا جدوں کجھ نہ ہویا کول
بولی الا اللہ دی بول
دنیا جان مسافر خانہ جھوٹے جگ دا جھوٹا باناں
اوڑک پنچھی نے اُڈ جانا پنجرہ خالی رہ جائے گا
مورخ اکھیاں تو کھول
بولی الا اللہ دی بول
جھوٹا جگ جھوٹے دھندے جھوٹی دولت جھوٹے بندے
گورکھ دھندے گندے بندے تکڑی ہتھ گھت عملاں والی
نیکی دا دھن تول
بولی الا اللہ دی بول
عمر دی بازی بیتی جاوے گذریا ویلا ہتھ نہ آوے
غافل بندیا فانی جگ وِچ نیکی دی راہ ٹول
بولی الا اللہ دی بول
نہ جگ تیرا نہ جگ میرا چار دہاڑے رہن بسیرا
نیکی والے سُچے موتی نہ خاک دے وچ رول
بولی الا اللہ دی بول
سارے دُکھڑے مُک جاون گے غم جندڑی دے ٹُٹ جاون گے
گل وچ پا کے پیار دی مالا جا دیس ماہی دے کول
بولی الا اللہ دی بول
کالی کملی والا ماہی سب نبیاں توں اعلیٰ ماہی

اُس ماہی دے در تے چل کے دل دے دُکھڑے پھول
بولی الا اللہ دی بول
لا الہ دی بین وجا کے الا اللہ دی الفی پا کے
رسولاں والی جوت جگا کے گیت سُنا انمول
بولی الا اللہ دی بول
جس دن وقت آجائے گا پنجرہ خالی رہ جائے گا
ناداں بندیا مورخ بندیا جاگ تے اکھیاں کھول
بولی الا اللہ دی بول
ویکھے نہ رب ظاہر صورت او تاں ویکھے دل دی نیت
حشر دہاڑے کھل جانا ایں ہر بندے دا پول
بولی الا اللہ دی بول

کلمہ طیبہ کے فضائل:

عن ابی سعیدن الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال موسٰی علیہ السلام یا رب علمنی شیئا اذکرک بہ فقال یا موسٰی قل لا الہ الا اللہ فقال یا رب کل عبادک یقول ھذا انما ارید شیئاً تخصنی بہ قال یا موسٰی لو ان السمٰوات السبع وعامر ھن غیری والارضین السبع وضعن فی کفۃ ولا الہ الا اللہ فی کفۃ لمالت بھن لا الہ الا اللہ۔ (مشکوۃ صفحہ 201)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: اے اللہ! مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتا جس کے ساتھ میں تجھے یاد کیا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ (علیہ السلام) **لا الہ الا اللہ** پڑھا کر۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: یا اللہ! یہ تو ساری دنیا ہی پڑھتی ہے میرا مطلب تو یہ تھا کہ کوئی خصوصی وظیفہ مجھے بتایا

جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! (یہ چند الفاظ اتنی فضیلت والے ہیں کہ) اگر ساتوں آسمان اور جو کچھ ان میں مخلوق بستی ہے اور ساتوں زمینیں اور جتنی مخلوق ان میں رہتی ہے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیے جائیں اور لا الٰہ الا اللہ کے الفاظ دوسرے پلڑے میں رکھ دیے جائیں تو لا الٰہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا"۔

اس کلمے دے راز نیارے نیں — اس ڈبدے بیڑے تارے نیں
سانوں دسیا نبی پیارے نیں — پڑھو لا الٰہ الا اللہ

ایہہ کلمہ عرشوں آیا اے — جبریل امین لیایا اے
نبی پاک نے خود فرمایا اے — کہو لا الٰہ الا اللہ

(قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا: بخاری شریف)

✿ الایمان بضع وسبعون شعبة فافضلها قول لا الٰہ الا اللّٰہ۔

(متفق علیہ۔ مشکوٰۃ صفحہ 12)

"(حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:) ایمان کے ستر سے زیادہ شعبے (درجے) ہیں اور سب سے افضل واعلیٰ درجہ لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے"۔

✿ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سمعت رب العالمین یقول لا الٰہ الا اللّٰہ حصنی امن من عذابی لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللّٰہ۔ (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ صفحہ 12)

میں نے اللہ رب العالمین جل شانہٗ سے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لا الٰہ الا اللّٰہ میرا مضبوط قلعہ ہے جو کوئی (لا الٰہ الا اللّٰہ پڑھ کر) میرے قلعے میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے امن پا گیا۔ اپنے مردوں کو (بوقتِ وفات مجازاً، بعد الوفات حقیقتاً) لا الٰہ الا اللّٰہ کی تلقین کیا کرو۔

یہ کلمہ نبی سے ملاتا ہے — وحدت کا جام پلاتا ہے
تو کیوں پڑھنے سے شرماتا ہے — حق لا الٰہ الا اللہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: من کان اخر کلامه لا اله الا الله دخل الجنة۔ (ابوداؤد۔ مشکوٰۃ صفحہ 140)۔

جس کا آخری کلام لا اله الا الله ہوا وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ ایک روایت میں ہے: من قال لا اله الا الله فدخل الجنة۔ (اوکما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: نبی اکرم علیہ السلام نے فرمایا: ما من عبد قال لا اله الا الله ثم مات على ذلك الا دخل الجنة۔ جو شخص لا اله الا الله پڑھ لے گا وہ (بالآخر) جنت میں داخل ہو جائے گا۔ قلت وان زنى وان سرق۔ میں نے عرض کیا: حضور! اگرچہ بدکاری اور چوری کرتا پھرے۔ قال وان زنى وان سرق۔ ہاں اگرچہ بدکاری اور چوری کرتا رہے۔ حضرت ابوذر کہتے ہیں: میں نے تین بار یہی سوال دہرایا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تینوں بار یہی جواب ارشاد فرمایا اور تیسری بار فرمایا: وان زنى وان سرق على رغم ابى ذر۔ اگرچہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو۔ (يستعمل مجازا بمعنى كره اوذل) وكان ابو ذر اذ احدث بهذا قال وان رغم انف ابى ذر۔ حضرت ابوذر جب بھی یہ حدیث بیان فرماتے یہ لفظ ضرور کہتے اگرچہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو جائے۔ (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ کتاب الایمان فصل اول صفحہ 14)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: مفاتيح الجنة شهادة ان لا اله الا الله۔ جنت کی چابیاں لا اله الا الله کی گواہی دینا ہے۔

(رواہ احمد۔ مشکوٰۃ صفحہ 15)

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

ہمارے بعض بے عمل اور عبادت چور مسلمان اس طرح کی احادیث پڑھ کر یا سن کر کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اتنا مہربان ہے تو کیا ضرورت ہے نماز روزے کی، یہ مولوی تو لوگوں کو خواہ مخواہ ڈراتے ہی رہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان عقل کے اندھوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ کے مہربان ہونے کا کیا یہ مطلب ہے کہ ہم اس کے نافرمان ہو جائیں؟ جب وہ اتنا مہربان ہے تو ہمیں بھی کچھ نہ کچھ حیا کرنی چاہیے اور اس کے کرم سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا

چاہیے جو اتنا مہربان ہو وفا کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس کی بارگاہ میں ہمیشہ ہمارا سر جھکا رہے۔ اگر صرف اتنا ہی کافی ہوتا کہ زندگی میں ایک بار لا اللہ الا اللہ پڑھ لیا جائے تو قرآن نازل کرنے کی اور دیگر احکامات کی کیا ضرورت تھی۔

زباں سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

جیسے بسم اللہ یا الحمد للہ پڑھنے کو کہا جائے تو پوری بسم اللہ شریف اور پوری سورۃ فاتحہ پڑھنا مراد ہوتا ہے اسی طرح لا اللہ الا اللہ کہنے سے پورا کلمہ اور کلمے کے تمام تقاضے پورے کرنا مراد ہے۔

چابی کے دندانے:

چنانچہ اس ذہن کے ایک شخص نے حضرت وہب بن منبہ سے کہا: الیس لا الہ الا اللہ مفتاح الجنة۔ کیا لا الہ الا اللہ جنت کے دروازے کی چابی نہیں ہے؟ قال بلی ولکن لیس مفتاح الا و له اسنان۔ فرمایا: ہاں! مگر کیا کوئی ایسی چابی ہوتی ہے جس کے دندانے نہ ہوں۔ فان جئت بمفتاح له اسنان فتح لك و الا لم تفتح لك۔ اگر دندانوں والی چابی لائے گا تو تیرے لیے دروازہ کھل جائے گا ورنہ نہیں۔

(رواہ البخاری فی ترجمۃ الباب 165/1، مشکوۃ باب اول فصل سوم)

گویا نماز روزہ بڑے دندانے ہیں اور باقی نیکیاں چھوٹے دندانے ہیں اور چابی کیلئے چھوٹا دندانہ بھی ضروری ہے اور بڑا بھی۔ جب تم اپنی چھوٹی سی دوکان کو اتنا بڑا بلکہ کئی تالے لگاتے ہو تو اللہ کی جنت جس کی گھاس کا ایک تنکا ساری دنیا سے زیادہ قیمتی ہے اس کو کتنا بڑا تالا ہوگا۔ اس لیے مغرور نہ ہو جائے اور عمل کر کے لا اللہ الا اللہ کی چابی پہ دندانے بنا لے۔

عاقبت کو بھول بیٹھا فکر دنیا کے عوض
موت کا حملہ اچانک بے خبر کیسا لگا

یوں تو تو دنیا میں کرتا ہی رہا لمبے سفر
گھر سے چل کر گور تک چھوٹا سفر کیسا لگا

ہنستے ہنستے تو نے دنیا میں گزاری زندگی
اب نیا زیرِ زمین یہ تنگ گھر کیسا لگا
طاقت و دولت کے بل بوتے پہ تو مغرور تھا
چھن گیا تجھ سے یہ تیرا مال و زر کیسا لگا
دیکھتا تھا تو جھروکوں سے مناظر دل نشیں
قبر کا تاریک گھر بے بام و در کیسا لگا
آگے پیچھے گھوما کرتے تھے تیرے حلقہ بگوش
آخرت کا یہ سفر بے ہمسفر کیسا لگا
دفن کر کے قبر میں سب بے تعلق چل دیئے
جس سے تو مانوس تھا اب وہ بشر کیسا لگا
تو ہنسا کرتا تھا اوروں کو پریشاں دیکھ کر
چل دیا اپنوں کو روتا چھوڑ کر کیسا لگا
اب نہ وہ تکیہ ملائم اور نہ بستر مخملی
جسم پر دو گز کفن مٹی پہ سر کیسا لگا

ہاں یہ بات ہے کہ عبادات کلمہ کی محتاج ہیں کہ کلمہ ہوگا تو عبادات مقبول ورنہ مردود۔
ذرا کلمہ کی شان تو دیکھو کہ چودہ سو سال کے بعد پاکستان کا وجود بھی اگر معرضِ وجود میں آتا ہے تو اس کلمہ والے نعرے کی برکت سے

پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ

اگر نعرہ یہ نہ ہوتا تو ہزار تحریکیں اور ہزار قائداعظم بھی پاکستان نہ بنا سکتے۔ پاکستان بنا بھی کلمہ کی برکت سے ہے اور بچا بھی کلمہ کی برکت سے ہوا ہے، قوم مسلم کو اسی کلمہ پر اکٹھا کیا جا سکتا ہے اور اسی کلمہ کے زور سے پوری دنیا پہ اسلام کا جھنڈا لہرایا جا سکتا ہے۔

امریکی سائنسدان کا اعتراف حقیقت:

14 اگست 1986ء بروز پیر روزنامہ جنگ لاہور میں ایک خبر چھپی کہ واشنگٹن سے آمدہ

اطلاع کے مطابق ایک امریکی سائنسدان نے تحقیق کے ذریعے بتایا ہے کہ مراقبے میں یکسوئی کے ساتھ کلمہ طیبہ کا ورد کرنے سے پٹھوں کا کھچاؤ اور ہائی بلڈ پریشر میں کمی واقع ہوتی ہے، سانس اور دل کی دھڑکن مناسب مقدار پہ آجاتی ہے، شوگر اور دمے کے مریضوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور جسم کا مدافعتی نظام طاقتور ہوتا ہے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ مالدار اور فاسق وفاجر لوگ جو ذکر واذکار کے قریب نہیں آتے وہ زیادہ تر ان بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں بہ نسبت ان کے جو ذکر واذکار میں مشغول رہتے ہیں۔ اور یہ فوائد تو ایک انگریز کی نظر میں ہیں آؤ ذرا اس ذاکر سے بھی کلمہ کے فضائل وفوائد پوچھیں جو ساری عمر ہو ہو کرتے رہے اور آج دنیا انہیں سلطان باہو کے نام سے جانتی ہے۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

کلمے لکھ کروڑاں تارے، ولی کیتے سے راہیں ہُو
کلمے نال بُجھائے دوزخ جتھ اگ بلے از گاہیں ہُو
کلمے نال بہشتیں جانا جتھ نعمت سنجھ صباحیں ہُو
کلمے جیہی نہ نعمت کوئی اندر دوئیں سرائیں ہُو

کلمے نال مَیں نھاتی دھوتی، کلمے نال ویاہی ہُو
کلمہ میرا پڑھے جنازہ، کلمے گور سُہائی ہُو
کلمے نال بہشتیں جانا، کلمہ کرے صفائی ہُو
مُڑن مُحال تنہاں نُوں جتھاں صاحب آپ بلائی ہُو

کلمہ طیبہ کی ترتیب:

کلمہ طیبہ کی دو ترتیبیں ہیں ایک عروجی ہے یعنی اوپر سے نیچے اس میں خدا کا نام پہلے اور محبوب خدا کا بعد میں اور دوسری ترتیب نزولی ہے یعنی نیچے سے اوپر کو لکھو تو حضور کا نام پہلے اور خدا کا بعد میں۔ ہم چونکہ نیچے ہیں اس لیے ہمیں اوپر جانے کیلئے کسی سیڑھی کے وسیلے کی ضرورت ہے اور خدا تک پہنچنے کیلئے مصطفیٰ کے وسیلے کی ضرورت ہے۔

چھت پہ چڑھ سکتا نہیں کوئی بھی زینہ چھوڑ کر
رب کو پا سکتا نہیں کوئی مدینہ چھوڑ کر

کلمہ شریف کے بارے میں ایک ایمان افروز روایت:

امام ابنِ حجر مکی صواعق محرقہ میں نقل فرماتے ہیں:

جب امام علی رضا رضی اللہ عنہ نیشاپور میں تشریف لائے، چہرہ مبارک کے سامنے ایک پردہ تھا، حافظانِ حدیث امام ابوذر اعہ رازی و امام محمد بن اسلم طوسی اور ان کے ساتھ بیشمار طالبانِ علم حدیث حاضرِ خدمت انور ہوئے اور گڑگڑا کر عرض کیا کہ اپنا جمالِ مُبارک ہمیں دکھایئے اور اپنے آبائے کرام سے ایک حدیث ہمارے سامنے روایت فرمایئے۔ امام نے سواری روکی اور غلاموں کو حکم فرمایا کہ پردہ ہٹالیں خلق کی آنکھیں جمال مبارک کے دیدار سے ٹھنڈی ہوئیں۔ دو گیسو شانہ مبارک پر لٹک رہے تھے۔ پردہ ہٹتے ہی خلق کی یہ حالت ہوئی کہ کوئی چلاتا ہے، کوئی روتا ہے، کوئی خاک پر لوٹتا ہے، کوئی سواری مقدس کا سُم چومتا ہے۔ اتنے میں علماء نے آواز دی: خاموش۔ سب لوگ خاموش ہو رہے۔ دونوں امام مذکورین نے حضور علیہ السلام سے کوئی حدیث روایت کرنے کو عرض کیا، تو امام نے فرمایا:

حدثنی ابو موسیٰ الکاظم عن ابیہ جعفر الصادق عن ابیہ محمدٍ الباقر عن ابیہ زین العابدین عن ابیہ الحسین عن ابیہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم قال حدثنی حبیبی وقرۃ عینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال حدثنی جبریل قال سمعت رب العزۃ یقول لا الٰہ الا اللہ حصنی فمن قال دخل حصنی امن من عذابی۔

"یعنی امام علی رضا امام موسیٰ کاظم وہ امام جعفر صادق وہ امام محمد باقر وہ امام زین العابدین وہ امام حسین وہ علی مُرتضیٰ رضی اللہ عنہم سے روایت فرماتے ہیں کہ میرے پیارے میری آنکھوں کی ٹھنڈک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے حدیث بیان فرمائی کہ ان سے جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ میں نے اللہ عزوجل کو فرماتے سُنا کہ لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے تو جس نے اسے کہا وہ میرے قلعہ میں

داخل ہوا، میرے عذاب سے امان میں رہا"۔

یہ حدیث روایت فرما کر حضور رواں ہوئے اور پردہ چھوڑ دیا گیا دواتوں والے جو ارشاد مبارک لکھ رہے تھے شمار کیے گئے تو بیس ہزار سے زائد تھے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

لو قرات ھذا الاسناد علی مجنون لبرئی من جننه۔

"یہ مبارک سند اگر مجنون و دیوانے پر پڑھی جائے تو اسے ضرور جنون سے شفا ملے گی"۔

(الصواعق المحرقہ فصل ثالث صفحہ 205، فتاویٰ رضویہ 2/134-133 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)

✿ حضرت معاذ بن انس الجھنی حضور علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ:

ان رجلا سأله ای المجاھدین اعظم اجرا یا رسول اللّٰہ؟ قال اکثرھم للّٰہ تعالیٰ ذکرا قال ای الصائمین اکثر اجرا؟ قال اکثرھم للّٰہ عزوجل ذکرا۔ ثم ذکر الصلٰوۃ والزکٰوۃ والحج والصدقه کل ذٰلك یقول رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اکثرھم للّٰہ ذکرا۔ (مسند احمد)

"ایک بندے نے سوال کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجاہدین میں سب سے زیادہ اجر کس کو ملے گا؟ فرمایا: جو ان میں سے اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ ذکر کرنیوالا ہوگا۔ عرض کیا: روزہ داروں میں سے سب سے زیادہ اجر کون پائے گا؟ فرمایا: جو روزہ داروں میں سے سب سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنیوالا ہوگا۔ اسی طرح سائل نے نماز، زکوٰۃ، حج اور صدقہ کے بارے میں بھی سوال کیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سوال کا یہی جواب دیتے رہے کہ جو سب سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنیوالا ہوگا"۔

✿ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت نقل کی کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

ذاکر اللّٰہ فی الغافلین کالمقاتل خلف الفارّین وذاکر اللّٰہ فی الغافلین کغصن شجر اخضر فی شجر یابس وذاکر اللّٰہ فی الغافلین مثل مصباح فی بیت مظلم وذاکر اللّٰہ فی الغافلین یریه اللّٰہ

مقعدہ من الجنۃ وھو حیّ۔ (ضیاء القرآن بحوالہ مظہری 35/4 رواہ رزین)

''غافل لوگوں میں ذکر کرنیوالا ایسے ہے جیسے میدانِ جنگ سے بھاگنے والوں میں جہاد کرنیوالا، جس طرح خشک درخت پہ سرسبز وشاداب شاخ، جس طرح اندھیرے گھر میں چمکتا ہوا چراغ، اور اللہ تعالیٰ اس ذاکر کو مرنے سے پہلے اس کا جنت میں ٹھکانہ دکھادے گا''۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الا اخبرکم بخیر اعمالکم وارفعھا درجاتکم وازکاھا عند ملیککم و خیرلکم من اعطاء الذھب والفضۃ وخیرلکم من ان تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقھم ویضربوا اعناقکم قالوا بلی قال ذکر اللّٰہ تعالیٰ۔ (مؤطا امام مالک مترجم صفحہ 198)

''کیا میں تمہیں خبر دوں تمہارے اعمال میں سے بہترین اعمال کی، تمہارے بلند ترین درجات کی، اللہ کے ہاں تمہارے پاکیزہ تر عمل کی، سونے چاندی کو خیرات کرنے سے زیادہ بہتر کام کی، تمہارا دشمن سے لڑنا، اس کو ماردینا یا خود شہید ہوجانا سے بھی زیادہ بہتر کام کی؟ لوگوں نے عرض کیا: ضرور ارشاد فرمایئے۔ آپ نے فرمایا: یہ ساری خوبیاں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں موجود ہیں''۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ما عمل ابن ادم من عمل انجی من عذاب اللّٰہ، من ذکر اللّٰہ۔ (ایضاً)

''کوئی شخص بھی ذکر اللہ سے بڑھ کر اللہ کے عذاب سے، زیادہ سے زیادہ نجات دینے والا عمل نہیں کرتا۔ یعنی سب سے بڑھ کر اللہ کے عذاب سے بچانے والا عمل ذکرِ الٰہی ہے''۔

اس لیے اولیاء کرام ساری زندگی لوگوں کو اللہ اللہ کی تعلیم دیتے رہے اور ان کے دلوں کی دنیا آباد کرتے رہے، کفر نکالتے رہے، ایمان بھرتے رہے۔

؎ ویکھو کیڈا کرم کما چھڈیا   بے رنگیاں نوں رنگ چڑھا چھڈیا

ساڈا اِکو اجمیر دا پیر ویکھو نوے لکھ نوں کلمہ پڑھا چھڈیا
لجپال جهدا رکھوالا اے اونہوں کون مٹاون والا اے
میری اس سوہنے نال لگ گئی اے جہڑا توڑ نبھاون والا اے

تصویر کا دوسرا رخ (ایک جائزہ):

نکات توحید میں پہلے نکتے کے اندر اشارہ کیا گیا تھا کہ اللہ نے کائنات کی آبادی کیلئے کس قدر اہتمام فرمایا اور اس نکتے کا دوسرا رخ یہ ہے کہ اس بات کا جائزہ بھی لینا ضروری ہے کہ انسان نے اللہ کی مخلوق کی بربادی کیلئے کیسے کیسے انتظام کیے۔ بالخصوص وہ لوگ جن کو بزعم خویش ہم نے اس دور کے اندر اپنا پیشوا سمجھ رکھا ہے یعنی مغربی دنیا۔

1939ء تا 1944 تک لڑی جانے والی جنگ عظیم میں ہونیوالے نقصانات کا اندازہ ایک جرمن ڈاکٹر (جو نقصان کا اندازہ لگانے والی کمیٹی کا سربراہ تھا) نے رپورٹ لکھی "صرف مقتولین اور بیکار مجروحین (بدتر از مقتولین) کی تعداد چھ کروڑ تھی (جبکہ اس وقت دنیا کی کل آبادی دو سو پچاس کروڑ یعنی اڑھائی ارب تھی) اڑھائی کروڑ انسانوں کو جلاوطن ہونا پڑا، پندرہ کروڑ مکان جل کر راکھ ہو گئے اور مالی نقصان اتنا ہوا کہ اگر کل اولاد آدم کے ہر فرد بالغ و نابالغ کو اڑھائی سو روپے (44ء میں) وظیفہ دیا جاتا تو سو سال تک ان کا گذران ہو جاتا۔

کیا یہ ہمارے خیر خواہ ہو سکتے ہیں۔ ایٹم بم ہو یا میزائیل یہ خطرناک ہتھیار جانوروں کو مارنے کیلئے نہیں بلکہ جانوروں کے تحفظ کیلئے تو باقاعدہ محکمے بنے ہوئے ہیں کہ ان کا شکار بھی منع ہے یہ ساری کوششیں انسانیت کی تباہی کیلئے ہیں۔

پھر خود انہوں نے ہی لکھا کہ امریکہ و روس کی متوقع جنگ پہ (آج سے پچیس سال پہلے تک) جو خرچ ہو چکا وہ ایک پدم چونسٹھ کھرب ہے (اور یہ پچیس سال بھی ملا کر اندازہ خود کرلو) اور ایسے ایسے بم تیار ہو چکے ہیں کہ اگر ایک بم پھینک دیا جائے تو کرۂ ارض کی مخلوق خاک کا ڈھیر ہو جائے۔

امریکہ میں سائنسدانوں کی عالمی کانفرنس میں ایک سائنسدان نے ایک ایسا بم پیش کیا کہ جس کا وزن تو صرف اڑھائی تولہ (آٹھ اونس) تھا لیکن اس کا نقصان وہ ہے جو اوپر

مذکور ہوا، جس کو اس نے دلائل سے ثابت کیا اور منوایا اور یہ خبر اخبارات میں چھپی تو پورے یورپ کی عوام سڑکوں پہ نکل آئی، انہوں نے سائنس کی کتابوں کو جلا کر احتجاج کیا، طلباء احتجاج کرتے ہوئے کالجوں سے جنگلوں کی طرف بھاگ پڑے۔

ایک ماہر سائنس دان کی رائے کے مطابق اب اگر روس اور امریکہ کی جنگ ہوئی تو مذکورہ جنگ عظیم میں پانچ سال کے اندر جتنا نقصان ہوا اب صرف ایک گھنٹے میں اس سے کہیں زیادہ نقصان ہوگا۔ کیا یہ انسانیت کے سچے خیر خواہ ہو سکتے ہیں کہ جن کی اپنی (اقوامِ متحدہ کی) رپورٹ کے مطابق پوری دنیا کی نصف آبادی علاج معالجہ اور بنیادی سہولتوں سے محروم ہے اور یہ دنیا کو تباہ کرنے کیلئے صرف اسلحہ پہ اس قدر رقم خرچ کر رہے ہیں۔

(مولوی شمس الحق افغانی سابق وزیر بلوچستان کی ایک تقریر سے اقتباس)

خدائی شان کے رنگ اور جلوے:

20 مارچ 1980ء کے نوائے وقت میں یہ خبر شائع ہوئی کہ فلبرٹ بئر امریکی قاتل کو سات مرتبہ کمرے میں بند کر کے گیس کے ذریعے مارنے کی کوشش کی گئی مگر وہ ہر بار سانس بند کر کے زندہ بچ نکلتا آخر کار مجبور ہو کر اس کو معاف کر دیا گیا اور رہائی کے چھ ماہ بعد سزا سنانے والے گورنر نے اس کو اپنی بیٹی کا رشتہ دے دیا۔ اس کے بعد اس نے سینٹ کا الیکشن لڑا جس میں وہ جیت گیا اور ٹھیک دس سال بعد امریکہ کا صدر بن گیا۔ (وتعز من تشآء)

3 مئی 1985ء کے جنگ میگزین میں ایک شخص کے بارے میں لکھا ہوا تھا کہ وہ دو مرتبہ بغداد کا حکمران بنا آخر اس کے بھتیجے نے اس پر فتح پائی اور اس کو جیل بھیج دیا چند سالوں بعد رہا ہوا تو بغداد کی گلیوں میں بھیک مانگ رہا تھا۔ (وتذل من تشاء)

ایک مرتبہ لوگوں نے محمود غزنوی کے محبوب غلام کو دیکھا کہ ہاتھی پر سوار ہے گلے میں پھولوں کے ہار اور بڑی شان و شوکت سے بہت بڑے جلوس میں آرہا ہے چند ہی دنوں بعد وہی ایاز ہے گلے میں جوتوں کے ہار تھے اور لوگ تالیاں بجا رہے تھے کسی نے یہ دونوں مناظر دیکھ کر پوچھا وہ کیا تھا اور یہ کیا ہے! فرمایا ہونا کیا ہے وہ وتعز من تشاء کا اظہار تھا اور یہ وتذل من تشاء کا جلوہ ہے۔ اس دن کوئی اچھی بات منہ سے نکل گئی تھی آج کوئی غلطی

ہوگئی ہے۔ (تفسیر نعیمی پارہ نمبر ۲ صفحہ ۵۷)

حق علی اللّٰہ تعالٰی لایرتفع شیء من الدنیا الا وضعہ۔ اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ جو اپنے آپ کو اونچا جانے اس کو نیچا کر کے چھوڑے۔ اور **من تواضع للّٰہ فقد رفعہ اللّٰہ۔** جو اپنے آپ کو نیچا سمجھے گا اللہ اس کو اونچا کر کے چھوڑے گا۔

✪ تفاسیر میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے عرض کیا یا اللہ بڑی عجیب بات ہے کہ تیری شان ہے۔ **لا تاخذہ سنۃ ولا نوم۔** نہ تو سوتا ہے نہ تجھے اونگھ آتی ہے۔ میں اس کا نظارہ کرنا چاہتا ہوں اور علم الیقین سے عین الیقین اور پھر حق الیقین چاہتا ہوں۔ فرمایا: دو شیشیاں ہاتھوں میں پکڑ لو۔ آپ نے پکڑ لیں، اونگھ آئی تو دونوں گر کر ٹوٹ گئیں۔ فرمایا: تجھے اونگھ آئی تو تو دو شیشیاں نہ سنبھال سکا میں سو جاؤں تو اتنی بڑی کائنات کون سنبھالے۔ کائنات کا نظام جو چل رہا ہے یہ بذات خود خدا کے ہونے کی خاموش مگر واضح دلیل ہے۔ (تفسیرِ نعیمی)

آخری بات:

روس نے کہا: ہم نے سیارہ چھوڑا ہے جس نے ہمیں فضاؤں سے بھی آگے جا کر بتایا کہ خدا نہیں ہے۔ یہی حال امریکہ کا ہے۔ ہم نے کہا: ہمارا نبی خود دیکھ کر آیا ہے کہ خدا ہے اور ایسا کہ رایت ربی فی احسن صورۃ۔ دنیا کے کئی ممالک ہم نے نہیں دیکھے۔ مگر مانتے ہیں کہ جغرافیہ بتاتا ہے وہ ہیں تو پھر تو جغرافیہ کے بتانے پہ سب کچھ مان رہا ہے اور ہم قرآن وصاحب قرآن کے بتانے پہ خدا کو مان رہے ہیں۔ اپنے آپ کو بحرِ توحید میں فنا کر لو اگر بقا چاہتے ہو، جب تک انسان پانی میں زندہ رہے ڈوبتا اور غوطے کھاتا رہتا ہے اور جب پانی میں فنا ہو جائے تو پانی اس کو ڈبوتا نہیں ترا دیتا ہے بحرِ توحید میں غرق ہونے والا ہمیشہ کیلئے تر جاتا ہے۔

جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

(صاحبزادہ فیض الحسن رحمۃ اللہ علیہ آلومہار شریف)

نبوت ورسالت سے متعلقہ نکات

عظمتِ مصطفیٰ ﷺ (نعت شریف)

کھلی آنکھ جلوہ دکھائے محمد ﷺ
سبھی کام بگڑے بنائے محمد ﷺ

ملا ہے جنہیں سب خدا سے مبارک
میرے واسطے ہے عطائے محمد ﷺ

فلک پر ستاروں کی محفل نہ ہوتی
نہ گر پھیل جاتی ضیائے محمد ﷺ

نبی دیکھتے ہیں خدا کی رضا کو
خدا دیکھتا ہے رضائے محمد ﷺ

بنایا جہاں کو تیرے واسطے ہے
بقائے جہاں ہے برائے محمد ﷺ

ترے نور سے ہیں بنے دو جہاں بھی
دکھاتی ہے جلوے ضیائے محمد ﷺ

حضور آپ کی دسترس میں ہے سب کچھ
ہیں افلاک سب زیر پائے محمد ﷺ

صدا گونجتی ہے محمد محمد
ابد سے ازل تک ثنائے محمد ﷺ

گنہگار ہوں میں، خطا کار ہوں میں
کرم کی نظر ہو، بچائے محمد ﷺ

دیارِ محمد ﷺ پہ سر کو جھکا دو
کہ ہے عجزؔ لازم پنائے محمد ﷺ

(محمد فیصل عجزؔ قادری)

ضرورتِ نبوّت:

جن ارکان وعبادات پہ دین وایمان کی بنیاد ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کی بھی تفصیل بیان نہیں فرمائی کہ قرآن میں باقاعدہ کتاب الصلوٰۃ یا کتاب الحج، کتاب الصیام اور کتاب الزکوٰۃ ہوتا جس کے تحت ان عبادات کی تمام تفصیلات بیان کردی جاتیں۔ آپ دیکھئے کہ اٹھانوے مرتبہ نماز کا ذکر فرمایا متعدد مرتبہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا تذکرہ کیا لیکن ایسا

نہیں کیا کہ ان تمام آیات کی جگہ با قاعدہ ترتیب وار ان کی جزئیات وتفصیلات کو بیان کردیا جاتا بلکہ ہر جگہ نماز کا قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا بیان ہوا نہ یہ بتایا کہ رکوع سجدہ کرنے کا طریقہ کیا ہے کس جگہ کیا پڑھنا ہے قعدہ کیسے کرنا ہے پہلے قعدہ میں کیا پڑھنا ہے اور دوسرے میں کیا؟ زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے، کب اور کس پر فرض ہوتی ہے، کتنی ادا کرنی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح حج کو دیکھ لیں کہ حج کے بارے میں فرمایا: اشھر معلومات (جو کہ جمع قلت ہے) جو کم از کم تین ماہ بنتے ہیں حالانکہ حج تو ایک دن میں ہو جاتا ہے، نہ اس سے آگے ہو سکتا ہے نہ پیچھے اور پھر خود لفظ حج کا معنی ارادہ کرنا ہے اور حج بیت اللہ کا معنی ہوا اللہ کے خاص گھر کا ارادہ کرنا ہر گھر خواہ کسی کا بھی ہو معرفہ ہونے کی وجہ سے خاص ہی ہے اور اللہ ہی کا ہے، تو اس سے کس طرح معلوم ہوگا کہ جو حج ہر سال کیا جاتا ہے وہی اس سے مراد ہے اگر با قاعدہ باب باندھ کر ضروری مسائل کو بیان کر دیا جاتا تو تب بھی کوئی بات تھی۔

یہی حال کلمہ شریف کا ہے کہ لا الہ الا اللہ ایک جگہ پہ ہے اور محمد رسول اللہ دوسری جگہ پہ، ماننے والے حیران ہیں نہ ماننے والے سوال کناں ہیں، کہ عبادات بھی اتنی ضروری اور قرآن جس کا لا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین کا دعویٰ ہے۔ تو قرآن ہی نے جواب دیا اس الجھن کا حل چاہتے ہو فاتبعونی۔

ان کا دامن تھام لو جن کا محمد نام ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ انداز اپنا کر ساری کائنات کو اپنے نبی کے دم قدم کا محتاج بنادیا کہ اگر ساری تفصیل میں ہی بیان کر دوں تو تم کہو گے ہمیں نبوت کی کیا ضرورت ہے میں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تاکہ تم تڑپو اور تمہاری پیاس میرے محبوب کے قدموں میں آکر بجھے

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجب رسول اللہ کی

(استاد محترم حضرت مفتی عبدالقیوم خان نے جامع مسجد منہاج القرآن میں 92-5-7 کو دن کے گیارہ بجے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے یہ نکتہ بیان فرمایا۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء الی یوم الجزاء)

؎ فیض ہے سارا یہ احمد پاک کا ورنہ ہم کیا سمجھتے خدا کون ہے

ایک انگریز کا بیان کیا ہوا نکتہ:

ایک انگریز مفکر کا ٹائمز ویکلی میں مضمون چھپا جس میں اس نے لکھا کہ دنیا کو اس وقت دو بڑے مسائل کا سامنا ہے جن پر وہ قابو نہیں پا رہی حالانکہ وسائل کی بھی کوئی کمی نہیں۔

1- انسان کا معیارِ زندگی کیسے بلند ہو؟

2- تعصبات سے چھٹکارا کیسے حاصل ہو؟

تاریخ عالم میں میرے سامنے ہاتھ کی لکیروں کی طرح ایک ہی ہستی ہے جس کے دیے ہوئے نظام میں ان مسائل کا بالخصوص اور دیگر تمام مسائل کا حل موجود ہے، اس کا نام لینے سے اگرچہ خود مجھے بھی تعصب روک رہا ہے لیکن آج مین تعصب کی عینک اتار کر تمہیں بتا ہی دوں کہ وہ ہستی محمد رسول اللہ کی ہستی ہے۔ جس نے پہلے مسئلہ کا حل یہ پیش کیا کہ ایک کوڑھی کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا اور مدینہ کی ایک پاگل عورت کے ساتھ مدینہ کی گلیوں میں سارا دن گھوم کر اس کی دلجوئی فرماتے رہے اور مدینہ میں ایک دعوت کا انتظام کر کے ایک اپاہج کو (جو لقمہ نہ اُٹھا سکتا تھا) دیکھا اور خود چل کر اس کے پاس تشریف لے گئے اور لقمے توڑ کر اس کے منہ میں ڈالتے رہے۔

؎ چراغ طور جلاؤ بڑا اندھیرا ہے
نقاب رُخ سے اُٹھاؤ بڑا اندھیرا ہے
میرے نبی کو بلاؤ بڑا اندھیرا ہے
کہ میری قبر میں آؤ بڑا اندھیرا ہے

دوسرے مسئلہ کا حل یہ پیش فرمایا کہ اپنے حقیقی چچا ابولہب کو ٹھکرا دیا اور حبش کے بلال، فارس کے سلمان اور روم کے صہیب کو سینے سے لگا لیا اور ان کو اتنا پیار دیا کہ جب حضرت سلمان سے پوچھا گیا کہ تیرا باپ کون ہے؟ تو انہوں نے تڑپ کر کہا: سلمان بن اسلام۔ وہی اسلام میرا باپ ہے، جس نے مجھے یہ ساری عزتیں عطا فرمائی ہیں۔ اقبال نے کیا خوب کہا:

فارغ از جد و اب و اعمام باش
ہم چو سلماں زادۂ اسلام باش
دل بمحبوب حجازی بستہ ایم
زیں سبب بایکدگر پیوستہ ایم

(مجاہدِ ملت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ نے 1992ء میں ایک سیرت کانفرنس کے موقع پہ بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی ان پر کروڑوں رحمتیں ہوں۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی الکریم الامین علیہ و آلہ و اصحابہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التسلیم)

دلدار بڑے آئے محبوب بڑے دیکھے
جو دیکھے وہی تیرے قدموں میں پڑے دیکھے

✪ ایک انگریز مفکر کہتا ہے اے محمد! میں تجھے اس لیے عظیم نہیں کہتا کہ تو عالم تھا، نبی و رسول تھا بلکہ اس لیے کہ تو نے اپنے بعد ایسے لوگ تیار کیے جنہوں نے تیری جانشینی کا حق ادا کر دیا۔ (کیونکہ قائد وہ نہیں ہوتا جو اپنی موجودگی میں کسی کو اُٹھنے ہی نہ دے بلکہ صحیح قائد وہ ہوتا ہے جو اپنے کارکنوں کو اپنی زندگی میں ہی عظیم اور قابلِ فخر بنا دے۔ سید ریاض حسین شاہ، ناظمِ اعلیٰ جماعت اہلسنّت پاکستان)

عظمتِ نبوت اور خیر خواہیٔ اُمت:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لقد جاء کم رسول من انفسکم...... بالمؤمنین رءوف رحیم۔ (التوبہ)

انفسکم میں دو قرأتیں ہیں، ایک میں "ف" پر پیش اور دوسری میں "ف" پر زبر۔ یعنی اَنْفُسِکُمْ اور اَنْفَسِکُمْ۔ اگر ف پہ پیش پڑھی جائے تو معنی ظاہر ہے اور بفتح الفاء یعنی انفَسِکم کی تقدیر پہ معنی یہ ہوں گے کہ بیشک یہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے نفیس ترین اور بہترین جماعت سے آئے۔ تمام دُنیا میں عرب افضل، عرب میں قریش افضل اور قریش میں بنو ہاشم افضل۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بنو ہاشم میں پیدا ہوئے۔ وہ جس مہینے میں تشریف لائے وہ مہینہ تمام مہینوں سے افضل، جو کتاب لائے وہ تمام کتابوں سے افضل، جو دین

لائے وہ تمام دینوں سے افضل، جس شہر میں آئے وہ تمام شہروں سے افضل، اور جس زمانے میں آئے وہ تمام زمانوں سے افضل، ان کے صحابہ تمام کائنات سے افضل، ان کی اُمت تمام امتوں سے افضل، ان کا قانون قانونِ الٰہی، ان کا کلام کلام الٰہی، ان کا دیکھنا خدا کا دیکھنا، ان کا بولنا خدا کا بولنا، اُن کا ہاتھ خدا کا ہاتھ، ان کا پھینکنا خدا کا پھینکنا، اُن کی بیعت خدا کی بیعت، ان کا گھر خدا کا گھر۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

یہاں لفظ ''رسول'' کی تنوین تعظیم کیلئے ہے یعنی عظمت والا رسول۔ عزیز علیہ ما عنتم تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر گراں گزرتا ہے۔ وہ تمہاری تکلیف نہیں دیکھ سکتے۔ یہ حقیقت ہے کہ تکلیف ہمیں ہوتی ہے اور بے چین حبیب خدا ﷺ ہوتے ہیں۔

حشر کو بھی جو مشکل مقام ہوگا ہمارے حضور علیہ السلام وہاں پر جلوہ افروز ہوں گے۔ ایک صحابی نے عرض کی: یا رسول اللہ فداك امی و ابی۔ (میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں) اگر ہم نے آپ کو حشر میں تلاش کرنا ہو تو کہاں تلاش کریں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''تین مقام ہوں گے جہاں میں مل سکوں گا۔ جہاں میری امت کے اعمال تو لے جا رہے ہوں گے میں پاس کھڑا ہوں گا تا کہ اگر کسی امتی کا عمل کم ہو جائے تو پورا کر دوں''۔

صحابی نے عرض کیا:

''آقا! اگر ہم آپ کو وہاں نہ پائیں تو؟''

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''حوضِ کوثر پر ہوں گا، امت پیاسی ہوگی میں آبِ کوثر کے جام پلاتا ہوں گا''۔

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ٹھنڈا ٹھنڈا میٹھا میٹھا پیتے ہم ہیں پلاتے یہ ہیں
رب ہے مُعطی یہ ہیں قاسم رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں
اس کی بخشش، ان کا صدقہ دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَر ساری کثرت پاتے یہ ہیں
قصرِ دنٰی تک کس کی رسائی جاتے یہ ہیں آتے یہ ہیں

صحابی نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! اگر ہم وہاں بھی نہ پائیں تو؟''

سیّد عالم ﷺ نے فرمایا:

''پل صراط پر کھڑا ہوں گا، جبریل کے پر بچھے ہوں گے اور میں دعا کرتا ہوں گا: ربِّ سلم امتی۔ اے میرے رب! میری اُمت کو سلامتی سے گزار دے''۔

آپ اندازہ فرمائیں جب دُعا فرمانے والے سیّد الانبیاء ہوں تو غم کس چیز کا۔

رضا! پُل سے اب وجد کرتے گزریئے
کہ ہے ''رَبِّ سَلِّمْ'' صدائے محمد

حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم

''تمہاری بھلائی کے چاہنے والے، مومنوں پر رحم کرنے والے مہربان ہیں''۔

کوئی اپنی اولاد پر حریص ہوتا ہے، کوئی دولتِ دُنیا کا حریص ہے، کوئی اپنے آرام کا حریص ہے، مگر ہمارے حضور علیہ السلام صرف ہمارے ہی حریص ہیں، انہیں جتنا پیار اپنی اُمت سے ہے اور کسی چیز سے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ میں حضور علیہ السلام کی شان میں رءُوف رحیم فرمایا ہے حالانکہ رءوف اور رحیم اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں۔

(مولانا محمد شریف نوری رحمۃ اللہ علیہ از بارہ تقریریں)

محمد بندگی کی انتہا ہے یہ اور کس کا مقام و مرتبہ ہے
محمد کی رضا حق کی رضا ہے مقامِ مصطفیٰ پھر اور کیا ہے
محمد ہیں رسولوں کی شہادت خلیل اللہ کے دل کی دعا ہے
ہیں دونوں جب محمد ہی سے روشن تو عرش و فرش میں پھر فرق کیا ہے
زمانے نے اسے سر پر بٹھایا کہ سر جس کا وہاں جا کر جھکا ہے
درود اس نام پر جب تک نہ بھیجو عبادت کوئی بھی ہو نا روا ہے

محفلِ میلاد میں اعلیٰ حضرت کا بیان فرمایا ہوا ایک نکتہ:

ایک آدمی ایک کو بچا سکتا ہے۔ کوئی قوی ہوگا زیادہ سے زیادہ بیس کو بچالے گا یہاں کروڑوں اربوں پھسلنے والے اور بچانے والے وہی ایک انا اخذ بحجزکم عن النار هلم الی میں تمہارا بند کمر پکڑے کھینچ رہا ہوں۔ ارے میری طرف آؤ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم۔ یہ فرمان صرف صحابہ سے خاص نہیں، قسم اس کی جس نے انہیں رحمۃ للعالمین بنایا۔ آج وہ ایک ایک مسلمان کا بند کمر پکڑے اپنی طرف کھینچ رہے ہیں کہ دوزخ سے بچائیں صلی اللہ تعالیٰ وعلیٰ آلہٖ وصحبہ وبارک وسلم۔ الحمدللہ کیا حامی پایا۔ اربوں سے بھی اربوں مراتب زائد کرنے والوں کو ایک اشارہ کفایت کر رہا ہے تو ایسے کہ پیدا ہونے کا ابلیس اور اس کی ذریّت کو جتنا غم ہو تھوڑا ہے۔ پہاڑوں میں ابلیس اور تمام مردہ سرکش قید کر دیئے گئے تھے۔ اسی کے پیر داب بھی غم کرتے ہیں۔ خوشی کے نام سے مرتے ہیں۔ ملائکہ سبع سمٰوٰت دھوم مچا رہے تھے۔ عرشِ عظیم ذوق وشوق میں ہلتا تھا۔ ایک علم مشرق اور دوسرا مغرب اور تیسرا بامِ کعبہ پر نصب کیا گیا اور بتایا گیا کہ ان کے دار السلطنت میں کعبہ بھی ہے اور ان کی سلطنت مشرق سے مغرب تک تمام جہان انہیں سلطنت اور انہیں کی قلمرو میں داخل ہے۔

اس مراد کے ظاہر ہونے کی گھڑی آپہنچی کہ اول روز سے اس کی محفل میلاد اس کے خیر مقدم کی مبارک باد ہو رہی ہے۔ قادر علی کل شی نے اس کی خوشی میں کیسے کچھ انتظام فرمائے ہوں گے۔ جبرئیل امین ایک پیالہ شربت جنت کا سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے مَل کر عرض کریں گے:

اظهر یا سید المرسلین اظهر یا خاتم النبیین اظهر یا اکرم الاولین والاخرین۔

جلوہ فرمایئے! اے تمام رسولوں کے سردار، جلوہ فرمایئے اے تمام انبیاء کے خاتم، جلوہ فرمایئے اے سب اگلوں پچھلوں سے زیادہ کریم یا اور الفاظ ان کے ہم معنی، مطلب یہ کہ

دونوں جہاں کے دولہا برات سج چکی اب جلوہ افروزی سرکار کا وقت ہے۔

فظهر رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کالبدر المنیر۔

"پس حضور اقدس ﷺ جلوہ فرما ہوئے جیسے چودھویں رات کا چاند"۔

(اس نکتہ کو سید ایوب علی رضوی نے قلمبند کیا)

حضور علیہ السلام کے دو دعوے:

حضور ﷺ نے دو دعوے فرمائے۔

1- **بعثت معلما۔** مجھے کائنات کا استاذ بنا کر بھیجا گیا۔

2- **بعثت لا تمم مکارم الاخلاق۔**

"مجھے مکارمِ اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا"۔

ایک دعوٰی کیلئے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے تو اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب علیہ السلام کے ان دو دعووں کے قرآن پاک میں چار گواہ یہ فرما کر پیش کر دیے:

هوالذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم ایته ویزکیهم ویعلمهم الکتٰب والحکمة۔

"وہی تو اللہ ہے جس نے (اِن) اَن پڑھوں میں اپنا عظمت والا رسول بھیجا جو 1-اِن پر اس کی آیات کی تلاوت فرماتا ہے 2-ان کو پاک فرماتا ہے 3-ان کو کتاب اور 4- حکمت کی تعلیم دیتا ہے"۔ (سید ریاض حسین شاہ صاحب)

حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام: (سید عرفان شاہ مشہدی کی ایک تقریر سے)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

"وجود آں سرور ﷺ از عالم امکان نہ باشد بلکہ فوق ازیں باشد"۔

یعنی میں نے کشف صحیح سے دیکھا کہ خدا نے ساری کائنات کو عالم امکاں سے بنایا چاہے وہ فرشتے ہوں یا انسان، جن ہوں یا انبیاء و اولیاء مگر حضور علیہ السلام کو بنانے کیلئے اللہ نے ایک علیحدہ ہی عالم بنایا اور وہ یہ کہ جہاں عالم امکان ختم ہوتا ہے اور عالم وجوب شروع ہوتا ہے

ان دونوں کے درمیان کا عالم تا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ عالم امکان میں ہونے کی وجہ سے ہم اور حضور علیہ السلام برابر ہیں اور اس میں حضور علیہ السلام کو کوئی خصوصیت حاصل نہیں اور یہ عالم اس لیے ترتیب دیا تا کہ محبوب علیہ السلام وجود باری کا حصہ بھی نہ بنیں اور دوسری مخلوق کی طرح عالم امکان میں ان کے برابر بھی نہ ہوں اور یہ عالم اللہ تعالیٰ نے بالخصوص اپنے محبوب کیلئے بنایا جس میں امکان کا رنگ بھی ہے اور وجوب کا جلوہ بھی۔ گویا وجودِ باری کی دو حالتیں تھیں۔ صفات ذاتیہ کا عالم اور صفات اضافیہ کا عالم۔ صفات ذاتیہ (عالمِ وجوب) میں وہ ذات وحدہ لاشریک خدا ہونے میں بے مثال ہے اور صفات اضافیہ کے عالم میں محبوب علیہ السلام کی ذات کا کوئی ثانی نہیں اسی موقع پر امام اہلسنّت نے ارشاد فرمایا:

ممکن میں یہ قدرت کہاں، واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

کبھی صحابہ کرام کے درمیان مسجد نبوی کی صفوں پہ تشریف فرما ہیں اور کبھی بمعہ نعلین عرشِ معلّٰی کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ کبھی گنہ گار امت کو نگاہِ رحمت سے دیکھ رہے ہیں اور کبھی بے پردہ جمالِ خداوندی کا دیدار فرما رہے ہیں۔ جسمانی لطافتوں کا عالم یہ ہے کہ آپ کے صرف جسم اقدس پر ہی نہیں کپڑوں پر بھی مکھی نہیں بیٹھتی، شمس وقمر کی روشنی میں آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا، آپ کا پاخانہ مبارک زمین نگل جاتی ہے اور سوائے خوشبو کے وہاں کچھ نہیں ہوتا۔ آپ کا بول وخون مبارک پینے والوں کو جنت کی بشارت اور پیٹ کی تمام بیماریوں سے نجات کا مژدۂ جانفزاء ملتا ہے، آپ کو کبھی احتلام نہیں ہوا، آپ کو کبھی جمائی نہیں آئی، آپ کی آنکھیں سوتیں، دل بیدار رہتا ہے، آپ مختون، مکحول اور مغسول پیدا ہوئے، آپ جیسے آگے دیکھتے ہیں ایسے ہی پیچھے، ایک بار پھر امامِ اہلسنّت کا مندرجہ بالا شعر پڑھیے:

ممکن میں یہ قدرت کہاں، واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

کیا چاند توڑنا اور ڈوبے ہوئے سورج کو واپس لوٹانا یہ کسی ممکن کی قدرت میں ہے مگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو واجب کہنا بھی جائز نہیں ہے۔ تو گویا ہمارے آقا علیہ السلام کارخانہ قدرت کا

ماڈل ہیں اور اگر ماڈل ہی عیب دار ہو تو باقی سودے کا کیا حال ہوگا۔

(در عالم امکان مثل او متصور نیست: مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور نور بھی نہیں بشر بھی نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ نور بھی ہیں بشر بھی ہیں مگر ہمارے جیسے نہیں بلکہ سراپا نور ہیں مکمل بشر ہیں۔ کیونکہ جب مقام مدح میں کسی کو یاد کرنا ہو تو اعلیٰ صفات سے یاد کیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نہ مذکر ہے نہ مؤنث مگر یہ کہنا جائز نہیں کہ ''خدا فرماتی ہے'' جیسا کہ بستر بند حضرات کہتے ہیں۔ کیونکہ الرجل خیر من المراۃ۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کیلئے مذکر کی ضمیریں ہی استعمال فرمائی ہیں۔ ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو۔ قل ھو اللہ احد وغیرہ۔ لہٰذا جس کی فضیلت معلوم نہ ہو اس کو اعلیٰ صفت سے ہی یاد کیا جائے گا اور حضور نے فرمایا:

یا ابابکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی۔

''اے ابوبکر! میری حقیقت کو سوائے میرے رب کے کوئی نہیں جانتا''۔

تو جس طرح خدا تعالیٰ کو خالق الرسل و الانبیاء جیسی صفات کو چھوڑ کر خالق الخنزیر کی تسبیح پڑھنا شروع کر دینا نہ صرف ناجائز بلکہ کفر ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کی اعلیٰ صفات کو چھوڑ کر اپنے جیسا بشر بشر کہتے پھرنا بھی آپ کی گستاخی نہیں تو کیا ہے؟ (اے علماء بے دین و مفتیانِ لعین المفتی مشتق من المفت) ہاں کافروں سے بات ہو تو آپ کے لباس بشری کی بات کرو اور عاشقوں سے بات ہو تو آپ کی عام صفات جو عام انسانوں سے ملتی ہیں، شادی کرنا، کھانا پینا، چلنا پھرنا (اگرچہ یہ بھی صرف ظاہراً ہی ملتی ہیں درحقیقت دوسرے لوگوں سے پھر بھی افضل و اعلیٰ ہیں) بلکہ یوں کہو جس طرح تاجدار بریلی نے کہا:

؎ تیرے ہی ماتھے رہا اے چاند! سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا
''ک'' گیسو، ''ہ'' دہن، ''ی'' ابرو، آنکھیں ''ع ص''
''کھیعص'' ان کا ہے چہرہ نور کا

صفات کمالیہ کا تذکرہ کرو تا کہ عاشقانِ مصطفیٰ کے دل عام صفات کا ذکر کر کے مجروح کرنے کے مجرم نہ قرار پاؤ، کیونکہ اعلیٰ صفات ہوتے ہوئے ادنیٰ صفات کا ذکر حماقت ہے

جس طرح کوئی ایم اے پاس ہو آپ بار بار کہیں یہ صاحب پرائمری پاس ہیں کیونکہ پرائمری بھی تو ایم اے میں آجاتا ہے۔

یہی بات علماء دیوبند کے شیخ الحدیث ادریس کاندھلوی صاحب نے اپنے متبعین کو کہی کہ وعظوں میں بشر بشر نہ کہو کہ اس سے تنقیص کا خطرہ ہے اور ایمان ہاتھ سے نکل جائے گا۔

(تذکرہ ادریس)

تو پھر اعلیٰ حضرت نے کونسا جرم کیا ہے جو یہ کہا ہے:

؎ حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا   یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

کرمانی و فتح الباری میں ہے کہ جبریل امین علیہ السلام سرکار علیہ السلام کی بارگاہ اقدس میں چوبیس ہزار مرتبہ حاضر ہوئے، کبھی نور بن کر کبھی بشر بن کر، بیضاوی فرماتے ہیں اگر آپ کے پاس صحابہ موجود ہوتے تو جبریل کو حکم ہوتا کہ میرے پیارے کے پیاروں کا روپ دھار کے جاتا کہ عالم بشریت کو نقصان نہ پہنچے (کیونکہ انبیاء کے علاوہ کس میں طاقت ہے کہ جبریل امین علیہ السلام کو ان کی اصلی حالت میں دیکھ سکے ایک نکتے کے بعد اسی پر ایک خوبصورت واقعہ ملاحظہ ہو)

اسوۂ حسنہ اور ہماری ذمہ داری:

لفظ اسوہ کا ماخذ ''اسویٰ'' اور ''اُسا'' ہے۔ علاج اور زخم ٹھیک کرنے کو عرب ''اسوہ'' اور ''اُسا'' کہتے ہیں اور زخم خوردہ دلوں کو تسلّی و تشفی کے معنی میں بھی یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

حضور علیہ السلام کا اسوہ حسنہ بھی زخمی انسانیت کے ناسوروں کا صحیح علاج ہے اور زمانہ بھر کے زخمی دلوں کی تسلی و تشفی کیلئے شافی وکافی سامان ہے۔ میرے پیارے بھائیو! اگر حقیقی شفا یابی مطلوب ہے تو اسوہ حسنہ کو اپناتے ہوئے یہی اصل علاج کرو۔ ورنہ یاد رکھو کہ جو مریض اصل چھوڑ کر جعلی اور نقلی علاجوں کا سہارا لیتے ہیں۔ وہ تندرستی کی بجائے دن بدن موت سے قریب تر ہوتے جاتے ہیں۔

اللہ رب العالمین ارحم الراحمین ہے اس کا خصوصی فضل و کرم ہے کہ اس نے ہماری دنیوی و اخروی کامیابیوں اور دارین کے دکھیوں کی شفایابیوں کیلئے ہمارے اوپر لازم فرمایا

کہ ہم اسوہ حسنہ کو اپنائیں، ہماری عادت حضور ﷺ کی عادتِ مبارکہ کا صحیح نقشہ، اور ہماری عادت حضور کی عادت مبارکہ کا عین چربہ ہو۔ حضور پرنور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حقوق جس ذوق وشوق سے ادا فرمائے ہم بھی اسی طرح پورے کریں انسان تو انسان حضور ﷺ نے حیوانوں اور بے جان چیزوں کے حقوق بھی ادا فرمائے۔ کیا یہ چمکتی ہوئی تاریخی حقیقت نہیں کہ کھجور کی وہ خشک لکڑی جو مسجد نبوی کا ستون تھی۔ جس کے پاس کھڑے ہو کر حضور خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب منبر شریف تیار ہو کر آ گیا اور حضور اس پر جلوہ گر ہوئے تو وہ خشک لکڑی حضور کے عشق ومحبت سے اتنا سا فراق بھی سہہ نہ سکی اور نہایت ہی سوز وگداز سے عقلمندوں کی طرح گریۂ عاشقانہ شروع کر دیا تو اس شہنشاہِ کون ومکان نے اس خشک لکڑی کا تھوڑا سا حقِ مصاحب بھی نظر انداز نہ فرمایا بلکہ کمال رحمت سے منبر سے اتر کر اس خشک لکڑی کو گلے لگا لیا اور تسلی وتشفی دی حتیٰ کہ وہ سسکیاں لیتی ہوئی رونے سے یوں چپ ہوئی جیسے روتے بچے کو ماں پیار سے چپ کرائے تو سسکیاں بھرتے ہوئے چپ ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کی سیرت مبارکہ کا یہ بھی چمکتا ہوا باب ہے کہ جب سفر سے واپس ہوتے تو مدینہ منورہ کے درو دیوار دیکھ کر یوں حقِ محبت ادا فرماتے کہ اپنی سواری تیز کر دیتے۔ احد شریف پہاڑ دیکھ کر فرماتے کہ یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے۔

سبحان اللہ! ہم ایسے رحیم وکریم رسول برحق کے امتی ہیں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم بھی تمام حق والوں کے حقوق ادا کریں۔ حضور ﷺ نے تو چھوٹے چھوٹے خود عطا کردہ حقوق بھی نہیں بھلائے مگر ہم ہیں کہ بڑے بڑے حقوق بھی ہضم کر جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ چشمِ بینا عطا فرمائے۔ (فقیہ اعظم حضرت مولانا نور اللہ نعیمی بصیر پوری رحمۃ اللہ علیہ)

مولانا اصغر علی روحی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے کشف کا ایک واقعہ:

اسی پر ایک عجیب واقعہ قارئین کی نذر کر رہا ہوں کہ میں (غلام حسن قادری) جس مسجد میں گذشتہ بائیس سال سے بحمد للہ تعالیٰ امامت وخطابت کے فرائض تا حال سرانجام دے رہا ہوں یعنی جامع مسجد مولانا روحی رحمۃ اللہ علیہ۔ مولانا صوفی اصغر علی روحی مصنف کتاب "مانی الاسلام" آپ اورنٹیل کالج [illegible] ملامیہ کالج میں اسلامیات کے پروفیسر تھے اور اس مسجد

میں امام وخطیب تھے اس مسجد کا نام پہلے جنڈی مسجد اور محلے کا نام جنڈی وہڑہ تھا۔ حضرت صوفی صاحب کے صاحبزادے صوفی ضیاء الحق کی تگ ودواور اس عاجز کے مشاورتی اصرار سے محلے اور مسجد کا نام سرکاری سطح پر "مولانا روحی" رکھنے میں کامیابی ہوئی۔ ہمارے محلے میں یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ حضرت صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ سخت بیمار ہو گئے اور رات کے دو بجے انہوں نے زندگی سے مایوس ہو کر اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ آج اس وقت کاش کہ مجھے حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہو جاتی۔ ہو سکتا ہے میرا آخری وقت ہو۔ (کیونکہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کی کوششوں سے اصغر علی بابو صاحب سے مولانا اور صوفی صاحب بنے تھے اور اس درجے کے کہ پھر دھوبی کے دُھلے ہوئے کپڑے بھی جب تک خود اپنے ہاتھوں سے نہ دھولیتے اس وقت تک اطمینان نہ ہوتا۔ اور چشم دید گواہوں نے مجھے بتایا کہ آخری عمر میں آپ کی حالت یہ ہوگئی کہ دوران خطبہ جمعہ آپ نمازیوں کی طرف اشارہ فرما کر کہتے اوئے کُتے اوئے بندر اور لومڑ وغیرہ وغیرہ اور جب پوچھا جاتا کہ آپ ایسا کیوں کہتے ہیں تو آپ فرماتے میں کیا کروں میرے سامنے تمہارے اعمال کے مطابق تمہاری شکلیں آجاتی ہیں تو میں تمہیں اسی نام سے پکار دیتا ہوں۔ علمی دنیا میں آپ کا یہ مقام تھا کہ علامہ اقبال اور مولانا ظفر علی اور دیگر جید حضرات آپ کے پاس از خود حاضر ہوتے اور جب مسجد وزیر خان میں مولانا سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا مناظرہ طے پایا، جو تھانوی صاحب کے نہ آنے کی وجہ سے نہ ہو سکا تو اس مناظرے کے ثالث علامہ اقبال اور مولانا روحی مقرر ہوئے تھے۔ بہر حال میں عرض کر رہا تھا کہ جب مولانا روحی صاحب نے بیماری کی شدت میں میاں صاحب کو یاد کیا تو) حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت دروازہ کھٹکھٹا دیا اور جب پوچھا گیا کہ آپ کو کیسے پتہ چل گیا کہ میں نے آپ کو یاد کیا ہے؟ تو فرمایا: نبانی العلیم الخبیر۔ (مجھے علیم وخبیر رب نے اطلاع دی ہے) حالانکہ اس وقت ٹرانسپورٹ کی کوئی سہولت نہ تھی۔ یہ واقعہ مجھے کئی پرانے نمازیوں کے علاوہ خود آپ کے صاحبزادے صوفی ضیاء الحق پروفیسر اسلامیہ کالج (جو عقیدے کے لحاظ سے مائل بہ دیوبندیت ہو گئے تھے) نے سنایا اور ابھی گزشتہ ہفتے میں ایک پروگرام پہ گوجرانوالہ حاضر ہوا تو ابوداؤد مولانا محمد صادق صاحب قبلہ نے مجھے حکم دیا کہ یہ واقعہ قلمبند ہونا چاہیے انکی کرامت سمجھئے کہ چند ہی دنوں بعد یہ واقعہ قلم بند ہو رہا ہے۔

آمدم برسر مطلب! صوفی صاحب کے پاس ایک جن (جس کا نام غلام رسول تھا) پڑھا کرتا تھا جس کو بعد میں اسکی شرارتوں کی وجہ سے بھگا دیا گیا (مثلاً نمازیوں کے جوتے اکٹھے کر کے کنویں میں پھینک دینا اور مولوی قدرت اللہ صاحب کے صاحبزادے اور اس مسجد کے امام صاحب مولوی خلیل احمد صاحب (جو ابھی ماشاء اللہ حیات ہیں کتابت کرتے ہیں میں نے ان کی زیارت. بیٹھک کا تباں اندرون لوہاری گیٹ حضرت صوفی خورشید عالم خورشید رقم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں کی) کی چارپائی رات سوتے میں اُٹھا کر بھاٹی گیٹ کے باہر بکری منڈی، بکروں کے درمیان رکھ آنا) مجھے گذشتہ رات ایک معمر بزرگ حاجی آصف صاحب نے بتایا کہ میں نے اس جن کو اس کی اصلی حالت میں دیکھا تھا اور آج ستر سالوں کے بعد بھی جب وہ منظر یاد آتا ہے تو مجھے پسینہ آجاتا ہے بلکہ کبھی سوتے میں چیخیں مارنے لگتا ہوں۔ میں نے ان کو عرض کیا کہ جب جن کا حال یہ ہے تو جس فرشتے (عزرائیل علیہ السلام) کو دیکھ کر جن بھی پانی پانی ہو جاتے ہیں اور وہ جنوں کی بھی جان نکال لیتا ہے اس کو اصلی حالت میں دیکھنے کی تاب کس میں ہو سکتی ہے اور پھر سید الملائکہ جبریل علیہ السلام کو اصلی حالت میں سوائے مصطفیٰ علیہ السلام کے کون دیکھ سکتا ہے اس لیے بقول امام بیضاوی حکم ہوتا کہ جب محبوب علیہ السلام کے صحابہ کرام پاس ہوں تو انہی کا روپ دھار کر جایا کرو اور جب سرکار اکیلے ہوتے تو حکم ہوتا کہ جبریل اصل حالت میں جاؤ تا کہ تجھے اپنی حیثیت کا علم ہو جائے۔

؎ حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

شبلی نعمانی کہتے ہیں کہ ولقد راہ نزلۃ اخری سے مراد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے معراج کی رات جبریل علیہ السلام کو ہی پہلی اور دوسری مرتبہ دیکھا تھا عجیب بات ہے جبریل تو خود چل کر چالیس ہزار مرتبہ بارگاہِ مصطفوی میں حاضری دے رہا ہے پھر اس کو دیکھنے کیلئے عرش پہ جانے کی حضور علیہ السلام کو کیا ضرورت پیش آئی۔

؎ عقل نے جہاں مصلحت پہ نظر کی
لگایا وہیں عشق نے تازیانہ

پھر لکھتے ہیں کہ کسی بشر میں ہمت نہیں کہ جبریل علیہ السلام کو دیکھ سکے تو پھر بتایئے ناں

جناب شبلی! جس نے چالیس ہزار بار جبریل کو دیکھا وہ کون ہوا۔ اور سن جبریل ہی نہیں دنی الجبار رَبّ العزۃ۔ (بخاری) حالانکہ خدا نزدیک یا دور ہونے سے پاک ہے لیکن محبوب آرہا ہو اور سارے جہان کی محبتیں سمٹ کر اس کے قدموں میں نہ آئیں تو مزا کیا ہوا؟

؎ حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

طور پہ ایک تجلی پڑے تو وہ جل جائے اور خرّ موسیٰ صعقا۔ اور یہاں سارا نور کندھوں پہ آجائے تو سینے میں ٹھنڈ پڑ جائے۔

ووضع یدہ بین کتفی فوجدت بردہ بین ثدیی۔ فتجلی لی کل شئی۔ فعلمت ما فی السمٰوات والارض۔

؎ حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

کیونکہ طور مادۂ ثقیل تھا اور یہاں یہ بھی نور تھا وہ بھی نور تھا اور

؎ نور جھکے نور دے وِتّے
ایہہ کی سجھن کملے جھلّے

الغرض ہم ایسے ممکن ہیں کہ چھلانگ لگا کر اپنے مکان کی چھت پر بھی نہ چڑھ سکیں اور ہمارے آقا وہ ہیں کہ آنِ واحد (لیلاً) میں عرش پر جا کر واپس بھی آجائیں۔

؎ ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

بارُعب نبی علیہ السلام:

✿ سرکارِ مدینہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: **نصرت بالرعب۔** رعب کے ساتھ میری مدد فرمائی گئی۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا: ابھی میں ایک ماہ کی مسافت پہ ہوتا ہوں تو دشمن پہ میرا رعب طاری ہو جاتا ہے۔ ابوجہل جیسا سردار پُوری طرح تیار ہو کر حضور علیہ السلام کے قریب آتا ہے تو پسینے چھوٹ جاتے ہیں، پتہ پانی ہو جاتا ہے، ٹانگیں کانپنے لگتی ہیں، ٹھنڈا ہو کر دور کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور کہتا ہے ایسے لگتا ہے جیسے کوئی بہت بڑا بیل مجھ پہ حملہ آور ہو رہا ہے جو مجھے کھا جائے گا، کبھی کہا کوئی شیر تھا بپھرا ہوا کہ اگر میں آپ

کی بات نہ مانتا تو مجھ کو کھا جاتا۔ الغرض ہمارے آقا کا رعب وجلال دیکھ کر بڑے بڑے کجکلاہوں کی جبینوں پہ پسینہ آجاتا ہے اور بڑے بڑے زبان دراز اور افصح اللسان اس افصح العرب کی بارگاہ میں آتے ہیں تو ان کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

؎ تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

اے بارعب نبی کے رعب والے امتیو! ہمارے آقا اس کائنات میں تشریف لائے تو قیصر وکسریٰ کے محلات میں زلزلہ آگیا نجومیوں سے پوچھا گیا کہ یہ کیسا زلزلہ ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ زلزلہ نہیں بلکہ خدا کا رعب والا رسول پیدا ہو گیا ہے۔ جو آکر غریبوں کی بستیاں بسائے گا اور اجڑے دیار کو آباد کرے گا۔ جانور ہمارے آقا کی بارگاہ میں آتے تو لوگ ڈر کر پیچھے ہو جاتے اور جنگل کا بادشاہ اپنی زبان سے حضور علیہ السلام کے قدموں کو چاٹنا شروع کر دیتا۔ کیا خوب کہا امام بوصیری نے:

؎ ومن تکن برسول اللّٰہ نصرته
ان تلقه الاسد فی اجامها تجم

آپ کا یہ رعب صرف اس دنیا میں نہیں ہے بلکہ روحوں کی دنیا میں بھی ایسے ہی تھا کہ الست بربکم کے جواب میں جب تک آپ نے قالوا بلی نہ فرمایا کوئی روح نہ بولی۔ (اول من قال بلٰی فهو محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم) اور ہاں ہاں آپ کے رعب کے جھنڈے قبروں میں بھی جھول رہے ہیں اور میدانِ محشر میں بھی گاڑھ دیے گئے ہیں۔ کیونکہ

؎ فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانیوالی ہے

(سید محمد عرفان شاہ مشہدی۔ خطاب گوجرانوالہ)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دے رتبے نوں پا کوئی نہیں سکدا:

ایک جاہل شخص کے سامنے گیارہ کا ہندسہ لکھ کر اس سے پوچھو ان دونوں اکائیوں میں

کیا فرق ہے وہ کہے گا دونوں کا سائز بھی ایک ہے سیاہی بھی ایک طرح کی استعمال ہوئی ہے۔ کوئی فرق نہیں لیکن جاننے والا بتائے گا کہ ایک ایک ہے اور دو گیارہ ہیں، ان میں ایک اور دس کا فرق ہے کہ دوسرا ایک نہ ہوتا تو پہلا صرف ایک ہی رہتا دوسرے ایک نے آ کر گیارہ بنا دیا ہے اسی طرح ایک ایک بڑھاتے جاؤ ایک سو گیارہ کر لو پھر ایک ہزار ایک سو گیارہ۔ تو جاہل کو پتہ نہ چل سکے گا، کیونکہ جاہل صرف صورت دیکھ کر فیصلہ کرتا ہے اور عالم مرتبہ و مقام دیکھ کر کہتا ہے پہلا ایک اکائی ہے دوسرا دہائی ہے تیسرا سینکڑہ ہے چوتھا ہزار ہے پانچواں دہ ہزار ہے اور چھٹا لاکھ ہے۔ عالم لکھ تک پہنچ گیا اور جاہل کو لکھ پتہ نہ چلا۔ مصطفیٰ کی صورت تو بظاہر انسانوں جیسی ہے مگر مقام یہ ہے کہ

؎ صد ہزاراں جبرائیل اندر بشر

بچہ، جوان، بوڑھا ہر ایک کے دو ہاتھ، دو کان، دو آنکھیں، ایک منہ، دو پاؤں ہیں۔ مگر بچہ جوانی کی رعنائیوں سے بہرہ مند نہیں کیونکہ اس میں جوانی ابھی آئی ہی نہیں، جوان بوڑھے کے احساسات و جذبات نہیں جانتا کہ وہ ابھی بوڑھا ہوا ہی نہیں مگر بوڑھے سے پوچھو تو وہ کہے گا میں بچپن کے بارے بھی جانتا ہوں، مجھے جوانی کا بھی علم ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں بڑھاپے میں کیا کیا ہوتا ہے۔

بھلا ہم نبی کی حقیقت و عظمت کو کیا جانیں گے کہ ولی را ولی می شناسد اور نبی را نبی می شناسد۔

؎ وہ تو ہے زیبا حُسن اور ہم میں بینائی نہیں
اس لیے تصویرِ جاناں ہم نے کھچوائی نہیں

لیکن نبی تو سب کچھ جانتے ہیں کہ وہ تمام مقامات عبور کر چکے ہیں، زمیں تحت الثریٰ کی حقیقت جانے تو جانے کہ اس سے اوپر ہے، تخت کرسی کی ابتداء تو جانتا ہے کہ اس کے ساتھ مَس ہے مگر انتہا نہیں جانتا کہ وہ اس سے کافی اوپر ہے مگر کرسی تخت کی ابتداء بھی جانتی ہے انتہا بھی کہ سب کچھ اس کے قدموں میں ہے، تو جس کے قدموں کے نیچے فرش بھی ہو عرش بھی ہو وہ اگر یہ فرمائیں: **فعلمت ما فی السموات والارض** کہ میں زمین و آسمان

کی ہر شئی جان گیا۔ تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ سب سے اوپر ہیں مگر نیچے والے کہیں کہ ہم نبی کی عظمت وحقیقت سمجھ گئے تو سمجھا جائے گا کہ اس کو کچھ سمجھ نہیں ہے۔ جب صدیق اکبر کو فرمایا گیا: لم یعرفنی حقیقة سویٰ ربی۔ تو اور کون ایسی بات کرسکتا ہے۔ عام انسان (کافر) مومن کی ابتداء جانتا ہے انتہا نہیں جانتا ہے کیونکہ وہ بھی انسان ہے یہ بھی انسان، مگر اس کا مقام ومرتبہ نہیں جانتا کیونکہ اس کو ایمان حاصل ہی نہیں مگر مومن انسان کی ابتداء بھی جانتا ہے انتہا بھی اور مرتبہ ومقام بھی عام مؤمن ولی کی ابتداء تو جانتا ہے انتہا نہیں، اولوالعزم رسول بھی ہمارے آقا علیہ السلام کی ابتداء تو جانتے ہیں مگر انتہا؟ لم یعرفنی حقیقة سویٰ ربی اور ہمارے آقا سب کچھ جانتے ہیں عرش کی ابتداء بھی انتہا بھی کہ آپ سب سے اوپر ہیں اور آپ سے اوپر صرف خدا ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(مدنی میاں آف انڈیا بتصرف)

مولانا عبدالستار خان نیازی کا نکتہ:

مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک تقریر میں بتایا کہ ایک جگہ تمام فرقوں کے علماء کا اجلاس تھا تو میں نے وہاں کہا کہ اگر سادہ لفظوں میں بیان کروں تو یوں کہہ سکتا ہوں کہ ہم میں اور نبی میں اتنا ہی فرق سمجھ لیں کہ جتنا گدھے اور انسان میں ہے یعنی نبی علیہ السلام کو کم از کم انسان تو ہر کوئی مانتا ہے اور اپنے آپ کو تھوڑی دیر کیلئے گدھا مان لو۔ (اشارہ خاص فرقے کے علماء کی طرف کر کے فرمایا: ٹھیک ہے؟ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے) تو فرمایا: ان گدھوں کو کیا پتہ عظمتِ مصطفیٰ کیا ہے۔

جب ضیاء الحق صاحب نے سیاسی راہنماؤں سے ملاقات کی تو مولانا نورانی ونیازی جب ملاقات کو گئے تو ضیاء صاحب نے بڑے دھیمے انداز میں نورانی صاحب سے کہا کہ آپ تو بہت رواداری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور میں نے سنا ہے آپ دوسرے فرقوں کے علماء کے پیچھے نماز بھی پڑھ لیتے ہیں۔ نورانی صاحب نے کہا: نہیں، آپ نے غلط سنا ہے میں نے تو قومی اتحاد کے دور میں بھی کبھی ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔ نیازی صاحب فرماتے تھے

میں نے گرج کر کہا: سنو ضیاء الحق! تم کہتے ہو کہ ہماری ان گستاخوں کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے جبکہ ہماری تو ان کے آگے بھی نہیں ہوتی۔

مقام عبدیت ومحبوبیت:

ہمارے آقا کا ایک مقام عبدیت کے اعتبار سے ہے دوسرا محبوبیت کے اعتبار سے ہے اور عظمت وشان تو مقام محبوبیت کے مطابق ہی دیکھی جاتی ہے تو جونہی مقام عبدیت سے لامکاں پہ جا پہنچا (سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ) اس کی شان نورانیت اور شان محبوبیت کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟ کم از کم یوں سمجھو کہ شان عبدیت یہ ہے کہ عبادت کر کر کے پاؤں مبارک سوج جاتے اور شانِ محبوبیت یہ ہے کہ لولاك لما خلقت الا فلاك۔

؎ تو گلستانِ عرب کا وہ معطر پھول ہے
جس کی خوشبو از مکاں تا لامکاں ہے یا نبی

شان فی القرآن:

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا وہ لاریب کلام ہے کہ لا یاتیه الباطل من بین یدیه و لا من خلفه۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے کلام کو تاکیدوں سے مؤکد نہ بھی فرمائے اور قسمیہ انداز نہ بھی اپنائے تو اس کے کلام میں شک کی گنجائش نہیں ہے۔ ذٰلك الكتٰب لا ریب فیه۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جہاں بھی حضور علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے ایک تو تاکیدی حروف کے ساتھ کلام کو مؤکد فرمایا ہے اور دوسرا حضور کے ذکر کے ساتھ اپنا ذکر بھی فرمایا ہے چند مقامات ملاحظہ ہوں۔

- وما ارسلنٰك الا رحمة للعالمین۔
  ''اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت بنا کر تمام جہانوں کیلئے''۔

(یہ انداز نفی کے بعد اثبات حصر اور تاکید کا انداز ہے جس طرح لا اله الا اللہ میں)

- انا ارسلنٰك شاهداً و مبشراً و نذیرا۔
  ''بیشک ہم نے آپ کو بھیجا شاہد بنا کر مبشر بنا کر نذیر بنا کر''۔

❁ **انا اعطینک الکوثر۔**

''بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا''۔

ذکرِ مصطفیٰ کیلئے اہتمام خدا:

''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندۂ خاص کو سیر کرائی''۔

اللہ تعالیٰ اگرچہ وحدہٗ لاشریک ہے اور اکثر اپنے بارے واحد غائب ہی کی ضمیر استعمال فرماتا ہے۔ جس طرح **ھو اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو** اور **قل ھو اللّٰہ احد**۔ اور بندوں کیلئے بھی یہی بہتر ہے کہ وہ اللہ کیلئے جمع کا لفظ بولنے کی بجائے واحد کا لفظ بولیں یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کی بجائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہیں تاکہ شرکت کا شبہ بھی نہ پڑے۔

لیکن اللہ تعالیٰ اکثر اپنے محبوب کی شان کو بیان کرتے ہوئے صیغہ جمع کا استعمال فرماتا ہے جس طرح کہ **انا ارسلنٰک** اور **وما ارسلنٰک**۔ جس کا مطلب اس طرح ہوسکتا ہے۔ (بلاتشبیہ وتمثیل) کہ بادشاہ جب یہ کہے کہ میں تجھے کہہ رہا ہوں تو بادشاہ ذاتی طور پہ ایک حکم دے رہا ہے اس میں حکومتی اختیارات کا ہونا ضروری نہیں اسی لیے اس حکم کو ماننا بھی ضروری نہیں جتنا کہ اس حکم کو کہ جب بادشاہ یہ کہے ''ہم تمہیں حکم کرتے ہیں'' حالانکہ ہوتا پھر بھی اکیلا ہی ہے مگر اس طرح کا حکم تمام حکومتی اختیارات کے ساتھ ہوگا تو اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا، مبشر ونذیر بنا کر بھیجا اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام تر شانوں کے ساتھ ارشاد فرما رہا ہے۔ لہٰذا کوئی حضور کے کمالات کا انکار کرے گا تو اس کو پہلے اللہ کے اختیارات کا انکار کرنا پڑے گا۔ یا پھر اس لیے کہ اے محبوب تجھے یہ منظور نہیں کہ خدائی میں کوئی میرا شریک ہو اور مجھے یہ منظور نہیں کہ مصطفائی میں کوئی تیرا شریک ہو اور یا پھر اس لیے کہ

پہلے حمد سے زباں پاک کرلو
تو پھر نام لینا حبیبِ خدا کا

(پیر محمد کرم شاہ الازہری: بتصرف)

انسانی مدارج میں اعلیٰ درجہ:

انسان کو دیگر حیوانوں سے ناطق نے جدا کیا ہے اب انسان کو صرف حیوان کہنا جائز

نہیں۔ تو صرف ایک فصل کی وجہ سے انسان دیگر حیوانوں سے ممتاز ہوگیا ہے جبکہ خالی بشریت سے لے کر امام الانبیاء تک ساٹھ فصلیں ہیں۔ تم اپنے آپ کو ایک فصل کا فرق ہونے کی وجہ سے حیوان نہیں کہنے دیتے اور حضور علیہ السلام کو ساٹھ فصلوں کے فرق کے باوجود اپنی طرح کا بشر کہتے ہو۔ دیکھو! عام بشر سے اوپر مؤمن ہے پھر صالح ہے پھر نجیب پھر نقیب پھر متقی پھر تقویٰ کے مدارج، پھر ولایتِ صغریٰ پھر اس کے چھتیس درجے پھر ولایتِ کبریٰ پھر اس کے درجات، قطب، غوث، قطب الاقطاب پھر تبع تابعین پھر تابعین پھر صحابہ کرام پھر ان میں درجات حدیبیہ والے، احد والے، بدر والے عشرہ مبشرہ خلفائے اربعہ، شیخین، ابوبکر صدیق پھر نبی پھر رسول پھر اولوالعزم رسل عظام پھر چار کتابوں والے رسول پھر صاحبِ قرآن رحمۃ للعالمین۔ (مولانا محمد فاضل فیصل آبادی شیرِ پنجاب)

اللہ تعالیٰ بھی اول ہے مگر وہ بھیجنے میں اول ہے یہ آنے میں اول، یہ سیکھنے میں اور وہ سکھانے میں اول، یہ پڑھنے میں اوّل وہ پڑھانے میں اول، وہ خدائی میں اول یہ مصطفائی میں اول، جس کی شان رحمۃ للعالمین ہے، جس کا مقام مقامِ محمود ہے، جس کا کلام وما ینطق عن الھویٰ ہے، جس کی صورت قد جاء کم من اللہ نور ہے، جس کی سیرت وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی ہے، جس کا سفر سبحٰن الذی اسریٰ ہے جس کا حضر ولوانھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک ہے، جس کی نظر مازاغ البصر ہے، جس کی عمر لعمرک ہے، والضحی جس کا رخ انور ہے، واللیل جس کی زلفِ اطہر ہے، الم نشرح لک صدرک جس کا صدر ہے، انا مراۃ جمال الحق جس کی جبین اطہر ہے۔

بازو اس کا ہے زور خدا کا ہے
بہانہ اس کا ہے نشانہ خدا کا ہے

(ایضا)

مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان فرمودہ نکتہ:

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو والضحٰی فرمایا، ذرا کسی فوٹو گرافر سے پوچھو تو تصویر کب اچھی بنتی ہے؟ وہ کہے گا: جب سورج بادلوں میں ہو اور اس کی روشنی افق (کناروں) میں

پھیل رہی ہو، اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے محبوب کے چہرے کی اس وقت قسم یاد فرمائی جب کالے سیاہ بادلوں کی طرح آپ کی زلفیں آپ کے رُخ اطہر پہ پھیلی ہوئی تھیں اور نور کی کرنیں چہرے سے پھوٹ رہی تھیں، محبوب ناز میں ہے اور اس کا چاہنے والا اس کی ناز برداری فرما رہا ہے۔ (مولانا محمد عمر اچھروی عِشْیہ)

ان کی رفعت کا اندازہ کیا ہو
عرش ہے ان کے قدموں کے نیچے
عرش، کرسی بھی نعلین پا کو
تاج اپنا بنائے ہوئے ہیں

اسوۂ رسالت پہ مفتی محمد حسین نعیمی کی ایک نایاب تقریر:

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم۔

اما بعد!

فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ط لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃٌ حسنۃ ط صدق اللّٰہ العلی العظیم ط

برادرانِ اسلام! اللہ تعالیٰ کا ہزار ہا شکر ہے جس نے ہمیں انسان بنایا ایک احسان پروردگار کا یہ ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا اور انسان کو اشرف المخلوقات بنایا کرمنا بنی آدم کا تاج پہنایا۔ یہ اس کی مہربانی اور احسان ہے ہمارا کوئی حق نہ تھا ہمیں کوئی اختیار نہ تھا اگر انسان نہ بناتا کچھ اور بناتا تو کیا ہوتا۔ اس کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا۔ پروردگار نے تو ہمیں انسان بنایا مگر انسان نے اپنے آپ کو بگاڑا اور صورت کا انسان رہ گیا۔ انسان سیرت سے محروم ہو گیا۔ پیارے آقا و مولا رسول اکرم ﷺ کا یہ کرم ہے کہ انہوں نے انسان کو انسانیت سکھائی پروردگار نے انسان بنایا اور انسانیت آپ نے سکھائی۔ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں انسان تو تھے، صورت کے انسان، مگر ان میں انسانی سیرت نہ تھی۔ ایک صورت کا انسان ہوتا ہے ایک انسان کی سیرت ہوتی ہے۔

آپ بہت سے انسانوں کو انسان کی صورت میں تو دیکھتے ہیں مگر ان میں انسانیت

نہیں ہے آپ کے تھانوں کے اندر جتنے ہیں سب انسان ہیں شکل وصورت میں انسان ہیں لیکن آپ محسوس کرتے ہیں انسانیت نہیں۔ انسان کی سیرت اور چیز ہے آپ کے دفاتر کے اندر محکموں کے اندر کرسیوں پر بیٹھے ہوئے جو دیکھتے ہیں یہ صورتا انسان ہیں ان کی سیرت آپ جانتے ہیں۔ بددیانتی، رشوت، عیاشی، ظلم وستم، انسان کے اندر حیوانیت کی کوئی نہ کوئی بو آجاتی ہے۔ جس انسان میں ہٹ دھرمی ہو اس میں گدھے کی بُو ہے۔ جس انسان کے اندر مکرو فریب ہے اس انسان کے اندر لومڑی کی بُو ہے۔ جس انسان کے اندر دھوکہ ہے بددیانتی ہے اس کے اندر بھیڑیئے کی بُو ہے۔ جس انسان میں طمع ہے اور خود غرضی ہے اس میں کتے کی بو ہے ایک انسان ہوتا ہے ہمائی صفات کا ایک ہوتا ہے اُلو کی صفت کا۔ ہُما ایک پرندہ ہے برکت والا ہے۔ کہتے ہیں جس کے سر پر بیٹھتا ہے وہاں بہار کر دیتا ہے۔ جس جگہ پر بیٹھتا ہے خیر و برکت کی بارش برستی ہے۔ جس باغ میں بیٹھتا ہے شاداب ہوتا ہے۔ جس کوٹھے پر بیٹھتا ہے وہ کوٹھا مالا مال ہوتا ہے ہُما ایک جانور ہے پرندہ ہے۔ جس کی یہ صفت ہے خیر و برکت کی۔ ایک دوسرا پرندہ ہے جسے اُلو کہتے ہیں وہ جس مکان پر بیٹھتا ہے اس کو تباہ کر دیتا ہے۔ جس باغ میں بیٹھتا ہے اس کو ویران کر دیتا ہے اسی طرح بادشاہ ہوتے ہیں ایک بادشاہ ہُما کی صفت کا ہوتا ہے۔ ایک الو کی صفت کا جس ملک کا بادشاہ ہُما کی صفت کا ہو تو اس میں خیر و برکت ہوتی ہے امن وسلامتی ہوتی ہے وہ ملک نونہال ہو جاتا ہے۔

لیکن اگر کسی ملک کا شہنشاہ اُلو کی صفت کا ہو جس جگہ پر وہ بیٹھتا ہے وہ تباہی کی طرف جاتا ہے بربادی کی طرف جاتا ہے قتل وغارت ہوتی ہے، بددیانتی ہوتی ہے جب یہ عالم ہوتا ہے ہر شخص کا استحصال ہوتا ہے آپ محسوس کر سکتے ہیں دنیا کے اندر کئی حاکم آئے، آتے ہیں اور ہیں آپ کو معلوم ہے کوئی حاکم اُلو کی صفت کا ہوتا ہے جب سے آمر بیٹھتا ہے ملک تباہی کی طرف، بربادی کی طرف، قتل وغارت کی طرف جاتا ہے، اس ملک میں قتل وغاریت عام ہو جایا کرتی ہے اگر کسی کے باغ میں اُلو بیٹھ جائے یا مکان پر تو اُسے کیا کرنا چاہیے۔ جتنا جلد سے جلد ہو اسے اپنے باغ سے مکان سے جلد اڑا دینا چاہیے۔ انسان کی ایک سیرت ہوتی ہے ایک صورت ہوتی ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ نے جو کمال دنیا کو دکھایا ہے یہ ٹھیک

ہے کہ میرے نبی کا یہ کمال تھا کہ ڈوبے سورج کو واپس کیا میرے نبی کا یہ کمال تھا کہ اشارہ کیا چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے اور کنکریوں سے کلمہ پڑھوا دیا میرے نبی کا یہ کمال تھا کہ اشارہ کیا درخت سر کے بل چلے آئے میرے نبی کا سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ آپ نے انسان کو انسانیت سکھائی۔ انسان کو شرافت وصداقت سکھائی۔ انسان کو دیانت سکھائی۔ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا۔ صورت کا انسان بنایا اور نبی کا ہمیں غلام بنا کر سیرت کا بھی ہمیں انسان بنایا۔

اللہ تعالیٰ کا دوسرا احسان ہم پر یہ ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان بنایا۔ انسان تو بہت ہیں مگر اللہ کا کرم کہ اس نے ہمیں انسان بنانے کے بعد ہمیں مسلمان بنایا۔ ہمیں اسلام جیسی نعمت عطا فرمائی۔ ضابطہ حیات دیا۔ ہمیں ایک دستور العمل دیا اسلامی آئین دیا۔ اللہ تعالیٰ کا بہت کرم ہے اور آپ جانتے ہیں کہ اسلامی آئین کیا ہے اسلامی آئین کے اندر کیا خوبیاں ہوتی ہیں ایک خوبی یہ ہوتی ہے۔ اس میں ایک استقامت ہوتی ہے قرار ہوتا ہے اسلامی آئین مستقل ہوا کرتا ہے اسلام میں کسی قسم کا تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا۔

اسلامی آئین وہ ہوتا ہے جس میں کوئی ترمیم نہ ہو جس آئین میں ترمیم ہوتی جائے وہ اسلامی آئین نہیں ہوتا۔ اسلامی آئین کے اندر کیسی ترمیم یا آئین سے پہلے اسلامی نہیں تھا۔ یا ترمیم کے بعد اسلامی نہیں رہا۔ اسلامی آئین کی دوسری خوبی یہ ہوتی ہے کہ اس کی حفاظت سب کی حفاظت ہے یعنی جان ومال کی حفاظت اور آپ کی حفاظت اور نفس کی حفاظت، عمل کی حفاظت اور ایمان کی حفاظت ہے اسلامی آئین کے اندر، اسلامی آئین جب ہم دیکھتے ہیں تو اس کے سب لوازمات کے ساتھ ہوتے ہیں اگر یہ چیزیں نہیں ہیں تو اسلامی آئین نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا کتنا کرم ہے کہ ہمیں انسان بنایا۔ مسلمان بنایا پھر اپنے نبی ﷺ یعنی پیارے حبیب کی اُمت بنایا۔ مسلمان تو ہر نبی کا اُمتی تھا، ہر نبی کا کلمہ پڑھنے والا مسلمان تھا۔ اللہ تعالیٰ کا کرم تو یہ ہے کہ ہمیں مسلمان بنایا اور خیر امت بنایا۔ ہمیں مسلمان بنانے کے بعد اہلسنت بنایا اور حنفی بنایا پھر رضوی بنایا۔ کتنے کرم ہیں کتنے عظیم احسانات ہیں۔ اللہ تعالیٰ

ہمیں ان عظیم احسانات کا شکریہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے......آمین۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن:

قد جاء کم من اللّٰہ نور۔

تحقیق آ گیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور، نور من اللّٰہ فرمایا یعنی اللہ کی طرف سے، من الامنہ، من الھاجرہ، من عبداللہ، من وراء العرش نہیں فرمایا بلکہ من اللہ فرمایا

کوئی اگر مجھ سے سوال کرے کہ کہاں سے آئے ہو تو میں یہی کہوں گا کہ گوجرہ سے کیونکہ وہیں میری رہائش ہے۔اے میرے آقا! آپ کہاں سے تشریف لائے؟ فرمایا: من اللہ۔ اللہ کی طرف سے، معلوم ہوا کہ آپ دراصل وہاں کے باسی ہیں اس لیے معراج کی رات کل شئی یرجع الی اصلہ کی شان کا ظہور ہوا۔اس لیے ہم زمین کے رہنے والے ہیں تو زمین سے نکلنے والی اشیاء کھاتے ہیں اور جو من اللہ کی شان والا ہے وہ فرماتا ہے ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی میں تو اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے پلاتا بھی ہے۔حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

غیب الغیب دے دیسوں آیا

شہر شہادت ڈیرہ لایا

پھر جو چیز جہاں سے آتی ہے وہاں کی صفات لے کر آتی ہے ہوا آگ کی طرف سے آئے تو گرم ہوگی، برف کی طرف سے آئے تو ٹھنڈی ہوگی، خوشبو کی طرف سے آئے تو خوشبودار، بدبو کی طرف سے آئے تو بدبودار۔ پانی کنویں سے نکالو، اگر کنویں کا پانی میٹھا ہو تو وہاں سے نکلنے والا پانی بھی میٹھا ہی ہوگا، وہ کڑوا ہوگا تو یہ بھی کڑوا ہوگا جو اس کی صفات وہ اسی کی صفات۔حضور اللہ کی طرف سے آئے تو خدائی صفات لے کر آئے۔وہ بھی رؤف یہ بھی رؤف، وہ بھی رحیم یہ بھی رحیم، وہ بھی کریم یہ بھی کریم، وہ بھی نور یہ بھی نور، اور ایسے کہ جس کی روشنی میں حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے مکہ میں بیٹھ کر قیصر و کسریٰ کے محلات کو دیکھ لیا۔

ربیع فی ربیع فی ربیع
ونور فوق نور فوق نور

جس نور کے سامنے ابوبکر آیا تو صدیق اکبر بن گیا، عمر آیا فاروق اعظم بن گیا، عثمان آیا ذوالنورین بن گیا، علی آیا خدا کی تلوار حیدرِ کرار بن گیا۔ بے ذر آیا تو بوذر بن گیا، حبش کا بلال آیا تو رشکِ قمر بن گیا۔

ظلمت کو ان کے نور نے کافور کر دیا
جس پر نگاہ اٹھائی اسے نور کر دیا

اس نور کی روشنی سے اندھیروں کے بادل چھٹ گئے ظلم کے پردے ہٹ گئے، کسی نور کی روشنی ایک فرلانگ تک کسی کی ایک میل تک آنکھ کا نور حد نگاہ تک، مگر مصطفیٰ کریم علیہ السلام کے نور کی روشنی مکاں سے لامکاں تک تحت الثریٰ سے عرش معلیٰ تک، زمین سے آسمان تک، فرش سے عرش تک۔

یہاں قد جاء کم فرمایا، کہیں لقد جاء کم (آیا تمہارے پاس) فرمایا، کہیں اذ بعث (بھیجا) فرمایا اور کہیں انا ارسلناك فرمایا۔ کہیں بھی تو خلق (پیدا ہوا) نہ فرمایا کیونکہ پہلے موجود ہوگا پھر بھیجا جاہے گا۔ موجود کہاں تھا؟

دیکھو کسی نے آپ کو ساہیوال میں امرود کھاتے ہوئے دیکھا تو وہ سمجھا کہ آپ ساہیوال کے ہیں، کسی نے آپ کو لاہور کی سڑک پر کھڑے ہوئے دیکھا تو اس نے سمجھا آپ لاہور کے ہیں لیکن خود آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے کہا بھئی میں تو ملتان کا ہوں، راستے میں ٹھہراؤ کرتا رہا ہوں اور ساہیوال، لاہور تو میری گذرگاہیں ہیں۔ حضور علیہ السلام کو مکہ والوں نے مکی جانا، مدینہ والوں نے مدنی سمجھا، کسی نے قریش میں سے ہونے کی وجہ سے قریشی کہا مگر اللہ تعالیٰ نے من اللہ فرمایا کہ مکی، مدنی، قریشی ہونا تو میرے حبیب کی گذرگاہیں ہیں یہ تو من اللہ ہے۔

کنت کنزا مخفیا کا اک خزانہ تھا چھپا
ہو کا عالم تھا نہ تھا موجود کوئی دوسرا

حُسن نے جب آنکھ کھولی عشق تھا "مچلا" ہوا
دستِ قدرت سے محمد کو بنا کر یوں کہا
اے جمالِ یار تو نے شور برپا کردیا

مزید سنو! کوئی فتویٰ نہ لگا دے کہ اللہ کا نور تو قدیم ہے اور اس کے علاوہ کوئی قدیم نہیں، تو گذارش یہ ہے کہ قرآن میں کالعرجون القدیم بھی ہے۔ هٰذا افك قديم بھی ہے۔ وليطوفوا بالبيت العتيق کا ترجمہ "قدیم گھر کا طواف کرو" دیوبند کے علماء نے کیا ہے پھر قدیمی شفاخانہ، شاہ جہان کی قدیم ترین مسجد، آثارِ قدیمہ اور روزہ قدیم ترین عبادت ہے کہنے پہ جب کوئی فتویٰ نہیں اور توحید کو کوئی خطرہ نہیں تو یہ کہنے پر کیوں فتویٰ لگتا ہے۔

کہو کس شان سے سرتاج مرسلاں آئے
نظر والے پکار اُٹھے مکین لامکاں آئے

(حضرت صوفی غلام حسین گوجروی رحمۃ اللہ علیہ: بتصرف)

حضور علیہ السلام کے آباؤ اجداد:

فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

انا خيرهم نفسا وخيرهم بيتاً۔

"میں ذاتی اور خاندانی طور پر سب (لوگوں) سے بہتر ہوں"۔

نامِ گرامی .... حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

والدِ ماجد .... حضرت عبداللہ لقب ذبیح اللہ رضی اللہ عنہ

والدہ ماجدہ .... حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

دادا جان .... حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

دادی جان .... حضرت صفیہ بنت جندب نجاری رضی اللہ عنہا

پردادا جان .... حضرت عمرو لقب ہاشم

پردادی جان .... حضرت سلمٰی بنت عمرو بن زید نجار (بروایت اخریٰ فاطمہ بنت عمرو)

نانا جان .... حضرت وہب زہری

نانی جان .... حضرت برہ بنت عبدالعزیٰ

پرنانا جان .... حضرت عبدمناف زہری

پرنانی جان .... حضرت عاتکۃ الکبریٰ

1- آپ کے تمام ننھیال وددھیال خاندان سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ہیں۔

2- آپ کی کوئی بہن نہ بھائی تھا۔ (تفسیر نور العرفان)

3- رضاعی مائیں: حضرت حلیمہ سعدیہ، حضرت ثویبہ ودیگر چند بیبیاں۔

4- دائیاں: حضرت شفاء، حضرت صفیہ، حورانِ بہشت وغیرہ۔ (رضی اللہ عنہن)

5- حضرت حلیمہ کے والد کا نام ابو ذئیب (ذویب) ہے۔ خاوند کا نام حارث ہے۔

(سیرت حلبیہ)

آ گیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے (نکاتِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

وقتِ میلاد:

(12 ربیع الاول) بروز پیر، ابرہہ کے کعبہ پہ حملے کرنے سے ٹھیک پچپن دن بعد، جیٹھ کی پہلی تاریخ، دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے چودہ گھنٹے گذر چکے تھے دس باقی تھے، 628ب (بکرمی) یونانی مہینہ اپریل کا تھا اور اس کی بائیس تاریخ تھی، آسمان کے بُرج حمل نامی سے سورج 33 منٹ 22 سیکنڈ آگے جا چکا تھا، بوقت صبح صادق چار بج کر 23 منٹ پر، مرغ کی تیسری آذان کے وقت۔ پیر دے دن جہاناں دا پیر آ گیا

یاد رہے کہ اس دن طلوع صبح صادق چار بج کر بیس منٹ پر ہوئی، یکم جیٹھ کو شروع ہوئے تیرہ گھنٹے اور چودہ منٹ گذر چکے تھے آج کل کے نظام الاوقات کے مطابق نو بج کر ستاون منٹ۔ (صمصام بابا غیر مقلد کی تحقیق)

علماء فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام کی ولادت کا وقت قریب آیا تو دن رات میں سے ہر ایک نے دعا کی کہ اے اللہ! تیرا محبوب میرے اندر آئے تا کہ ولادت باسعادت کی برکتیں مجھے حاصل ہوں خدا تعالیٰ نے دونوں کی دعا کو قبول فرمالیا اور اپنے محبوب علیہ السلام کو ایسے

وقت میں پیدا فرمایا کہ جب "دن جا رہا تھا، رات آ رہی تھی"۔

تاریخ کے آئینے میں:

مقامِ ولادت	....	حجازِ مقدس، عرب شریف
شہرِ ولادت	....	مکہ مکرمہ
محلۂ ولادت	....	بنی قشاشیہ نزد جبل ابوقبیس گلی سوق اللیل نامی
جائے ولادت	....	مکان حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ
سنِ ولادت	....	2585 ابراہیمی / اپریل 570 عیسوی
سنِ ولادت	....	عام الفیل۔ اصحابِ فیل کے واقعہ کے 55 دن بعد (مدارج النبوت)
سنِ ولادت	....	حضرت آدم علیہ السلام کے تقریباً ساڑھے چھ ہزار سال بعد
ماہِ ولادت	....	ربیع الاول ربیع النور شہر سرور۔ (زرقانی)
تاریخِ ولادت	....	باراں (12) ربیع الاول شریف
شبِ ولادت	....	پیر شریف (یوم الاثنین)۔ (زرقانی، مشکوٰۃ)
وقتِ ولادت	....	صبح صادق (ضیاء النبی بحوالہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حصہ دوم)

؎ جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

تفسیر بحر العلوم نسفی میں ہے کہ جب نور محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں رونق افروز ہونے کے بعد آپ کے دائیں ہاتھ کی انگلی سبابہ میں نظر آیا تو آپ نے زیارت سے مشرف ہوتے ہی اس انگلی کو اٹھایا اور پڑھا: اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ اس لیے اس انگلی کا نام شہادت کی انگلی مشہور ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے نورِ محمدی سے چمکنے والی انگلی کو چوما اور آنکھوں پر لگایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا۔ علامہ کاشفی فرماتے ہیں "ایں سنت درمیاں اولاد تا بہ قیامت بگذاشت" یعنی اس

سنت آدم علیہ السلام کو ان کی اولاد میں قیامت تک جاری کر دیا گیا کہ اذان میں کلمہ شہادت پر انگشت شہادت چومنا اور آنکھوں سے لگانا سنت حضرت آدم علیہ السلام ہے۔

(معارج النبوت 245/1 اردو)

اس کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔ یہی واقعہ اختصار کے ساتھ ایک بہت پرانا نسخہ انجیل کا دستیاب ہوا ہے اس میں بھی موجود ہے۔ لکھا ہے کہ "تب پہلے انسان نے ان کلمات کو پدری محبت کے ساتھ بوسہ دیا"۔

(انجیل برنباس اردو ترجمہ اسلامی مشن لاہور فصل نمبر 40 صفحہ 106)

نورِ نبوت محمدیہ حضرت آدم علیہ السلام کی مبارک پیشانی میں چمک دمک رہا تھا۔ پھر یہ نور پاک حضرت حوا رضی اللہ عنہا کی طرف منتقل ہوا اور حضرت شیث کی ذاتِ گرامی قدر سے حضرت حوا حاملہ ہوئیں۔ (یعنی حضرت حوا کے پیٹ میں حضرت شیث علیہ السلام تشریف لائے) المختصر یہ کہ نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل منتقل ہوتا ہوا اصلاب طاہرہ میں پھرتا رہا یہاں تک کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تک آ پہنچا۔ حضرت عبدالمطلب کو کئی کرامات سے نوازا مثلاً اصحابِ فیل کا مقابل نہ آسکنا ہاتھی کا آپ کے سامنے سجدہ میں گر جانا۔ چاہِ زمزم کی کھدائی کے وقت واقعہ قربانی، جنگل کے شیر آپ کی بارگاہ اقدس میں عرض کرتے: اے عبدالمطلب! ہم پر سوار ہو جائیں۔ (لتشرف بنور محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تاکہ ہم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے مشرف ہوں (وغیرہا)۔

علامہ عطاء محمد بندیالوی علیہ الرحمۃ کی ایک تقریر:

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو خلیفہ اس لیے بنایا کہ مفیض (فیض دینے والے) اور (فیض لینے والے) میں مناسبت کا ہونا ضروری تھا جو کہ خالق و مخلوق میں نہ تھی اور جو حسین ہوتا ہے اس کی طبیعت کا تقاضا ہوتا ہے کہ کوئی اس کو دیکھے، اب وہ خلیفہ اگر ہم جیسا ہوتا تو فیض لینے دینے کا سلسلہ نہ چل سکتا تو اللہ نے نورانیت و بشریت کے مرکب سے خلیفہ بنایا جو نورانیت میں مفیض کے مناسب ہے اور بشریت میں مستفیض کے تاکہ وہاں سے لے کر ہمیں عطا کرے۔ تمام نبیوں کا یہی حال ہے۔ باقی رہا اللہ نور السمٰوات والارض کہ

اللہ ہی نور ہے زمین و آسمان کا۔ پھر نبیوں کو کیونکر نور مانا جائے تو قاضی عیاض اور ملا علی قاری علیہما الرحمہ نے لکھا کہ یہاں حذف مضاف ہے۔ یعنی اللہ خالق نور السمٰوات والارض۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے نور کو پیدا کرنے والا ہے جس سے زمین و آسمان روشن ہو گئے۔ دیکھو! کمرہ تنگ ہو تو روشنی تیز ہوتی ہے اور کمرہ بڑا ہو تو روشنی مدھم ہوتی ہے جب زمین و آسمان کی وسعتوں کا ذکر ہوا تو یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ روشنی مدھم ہو گی تو اس وہم کو دور کرنے کیلئے فرمایا: نہیں مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح...... روشنی کا مدار چند چیزوں پر ہے۔

1- مکان تنگ ہو تو فرمایا: کمشکوۃ فیھا مصباح جیسے ایک طاق ہو اور اس میں چراغ ہو۔

2- شیشہ (چمنی) صاف و شفاف ہو تا کہ روشنی تیز اور زیادہ ہو، تو فرمایا: شیشہ اتنا صاف ہے المصباح فی زجاجۃ۔ چراغ ایک فانوس (شیشے میں ہے) اور شیشہ ایسا ہے کہ کانھا کوکب دری۔ گویا چمکدار ستارہ ہو۔

3- پھر روشنی کا مدار اس پر ہے کہ تیل اچھا ہو تو سب تیلوں میں زیتون کا تیل اچھا ہے۔ جس کی اللہ نے بھی قسم یاد فرمائی۔ والتین والزیتون۔ تو فرمایا تیل ایسا ہے کہ من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ۔ اور تیل اچھا ہونے کا مدار بیج کے اچھا ہونے پر ہے اور بیج اچھا کونسا ہے تو سنو! مشرق میں گرمی زیادہ ہوتی ہے اور مغرب میں سردی زیادہ اور مشرق وسطیٰ میں موسم معتدل ہوتا ہے۔ یہاں کا بیج اور تیل بہترین ہے تو فرمایا: تیل ایسا ہے کہ لاشرقیۃ ولا غربیۃ۔

اس تیل کے اچھا ہونے کو یوں بیان کیا کہ یکاد زیتھا یضئی ولو لم تمسسہ نار۔ اگر آگ اس کو نہ بھی چھوئے تو روشنی دے۔ کیا ایسا تیل کبھی دیکھا ہے؟ اس میں ایک عقیدے کا مسئلہ بھی ہے مفسرین فرماتے ہیں مثل نورہ کی ضمیر سے مراد حضور علیہ السلام ہیں۔ تو حضور علیہ السلام باعتبار ذات کے سب سے افضل ہیں کہ اگر بالفرض آپ کو نبوت نہ بھی ملتی تو آپ پھر بھی افضل تھے یہ مطلب ہے یکاد زیتھا یضئی ولو لم تمسسہ نار کا کہ نار سے مراد رسالت ہے یہ عقیدے کا مسئلہ ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) صفات کے محتاج نہیں بلکہ صفات آپ کی محتاج ہیں اور آپ سب کے محتاج الیہ ہیں جیسا کہ رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

جملہ عالم است محتاج الیہ
زیں سبب فرمود رب صلوا علیہ

اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما ان مدحت محمدا بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمد

اسی لیے آپ کی ولادت پیر کو ہوئی اگر جمعہ ہفتہ یا اتوار کو ہوتی تو کہا جاتا کہ یہ دن پہلے سے ہی فضیلت والے ہیں لہٰذا ان دنوں کی وجہ سے آپ متبرک ہوئے، پیر کے دن کو پہلے سے کوئی فضیلت حاصل نہ تھی۔ بہرحال فرمایا: جب تیل ایسا ہے کہ آگ نہ بھی لگاؤ تو روشنی دیتا ہے پھر آگ لگانے کی ضرورت کیا تھی؟ تو فرمایا: نور علی نور۔ نورانیت میں اضافے کیلئے۔ پھر سوال ہوا کہ روشنی کا انکار تو کوئی نہیں کرسکتا پھر حضور کا انکار کیوں ہے؟ تو فرمایا: یهدی اللہ لنورہ من یشاء۔ اللہ جس کو چاہے اپنے نور کی ہدایت دے۔ (یہاں تک تو حاشیہ بیضاوی عنایت القاضی جو آٹھ جلدوں میں ہے، بیان ہوا، آگے میری طرف سے ہے)

صحابہ کرام کا عقیدہ تھا حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ اضحیان و علیہ حلۃ حمراء فجعلت انظر الیہ والی القمر فلھو عندی احسن من القمر۔ (شمائل ترمذی)

چاندنی رات میں میں نے حضور علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ پر سرخ جبہ تھا (رنگا ہوا نہ تھا بلکہ ایسی ہی روئی سے بنا ہوا تھا اور ناجائز وہ ہے جس کو سرخ رنگ دیا گیا ہو) میں نے موقع کو غنیمت جانا اور مقابلہ شروع کردیا فجعلت کا معنی ہے میں بار بار دیکھنا شروع ہوگیا۔ الیہ والی القمر۔ کبھی حضور کو دیکھتا کبھی چاند کو پس میں نے فیصلہ یہ کیا کہ حضور چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں تو جب چاند کے بارے میں فرمایا گیا: وجعل القمر نورا۔ تو پھر جو چاند سے بڑھ کر ہے اس کی روشنی میں کیا شک ہے۔

علی قاری فرماتے ہیں حضرت جابر کا عندی فرمانا اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف میرے نزدیک یہ بات ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح تمہارے نزدیک اے صحابہ! حضور چاند

سے زیادہ حسین ہیں اسی طرح میرے نزدیک بھی۔تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ حضرت جابر صرف عقیدت کی وجہ سے کہہ رہے ہیں جس طرح کہ مجنوں نے لیلیٰ کے بارے کہا تھا۔ بلکہ حقیقتاً بات یہی ہے۔ اس کی دلیل علی قاری نے بیان کی: **لان نورہ ظاهر فی الافاق وفی الانفس**۔ چاند صرف ظاہر کو روشن کرتا ہے (مکان کا دروازہ بند کر دو چاند کی روشنی ختم) تو جو ظاہر و باطن کو روشن کرے وہ پھر چاند سے بڑھ کر کیوں نہ ہو، پھر چاند کو گرہن بھی لگ جاتا ہے مگر حضور کا نور اس سے پاک ہے۔ یعنی عقلی طور پر بھی یہ عقیدہ سمجھا دیا۔

پھر سوال ہوا کہ حضور کے منکر زیادہ کیوں ہیں بہ نسبت اللہ کے تو فرمایا: **اکثر الناس عرفوا اللہ عزوجل وما عرفوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**۔ اکثر لوگوں نے خدا کو پہچانا مگر مصطفیٰ کو نہ پہچانا، کیوں؟

لان حجاب البشریة عظت ابصارھم۔ اللہ پر حجاب بشریت کوئی نہیں کہ کسی کو دھوکہ لگ سکے حضور پر اللہ نے بشریت کا پردہ ڈال دیا جو منکرین کی آنکھوں پہ پڑ گیا۔

سوال ہوا کہ پردہ تو جسم کو ڈھانپتا ہے نہ کہ آنکھوں کو، تو جواب یہ ہے کہ حضور محتجب ہیں محجوب نہیں، محجوب مغلوب ہوتا ہے۔ اور محتجب غالب عورت برقع میں نظر نہیں آتی تو محجوب ہے اور پردہ اس پہ غالب ہے اور سورج کو بھی ہم نہیں دیکھ سکتے مگر اس کو محجوب نہیں کہیں گے بلکہ محتجب کہیں گے۔ یہی حال حضور علیہ السلام کا ہے۔ (درس قرآن کی محفل)

حضرت عبدالمطلب کی شادی اور حضرت عبداللہ کی پیدائش:

مدینہ منورہ میں حضرت عبدالمطلب نے صفیہ بنت عمرو (قبیلۂ بنی نجار) سے نکاح کیا حضرت عبداللہ مدینہ منورہ شریف میں پیدا ہوئے۔ شیر خوارگی بلکہ اوائل شباب بھی وہیں گذارا۔

(مراۃ شرح مشکوۃ جلد 8)

آپ کا وصال بھی مدینہ منورہ میں ہوا باب السلام کی طرف مزار تھا آج کل جنت البقیع شریف میں ہے مگر نشان ہی نہیں۔

حضرت عبدالمطلب نے اپنے پیارے بیٹے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شادی مبارک حضرت سیدہ آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے کر دی۔

طہارتِ نسب نبوی:

ابونعیم کی روایت میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے تمام آباؤ اجداد سفاح سے پاک ہیں، یعنی میرے والدین ماجدین سے لے کر آدم وحوا علیہما السلام تک کوئی مرد یا عورت ایسا نہیں ہوا جس نے معاذ اللہ کسی قسم کی فحاشی یا بے حیائی کا کام کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہمیشہ اصلاب طیبہ سے ارحام مطہرہ کی طرف منتقل فرمایا۔ (مواہب اللدنیہ)

مشکوٰۃ شریف میں حضرت واثلہ بن الاسقع سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا سرکار ارشاد فرمارہے تھے کہ "اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ میں سے قریش کو قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو، بعض دیگر روایات میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنا صفی اور برگزیدہ بنا کر ان کی اولاد میں سے حضرت نوح علیہ السلام کو چن لیا اور نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ فرمالیا"۔ دلائل النبوت میں ابونعیم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں ام المومنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت جرائیل علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں۔ حضرت جرائیل علیہ السلام نے کہا:

قلبت مشارق الارض ومغاربها فلم ارر جلا افضل من محمد (صلی الله علیه وسلم)

"میں تمام مشارق ومغارب میں پھرا، میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا فضیلت والا کوئی نہ پایا، نہ خاندانِ بنی ہاشم کی طرح کوئی خاندان افضل دیکھا"۔

(انسان العیون 26/1)

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا عقیدۂ توحید:

ابنِ اسحاق سے روایت ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایامِ حمل میں مجھے کہا گیا کہ تو

انك قد حملت بسيد هذه الامة فاذا وقع على الارض فقولى اعيذه بالواحد۔ من شر كل حاسد۔

(تذکرۂ میلاد رسول صفحہ 12 البدایہ والنہایہ، الخصائص الکبریٰ)

"یعنی اے آمنہ جب یہ مولود دنیا میں تشریف لے آئے تو یہ دعا کرنا کہ میں ہر حسد کرنیوالے کے حسد سے اسے اللہ واحد کی پناہ میں دیتی ہوں"۔

لوحِ محفوظ پر چلنے والے قلم کی آواز سننا اور چاند سورج کا سجدہ کرنا:

نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا: "اے چچا مجھے قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں والدۂ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے رحم میں لوح محفوظ پر چلتے قلم کی آواز سنتا تھا اور مجھے قسم اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں آفتاب و مہتاب کے سجدہ کرنے کی آواز سنتا تھا"۔ (معارج النبوت 123/2)

حضور ﷺ کا شکمِ اطہر میں تسبیح پڑھنا:

جب لباسِ بشریت میں آپ عالمِ دنیا میں تشریف لائے تو والدہ ماجدہ کو تمام بشری عوارض کا احساس تک نہ ہوا۔ کیونکہ جب آپ ﷺ کا نورِ اقدس شکمِ اطہر میں جلوہ افروز ہوا تو والدۂ ماجدہ کو دوسری عورتوں کی طرح طبیعت میں کسی قسم کی گرانی ہرگز محسوس نہ ہوئی۔ اور نہ ہی کوئی بوجھ کا احساس ہوا۔ حتیٰ کہ جسمانی عوارض کی وجہ سے شکمِ اطہر بھی نہیں بڑھا تھا۔ حضرت عبدالمطلب اس بات کو تسلیم نہ کرتے تھے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا حاملہ ہیں کیونکہ حمل کا کوئی اثر سیّدہ میں وہ محسوس نہ کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ والدہ کے شکمِ اطہر میں تکبیر و تسبیح پڑھتے تھے جس کی آواز سنائی دیتی تھی۔ وقتِ ولادت والدہ کو تکلیف نہ ہوئی۔ آپ ﷺ مختون پیدا ہوئے اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔ حالانکہ ناف ہی بچہ کی بشری خوراک (خون) ملنے کا ذریعہ ہے۔ (معارج النبوت 97/2، الشمامۃ العنبریہ صفحہ 8، مولد العروس لابن جوزی، تذکرہ میلاد رسول)

یاد رہے! مفسرین کرام نے اس آیت

قد جآء كم من الله نورٌ و كتابٌ مبين۔ (سورۃ مائدہ آیت 15)

"بیشک اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب"۔ (کنزالایمان)

میں لفظ نور سے مراد حضرت محمد ﷺ کی ذات لی ہے۔

(تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس صفحہ 90، تفسیر کبیر، تفسیر خازن، تفسیر جلالین، تفسیر ابن جریر، تفسیر روح المعانی، مواہب 118/1 تفسیر ابن کثیر)

❁ سید عالم نور مجسم ﷺ فرماتے ہیں:

قال انی عند اللّٰہ مکتوب خاتم النبیین وان ادم لمنجدل فی طینتہ و ساخبرکم باول امری دعوۃ ابراھیم وبشارۃ عیسٰی ورؤیا امی التی رأت حین وضعتنی وقد خرج لھا نورا ضآء لھا منہ قصور الشام۔

"فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک آخری نبی لکھا ہوا تھا، جب کہ آدم اپنے خمیر میں لوٹ رہے تھے میں تم کو اپنی پہلی حالت بتاتا ہوں میں دعا ابراہیم ہوں اور بشارت عیسٰی ہوں اور تحقیق میں اپنی ماں کا وہ نظارہ ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا کہ ان کیلئے نور ظاہر ہوا جس سے ان کیلئے شام کے محل چمک گئے"۔

(مشکوٰۃ صفحہ 513، خصائص الکبریٰ صفحہ 114، الوفا صفحہ 94، مختصر سیرۃ الرسول صفحہ 12)

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں:

انہ خرج منی نور اضاء بہ بصر من ارض الشام وفی روایۃ اضاء لہ قصور الشام و اسواقھا حتٰی رایت اعناق الابل ببصری۔

(سیرۃ الحلبیہ 91/1، خصائص الکبریٰ 114/1، معارج النبوت دوم، مدارج النبوت 14/2، نسیم الریاض صفحہ 275/3)

مزید فرماتی ہیں: جب میرے محمد ﷺ کا ظہور ہوا تو آپ کے ساتھ ایسا نور ظاہر ہوا جس سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے۔ **اضاء بین المشرق الی المغرب۔**

(مواہب لدنیہ صفحہ 115، سیرۃ الحلبیہ صفحہ 91، مولد العروس صفحہ 25، ابن جوزی خصائص الکبریٰ صفحہ 115، الدر المنظم صفحہ 90، شیخ عبدالحق الہ آبادی)

خیال رہے: تمام کائنات کا روشن ہونا اور سیدہ آمنہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کا تمام کا مشاہدہ کرنا یہ عین حالتِ بیداری میں تھا۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

نظرته اليهم اذا به كا القمر ليلة البدر و ريحه يسطح كالمسك الاذفر۔

''میرے نور نظر لخت جگر صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی تو میں نے دیکھا کہ حسن و جمال ایسا تھا جیسے چودھویں کا چاند ہے۔ اور آپ کے جسمِ پاک سے ایسی خوشبو مہک رہی تھی جیسے بہترین کستوری کی ہوتی ہے''۔ (مواہب لدنیہ، انوارِ محمد یہ صفحہ 24)

سارے جہان پہ محمد رسول اللہ کا قبضہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا ہوتے ہی اپنا سر اقدس آسمان کی طرف اُٹھا کر ایک مٹھی بھر خاک زمین سے اُٹھالی علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

''**رافعاً راسهٗ الى السماء قبض قبضة من التراب بيده**''۔ پھر جب یہ خبر بنی لہب کے ایک شخص کو پہنچی (جو اہلِ کتاب سے تھا) تو اس نے کہا اگر یہ خبر سچی ہے تو پھر ''**ليغلبن هذا المولود اهل الارض**'' یعنی یہ فرزند تمام دنیا پر قابض ہو گیا۔

(خصائص الکبریٰ 116/1، نشر الطیب، المواہب اللدنیہ 115/1)

برکات و معجزاتِ (ارھاصات) ولادت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاک وصاف پیدا ہوئے اور آتے ہی سجدہ فرمایا زمین سے مٹی کی مٹھی بھر لی اور (**جالس على الارض بيده**) زمین پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے۔

(المورد الروی صفحہ 83، محدث ملا علی قاری، شمامۃ العنبر یہ صفحہ 8، نشر الطیب صفحہ 23)

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

قسمعت مناديا ينادى طوفوا به مشارق الارض و مغاربها ادخلوه البحار ليعرفوه اسمه ونعته وصفته وصورته۔

''میں نے ایک اعلان سنا جو اس طرح کیا جارہا تھا کہ آپ (ﷺ) کو تمام مشرق ومغرب کی سیر کراؤ اور سمندروں کی بھی تاکہ تمام مخلوقات آپ ﷺ کے نام نامی سے آشنا ہوجائیں اور آپ کی نعت وصفات اور حسین صورت پاک سے واقف ہوجائیں۔ (ماثبت بالسنہ صفحہ 284، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوت صفحہ 16)

- پھر اعلان ہوا کہ حضرت محمد ﷺ کی تمام دنیا کی سیر مکمل ہوئی اور ان کا تمام پر قبضہ ہوگیا۔ سب ان کے مطیع ہوگئے۔ **لم یبق خلق من اھلھا الا دخل فی قبضتہ**۔ جب واپسی پر میری نظر اپنے لاڈلے بیٹے کے چہرہ انور پر پڑی تو چودھویں کے چاند سے بھی زیادہ چمک رہا تھا آپ تبسم فرمارہے تھے۔
- آپ کو ریشمی لباس میں ملبوس مجھے پیش کر دیا گیا۔

(انوارِ محمدیہ، مدارج النبوت 17/2، شواہد النبوت رکن دوم، خصائص الکبریٰ صفحہ 120-121/1)

محدث ابنِ جوزی لکھتے ہیں: ''سیر کے وقت اعلان ہوا آپ سید الاولین وسید الآخرین ہیں۔ نصرت کی چابیاں ان کے ہاتھ میں ہیں''۔ (مواہب 114/1)

فما بقی علم فی الاولین والآخرین الا اوتیتہ۔

''اولین وآخرین کے تمام علوم آپ ﷺ کو عطا فرمادیئے ہیں''۔

(مولد العروس صفحہ 29 محدث ابن جوزی، خصائص الکبریٰ اوّل، معارج النبوت 95/2، علامہ معین الدین کاشفی، اکرام محمدی 275، انوارِ محمدیہ، مدارج النبوت 17/2، مواہب لدنیہ 115/1 عربی، تفسیر عزیزی پارہ عم، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔ الشمامۃ العنبریہ صفحہ 10، نشر الطیب صفحہ 25)

- جس سال نبی رحمت قاسم نعمت ﷺ تشریف لائے وہ خوشحالی کا سال مشہور ہے۔ کیونکہ اس سے قبل اہلِ قریش معاشی بدحالی وقحط سالی ومشکلات میں مبتلا تھے۔ ولادتِ باسعادت کی برکت سے اس سال اللہ کریم نے بے آب وگیاہ زمین کو سرسبز وشاداب کردیا ہر طرف ہریالی ہوگئی سوکھے درخت ہرے بھرے ہوکر پھلدار ہوگئے اور اہلِ قریش اس طرح ہر طرف سے نفع آنے اور کثرت خیر آنے سے خوشحال ہوگئے۔

(خصائص الکبریٰ، مدارج النبوت دوم، سیرت حلبیہ 78/1، شمامۃ العنبریہ)

- شبِ ولادت ایوانِ کسریٰ (جو عراق میں ہے) میں زلزلہ آیا اور اس کے چودہ کنگرے

گر گئے، دیواریں چر گئیں۔

(خصائص الکبریٰ، شواہد النبوت صفحہ 58، علامہ عبدالرحمٰن جامی 898ھ، مولد العروس ابن جوزی، ماثبت بالسنہ، نزہۃ المجالس دوم، الوفا صفحہ 97/1 محدث ابن جوزی، مدارج 18/2 مختصر سیرۃ الرسول صفحہ 12، نسیم الریاض 277/3 المورد الروی صفحہ 87 تذکرہ میلاد رسول، شمامۃ العنبریہ صفحہ 7، ابن کثیر، نشر الطیب)

- نارِ فارس بجھ گئی جو ہزار سال سے نہیں بجھی تھی۔ (اور آتش پرست لوگوں نے جلائی تھی)
- چشمہ بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا جہاں بت پرستی ہوتی تھی۔

(خصائص الکبریٰ، شواہد النبوت صفحہ 58، الوفا 97/1، نسیم الریاض 277/3، تذکرہ میلاد رسول ابن کثیر، شمامۃ العنبریہ، مختصر سیرت رسول صفحہ 12، نشر الطیب صفحہ 25)

(خیال رہے یہ ساوہ تقریباً چھ میل لمبا تھا یہ وادی شام وکوفہ کے درمیان ہے)

- جب سید عالم والی مکہ ﷺ کی ولادت باسعادت کا وقت آیا تو:

نصب علم بالمشرق وعلم بالمغرب وعلم علی ظهر الكعبة۔

"تین جھنڈے لگا دیئے گئے ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں تیسرا کعبۃ اللہ کی چھت پر"۔

(بیان المیلاد النبی ﷺ صفحہ 51، محدث ابن جوزی 597، خصائص الکبریٰ 48/1، مولد العروس صفحہ 71، محدث ابن جوزی، معارج النبوت دوم صفحہ 16، شواہد النبوت، مدارج النبوت 16/2، المواہب الدنیہ 114/1، نسیم الریاض 275/3، ماثبت بالسنہ 291، شمامۃ العنبریہ صفحہ 9)

- محدث جلیل امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مقبول ومشہور کتاب الخصائص الکبریٰ میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت و پیدائش مبارک کے معجزات مبارکہ کے سلسلہ میں ایک روایت اس طرح نقل فرمائی ہے کہ:

كلما مولد النبی صلی الله علیه وسلم امتلات الدنیا كلّها نوارا وتباشرت الملائكة وضرب فی كل سماءٍ عمود من زبرجد و عمود من یاقوت قد استنار به فهی معروفة فی اسماء الحدیث۔

(خصائص کبریٰ 118/1)

"جب نبی ﷺ کی ولادت ہوئی تمام دنیا نور سے بھر گئی اور فرشتوں نے

خوشیاں منائیں اور ہر آسمان میں زبرجد اور یاقوت کے ستون بنائے گئے جن سے آسمان روشن ہو گئے ان ستونوں کو رسول اللہ ﷺ نے شبِ معراج دیکھا تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ ستون آپ کی ولادت کی خوشخبری کیلئے بنائے گئے"۔

(بحوالہ الخصائص الکبریٰ 95/1 طبع اردو فرید بک سٹال لاہور)

ہوشیار، خبردار!:

ازرہ شرارت وخیانت جو "خصائص کبریٰ" "دارالکتب الحدیثیہ" بعابدین نے شائع کی ہے اس پر محض شقاوت ازلی وخبث باطنی کے باعث کسی ڈاکٹر خلیل نجدی نے حاشیہ لکھا ہے اور بزعم خویش اصل خصائص کبریٰ کے حاشیہ میں تردید وتغلیط اور تحریف وخیانت کی کوشش کی ہے تاکہ خصائص کبریٰ کے متعلق غلط تاثر دیا جائے اور اسے مشکوک ٹھہرایا جائے جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

کیونکہ اصل خصائص الکبریٰ اور اس کے ترجمہ میں **ضرب فی کل سماء** اور ہر آسمان میں زبرجد اور یاقوت کے ستون بنائے گئے کے جو الفاظ مبارکہ ہیں نجدیوں نے دارالکتب الحدیثیہ کی شائع کردہ "الخصائص الکبریٰ" میں **ضرب فی کل سماء** الفاظ نکال دیئے ہیں اور اس کی بجائے **فی عمود من زبرج** کے منگھڑت الفاظ شائع کر کے ایک بے مقصد اور مہمل عبارت بنادی ہے تاکہ ہر آسمان میں نوری ستون بنائے جانے سے جو ولادتِ نبوی وشانِ محمدی کا مظاہرہ ہوتا ہے اس کا پتہ نہ چلے۔ **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون**۔ یہ ہے منکرینِ شان رسالت کی میلاد دشمنی **والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ**۔

- اور نہرِ کوثر کے کنارے پر مشک وعنبر کے ستر ہزار درخت لگائے گئے ہیں۔

(الخصائص الکبریٰ 117/1، الدر المنظم صفحہ 92)

- حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"میں شب ولادت کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کعبہ مقامِ ابراہیم کی طرف سجدہ میں جھک گیا"۔ (کیونکہ مقامِ ابراہیم مکانِ ولادت کی جانب ہے)

[سجدت نحو مقامِ ابراھیم (خرت سجدا) اورآواز آئی اللہ اکبر اللہ اکبر آج میں مشرکوں کی نجاست سے پاک ہوگیا۔ (یعنی مجھے ان سے پاک کرنے والا محبوب تشریف لے آیا)۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)]

(السیرۃ الحلبیہ 115/1، شواہد النبوت 57، علامہ عبدالرحمٰن جامی، معارج النبوت 17/2، مدارج النبوت 17/2)

- تین دن تک بیت اللہ زلزلہ (وجد) میں رہا۔ (خصائص الکبریٰ، سیرۃ حلبیہ 116/1)

اور حکم ہوا:

"اے فرشتو! آسمانوں اور جنتوں کے تمام دروازے کھول دو سورج کو بھی مزید نور کا لباس پہنادو"۔

- قد اذن اللّٰہ تلک السنة لنساء الدنیا یحملن ذکوراً کرامة لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

"اللہ تعالیٰ نے دنیا بھر کی تمام عورتوں کیلئے اس سال مقدر کر دیا کہ وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت (میلاد والے محبوب کے صدقے) سے لڑکے جنیں"۔

(سیرتِ حلبیہ 78/1، علامہ برہان حلبی متوفی 1044ھ، انوارِ محمدیہ صفحہ 22، علامہ نبہانی۔ الدر المنظم صفحہ 91 بروایت ابونعیم، خصائص الکبریٰ 117/1، مواہب لدنیہ 111/1)

نبیوں کی بشارتیں:

سیدہ آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

1- میں نے پہلے مہینے (جب میرے پیارے بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے شکم میں تشریف لائے تو میں نے) دراز قد والے ایک حسین بزرگ دیکھے انہوں نے فرمایا: ابشری فقد حملت بسید المرسلین۔ اے آمنہ تجھے بشارت ہو تو تمام رسولوں کے سردار کی حاملہ (امانتدار) ہے۔ میرے سوال کرنے پر جواباً فرمایا میں (ابن عبداللہ) حضرت آدم علیہ السلام ہوں۔

2- دوسرے ماہ زیارت و بشارت ہوئی تو میں نے سوال کیا تو جواباً فرمایا: میں شیث علیہ السلام ہوں۔

3- تیسرے ماہ زیارت و بشارت ہوئی تو معلوم ہوا نوح علیہ السلام ہیں۔

4- چوتھے ماہ زیارت و بشارت ہوئی تو فرمایا گیا میں ادریس علیہ السلام ہوں۔

5- پانچویں ماہ زیارت و بشارت کے بعد فرمایا گیا میں ہود علیہ السلام ہوں۔

6- چھٹے ماہ زیارت و بشارت کے بعد فرمایا گیا میں ابراہیم علیہ السلام ہوں۔

7- ساتویں ماہ زیارت و بشارت کے بعد فرمایا میں اسماعیل علیہ السلام ہوں۔

8- آٹھویں ماہ فرمایا: **ابشری فقد حملت بخاتم النبیین۔** اے آمنہ! تمہیں بشارت ہو کہ تم تمام انبیاء کرام کے بعد آخری نبی تشریف لانے والے کی امانتدار ہو۔ میرے عرض کرنے پر فرمایا: میں موسیٰ علیہ السلام ہوں۔ (نعمت کبریٰ محدث ابن حجر کی صفحہ 64)

9- نویں ماہ کی زیارت میں فرمایا: **ابشری فقد حملت محمدا** صلی اللہ علیہ وسلم تجھے مبارک ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے شکمِ اطہر میں تشریف لے آئے۔ میرے سوال کرنے پر فرمایا: میں عیسیٰ علیہ السلام ہوں۔ (نعمتِ کبریٰ محدث ابن حجر کی صفحہ 64)

خیال رہے نعمتِ کبریٰ میں لکھا ہے کہ ہر ماہ تشریف لانے والے بزرگ پہلے سلام پڑھتے: یعنی **السلام علیك یا رسول اللہ۔** (مختلف القابات سے سلام نقل کیا ہے)

(اکرام محمدی صفحہ 272، مولوی عبد الستار، نزہۃ المجالس، عبد الرحمٰن صفوری 900ھ، میلاد النبی ابن جوزی صفحہ 45-44)

مزید عجائبات:

جس رات سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ قریش کا ہبل بت جو بڑا مشہور تھا اسی رات وہ بت اپنے مقام سے ہٹ کر منہ کے بل گر گیا۔ اس کو بار بار سیدھا کیا گیا مگر سرنگوں ہو گیا آخر حیران ہو کر اس کی وجہ تلاش کرنے لگے۔ اتنے میں بت کے اندر سے آواز بلند ہوئی۔

آج بت اس مبارک مولود کی ولادت کی وجہ سے گر گیا نیز جس کے نور سے مشرق و مغرب کی تمام زمین روشن ہو گئی اور تمام بت گر گئے اور رعب کی وجہ سے دنیا کے بادشاہوں کے دل کانپ اٹھے۔ (سیرۃ حلبیہ، مدارج النبوت صفحہ 23 دوم، خصائص الکبریٰ 118/1)

✿ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ مجھے ہاتف غیب سے آواز آئی۔ اے آمنہ رضی اللہ عنہا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک مکان کا دروازہ تین ایام تک ہرگز نہ کھولنا حتیٰ کہ سات آسمانوں کے

فرشتے حضور پرنور ﷺ کی ذاتِ اقدس کی زیارت (حاضری) سے فارغ ہو جائیں۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور پرنور ﷺ کی ذات اقدس کیلئے مکان کے اندر بچھونا بچھایا اور حضور سرور سروراں ﷺ کی طرف والا دروازہ بند کرلیا اور میں فرشتوں کی جانب دیکھتی کہ وہ حضور پرنور ﷺ کی بارگاہ جہاں پناہ میں قطار اندر قطار اور فوج در فوج حاضر ہو رہے تھے۔

(مولد العروس صفحہ 29 محدث ابن جوزی، اکرام محمدی، مولوی عبد الستار)

✿ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں:

''عین ولادت مصطفی ﷺ کے وقت مجھے سفید رنگ کا مشروب (دودھ) پیش کیا گیا۔ میں نے وہ نوش کرلیا ساتھ ہی ایک نور کے بقعہ میں بلند قامت حسین و جمیل عورتیں نظر آئیں۔ میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ تو فرمایا: میں زوجہ آدم (حوا) ہوں۔ دوسری نے عرض کیا: میں آسیہ بنت مزاحم ہوں، تیسری زوجہ ابراہیم اور چوتھی مریم بنت عمران''۔ (رضی اللہ عنہن)

(نعمتِ کبریٰ، علامہ ابنِ حجر مکی، مدارج النبوت 16/2، مواہب لدنیہ 112/1، نسیم الریاض 273/3، اکرام محمدی 274)

✿ حوریں بھی حاضرِ خدمت ہوئی تھیں۔

(مدارج النبوت 16/2، انوار محمدیہ، المواہب اللدنیہ 112/1، اکرام محمدی صفحہ 273)

✿ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''بیٹے محمد ﷺ کو پیدا ہوتے ہی میں نے سجدہ میں پڑے ہوئے دیکھا اور دونوں انگلیاں و نظر جانب آسمان اُٹھائے ہوئے تھے۔ جیسے دعا فرما رہے ہیں۔ ساجداً......''

(مدارج النبوت 16/2، الخصائص الکبریٰ 116/1، سیرت حلبیہ 88/1، معارج النبوت، شواہد النبوت، مولد العروس صفحہ 27، اکرام محمدی 275، الوفا 95 ابنِ جوزی، تفسیر عزیزی پارہ عم، المولد الروی صفحہ 83، تذکرہ میلاد رسول ابن کثیر)

✿ حضرت جبریل و دیگر ملائکہ نے آپ کی ولادت کا اعلان کیا اور بشارت (مبارک) لے کر حاضر ہوئے۔ جنت کو سجایا گیا، اہلِ بہشت کو حکم ہوا کہ میلاد النبی ﷺ کی خوشی میں جواہرات بکھیریں۔ (مولد العروس از: محدث ابن جوزی)

معلوم ہوا میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی خوشی میں خرچ کرنا، پھول نچھاور کرنا سنت ملائکہ ہے۔

✿ مولوی عبد الستار غیر مقلد نے لکھا ہے:

یارب امتی یارب امتی کرے سوال دعائیں
بخش کریما بخش کریما میری امت تائیں

(اکرام محمدی صفحہ 275)

حضرت صفیہ فرماتی ہیں: میں نے آپ کے منہ مبارک سے کان لگائے تو فرما رہے تھے۔ امتی امتی۔ (معارج النبوت 98/2 علامہ معین الدین کاشفی)

نکتہ محبت:

محدّث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ حضور علیہ السلام نے ویسے تو ساری عمر ہی اپنی امت کو یاد رکھا بلکہ عرش پہ جا کر بھی امت کو نہ بھولے تبھی تو اللہ نے ماضل رسولی نہ فرمایا بلکہ صاحبکم فرمایا۔ لیکن بوقت پیدائش آپ (ﷺ) کا ہمیں ایک بار امتی کہہ کر یاد فرمانا اس کے بدلے اگر ہم ساری زندگی بھی یا رسول اللہ کا نعرہ لگاتے رہیں تو آپ کے احسان کا شکر ادا نہ ہو سکے۔

جن کے لب پر رہا امتی امتی یاد ان کی نہ بھولو نیازی کبھی
وہ کہیں امتی تو بھی کہہ یا نبی میں ہوں حاضر تیری چاکری کیلئے

✿ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب فرماتی ہیں ولادت باسعادت کے وقت میں خدمت کیلئے حاضر تھی میں نے اس وقت چھ علامات کا مشاہدہ کیا۔

1- سب سے پہلے آپ نے سجدہ فرمایا۔
2- فصیح و بلیغ زبان میں لا الہ الا اللہ انی رسول اللہ پڑھا۔
3- میں نے دیکھا آپ کے چہرہ کے نور سے تمام گھر روشن ہو گیا۔

4- جب میں نے آپ کو نہلانے کا ارادہ کیا تو آواز آئی: اے صفیہ! ہم نے اپنے محبوب کو پاک صاف پیدا کیا ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

5- میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختون (ختنہ شدہ) پیدا ہوئے۔

6- آپ کی پشت مبارک پر میں نے مہرِ نبوت دیکھی کہ اس پر کلمہ شریف لکھا تھا۔

(معارج النبوت دوم، مولد العروس صفحہ 28، شواہد النبوت، اکرام محمدی صفحہ 275)

✿ علامہ حلبی و علامہ جلال الدین سیوطی نے پیدا ہوتے ہی مندرجہ ذیل کلام فرمانا لکھا ہے:

اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا۔

(سیرت حلبیہ 92/1، خصائص الکبریٰ اول 53)

حضرت شفا کا بیان:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت شفاء (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں: ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں حضرت آمنہ کے پاس تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو سب سے پہلے آپ میرے ہاتھوں میں تشریف لائے۔ (الحمد للہ علیٰ ذالک) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ پڑھ رہے تھے جس کی آواز میں نے خود سنی۔

اسی دوران یرحمك اللہ کی آواز بھی سنائی دی اور تمام مشرق و مغرب میں روشنی ہوگئی اس روشنی سے میں نے محلاتِ شام دیکھ لیے۔ مجھ پر کپکپی سی طاری ہوئی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ ایک نور نکلا اور کہا گیا کہ کہاں لے جا رہے ہو۔ پھر اعلان ہوا کہ اس محبوب کو مشرق و مغرب اور تمام مقاماتِ مقدسہ کی سیر کرائی جائے اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے آپ کو سینہ کے ساتھ لگا کر برکت کی دعا فرمائی۔ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یہ حالات اور آپ کے کمالات ہمیشہ میرے دل میں محفوظ رہے۔ (ان کی ظاہری تعبیر کا انتظار کرتی رہی) یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا اور میں (شفاء) سب سے پہلے آپ پر ایمان لائی اور کفر و شرک کی بیماریوں سے شفاء پائی۔

(مدارج النبوت از: عبدالحق محدث دہلوی 16/2، معارج النبوت از: علامہ معین الدین کاشفی، خصائص الکبریٰ صفحہ 117، علامہ محدث سیوطی مختصراً، الوفا صفحہ 85/1 محدث ابنِ جوزی، مواہب لدنیہ صفحہ 120، نسیم

الریاض 276/3)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بیان:

امام بیہقی، صابونی، خطیب، ابنِ عساکر وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی نبوت کی علامات نے مجھے دعوت اسلام دی کیونکہ میں آپ کو جھولے میں جھولتے وقت دیکھا کرتا تھا کہ آپ چاند سے باتیں کرتے تھے اور آپ جدھر انگلی مبارک کا اشارہ فرماتے چاند ادھر ہی جھک جاتا تھا۔

یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں چاند مجھ سے اور میں اس سے باتیں کرتا (انی کنت احدثه ویحدثنی) اور وہ میرا دل بہلاتا تھا۔ واسمع وجبته یسجد تحت العوش۔ یعنی چاند جب عرشِ الٰہی کے نیچے سجدہ کرتا تو میں اس کے سجدہ کرنے کی آواز بھی سنتا تھا۔ (ماثبت بالسنہ فی ایام السنہ صفحہ 292، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مواہب لدنیہ)

شیخ محقق فرماتے ہیں حدیث شریف کا متن معجزات حسن میں سے ہے۔

(معارج النبوت دوم، ذخائر محمدیہ علامہ محمد علوی مکی، خصائص الکبریٰ 52/1)

- نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں چاند وسورج کے سجدہ کرنے کی آواز بھی سنتا تھا۔

(معارج النبوت 123/2)

- حافظ ابن حجر نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ سیر الواقدی میں ہے کہ ان مهده کان یتحرك بتحریك الملائكه فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھولا ہلاتے تھے۔

(الخصائص الکبریٰ صفحہ 1، مدارج النبوت 21/2، مظہری صفحہ 567/2)

- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کو فرمایا: اے چچا مجھے قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں لوح محفوظ پر چلنے والی قلم کی آواز سنتا تھا حالانکہ میں ابھی شکم والدہ میں تھا۔ (معارج النبوت)

ایک حیرت انگیز واقعہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کے وقت آپ کا نور مشرق سے مغرب تک اور زمین سے آسمان تک پوری کائنات میں پھیل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے عامر کے سامنے سے پردہ ہٹایا

عامر کو دروازے آسمان کے کھلے ہوئے ملائک اترتے ہوئے پہاڑ اور درخت سجدہ کرتے ہوئے نظر آئے۔ حیران تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ یکا یک عامر کا بت اوندھا گرا اور یہ کلام کرنے لگا۔

دنیا میں تشریف لائے وہ نبی مکرم جن کا سینکڑوں برس سے انتظار تھا جن سے درخت اور پتھر کلام کریں گے۔ جن کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوگا۔ یہ سن کر عامر نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم نے بھی کوئی کلام سنا ہے جو میں سن رہا تھا۔ بی بی نے کہا جی ہاں! عامر ذرا یہ پوچھو کہ وہ کہاں پیدا ہوئے اور اُن کا کیا نام ہے۔

عامر بولے: اے ہاتف غیبی! اس مبارک فرزند کا نام کیا ہے؟ عامر کے بت نے کہا کہ آپ کا نام محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔

عامر کی ایک لڑکی بیمار و اپاہج تھی جو کہ فالج کی مریض تھی اور نیچے کے مکان میں بے سود پڑی تھی۔ وہ آپ ﷺ کی ولادت مبارک کے نور کو دیکھ کر کہنے لگی: اگر اس نور میں برکت ہے تو مجھے اس کے صدقے شفاء ملے۔ اس کے منہ سے یہ بات نکلنے کی دیر تھی کہ فوراً اللہ تعالیٰ نے اُسے صحیح وسالم تندرست کر دیا۔

عامر یہ واقعہ دیکھ کر سخت حیران ہوا اور جلد ہی آپ ﷺ کی زیارت مبارک کیلئے مکہ معظمہ آیا۔ تلاش کرتا ہوا بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کے درِ دولت پر پہنچا اور عرض کیا: خدا کیلئے مجھ غریب الوطن عاشقِ حبیبِ خدا ﷺ کو اپنے صاحبزادے کا جمال دکھا دیجئے۔ عبدالمطلب نے حضور اکرم ﷺ کو گود میں لا کر دکھایا۔ عامر دیکھتے ہی آپ پر فدا ہو گیا۔ جونہی نظر چہرۂ انور پر پڑی دوسری طرف نہ اٹھ سکی آپ کے قدموں پر جان قربان کر دی یہ پہلا شہید عاشقِ رسول اکرم ﷺ ہے۔ (احسن المواعظ، المواہب، معارج النبوت)

محمد (ﷺ) کا میلاد ہوتا رہے گا:

ربیع الاول شریف کے دنوں اور راتوں میں محفل میلاد نہایت مستحسن اور پسندیدہ عمل ہے جیسا کہ یہ بات ہر دور کے اہلِ حق سے نقل ہو کر ہم تک پہنچی ہے کہ محدثین و بزرگانِ دین ولادتِ نبوی ﷺ کے موقع پر کھانا تیار کرواتے اور لوگوں کو کھلاتے اور فرماتے (بڑے زاہد

معروف امام معمر ابواسحاق ابراہیم ابن جماعۃ) کاش کہ اگر مجھے وسعت رزق ہوتی میں تمام ماہ مبارک میں ہر روز محفل منعقد کرتا......

حضرت محدث ملا علی قاری فرماتے ہیں:

قلت وانا لما عجزت عن الضيافة الصورية كتبت هذه الاوراق لتصير ضيافة معنوية نورية مستمرة على صفحات الدهر۔ غير مختصة بالسنة وأشتهر وسميته بالمورد الروى، فى المولد النبوى ﷺ۔

یعنی میں (علی قاری) کہتا ہوں کہ میں مالی وسعت نہیں رکھتا غریب ہوں ظاہری محفلِ میلاد کے اخراجات سے عاجز ہوں اس لیے میں نے یہ چند اوراق (کتاب ہذا) لکھنے کی سعی پاک کی ہے تا کہ حقیقی و معنوی میلاد کی ضیافت ہو جائے۔ ایسی محفل میلاد ہمیشہ ہمیشہ صفحۂ ہستی پر جاری و ساری رہے، جو کسی ماہ و سال سے مخصوص نہ ہو۔ میں نے اس (ہمیشہ پڑھے جانے والے میلاد نامے) کتاب کا نام "المورد الروی فی المولد النبوی" (ﷺ) رکھا ہے۔ (صفحہ 34 از: محدث ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری)

حضرت شیخ محقق برکت رسول اللہ فی الہند، ہر رات حضور علیہ السلام کی زیارت فرمانے والے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مسلمان ہمیشہ سے ہی ربیع الاول میں میلاد شریف مناتے آئے ہیں۔ **ويعملون الولائم ويظهرون السرور ويزيدون فى المبرات۔** دعوتیں کر کے اور نیکیوں میں اضافہ کر کے اپنی خوشی کا اظہار کرتے آئے ہیں۔

مشہور نقاد و محدث ابن جوزی المیلاد النبوی میں لکھتے ہیں کہ ہر ملک میں میلاد شریف دھوم دھام سے منایا جاتا ہے جیسا کہ حرمین شریفین میں اس وقت (یعنی ابن جوزی کے وقت میں نہ کہ حکومت سعودیہ کے دور میں) مزید لکھتے ہیں کہ اس (میلاد شریف کی خوشی منانے سے) امن و سکون میں اضافہ ہوتا ہے۔

شیخ عبدالحق نے میلاد شریف منانے والوں کو بڑی خوبصورت دعا سے نوازا ہے۔ چنانچہ ماثبت بالسنۃ میں لکھتے ہیں:

رحم اللّٰہ امرأ من اتخذ لیالی شھر مولد المبارك اعیادا لیکون اشد غلبة علی مَن فی قلبه مرضا و عنادا۔

''اللہ تعالیٰ میلاد شریف منانے والوں پر اور میلاد شریف کے مہینے کی راتوں کو عید کے طور پہ منانے والوں پہ رحم فرمائے کہ وہ ایسا کام کر رہے ہیں جس سے حضور علیہ السلام کا دل میں عناد رکھنے والوں (منافقین زمانہ اور دشمنانِ اسلام اور منکرینِ میلاد) پر قہر کی بجلیاں گرتی ہیں اور وہ اپنے غصے میں مرتے رہتے ہیں''۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

مثلِ فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکر آیات ولادت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے

(علامہ منظور احمد فیضی بتصرف)

حضرت حلیمہ کے گھر حضور علیہ السلام کی برکات:

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے تین راتیں یہ اعلان سنا کہ اپنے اس بیٹے کو بنی سعد اور آل ابی ذویب (کی عورت) کا دودھ پلاؤ۔ (طبقات ابنِ سعد جلد 1 وخصائص)

یاد رہے! رسولِ اکرم سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے والدہ ماجدہ کا سات روز تک دودھ نوش فرمایا پھر حضرت ثوبیہ کا اس کے بعد حضرت حلیمہ کا (امرأة بنت بنی سعد)

(مدارج النبوت)

علاوہ ازیں مندرجہ ذیل مستورات کا دودھ نوش فرمایا:

حضرت ام فروہ، حضرت فاطمہ بنت اسد، خولہ بنت المنزر سعدیہ یا انصاریہ (رضی اللہ عنہن) نیز تین عورتیں جن کو عواتک (عاتکہ کی جمع) کہا جاتا ہے۔ (الشمامة العنبریہ)

ایک شبہ کا ازالہ:

بعض نے لکھا ہے کہ کئی عورتیں دودھ پلانے والی آئیں مگر سب نے یہ سن کر کہ یتیم ہے نہ اٹھایا حتیٰ کہ حضرت حلیمہ نے بھی اعراض کرنے کا اشارہ کیا مگر شوہر کے کہنے پر اٹھایا۔ مگر جو حقیقت محدث ابن جوزی نے لکھی ہے وہی صحیح ہے۔ لکھتے ہیں کہ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں میں اور سات دیگر عورتیں حضرت عبدالمطلب کے ساتھ حضرت سیدہ آمنہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر پہنچیں اور ہر ایک نے چاہا کہ میں ان کو اٹھاؤں اور دودھ پلاؤں مگر ''**كل واحدة تقول انا ارضعه وتقد من اليه فاعرض عنهن فتقدمت اليه فحين رآني تبسم**'' یعنی جب وہ عورتیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس اٹھانے کیلئے حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ہر ایک سے روگردانی (چہرہ انور پھیر لیا) کرتے لیکن جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آگے بڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ملاحظہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے (**واقبل على فوضعته في حجرى**) اور میری طرف (کرم فرماتے ہوئے) بڑھے چنانچہ میں نے آپ کو اپنی گود میں رکھ لیا۔ (مولد العروس علامہ ابن جوزی صفحہ 30 عربی طبع قادری کتب خانہ سیالکوٹ)

- حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو ہاتف غیبی سے کہا گیا کہ حلیمہ کے علاوہ کوئی عورت مستقل دودھ نہیں پلائے گی۔ (سبل الہدیٰ، آثارِ محمدیہ)

حضرت حلیمہ سعدیہ کا بیان:

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں جب میں نے آپ کو اٹھایا تو آپ نے ایک نظر جب میری طرف دیکھا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مسکرائے اور آنکھوں سے ایک نور نکلا جو آسمان میں پہنچ گیا۔ میں نے یہ منظر دیکھتے ہی محبت سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور گود میں لے لیا اور دودھ پلانے کیلئے اپنا دایاں پستان آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منہ (مبارک) میں ڈالا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمانا شروع کر دیا۔ پھر میں نے چاہا کہ بائیں پستان کا دودھ بھی پیش کروں لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہ (بائیں پستان سے دودھ) نہ پیا۔ حضرت ابنِ عباس نے فرمایا: کیونکہ آپ کو علم تھا کہ آپ کا ایک دودھ شریک بھائی بھی ہے۔ آپ نے ہمیشہ ایسا ہی

(انصاف) فرمایا۔

(مدارج النبوت صفحہ 2، مولد العروس صفحہ 30، ماثبت بالسنہ صفحہ 291، شواہد النبوت صفحہ 62 اردو، معارج النبوت صفحہ 30، خصائص کبریٰ صفحہ 1)

آپ فرماتی ہیں ان دنوں میرے ایک پستان سے دودھ نہیں آتا تھا جب میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اٹھایا تو آپ کی برکت سے دودھ جاری ہوگیا۔ (سیرتِ حلبیہ صفحہ 147/1)

حضرت حلیمہ کے خاوند ابوذہیب نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال حسن و جمال دیکھا تو دیکھتے ہی سجدہ میں گرگیا۔ (مدارج النبوت 20/2)

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں: میں جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر سواری کے پاس آئی تو وہ سجدہ میں گرگئی۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں جب میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر چلی تو جب میری سواری کعبہ کے بالمقابل ہوئی تو اس نے کعبۃ اللہ کو تین سجدے کیے **و رفعت رأسا الى السمآء** اور پھر آسمان کی طرف منہ اٹھالیا (شکرادا کیا) (ماثبت بالسنہ صفحہ 291، مدارج النبوت 17/2)

✿ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر حرم کعبہ کے قریب پہنچی تو تمام بتوں نے سر جھکا دیئے اور **جاء ت به الى الحجر الاسود ليقبله فخرج من مكانه حتى التصق لوجهه۔** اور حجرِ اسود اپنی جگہ (دیوار) سے نکل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کے ساتھ چمٹ گیا، بوسہ لیا۔

(تفسیرِ مظہری 528/6 زیرِ آیت اللہ نور السمٰوات والارض)

مولوی عبدالستار غیر مقلد نے لکھا:

پہلے حلیمہ جد جا کر کعبے وچ کھلوئی
عالی ذات نبی سرور دی عظمت ظاہر ہوئی
حجر اسود خود بوسہ دیون آپ نبی ول آیا
شان نبی سرور دا مینوں رب کریم وکھایا

(اکرام محمدی صفحہ 282)

✿ جب حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنے علاقہ میں پہنچیں تو تمام علاقہ سرسبز

ہو گیا۔ آپ فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ کی وسیع زمین (کا کوئی حصہ) ہماری زمین سے بڑھ کر سرسبز و شاداب نہیں تھا۔ (سیرت حلبیہ 148/1، میلاد النبی ابن جوزی)

لم يبق منزل من منازل بني سعد الاشممنا منه ريح المسك۔

''اماں جی حضرت حلیمہ فرماتی ہیں آپ ﷺ کی برکت سے میرے (علاقہ) بنی سعد کے تمام گھروں سے کستوری کی خوشبوئیں آتی تھیں''۔

(نشر الطیب صفحہ 31، سبل الہدیٰ)

- فرماتی ہیں کہ میرے علاقے میں جب بھی کوئی بیمار ہوتا (اخذ كفه ﷺ فيضعها علي موضع الاذى فيبر أباذن الله سريعا) تو وہ بیمار میرے گھر آ جاتا اور آپ ﷺ کا دستِ شفاء محبت سے پکڑ کر اپنے جسم پر ملتا (پھیرتا) اللہ تعالیٰ دستِ محبوب ﷺ کی برکت سے اسی وقت فوراً شفایاب فرما دیتا۔ اسی طرح اونٹ اور بکری کو بھی شفایابی حاصل ہوتی۔ (سیرت حلبیہ 151/1، سبل الہدیٰ والرشاد)
- آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب میری بکریاں گھر آئیں تو ایک بکری نے آگے بڑھ کر آپ کو سجدہ کیا اور آپ ﷺ کے سرِ انور کو بوسہ دیا۔

"سجدت له و قبلت رأسه"۔ (سیرت حلبیہ 148/1 علامہ برہان الدین حلبی)

- حضرت حلیمہ فرماتی ہیں ایک دن حضور پاک ﷺ اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریوں کی چراگاہ پر گئے۔ (جدھر بہت شیر رہتے تھے) جنگل سے ایک شیر غراتا ہوا ریوڑ کی طرف آیا۔ جب خونی شیر کی نگاہ آپ ﷺ پر پڑی تو کتے کی طرح آپ ﷺ کے قدموں پر منہ رکھ کر چاٹنے (بوسہ دینے) لگا پھر جب آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارہ سے واپس جانے کا حکم ارشاد فرمایا تو شیر فوراً واپس چلا گیا۔

(افضل المواعظ مولوی محمد ابراہیم دہلوی)

جنگل کے تمام جانور آ کر آپ ﷺ کے قدموں کو بوسہ دیتے تھے۔ (تفسیر مظہری)

- سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں: جب سے سراج منیر بن کر آنے والے محبوب محمد ﷺ میرے گھر تشریف لائے تو مجھے چراغ جلانے کی ضرورت نہ ہوتی (آپ کی نورانیت سے گھر

(انصاف) فرمایا۔

(مدارج النبوت صفحہ 2، مولد العروس صفحہ 30، ماثبت بالسنہ صفحہ 291، شواہد النبوت صفحہ 62 اردو، معارج النبوت صفحہ 30، خصائص کبریٰ صفحہ 1)

آپ فرماتی ہیں ان دنوں میرے ایک پستان سے دودھ نہیں آتا تھا جب میں نے آپ (ﷺ) کو اٹھایا تو آپ کی برکت سے دودھ جاری ہو گیا۔ (سیرتِ حلبیہ صفحہ 147/1)

حضرت حلیمہ کے خاوند ابوذہیب نے جب آپ ﷺ کا کمال حسن و جمال دیکھا تو دیکھتے ہی سجدہ میں گر گیا۔ (مدارج النبوت 20/2)

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں: میں جب آپ (ﷺ) کو لے کر سواری کے پاس آئی تو وہ سجدہ میں گر گئی۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں جب میں آپ (ﷺ) کو لے کر چلی تو جب میری سواری کعبہ کے بالمقابل ہوئی تو اس نے کعبۃ اللہ کو تین سجدے کیے **و رفعت رأسا الی السمآء** اور پھر آسمان کی طرف منہ اٹھالیا (شکر ادا کیا) (ماثبت بالسنہ صفحہ 291، مدارج النبوت 17/2)

✿ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں جب میں آپ ﷺ کو لے کر حرم کعبہ کے قریب پہنچی تو تمام بتوں نے سر جھکا دیئے اور **جاء ت به الى الحجر الاسود ليقبله فخرج من مكانه حتى التصق لو جهه**۔ اور حجرِ اسود اپنی جگہ (دیوار) سے نکل کر آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کے ساتھ چمٹ گیا، بوسہ لیا۔

(تفسیرِ مظہری 528/6 زیرِ آیت اللہ نور السموٰت والارض)

مولوی عبدالستار غیر مقلد نے لکھا:

پہلے حلیمہ جد جا کر کعبے وچ کھلوئی
عالی ذات نبی سرور دی عظمت ظاہر ہوئی
حجر اسود خود بوسہ دیون آپ نبی ول آیا
شان نبی سرور دا مینوں رب کریم وکھایا

(اکرام محمدی صفحہ 282)

✿ جب حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو لے کر اپنے علاقہ میں پہنچیں تو تمام علاقہ سرسبز

ہو گیا۔ آپ فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ کی وسیع زمین (کا کوئی حصہ) ہماری زمین سے بڑھ کر سرسبز وشاداب نہیں تھا۔ (سیرت حلبیہ 148/1، میلاد النبی ابن جوزی)

لم یبق منزل من منازل بنی سعد الاشممنا منه ریح المسك۔

''اماں جی حضرت حلیمہ فرماتی ہیں آپ ﷺ کی برکت سے میرے (علاقہ) بنی سعد کے تمام گھروں سے کستوری کی خوشبوئیں آتی تھیں''۔

(نشر الطیب صفحہ 31، سبل الہدیٰ)

- فرماتی ہیں کہ میرے علاقے میں جب بھی کوئی بیمار ہوتا (اخذ کفه ﷺ فیضعها علی موضع الاذی فیبر أباذن الله سریعا) تو وہ بیمار میرے گھر آجاتا اور آپ ﷺ کا دستِ شفاء محبت سے پکڑ کر اپنے جسم پر ملتا (پھیرتا) اللہ تعالیٰ دستِ محبوب ﷺ کی برکت سے اسی وقت فوراً شفاء یاب فرما دیتا۔ اسی طرح اونٹ اور بکری کو بھی شفایابی حاصل ہوتی۔ (سیرت حلبیہ 151/1، سبل الہدیٰ والرشاد)
- آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب میری بکریاں گھر آئیں تو ایک بکری نے آگے بڑھ کر آپ کو سجدہ کیا اور آپ ﷺ کے سرانور کو بوسہ دیا۔

"سجدت له و قبلت راسه"۔ (سیرت حلبیہ 148/1 علامہ برہان الدین حلبی)

- حضرت حلیمہ فرماتی ہیں ایک دن حضور پاک ﷺ اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ بکریوں کی چراہگاہ پر گئے۔ (جدھر بہت شیر رہتے تھے) جنگل سے ایک شیر غراتا ہوا ریوڑ کی طرف آیا۔ جب خونی شیر کی نگاہ آپ ﷺ پر پڑی تو کتے کی طرح آپ ﷺ کے قدموں پر منہ رکھ کر چاٹنے (بوسہ دینے) لگا پھر جب آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارہ سے واپس جانے کا حکم ارشاد فرمایا تو شیر فوراً واپس چلا گیا۔

(افضل المواعظ مولوی محمد ابراہیم دہلوی)

جنگل کے تمام جانور آکر آپ ﷺ کے قدموں کو بوسہ دیتے تھے۔ (تفسیر مظہری)

- سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں: جب سے سراج منیر بن کر آنے والے محبوب محمد ﷺ میرے گھر تشریف لائے تو مجھے چراغ جلانے کی ضرورت نہ ہوتی (آپ کی نورانیت سے گھر

میں روشنی رہتی تھی) ایک دفعہ ام خولہ نے کہا: کیا تم رات گھر میں چراغ جلائے رکھتی ہو؟ حضرت حلیمہ نے جواباً فرمایا: "واللہ لا اوقد ناراً ولکنہ نور محمد ﷺ" یعنی اللہ کی قسم میں نے کبھی آگ (چراغ) نہیں جلائی لیکن یہ روشنی نور محمد ﷺ کی ہے۔

(بیان میلاد النبوی صفحہ 64 للمحدث ابن جوزی متوفی 597ھ)

حضرت حلیمہ نے فرمایا: آپ ﷺ بسم اللہ کے پڑھے بغیر کسی شئے کو ہاتھ تک نہیں لگاتے تھے۔ (سیرت حلبیہ)

آپ کے رضاعی بہن بھائی فرماتے ہیں: جب ہم بکریوں کو پانی پلانے کیلئے کسی کنویں پر لے جاتے تو کنویں کا پانی خود بخود جوش مار کر کنارے پر آتا تھا۔ (مظہری)

دھوپ کے وقت بادل سایہ کرتے تھے۔ (نشر الطیب صفحہ 30، مظہری)

کوئی درخت اور پتھر ایسا نہ تھا کہ آپ ﷺ اس کے پاس سے گذرتے تو وہ آپ پر سلام نہ کرتا۔ (الشمامۃ العنبریہ، مظہری)

جب آپ ﷺ اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ سے رخصت ہوئے تو دیگر عورتیں جا چکی تھیں آپ دیر سے نکلیں مگر جلد ہی ان آگے جانے والیوں سے بھی آگے نکل گئیں تو ان عورتوں نے سوال کیا کہ کیا سواری تبدیل کر لی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ حلیمہ فرماتی ہیں ان عورتوں کے سوال کا جواب خود سواری نے دیا۔ یعنی سواری نے گنگناتے ہوئے کہا: اے عورتو! تمہیں علم نہیں ہے مجھ پر کون سوار ہے؟

هل تدری من علی ظهری خیر النبیین وسید المرسلین وخیر الاولین والآخرین و حبیب رب العالمین۔

"یعنی عورتو! میری پشت پر سید المرسلین اور اولین وآخرین کے سردار ہیں اور محبوب رب العالمین سوار ہیں"۔ (ﷺ) (سیرتِ حلبیہ 148/1)

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں نہ بچپن میں کبھی آپ ﷺ برہنہ رہتے نہ ہی کبھی آپ ﷺ نے کپڑوں اور بستر وغیرہ پر بول و براز (پاخانہ، پیشاب) کیا۔ (معارج النبوۃ جلد 2، نشر الطیب صفحہ 34)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن
اُس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

جب ابرہہ نے کعبہ معظمہ پہ حملہ کیا:

معاذ اللہ جب ابرہہ یمنی بیت اللہ شریف کو ڈھانے کیلئے آیا تو حضرت سیدنا عبدالمطلب نے اس وقت گروہ قریش سے کہا کہ غم نہ کرو۔ ابرہہ اس گھر کا کوئی نقصان نہ کر سکے گا اس لیے کہ اس گھر کا رب خود اس کی حفاظت کرتا ہے۔

پھر جماعت قریش کو لے کر جبل ثبیر پر چڑھ گئے اس وقت رسول اللہ ﷺ کا نورِ مبارک (جو پیشانی عبدالمطلب میں چمک رہا تھا) چاند کے ہالہ کی طرح پیشانی سے نکلا اور کعبۃ اللہ تک پہنچا تو آپ نے فرمایا: اے گروہ قریش چلو گھر چلیں اللہ کی قسم! یہ جو نور مجھ سے نکلا ہے اس بات کا اشارہ ہے کہ ہمیں کامیابی وکامرانی ہوگی۔ پھر ایسا ہی ہوا..... حتیٰ کہ ابرہہ کا بھیجا ہوا آدمی.....اور ہاتھی نے جب آپ کو دیکھا سجدہ میں گر گیا بلکہ ہاتھی نے زبان سے کہا:

السلام علی النور الذی فی ظھرك یا عبدالمطلب۔

"اے عبدالمطلب! اس نور پر سلام ہو جو آپ کی پشت میں ہے"۔

(سیرت حلبیہ 96،97/1 عربی، مواہب لدنیہ 70/1، اردو)

رحمۃ للعالمین کی وجہ سے نزول رحمت:

خیال رہے کہ جب مکہ مکرمہ میں قحط سالی ہوتی تو اہل مکہ عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑتے اور ان کو جبل ثبیر کی طرف لے جاتے اور ان کی ذات سے تقرب الی اللہ چاہتے اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے کہ ان کو بارش سے سیراب فرما۔ اللہ تعالیٰ ان کی فریاد رسی فرماتا اور حضرت محمد ﷺ کے نور کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کو عظیم بارش سے سیراب فرماتا تھا۔

(مواہب لدنیہ 68/1 اردو تج، سیرت حلبیہ 96/1 عربی)

ایک مرتبہ اہل مکہ مکرمہ خشک سالی کی وجہ سے مصیبت میں گرفتار ہوئے تمام لوگوں نے مل کر جناب ابوطالب سے درخواست کی کہ آیئے لوگ سخت مصیبت میں مبتلا ہیں خدا سے

بارش کی دعا کریں۔ فخرج ابو طالب و معه غلام کانه شمس۔ یعنی جناب ابوطالب! گھر سے باہر نکلے ان کے ساتھ ایک ایسا نورانی بچہ تھا کہ گویا وہ آفتاب تھا جو کالے بادلوں سے نکلا ہو تمام لوگ حرم کعبہ میں پہنچے اور اس حسین و جمیل لڑکے کی پشت مبارک کعبۃ اللہ سے لگی ہوئی تھی۔ پھر حسن کائنات ﷺ نے (جبکہ آپ کی عمر بچپن کی تھی) انتہائی عاجزی کے ساتھ اپنے ہاتھ کی انگلی آسمان کی طرف اُٹھائے (دعا کی) یا اللہ! یہ لوگ محتاج ہیں تیرے کرم کے تو ہی کرم فرما۔ یعنی بارش کی التجا کی اس وقت آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نہ تھا پس آپ کے اشارہ کرتے ہی چاروں طرف سے بادل آئے اور اتنی بارش برسنے لگی کہ گلیوں و جنگل میں پانی بہہ رہا تھا۔ شہر والے و بیرون شہر والے تمام سیراب ہو گئے۔ محتاجی، تنگی، قحط سالی ختم ہو گئی سب کی حاجت پوری ہو گئی۔ تمام کی دستگیری ہوئی سب کی مشکل حل ہو گئی۔

(سیرت حلبیہ 190/1 عربی، مواہب لدنیہ 127/1، الخصائص الکبریٰ اول، نشر الطیب صفحہ 34، الشمامہ صفحہ 12، مختصر سیرۃ الرسول عربی صفحہ 15-16)

اسی واقعہ کے متعلق ابوطالب کے مندرجہ ذیل اشعار ہیں جو صحیح بخاری 137/1 میں ہیں۔

وابیض یستسقی الغمام بوجھه
ثمال الیتمٰی عصمة للارامل

”گورے رنگ والے چہرہ انور کے صدقہ پانی مانگا جاتا ہے جو عطا ہوتا ہے یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کے نگہبان“۔ (مواہب، سیرتِ حلبیہ)

گفتہ آید در حدیث ”دیگراں“:

عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی۔ آپ نے فرمایا: ”اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور (کے فیض) سے پیدا کیا پھر وہ نور قدرتِ الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا، نہ بہشت تھی، نہ دوزخ تھی، نہ فرشتہ تھا، نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا اور نہ جن تھا اور نہ

انسان تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش، آگے طویل حدیث ہے۔ اس حدیث سے نور محمدی کا اوّل الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا۔ (بلفظہٖ)

(نشر الطیب صفحہ 7,6 مولوی اشرف علی تھانوی)

اوّل ما خلق اللّٰہ نوری۔

"سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا"۔

(الشہاب الثاقب از حسین احمد مدنی صفحہ 47، عطر الوردہ فی شرح البردہ صفحہ 26، مولوی ذوالفقار علی دیوبندی، یکروزہ اسماعیل دہلوی)

مولوی عبدالستار غیر مقلد نے لکھا ہے:

سب تھیں اوّل پایا رب نے نور حبیب گرامی

اوّل نور (ﷺ) حبیب پیدا کیا۔ (اکرام محمدی صفحہ 268، 269)

سب تھیں اوّل نور نبی دا (ﷺ)

مولوی محمد نواز چیمہ غیر مقلد نے لکھا ہے کہ چاند کو چاندنی (نور) میرے چاند ﷺ سے ملی۔ (معلوم ہوا پہلے نبی کریم ﷺ کا نور تھا تو چاند کو چاندنی کا نور ملا)۔ (خطبات چیمہ صفحہ 87)

سب سے پہلے آپ ہی نے الست بربکم کے جواب میں بلٰی کہا اور آدم و جمیع مخلوقات آپ کیلئے پیدا ہوئے۔

(الشمامۃ العنبریۃ من مولد خیر البریۃ صفحہ 40، نواب محمد صدیق حسن خاں، حیات وحید الزماں، آفتاب نبوت قاری محمد طیب دیوبندی، عطر الوردہ صفحہ 18، ذوالفقار علی دیوبندی)

حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں آپ ﷺ کا نور تھا جس کی برکت سے باران عظیم ہوتی یعنی قحط سالی ختم ہو جاتی تھا۔ (نشر الطیب صفحہ 20)

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھ کو حمل کا بوجھ نہیں معلوم ہوتا تھا صرف علامات ظاہر ہو گئی تھیں۔ (شمامہ صفحہ 9، نشر الطیب صفحہ 22)

آپ فرماتی ہیں آپ ﷺ جب میرے شکم میں تشریف لائے تو تمام درخت پھل

لائے ہر طرف سے مال آنے لگا۔ (الشمامۃ العنبریہ از صدیق حسن خان غیر مقلد)

جب آپ ﷺ بطنِ اطہر سے جدا ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک نور نکلا جس کے سبب مشرق و مغرب سب روشن ہو گئے جس سے (حضور ﷺ کی) والدہ ماجدہ نے شہر بصرہ و شام کے محلات کو دیکھ لیا۔

(نشر الطیب صفحہ 22,23، خطبات چیمہ صفحہ 21، عطر الوردہ ذوالفقار دیوبندی، مختصر سیرت رسول)

نیز بوقتِ ولادت مشرق و مغرب کو دیکھا۔ (اکرام محمدی، الشمامۃ العنبریہ)

(حضور علیہ السلام نے فرمایا) میں اس وقت خاتم النبیین تھا جبکہ آدم اپنی خاک میں منجدل تھے میں دعائے ابراہیم بشارت عیسیٰ اور والدہ کا خواب ہوں۔ (آپ ﷺ کی) والدہ نے ولادت کے وقت ایک نور دیکھا جس کی چمک سے محلات شام کو دیکھ لیا۔

(شمامہ صفحہ 10، سیرت مصطفیٰ 193 محمد ابراہیم سیالکوٹی، الرحیق المختوم صفحہ 101، صفی الرحمٰن مبارکپوری، مختصر سیرت رسول صفحہ 12، عبداللہ ابن محمد بن عبدالوہاب نجدی)

وقت ولادت ستارے زمین سے اس قدر نزدیک آ گئے کہ مجھ کو گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔ (نشر الطیب صفحہ 24، سیرتِ مصطفیٰ 193 میر سیالکوٹی)

وقتِ ولادت تین علم دیکھے ایک مشرق میں ایک مغرب میں ایک پشت کعبہ پر لگا ہوا تھا۔ (الشمامۃ العنبریہ از صدیق الحسن خان غیر مقلد)

جب حضرت پیدا ہوئے تو دیکھا آپ سجدہ میں ہیں اور انگلی طرف آسمان کے جیسے کوئی متضرع متبہل (جیسے کوئی دعا کر رہا) ہو۔ (شمامہ صفحہ 9،10، عطر الوردہ صفحہ 30)

پیدا ہوتے ہی آپ نے سجدہ فرمایا اور دعا کی۔

''یا رب امتی یا رب امتی کرے سوال دعائیں
بخش کریما بخش کریما میری امت تائیں

(اکرام محمدی صفحہ 275)

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ولادت کے فوراً بعد مجھے آواز آئی: اے آمنہ! آپ ﷺ کو تین روز تک ظاہر مت کریں کیونکہ ملائکہ کرام سلام کیلئے حاضر ہوتے ہیں۔

(عطر الوردہ صفحہ 30، ذوالفقار علی دیوبندی)

حضرت شفاء فرماتی ہیں آپ جب پیدا ہوئے تو نگاہ آسمان کی طرف تھی سرگیں چشم پاکیزہ تن ناف بریدہ (یعنی ناڑو کٹا ہوا تھا) ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔

(شمامہ صفحہ 8، 11، اکرام محمدی 276، عطرہ الوردہ صفحہ 30، مختصر سیرت رسول صفحہ 12)

وقت ولادت ایوان کسریٰ میں حرکت آئی اور چودہ کنگرے گر گئے۔

(شمامہ صفحہ 8، نشر الطیب صفحہ 25، سیرت مصطفیٰ، الرحیق المختوم صفحہ 101، عطر الوردہ صفحہ 31)

آتش کدہ فارس بجھ گیا۔ (شمامہ صفحہ 8، نشر الطیب صفحہ 25، سیرت مصطفیٰ صفحہ 195)

چشمہ دریائے ساوہ خشک ہو گیا۔

(شمامہ صفحہ 9، نشر الطیب صفحہ 25، سیرتِ مصطفیٰ 195، عطر الوردہ صفحہ 32)

سیدہ (آمنہ) والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب میرے شکم میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے تو مجھے بشارتیں دینے انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لاتے تقریباً ہر ماہ یعنی یہ سلسلہ نو ماہ تک جاری رہا۔ (اکرام محمدی صفحہ 272)

وقتِ ولادت سیدہ والدہ کی خدمت کیلئے حورانِ بہشت کے علاوہ حضرت حوا، حضرت سارہ حضرت ہاجرہ، حضرت آسیہ رضی اللہ عنہن تشریف لائیں۔ (اکرام محمدی صفحہ 274)

یہودی کی گواہی:

ایک یہودی بغرض تجارت مکہ میں تھا شب ولادت اس نے پوچھا کیا اس رات کوئی لڑکا پیدا ہوا؟ قریش نے کہا: معلوم نہیں۔ اس نے کہا: تحقیق کرو؟ آج کی رات اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت ہے۔ پھر تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ کے ہاں لڑکا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا ہوا ہے۔ جب یہودی نے دیکھا تو بیہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو کہنے لگا: اب نبوت بنی اسرائیل سے چلی گئی۔ اے قریشیو! اللہ کی قسم یہ مولود (پیدا ہونے والا) ایسا ہو گا کہ جس کی خبر مشرق و مغرب تک پھیل جائے گی۔

(فتح الباری 425/2 بحوالہ خطبات چیمہ صفحہ 22، مولوی محمد نواز غیر مقلد، نشر الطیب صفحہ 127 اشرف علی تھانوی، مواہب لدنیہ، شمامہ صفحہ 7)

غور کرو کہ ایک یہودی غیب کی خبریں دے رہا ہے۔ اور منکرینِ علم غیب نبوت اس کی

بات کو بڑے فخر سے لکھ رہے ہیں۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں: ''جب میں آپ کو گود میں اٹھانے لگی تو آپ نے فرمایا: پہلے کلمہ طیبہ پڑھ لو پھر پاک ہو کر مجھے ہاتھ لگانا۔

؎ بول شہادت کلمہ اول کہیا حلیمہ تائیں
ہو کر پاک اساڈے تائیں پچھوں ہتھ لگائیں

(اکرام محمدی صفحہ 282)

حضرت صفیہ کا بیان:

حضرت صفیہ فرماتی ہیں میں نے وقت ولادت چھ عجیب چیزیں دیکھیں۔

1- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا ہوتے ہی سجدہ فرمایا۔
2- سر اُٹھا کر فرمایا: **لا الله الا الله انی رسول الله**۔
3- تمام گھر روشن ہو گیا۔
4- غسل دینے لگی تو آواز آئی یہ غسل دیئے ہوئے پاک پیدا ہوئے ہیں۔
5- ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔
6- پشت پر مہر نبوت دیکھی جس پر **لا الله الا الله محمد رسول الله** لکھا ہوا تھا۔

(اکرام محمدی صفحہ 275 از مولوی عبدالستار غیر مقلد، عطر الوردہ)

؎ رعنائی خیال کا پیکر بنائیں گے
لوح و قلم بھی رقص مسلسل میں آئیں گے
زندہ رہے تو اگلے برس کو اے ریاض
اس سے بھی بڑھ کے جشن ولادت منائیں گے

❁ مولوی عبدالستار غیر مقلد نے بروایت حضرت عباس رضی اللہ عنہ لکھا ہے چاند رات کے وقت آپ کا دل بہلانے کیلئے حاضرِ خدمت ہوتا تھا۔ آپ کا ہاتھ جس طرف اُٹھ جاتا تھا چاند اسی طرف جھک جاتا تھا۔ (اکرام محمدی صفحہ 286)

آپ کی ولادت کے وقت کعبہ نے آپ کی طرف سجدہ کیا صفا مروہ پہاڑیوں پر لرزہ (وجد طاری) تھا۔ (اکرام محمدی صفحہ 276)

آپ ہمیشہ دائیں طرف کا دودھ پیا کرتے اور بائیں طرف کا اپنے رضاعی بھائی کیلئے چھوڑ دیتے تھے۔ ایسا عدل آپ ﷺ میں تھا۔ (کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ میں لوگوں کے حق مارنے نہیں بلکہ دینے آرہا ہوں) (نشر الطیب صفحہ 24، اکرام محمدی 286، خطبات چیمہ 25)

حضرت عارف جامی شواہد النبوت میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو عدل و انصاف کرنے کی ہدایت فرمادی تھی۔ معلوم ہوا آپ اس وقت بھی صاحب نبوت و ہدایت یافتہ تھے آپ کو یہ خبر تھی کہ ہمارا ایک دودھ شریک بھائی بھی ہے۔ (یہی وہ غیب ہے علمِ غیب سُنّی جس کو کہتے ہیں)

آپ کا گہوارا (جھولا) فرشتوں کی جنبش دینے سے ہلا کرتا تھا۔

(نشر الطیب صفحہ 29، اکرام محمدی صفحہ 35)

شب ولادت کعبۃ اللہ، مقامِ ابراہیم کی طرف (مکان ولادت کی طرف) جھک گیا۔

(عطر الوردہ صفحہ 135)

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب میری سواری کعبہ کے مقابل پہنچی تو حجرِ اسود نبی کریم ﷺ کی طرف آیا اور حجرِ اسود نے آپ کا بوسہ لیا۔ (اکرام محمدی صفحہ 286)

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ ﷺ کی برکت سے مجھے اتنا سکون ملا جس کا بیان کرنا مشکل ہے۔ اس قدر برکت ملی کہ سواری سب سے آگے نکل گئی اور اونٹنی خوب دودھ دینے لگی جن کا دودھ قحط کی وجہ سے خشک ہو چکا تھا۔

(نشر الطیب، خطبات چیمہ، سیرت مصطفی الرحیق المختوم)

ابولہب جیسا سخت کافر بھی فیض پا رہا ہے:

جس وقت حضرت ثویبہ (لونڈی) رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی ولادت کی خبر ابولہب کو دی تو اس نے خوشی میں دایاں ہاتھ بلند کرتے ہوئے انگلی کے اشارہ سے ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔

ابولہب کو مرنے کے بعد حضرت عباس نے خواب میں دیکھا اور پوچھا تیرا کیا حال ہے؟

اس نے کہا: دوزخ میں ہوں مگر ہر سوموار کی رات کو میرے عذاب میں کمی کردی جاتی ہے اور میں اپنی دوانگلیوں کے پوروں سے پانی پیتا ہوں۔ اس وجہ سے کہ میں نے ثویبہ کو آزاد کردیا تھا۔ علامہ ابن جزری نے کہا ہے کہ اگر ابولہب کافر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی کی وجہ سے فرحت کی جزادی گئی ہے تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی آپ کی ولادت سے خوش ہوتا ہے اسی خوشی کی وجہ سے خرچ کرتا ہے اس کا کیا حال ہوگا مجھے اللہ کی قسم ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اسے (میلاد شریف کی محفل کا انعقاد کرنیوالے کو) ضرور جنت نعیم میں داخل فرمائے گا۔

(مواہب لدنیہ اول)

بالفاظ اختلاف مندرجہ ذیل کتب میں بھی اس واقعہ کو نقل کیا گیا ہے۔

(مختصر سیرت رسول صفحہ 13، اکرام محمدی صفحہ 278)

مذکورہ بالا حوالہ مخالفین کے اکابرین کی کتب سے نقل کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا یہ واقعہ ثویبہ لونڈی کی آزادی کا ابولہب کے عذاب میں تخفیف کا سبب بنا۔ جو کہ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں ظاہر ہوا۔

مولوی محمد نواز غیر مقلد نے لکھا ہے:

؎ بکو بک مٹی پا کے رویا شیطان نی
مرے چنوں وِدھ نہیو چناں تیری چاننی

"یعنی شیطان اپنے سر میں خاک ڈال کر روتا رہا، میرے مدنی چاند سے اے آسمان کے چاند! تیری روشنی زیادہ نہیں"۔ (خطبات چیمہ صفحہ 88)

شبِ ولادت تختِ ابلیس الٹ دیا گیا۔ (عطر الوردہ)

1- معلوم ہوا میلاد شریف کا حال سن کر جلنا ابلیس کا کام ہے۔
2- چاند کو بھی نور نبی نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہی سے نور ملا ہے۔

نثار تیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

میلاد شریف کے موقع پہ خوشی منانے کا ثبوت:

مشاقان کمال و جمال نبوی کو لازم ہے کہ بعد دریافت فضائل میلاد شریف کے اس امر (عمل) میں کوشش کریں کہ صورت وسمت ودل وہدیٰ میں ساتھ جناب رسالت مآب ﷺ کی موافقت حاصل ہو۔ (الشمامۃ العنبریہ)

اللہ تعالیٰ ہم کو اور جملہ اہل اسلام کو ایسی توفیق خیر رفیق حال کرے کہ ہم ہر روز کسی قدر ذکر میلاد شریف کتب معتبرہ سے خود پڑھیں یا کسی محب صادق سے سن لیا کریں۔ (یعنی محفل میلاد کا اہتمام کریں کوئی میلاد شریف کا بیان کرے حاضرین سماعت کریں)۔

(الشمامۃ العنبریہ صفحہ 105 نواب صدیق الحسن خاں)

(جسے) حضرت محمد ﷺ کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکرِ خدا کے حصول پر اس نعمت (یعنی نعمت عظمیٰ آپ ﷺ کی تشریف لانے) کی خوشی نہ کرے وہ مسلمان نہیں۔ (الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ صفحہ 12 از نواب صدیق حسن خاں)

(ماخوذ از عجائبات ولادت باسعادت، محمد سرور قادری)

خدا نے ناخدائی کی خود انسانی سفینے کی
کہ رحمت بن کے چھائی بارھویں شب اس مہینے کی
سحاب نور آکر چھا گیا کے کی بستی پر
ہوئی پھولوں کی بارش ہر بلندی اور پستی پر

جہاں میں جشن صبح عید کا سامان ہوتا تھا
اُدھر شیطان تنہا اپنی ناکامی پہ روتا تھا
سرفاراں پہ لہرانے لگا جب نور کا جھنڈا
ہوا اک آہ بھر کر فارس کا آتشکدہ ٹھنڈا

(شاہنامہ اسلام حفیظ جالندھری)

ولادت باسعادت کے دن کا روزہ رکھنا:

صحیح مسلم شریف میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں پیر کے دن کا روزہ رکھنے کے متعلق عرض کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

ذاك يوم ولدت فيه ويوم بعثت وانزل علی فيه۔

"یہ تو وہ (بابرکت اور پیارا) دن ہے کہ اس دن میں پیدا ہوا، اسی دن میں نے اعلان نبوت فرمایا اور اسی دن مجھ پہ نزول قرآن کا آغاز ہوا"۔

پیر کا دن ہے ان کی ولادت کا دن
ایسے یوم ولادت پہ لاکھوں سلام

ولادت کے دن اور تاریخ کی تحقیق:

امام ابن اسحاق کے مطابق:

ولد رسول الله ﷺ يوم الاثنين عام الفيل لاثنتی عشرة ليلة مضت من شهر ربيع الاول۔ (بحوالہ الوفا باحوال المصطفیٰ لابن جوزی)

"رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت بروز پیر بارہ ربیع الاول کو عام الفیل میں ہوئی"۔

ابنِ ہشام نے لکھا:

ولد رسول الله يوم الاثنين لاثنتی عشرة ليلة خلت من شهر ربيع الاول عام الفيل۔ (ابنِ ہشام، السیرۃ النبویہ)

"رسول اللہ ﷺ پیر کے دن بارہ ربیع الاول کو عام الفیل میں پیدا ہوئے"۔

ابنِ جریر طبری کا کہنا ہے:

ولد رسول الله يوم الاثنين عام الفيل لاثنتی عشرة ليلة مضت من شهر ربيع الاول۔ (تاریخ الامم والملوک)

"حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت بروز پیر ربیع الاول عام الفیل میں ہوئی"۔

علامہ امام ابن خلدون فرماتے ہیں:

ولد رسول الله عام الفيل لاثنتی عشرة ليلة خلت من ربيع الاول لاربعين سنة من ملك كسرى انو شيروان۔ (ابن خلدون)

"رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت عام الفیل میں بارہ ربیع الاول کو ہوئی یہ شہنشاہ کسریٰ نوشیرواں کی حکومت کا چالیسواں سال تھا"۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بداں کہ جمہور اہل سیر وتوارخ بر آنند کہ تولد آنحضرت در عام الفیل بود بعد از چہل روز یا پنجاہ و پنج روز وایں قول اصح اقوال است مشہور آنست کہ در ربیع الاول بود و بعضے علماء دعوی اتفاق بریں قول نمودہ وودواز دھم ربیع الاول بود۔ (مدارج النبوۃ)

"خوب جان لو کہ جمہور اہلِ سیر وتوارخ کی یہ رائے ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش عام الفیل میں ہوئی۔ واقعہ فیل کے چالیس روز یا پچپن روز بعد۔ اور دوسرا قول سب اقوال سے زیادہ اصح ہے۔ مشہور یہ ہے کہ ربیع الاول کا مہینہ تھا اور بارہ تاریخ تھی۔ علماء کی اکثریت نے اس قول میں اتفاق کا دعویٰ کیا ہے"۔

اچانک صبح کی پہلی کرن ہنستی ہوئی آئی
مبارک باد کہ کر یہ خبر دادا کو پہنچائی
کہ رحمت نے تیری سوکھی ہوئی ڈالی ہری کردی
تیری بیوہ بہو کی گود اپنے نور سے بھر دی

ملا ہے آمنہ کو فیض باری سے یتیم ایسا
نہیں ہے بحر ہستی میں کوئی در یتیم ایسا

جبکہ نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی اس بات کو تسلیم کیا کہ ولادت شریف مکہ مکرمہ میں وقت طلوع فجر بروز دوشنبہ شب دواز دہم ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی جمہور علماء کا قول یہی ہے اور ابن جوزی نے اس پر اتفاق کیا ہے۔ (الشمامۃ العنبریۃ من مولد خیر البریۃ)

علامہ احمد بن محمد بن ابی بکر القسطلانی فرماتے ہیں:

ولم یکن فی المحرم ولا فی رجب ولا فی رمضان ولا غیرھا من الاشھر ذوات الشرف لانه علیه السلام لا یتشرف بالزمان وانما الزمان یتشرف به کالا ما کن فلو ولد من شھر من الشھور المذکورۃ لتوھم انه تشرف بھا فجعل اللّٰہ تعالٰی مولدہ علیه السلام فی غیرھا لیظھر عنایته به و کرامته علیه۔

''آپ کی ولادت باسعادت محرم، رجب اور رمضان شریف وغیرہ مبارک مہینوں میں نہیں ہوئی اس لیے کہ آپ ﷺ کو زمانے سے شرف نہیں بلکہ زمانے کو آپ ﷺ سے شرف حاصل ہے اگر آپ ﷺ ان مہینوں میں سے کسی مہینے میں پیدا ہوئے ہوتے تو یہ وہم کیا جاتا کہ ان مہینوں سے آپ ﷺ کو شرف حاصل ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے ان مہینوں کے علاوہ دوسرے مہینے میں آپ ﷺ کی ولادت فرمائی تاکہ اللہ جل شانہ کی عنایات جو آپ ﷺ کے ساتھ ہیں اور آپ ﷺ کی جو کرامت (تکریم) اللہ کے نزدیک ہے ظاہر ہو''۔

خدا نے ناخدائی کی خود انسانی سفینے کی
کہ رحمت بن کے چھائی بارہویں شب اس مہینے کی

آپ (ﷺ) کی آمد سے پہلے کے حالات:

حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے عرب کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ ہر طرف جہالت کا دور دورہ تھا لوگ خانہ خدا یعنی بیت اللہ کا ننگے طواف کیا کرتے تھے۔ ماں بہن کی عزت نہ تھی۔ ماں اپنے بیٹے کے ساتھ بھائی اپنی بہن کے ساتھ، باپ اپنی بیٹی کے ساتھ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا کرتے تھے عورت کا کوئی مقام نہ تھا۔ عورت کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کردیا جاتا تھا جس گھر میں بچی پیدا ہوتی وہ گھر ماتم کدہ بن جاتا تھا لوگ بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے خدائے وحدہ لاشریک کی بجائے سورج، چاند، ستارے، آگ، ہوا، پتھر، وغیرہ کو اپنا معبود بنا رکھا تھا۔ اس طرح کی اور بہت سی برائیوں میں بھی

ملوث تھے۔ مگر جب ہمارے آقا علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی تو

؎ کفر و شرک کی کالی گھٹائیں ہوگئیں ساری دور
مشرق و مغرب دنیا اندر ہوگیا نور ہی نور

اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا:

لقد من اللّٰہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۔ (ال عمران:164)

"بیشک اہلِ ایمان پر اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان فرمایا کہ ان میں، انہیں میں سے ایک بڑی شان والا رسول بھیج دیا جو ان پر اس (اللہ تعالیٰ) کی آیات کی تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ ضرور اس (رسول پاک کے آنے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے"۔

؎ جگمگ جگمگ ذرہ ذرہ روشن گوشہ گوشہ ہے
آمنہ بی کے چاند کا صدقہ گھر گھر نور اجالا ہے

چند الفاظ کی تفسیر ملاحظہ ہو۔

لفظ "لقد" سے اس آیت کا آغاز ہوا جو دو حروف کا مجموعہ ہے لام اور قد کا۔ لام تاکید کا ہے اور قد بھی جب ماضی پہ آئے تو تحقیق کے معنی دیتا ہے تو دو تاکیدوں کے ساتھ بات کو شروع کیا جارہا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ جس احسان کا ذکر کیا جانے لگا ہے وہ کوئی معمولی احسان نہیں، احسان فراموشی کے جُرم کے مرتکب نہ ہوجانا یہ بہت بڑا احسان ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف اہلِ ایمان پہ کیا ہے۔ (حالانکہ حضور تو رحمۃ للعالمین ہیں لیکن احسان صرف مومنوں پر ہے کیونکہ اس احسان کا اصل فائدہ ایمان والوں کو ہی حاصل ہوگا) لہٰذا اور کوئی انکار کرے تو کرے اے ایمان والو! تم اس عظیم احسان کے منکر نہ ہوجانا۔ اور میرے حبیب علیہ السلام کی شکل میں ملنے والے فضل رحمت اور نعمت پہ خوشیاں منانا، چرچے کرنا اور دن بدن دھوم دھام کے اندر اضافہ کرنے کی کوشش کرتے رہنا اور کوئی اس کو ناجائز کہے تو اس کو یہ کہہ کر خاموش کر دینا۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس بُرے مذہب پہ لعنت کیجئے
ظالمو! محبوب کا تھا حق یہی
عشق کے بدلے عداوت کیجئے

جشنِ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

کا معنی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کی خوشی میں جشن منانا یعنی چرچا کرنا۔ میلاد شریف کا تو وقت بھی متعین تھا جگہ بھی متعین تھی مگر جشن کیلئے نہ جگہ کا تعین ضروری ہے نہ وقت کا، جب چاہو مناؤ جہاں چاہو مناؤ۔ عجیب لوگ ہیں عید میلاد النبی پہ اعتراض کرتے ہیں مگر جشن خود مناتے ہیں ''صد سالہ جشنِ دیوبند'' شاید اس لیے کہ وہاں تعین ہے اور یہاں تعین نہیں۔ اور تعین نہ ہو تو چاہے اندرا گاندھی کی صدارت ہو جائز ہے اور تعین ہو تو چاہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی بات ہو نا جائز ہے۔

اب رہ گیا لفظ نبی تو اس کا بہت سارے لوگوں نے مختلف معنی کیا مگر تاجدار بریلی نے اس کا معنی بیان کرنے کا حق ادا کر دیا۔ نبأ سے ہو (جیسا کہ قرآن میں ہے: عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ۔ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ) تو ایسا معنی کیا کہ عقیدۂ علم غیب جیسا اہم مسئلہ حل کر دیا۔ یعنی اے غیب کی خبر دینے والے۔

اور اگر دوسرے مادے کے اعتبار سے معنی کیا جائے یعنی نبو سے مانا جائے تو بھی تاجدار بریلی کا پہلا نمبر ہے کیونکہ نبو کا معنی بلند و بالا ہے اور اعلیٰ حضرت نے ساری عمر اپنے نبی علیہ السلام کا بلند و بالا ہونا ہی تو بیان کیا ہے۔ (دیکھو تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین۔)

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

(شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد عالم صاحب سیالکوٹی، فاضل دار العلوم حزب الاحناف، لاہور)

ہمارے مقررین کی ایک غلط فہمی:

اللہ تعالیٰ نے کائنات پر اپنی انگنت نعمتوں کی بارش نازل فرمائی۔ وان تعدو نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔ ان کو شمار کرنا بھی ہمارے لیے ممکن نہیں۔ بعض کا احسان بھی جتایا مثلاً بل اللہ یمن علیکم ان ھدٰکم للایمان۔ (الحجرات) جب کفار نے کہا: اھؤ لاء من اللہ علیھم من بیننا۔ یہ (اہلِ ایمان) ہیں کہ ہمیں چھوڑ کر اللہ نے ان پہ احسان کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ صرف زبانی کلامی اسلام کا دعویٰ کر کے آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں ان کو فرما دیجئے کہ میرے اوپر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت دی بشرطیکہ تم سچے ہو یعنی تمہارا دل تمہاری زبان کی تصدیق کرے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے بارے میں اہلِ جنت کہیں گے۔ فمن اللہ علیھم من بیننا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا۔ (جنت اور جنت کی نعمتوں کے ساتھ) ہمیں لُو کے عذاب سے بچالیا (الطور) نیز فرمایا:

ولقد مننا علی موسیٰ و ھرون۔ (الصفت)

''البتہ ہم نے موسیٰ وہارون علیہما السلام پہ احسان فرمایا''۔

اسی طرح برادران یوسف علیہ السلام نے کہا: قد من اللہ علینا۔ (تحقیق اللہ نے ہم پر احسان فرمایا) قارون کا زمین میں دھنسنا دیکھ کر اہلِ علم نے کہا: لو لا ان من اللہ علینا لخسف بنا۔

لہٰذا ہمارے بعض مقررین جو مطلق یہ کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی بعثت کے علاوہ کسی شئی کا احسان نہیں جتلایا غلط ہے اور اس سے قرآن مجید کی مذکورہ آیات کی تکذیب لازم آتی ہے اس لیے یہ وضاحت کر دی گئی تا کہ نادانستہ طور پر کوئی اس غلطی کا شکار نہ ہو جائے۔

ہاں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن نعمتوں کا احسان جتایا اور جن کا نہیں جتایا وہ ساری نعمتیں اس محبوب کے طفیل عطا ہوئی ہیں اور دنیا و آخرت کی ہر نعمت حضور علیہ السلام کی برکت سے ہی عطا ہوئی ہے خود ہمارا وجود اور سارا جہاں اسی میلاد والے آقا کا مرہون منت

ہے۔لو لاک لما خلقت الدنیا۔

یایوں کہہ لیا جائے کہ جس شان سے اللہ تعالیٰ نے ہم پر وجود مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی نعمت کا احسان جتایا اس شان سے کسی اور نعمت کا احسان نہیں جتایا۔

کون سا احسان؟:

اور یہ احسان کونسا ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عظمت وشان والا اپنا محبوب رسول عطا فرما دیا ہے۔تم مخلوق ہو کر کسی کو اپنا محبوب نہیں دیتے لیکن میں نے خالق ہو کر تمہیں اپنا محبوب دے دیا ہے حالانکہ تمہارے محبوبوں میں ہزاروں خامیاں ہوسکتی ہیں لیکن جبکہ الشیٔ یعمی ویصم کے تحت یہ علیحدہ بات ہے کہ

اعظم جتھے دل لگ جاوے
اوتھے عیب نظر نہیں آوندا

تم خود ناقص ہو تو جس کو محبوب بناؤ گے وہ بھی ناقص ہوگا۔اور میں خود بھی بے عیب ہوں تو عیب دار کو محبوب کیوں بناؤں گا تو پھر تم پہ احسان نہ دھروں تو کیا کروں۔

بڑے بڑے نبی رسول آئے کسی کی آمد پہ احسان نہیں جتایا ان میں موسیٰ کلیم علیہ السلام بھی تھے، عیسیٰ روح اللہ بھی تھے، یوسف ویعقوب علیہم السلام بھی تھے اس لیے کہ وہ صرف نبی تھے اور یہ نبی بھی ہیں محبوب بھی ہیں اور جو محبوب ہوتا ہے وہ کلیم بھی ہوتا ہے خلیل بھی ہوتا ہے جتنی خوبیاں وکمالات سب میں متفرق ہیں وہ ساری حبیب میں جمع کر دی گئیں۔

پھر احسان یہ نہیں ہوتا کہ بچہ سارا سال محنت کر کے امتحان میں پاس ہو جائے تو ممتحن کہے کہ میں نے احسان کیا اور تمہیں پاس کر دیا یہ تو اس کی محنت کا ثمر ہے یا مزدور سارا دن مزدوری کرے اور شام کو آپ اس کو دیہاڑی دیتے ہوئے یہ کہیں کہ یہ تیرا انعام ہے یا میں تجھ پہ احسان کر رہا ہوں کہ تجھے مزدوری دے رہا ہوں ۔ بلکہ ایک شخص کسی نعمت کے قابل نہ ہو پھر اس کو وہ نعمت عطا کر دینا اس کو احسان کہا جائے گا۔تو مطلب یہ ہوا کہ اے میرے بندو! تم تو اس قابل نہ تھے کہ تمہیں اتنی شانوں والا رسول عطا کیا جاتا لیکن یہ میرا تم پہ احسان ہے کہ پھر بھی میں نے تمہیں اپنا محبوب دے دیا ہے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محبوب بے

عیب ہے ورنہ عیب دار چیز دے کر کہتا کہ یہ میرا احسان ہے بات بنتی ہی نہیں اور پھر علی کل شی قدیر بنانے والا ہو اور بنائے بھی اپنا محبوب تو کیا کمی رہ سکتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ہم جیسے نہیں ہیں کہ ہم جیسے تو اربوں کھربوں بنائے مگر احسان نہ جتایا لیکن محبوب کو بھیجا تو کس شان سے بھیجا کہ

محمد ﷺ کی ولادت پر لہرائے گئے جھنڈے
اسے میلاد کہتے ہیں ولادت ہو تو ایسی ہو
محمد ﷺ کی ولادت پر عطا سب کو ہوئے بیٹے
اسے میلاد کہتے ہیں ولادت ہو تو ایسی ہو
محمد ﷺ کی ولادت پر ہوا سارا جہاں روشن
اسے میلاد کہتے ہیں ولادت ہو تو ایسی ہو
محمد ﷺ کی ولادت پر دھتکارہ گیا شیطان
اسے میلاد کہتے ہیں ولادت ہو تو ایسی ہو
محمد ﷺ کی ولادت پر ستاروں نے سلامی دی
اسے میلاد کہتے ہیں ولادت ہو تو ایسی ہو

کن پہ احسان؟:

اللہ تعالٰی نے مومنوں پہ احسان فرمایا، لہٰذا کافر اگر احسان نہیں مانتا تو سو بار نہ مانے اور اگر کوئی نام نہاد مسلمان اس احسان کے ملنے پر خوشی نہیں مناتا تو نہ منائے ہم تو

دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

احسان کی قدر چونکہ اہلِ ایمان ہی جانتے ہیں اس لیے انہی پر احسان کی بات کی، دیکھتے نہیں ہو کہ آج صرف اہلِ ایمان ہی خوشیاں منا رہے ہیں، جھنڈے لگا رہے ہیں، محافل سجا رہے ہیں اور اما بنعمة ربك فحدّث کے فرمان کے مطابق ہر دور کے تقاضوں کے مطابق خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ دوسرے لوگ ساری عمر اسی میں کھپا دیتے ہیں کہ اگر رسول ہیں تو دکھاؤ

کہاں ہیں اور اہلِ محبت جن کے پاس رسول آئے اور جن پر اللہ نے احسان فرمایا وہ آج بھی یہ وظیفہ پڑھ رہے ہیں کہ:

دم بدم پڑھو درود حضرت بھی ہیں یہاں موجود
یعنی محمد مصطفیٰ صل علی محمد (ﷺ)

یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے والدین ماجدین ایماندار ہیں کیونکہ اذ بعث فیھم رسولا کے پہلے اور حقیقی مصداق کامل تو والدینِ مصطفیٰ ﷺ ہی ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام اپنے والدِ ماجد کی پشت میں اور اپنی والدہ ماجدہ کے بطن اقدس میں تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اہل ایمان میں حضور تشریف لائے۔ اور پھر صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کے ایمان میں کیا شک ہوسکتا ہے کہ جن میں اللہ کے محبوب آج بھی تشریف فرما ہیں۔

کیا مقدر ہے صدیق و فاروق کا
جن کا گھر رحمتوں کے خزینے میں ہے

اس کے بعد رسولا فرمایا ہے رسلا نہیں فرمایا کیونکہ رسولا واحد ہے اور رسلا جمع ہے تو وہ ایک ہو کر ایک کی بات کر رہا ہے بلکہ اعلان فرما رہا ہے کہ میں خدائی میں ایک ہوں یہ مصطفائی میں ایک ہے۔

بے مثل نے محبوب کو بے مثل بنایا ہے
واں جسم نہیں تو یہاں سایہ نہیں ہے

پھر رسولاً پہ تنوین (دوزبریں) تعظیم کیلئے ہے جو اس رسول کی عظمت پہ دلالت کر رہی ہیں کہ بھیجے تو بڑے ہیں لیکن اس جیسا کوئی نہیں ہے۔

او سچّا ای رب نے بھن دتا
جھدے وچہ محمد نوں ڈھالیا سی

مذکورہ آیت میں اس کے بعد حضور علیہ السلام کے مناصب رسالت میں سے صرف ویزکیھم پہ کچھ لکھا جاتا ہے کہ حضور علیہ السلام امت کو پاک فرماتے ہیں۔ مختلف اشیاء کو پاک کرنے کے مختلف طریقے ہیں کپڑا دھونے سے پاک ہوتا ہے، لوہا پلید ہوجائے تو زمین پر

رگڑنے سے پاک ہوتا ہے، سبزہ خشک ہو جائے تو پاک ہو جاتا ہے زمین ناپاک ہو جائے تو سورج کی دھوپ اس کو پاک کر دیتی ہے اسی طرح ظاہر پاک کرنے کا طریقہ اور ہے اور دل اگر ناپاک ہو جائے تو نگاہِ مصطفیٰ سے پاک ہو جاتا ہے۔ پھر ایک نجاست ظاہری ہوتی ہے ایک باطنی۔ ایک غلیظہ ہوتی ہے ایک خفیفہ پھر ایک مرئی ہوتی ہے ایک غیر مرئی۔ اللہ تعالیٰ نے مطلقا ویز کیھم فرمایا۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر قسم کی نجاست کو پاک فرماتے ہیں کسی کو نگاہ سے کسی کے بارے تعلیمات عطا فرما کے، ہم جو جسم کو یا کپڑوں کو پاک کرتے ہیں اگر حضور ہمیں پاک کرنے کا طریقہ نہ بتاتے تو کیسے پاک کر سکتے تھے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ پانی کو جب تک کپڑے کے قریب نہیں کرو گے کپڑا پاک نہ ہو گا اور دل ناپاک ہو جائے تو کپڑا پانی میں ڈوب کر پاک ہوتا ہے اور دل عشقِ رسول کے پانی میں ڈوب کر پاک ہوتا ہے لہٰذا جو حضور علیہ السلام کو اپنے قریب نہیں مانتے وہ ساری عمر پلید ہی رہتے ہیں۔ پلید درِ مصطفیٰ پہ آئے تو سہی اگر پاک نہ ہو تو پھر کہنا۔

دور ہوا دنیا سے اندھیرا آئے آقا ہوا سویرا
عبداللہ کے گھر کے آنگن خوشیوں کے بادل چھائے

میرے سرکار ﷺ آئے، میرے سرکار ﷺ آئے
سوکھی تھی گلشن میں کلیاں سونی تھیں مکے کی گلیاں
ان کے قدم سے چاروں جانب ہو گئے نور کے سائے
میرے سرکار ﷺ آئے، میرے سرکار ﷺ آئے

میلادِ پاک کا جلسہ کرنے والوں کی شان:

صحیح مسلم شریف میں حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ کاشانۂ نبوت سے مسجدِ نبوی کی طرف تشریف لائے تو آپ نے صحابہ کبار علیہم الرضوان کو مسجدِ نبوی میں جلسہ کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ (ﷺ) نے پوچھا: ما اجلسکم؟ یہ جلسہ کیسا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: جلسنا نذکر اللہ ونحمدہ علی ما ھدانا للاسلام۔ یا رسول اللہ یہ جلسہ آج اس

لیے انعقاد پزیر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے ہیں اور اس کی حمد وثنا کر کے اس کا شکر ادا کر رہے ہیں کہ اس نے ہمیں دینِ اسلام کی ہدایت عطا فرمائی ہے، اور دوسری بات یہ کہ ومن به علينا آپ کو ہمارے پاس بھیج کر اللہ نے ہم پہ بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ (لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا)

حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ اس کی جگہ دو دو نوافل پڑھ لیتے یہ بھی بھلا کوئی کام ہے بلکہ فرمایا: حلف اُٹھاؤ۔ مزید فرمایا: لم استحلفكم تهمة۔ میں تم سے حلف کسی شک کی وجہ سے نہیں لے رہا بلکہ بات یہ ہے کہ جاء نی جبریل فاخبرنی ان الله يباهي بكم ملائكته۔ اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر ومباہات فرما رہا ہے۔ کتنی برکت ہے ذکرِ مصطفیٰ کرنے والے کی اور میلاد کے جلسے میں حاضر ہونے والے کی کہ بندہ زمین پہ ہے اور اس کا تذکرہ عرش بریں پہ ہو رہا ہے اور خود خالقِ کائنات اپنی معصوم مخلوق کے سامنے امام المعصومین کے میلاد کے جلسے میں شامل ہونے والے خوش نصیب کا نام لے رہا ہے۔ دنیادار فخر کرتے ہیں کہ میرا نام تھانے کچہری میں چلتا ہے مگر ذکر مصطفیٰ کرنے اور سننے والو اور میلاد کی محفل میں حاضر ہونے والو تمہیں مبارک ہو کہ تمہارا نام تو عرش پہ چلتا ہے۔

(مولانا ڈاکٹر آصف اشرف جلالی۔ خطاب بھابڑا ضلع سرگودھا)

میلادِ پاک سے متعلقہ مزید نکات:

✿ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

اتانی ات فقال قولی اذا ولد فيه اعيذ بالواحد من شر كل حاسد ثم سميه محمدا فان اسمه فی التوراة والانجيل يحمده اهل السماء و اهل الارض وفی القرآن محمد و القرآن كتابه۔ (السیرۃ الحلبیۃ)

''میرے پاس آنیوالا فرشتہ آیا اس نے ہدایت کی جب اس کی ولادت ہو جائے تو یہ دعا پڑھنا: میں ہر حاسد و بدخواہ کے شر سے اسے اللہ وحدہ لاشریک کی پناہ وحفاظت میں دیتی ہوں، پھر اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھنا کیونکہ ان کا نام تورات اور انجیل میں احمد ہے۔ زمین والے اور آسمان والے سب ان کی

تعریف کریں گے، قرآن ان کی کتاب ہے"۔

✪ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حدثتنی امی انها شهدت ولادة آمنة ام رسول الله صلی الله علیه وسلم لیلة ولدته قالت فما شئ انظر الیه فی البیت الانور واننی لا نظر الی النجوم تدنو حتی انی لا قول لیقعن علی، فلما وضعت خرج منها نور اضاء له البیت والدار حتی جعلت لا اری الانور۔

(الخصائص الکبریٰ)

"مجھ سے میری والدہ (فاطمہ بنت عبداللہ) نے بیان کیا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھی۔ میں نے اس وقت جس چیز کو بھی دیکھا اسے نور ہی نور پایا اور میں نے دیکھا کہ ستارے قریب آتے جا رہے ہیں حتیٰ کہ میں سوچنے لگی کہ یہ مجھ پر گر پڑیں گے۔ پس جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنم دیا تو ان سے نور نکلا جس سے گھر اور سب درودیوار منور ہو گئے حتیٰ کہ ہر طرف نور ہی نور دکھائی دینے لگا"۔

؎ سرور دیں رحمت کونین کی باتیں کریں
آمنہ بی بی کے نور عین کی باتیں کریں
عرش والے جھوم اٹھتے ہیں وفورِ شوق سے
فرش والے جب شہِ کونین کی باتیں کریں

(شہزاد مجددی)

✪ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان فی صبیحة تلك اللیلة اصحت اصنام الدنیا منکوساً۔ (السیرۃ الحلبیۃ)

"اس (شب ولادت کی بابرکت) رات کی صبح کے وقت دنیا بھر کے بت سرنگوں ہو گئے"۔

✪ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ولم یبق سریر ملک من ملوک الدنیا الا اصبح منکوساً۔ (الخصائص الکبریٰ)

"اس رات دنیادار بادشاہوں کے تخت میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو کہ اوندھا نہ ہو گیا ہو"۔

✿ حضور ﷺ کی ولادت کے وقت خانہ خدا کعبۃ اللہ کی دیواریں بھی یوں گنگنا رہی تھیں

ولد المصطفٰی المختار الذی لتھلک بیدہ الکفار
ویطھر من عبادۃ الاصنام ویأمر بعبادۃ الملک العلام

(السیرۃ الحلبیہ)

"وہ مختار اور مصطفیٰ ﷺ پیدا ہو گئے جن کے ہاتھوں کفار شکست سے دوچار ہوں گے اور وہ (کعبہ کو) بتوں کی غلاظت سے پاک کر دیں گے اور علام الغیوب بادشاہ کی عبادت کا حکم دیں گے"۔

آیہ میثاق کی تفسیر:

واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتب وحکمۃ ثم جآء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشھدین۔ فمن تولی بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون۔ (آل عمران 82-81)

اور یاد کیجئے (اس واقعہ کو) جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے پختہ وعدہ لیا کہ جب میں تمہیں کتاب وحکمت عطا فرماؤں پھر تمہارے پاس ایک عظمت والا رسول آجائے جو (تمہاری اور) تمہارے پاس جو کچھ ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوگا۔ تو تم ضرور بالضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور بالضرور اس کی مدد کرنا۔ کیوں تم نے اقرار کیا؟ اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے کہا: ہم نے اقرار کیا۔ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ پس جو کوئی اس کے بعد (اس عہد سے) پھر جائے تو وہی نافرمان ہیں"۔

اگر قرآن مجید میں عظمت مصطفیٰ والی تمام آیات جمع کر کے ان کا ایک خوبصورت گلدستہ تیار کیا جائے تو اس گلدستے کا ایک حسین پھول مذکورہ آیہ کریمہ ہے۔ چند الفاظ کی تشریح بمعہ نکات ملاحظہ فرمائیں۔

واذ بمعنٰی اُذکر ہے یعنی یاد کیجئے وہ واقعہ جب اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام نبیوں سے حضور علیہ السلام پہ ایمان لانے اور آپ کی مدد کرنے کا پختہ وعدہ لیا۔ معلوم ہوا کہ اس واقعہ کا علم حضور علیہ السلام کو تھا صرف توجہ مبذول کرنے کا حکم دیا کیونکہ یاد اسی چیز کو کیا جاتا ہے جو ذہن میں ہو اور صرف اس کی طرف توجہ کرانا مقصود ہو اور پھر حضور علیہ السلام تو اس مجلس کی روح رواں تھے۔

؎ خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو
محمد شمع محفل بود شب جائیکہ من بودم

عالمِ ارواح کے دو جلسے:

اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح کے اندر دو ہی جلسے، محفلیں اور کانفرنسیں منعقد فرمائیں ایک اپنے بارے میں اور ایک اپنے محبوب کے بارے میں گویا ایک توحید کانفرنس تھی اور دوسری رسالت یا میلاد کانفرنس تھی۔ توحید کانفرنس میں سب کو بلا لیا اپنوں کو پرایوں کو، مسلمانوں کو کافروں کو انبیاء کو غیر انبیاء کو یہاں تک کہ ابوجہل وابولہب، فرعون ونمرود کو بھی اور بالکل مختصر خطاب فرمایا۔ یعنی تمام ارواح سے صرف یہ سوال کیا: الست بربکم۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ اول من قال بلٰی فھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ سب سے پہلے ہمارے آقا علیہ السلام کی روح پرفتوح نے جواب میں کہا: کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے۔ پھر سب نے یہی جواب دیا۔ ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کی روح بھی عالم ارواح میں تمام روحوں کی مددگار و راہنما رہی۔

پھر دوسری کانفرنس ہوئی تو اس میں صرف نبیوں کو بلایا غیر انبیاء کو نہ بلایا صرف اپنوں کو بلایا غیروں کو نہ بلایا، صرف پاکوں کو بلایا پلیدوں کو نہ بلایا کیونکہ یہ محفل میلاد تھی جس میں پلیدوں کا کیا کام۔

؎ محبوب کی محفل کو محبوب سجاتے ہیں
آتے ہیں وہی جن کو سرکار بلاتے ہیں

وہ جلسہ تھا یہ محفل تھی جلسہ عام ہوتا ہے محفل خاص ہوتی ہے اور خدا کا شکر ہے کہ یہ محفل خاص ہمارے حصے میں آئی ہے۔

؎ شاہ بطحا کی مدح سرائی اہلسنّت کے حصے میں آئی

اے اللہ! تو نے اپنے محبوب کی محفل سجائی جو تیرے پاس تھے تو نے ان کو بلالیا اور اس میں محبوب کی جلوہ گری ہوگئی۔ ہم نے بھی تیرے ہی محبوب کی محفل سجائی ہے جو ہمارے پاس ہیں ہم نے ان کو بلالیا، اس میں بھی تیرے محبوب کی جلوہ گری ہو جائے۔ آمین۔

؎ تمہارا کیا بگڑتا ہے ہمیں دیدار ہو جائے

اگر پہلوں میں تیرے محبوب جاسکتے ہیں تو پچھلوں میں بھی آسکتے ہیں۔

ہر محفل میں کسی نہ کسی کی صدارت ہوتی ہے اس محفل میں کرسی صدارت پہ جلوہ گر کون سی ذات تھی اگر کہو خدا کی ذات تو خدا تو بیٹھنے اٹھنے سے پاک، جو بیٹھ جائے وہ خدا کیسا اور جو اس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ خدا کرسی پہ بیٹھتا ہے تو وہ چر چر کرتی ہے وہ بندہ کیسا؟ پھر اس کی کرسی تو ہے اور کرسی بیٹھنے ہی کیلئے ہوتی ہے تو مان لو کہ کرسی خدا کی ہے اور بیٹھنا مصطفیٰ نے ہے۔ (صاحبزادہ افتخار الحسن فیصل آبادی)

اس محفل میں خطاب لمبا تھا یعنی پہلی محفل میں حاضرین زیادہ تھے خطاب مختصر تھا اور اس محفل (میلاد) میں حاضرین کم تھے مگر خطاب طویل تھا۔ پہلے خطاب میں کوئی تاکیدی لفظ نہیں ہے مگر عظمت رسالت کے بیان میں اللہ تعالیٰ نے تقریباً چودہ تاکیدوں والا خطاب کیا چھ تاکیدیں تو صرف دو لفظوں میں ہیں۔ ''لتؤمنن به ولتنصرنه'' میں۔ ابتداء میں ہر لفظ کے لام تاکید کا ہے اور آخر میں ہر ایک کے نون ثقیلہ ہے جس میں ڈبل تاکید ہے۔ حالانکہ مخاطب نبی تھے جن سے وعدہ خلافی کا امکان ہی نہیں کیونکہ نبی معصوم عن الخطاء ہوتا ہے۔ خطا نبی سے ممکن ہی نہیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ ان تمام تاکیدات سے محبوب کی عظمت کا اظہار مقصود تھا کہ اے نبیو! تمہیں یہ منظور نہیں کہ کوئی خدائی میں میرا شریک ہو اور مجھے یہ منظور نہیں کہ کوئی

مصطفائی میں میرے محبوب کا شریک ہو۔ ہر نبی نے پھر اپنے اپنے دور میں اس وعدے کو نبھایا اور اپنی اپنی امت کے سامنے ذکرِ مصطفیٰ فرمایا۔ ثابت ہوا کہ ذکرِ مصطفیٰ کے بغیر تو نبیوں کا بھی گذارا نہیں تو ہم کیسے ان کے ذکر سے بے نیاز ہو سکتے ہیں۔

؎ وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا

ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

فرمایا میرا رسول تمہاری تصدیق کرنیوالا ہے یعنی نبی خدا نے بنائے اور تصدیق مصطفیٰ نے فرمائی۔ مرزا لعین کو نہ خدا نے نبی بنایا نہ اس کی مصطفیٰ نے تصدیق کی اس سے پوچھو اگر تو نبی ہے تو تصدیق نامہ دکھا۔ تصدیق کے بغیر تو ڈپو سے آٹا نہیں ملتا نبوت کیا ملے گی۔ اور تصدیق کرنیوالے کو تمام حالات کا علم ہوتا ہے۔ (مولانا عبدالعزیز چشتی گوجرانوالہ)

دلائل النبوۃ 345/5 پہ ہے:

ما بعث اللّٰہ نبیا من الانبیاء من لدن نوح الا اخذ میثاقه لیؤمنن بمحمد صلی اللّٰہ علیه وسلم ولینصرنه ان خرج وھم احیاء۔

"نوح علیہ السلام سے لے کر (قید اتفاقی ہے نہ کہ احترازی) اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے وعدہ لیا ہے کہ اگر تمہاری زندگی میں حضور علیہ السلام آجائیں تو ضرور ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا"۔

بنیادی فرق:

ویسے تو نفس نبوت و رسالت میں ہر نبی برابر ہے یعنی کوئی آدھا یا پونا یا ڈیوڑھا نبی نہیں اور یہی مطلب ہے لا نفرق بین احد من رسله کا۔ لیکن فضیلت کے اعتبار سے تو اللہ نے خود فرق بیان کیا۔ تلك الرسل فضلنا بعضھم علی بعض۔ اور

؎ ملک کونین میں انبیاء تاجدار

تاجداروں کا آقا ہمارا نبی

تو اس اعتبار سے حضور علیہ السلام اور باقی انبیاء کرام علیہم السلام میں فرق یہ ہوا کہ جب تک کوئی شخص سارے نبیوں پر ایمان نہ لائے وہ مومن نہیں ہو سکتا اور جب تک سارے نبی مصطفیٰ پر

ایمان نہ لائیں وہ نبی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ سب انسانوں کو سارے نبیوں پر ایمان لانے کا حکم دیا: قولوا اٰمنا باللّٰہ وما انزل الینا...... (البقرۃ:۱۳۶) اٰمنت باللّٰہ وملائکتہ و کتبہ ورسلہ۔ اور نبیوں کو مصطفیٰ پر ایمان لانے کا حکم دیا لتؤمنن بہ۔

حضور فرماتے ہیں اگر آج موسیٰ علیہ السلام بھی ظاہری حیات کے ساتھ ہوتے تو ان کو میری پیروی کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔

ایک مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ ایمان لائے تو ان کے نام نہاد محبانِ علی کہتے ہیں کہ علی کو ایمان لانے کی کیا ضرورت تھی ایمان تو وہ لائے جو پہلے مومن نہیں ہے یا پہلے کافر ہے (نعوذ باللّٰہ) تو لتؤمنن بہ نے بتایا کہ جب نبی ایمان لا رہے ہیں تو علی کیوں نہ ایمان لائیں گے۔

ثم جآء کم رسول۔ میں فرمایا کہ تمہارے دنیا میں جانے کے بعد پھر تمہارے پاس میرا عظمت والا رسول آئے معلوم ہوا کہ حضور ہر نبی کے پاس تشریف لے گئے معراج کی رات جسمانی طور پر اور ہر نبی کے دور میں ہر نبی کے پاس روحانی طور پر (ہور حاضر و ناظر تیری ماں نوں آندے نیں اوئے۔ صاحبزادہ افتخار الحسن کا جملہ من وعن من غیر تصرّف)

ہر دور میں چلتا ہے پیمانہ محمد کا
آباد خدا رکھے میخانہ محمد کا (صلی اللہ علیہ وسلم)

اگر کوئی انکار کرے اور کہے کہ حضور علیہ السلام ہر نبی کے پاس نہیں گئے تو ثم جاء کم کی تکذیب لازم آئے گی کہ اللہ تو فرمائے کہ تم سب کے پاس آئے گا اور تم کہو نہیں۔ اسی لیے تو حضور علیہ السلام نے مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے حلیے بیان فرمائے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: حضرت یونس علیہ السلام احرام باندھے لبیک لبیک کہتے ہوئے آ رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے فرمایا کہ ان کا گندمی رنگ اور گنگھریالے بال ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: واسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا۔ آپ اپنے سے پہلے نبیوں سے پوچھئے، (جب ملاقات ہی نہیں تو پوچھنے کا کیا مطلب؟)

تم ضرور ضرور ان کی مدد کرنا:

"ولتنصرنہ" یہ لفظ پڑھتے ہی بڑے بڑے ٹھیکیداران توحید کے ہارٹ فیل ہو جاتے ہیں اور غصے میں لال پیلا ہو کر خدا سے شکوہ کرنے بیٹھ جاتے ہیں کہ ہمیں فرماتا ہے کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا اور خود نبیوں کو حکم دے رہا ہے کہ تم ضرور بالضرور میرے حبیب کی مدد کرنا۔ اور پھر (ہائے ہائے ہائے) علیم بذات الصدور ہو کر جانتا بھی ہے کہ جب حضور دنیا میں جائیں گے تو سارے نبی (سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے) قبروں میں ہوں گے اور توبہ توبہ بھلا قبروں والے کیا مدد کریں گے، جب زندہ نہیں کر سکتے تو جو خود غسل نہیں کر سکتے، کفن نہیں پہن سکتے جن کو منوں مٹی کے نیچے دفن کر دیا گیا ہے، ہزاروں سال سے قبروں میں ہیں۔ (نعوذ باللہ) مَر کے مٹی ہو گئے ہیں جب مرنے کے بعد دفن سے پہلے اپنی مدد نہیں کر سکتے کہ خود اپنے ہاتھوں سے کفن ہی پہن لیں تو دفن کے بعد کسی کی کیا مدد کریں گے۔ مگر (ہائے ہائے ہائے) اللہ خود فرما رہا ہے اگر حدیث ہوتی تو ضعیف کہہ دیتے چاہے بخاری شریف کی ہوتی لیکن یہ تو قرآن ہے چلو! کچھ تو کرو تا کہ اپنا (باطل) عقیدہ بچا سکو۔ تو بڑی مشکل سے یہ تاویل فرمائی کہ مطلب یہ ہے یعنی کہ چونکہ چنانچہ کہ اے نبیو! جب تمہاری ارواح تمہارے اجسام سے متعلق ہو جائیں تو، گویا یہ روحانی مدد ہوگی۔ ساری عمر روحانیت کو نہ ماننے والوں نے آج روحانی مدد بھی مان لی ہے۔ یہ نہ سمجھے کہ ہم تو ہر قسم کی مدد کو شرک کہتے ہیں۔ پھر یہ بھی تو ماننا ہوگا کہ جب جبریل علیہ السلام نے ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کو بلایا تو وہ بغیر پاؤں کے آگئیں۔ بغیر زبان کے بولنے لگیں (قالوا اقررنا) بغیر کانوں کے کلام خدا سننے لگیں تو ثابت ہوا کہ روح جسم کی محتاج نہیں ہوتی، اور یہ بھی ماننا ہوگا کہ اگر نبیوں کی روحیں بیت المقدس میں معراج کی رات آسکتی ہیں تو امام الانبیاء کی روح مقدس گناہگار امتی کی فریاد پہ مدد کو کیوں نہیں آسکتی۔ جن کے اشارے پہ درخت پتھر چل پڑتے ہیں اور بے جان چاند ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

اور یہ بھی مانو کہ جب سارے نبی امام الانبیاء کی مدد کر سکتے ہیں تو امام الانبیاء ساری کائنات کی مدد کیوں نہیں فرما سکتے۔

جملہ عالم است محتاج الیہ
زیں سبب فرمود رب صلوا علیہ

اور ہاں ہاں چلتے چلتے یہ بھی تسلیم کرو کہ خدا بھی جانتا تھا کہ جب میرا محبوب دنیا میں جائے گا تو ساری نبی قبروں میں ہوں گے اور سارے نبی بھی جانتے تھے، اس کے باوجود اللہ نے مدد کرنے کا حکم دیا اور نبیوں نے اعتراض نہ کیا تو خدا اور سارے انبیاء کائنات کو یہ عقیدہ دینا چاہتے ہیں کہ بعض وہ ہوتے ہیں جو قبروں کے باہر رہ کر بھی کسی کی مدد نہیں کر سکتے اور بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو قبروں کے اندر جا کر بھی کل کائنات کی مدد کر سکتے ہیں۔

اور اگر اب بھی نہ مانو تو نمازیں بجائے پانچ کے پچاس پڑھا کرو کیونکہ پینتالیس نمازیں معراج کی رات قبر والے (موسیٰ علیہ السلام) کی مدد اور وسیلے سے معاف ہوئی ہیں۔

تعلق ہے مرا اہلِ نظر کے اس قبیلے سے
خدا کو جس نے پہچانا محمد کے وسیلے سے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ابھی مجلس کو برخاست نہیں فرمایا بلکہ فرمایا: اقرار بھی کرو اور ایک دوسرے پر گواہ بھی ہو جاؤ۔

ذرا غور فرماؤ کہ دعویٰ اور مدعی کی آن بان گواہوں کی شان سے ہوتی ہے اور ہمارے آقا علیہ السلام کی عظمت وشان کا دعویٰ کتنا مقام رکھتا ہے کہ اس دعویٰ کے گواہ نہ صرف سارے نبی ہیں بلکہ فرمایا: **وانا معکم من الشاھدین۔** اے نبیو! تم بھی گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ اپنے رسول کی رسالت و نبوت، عظمت و رفعت کا گواہ ہوں۔ سبحان اللہ اے میرے پیارے آقا!

جس سے تم روٹھو وہ برگشتۂ دنیا ہو جائے
تم جسے چاہو وہ قطرہ ہے تو دریا ہو جائے
ان کی دہلیز پہ رکھ دوں تو جبیں پھر نہ اٹھے
عالم شوق میں ایسا کوئی سجدہ ہو جائے
آنکھ اُٹھاؤ تو کڑی دھوپ میں ساون برسے

مسکرا دو تو اندھیروں میں اجالا ہوجائے
ذرّے ذرّے میں چراغاں ہے تمہارے رُخ کا
تم جو منہ پھیر لو عالم میں اندھیرا ہوجائے
دیکھئے ڈوب ہی جائے نہ بیچارہ ارشد
اب تو سرکار مدینے سے اشارہ ہوجائے

(علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ انڈیا)

بھلا نبی وعدے سے پھر سکتے ہیں؟:

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے: فمن تولی بعد ذلک...... جو اس کے بعد وعدے سے پھر گیا وہ نافرمان ہے۔ یہ کن کو فرمایا جا رہا ہے وہ جو معلوم عن الخطاء ہیں۔ اگرچہ ان سے نافرمانی یا وعدہ خلافی ممکن ہی نہیں مگر کبھی سو فیصد سچے گواہ کو بھی تاکیدیں کی جاتی ہیں تاکہ دعویٰ مضبوط سے مضبوط تر ہوجائے اور اس کی عظمت نکھر کر سامنے آجائے۔ آج لوگ ہمیں کہتے ہیں فلاں بہت بڑا عالم تھا کیا ہوا اگر اس نے ایک گستاخی کی ہے؟ اس کو بُرا نہ کہو، فلاں بڑا خطیب ہے فلاں بڑا افسر ہے گستاخی سہی مگر اس کو کچھ نہ کہو کیونکہ اس نے دین کا بہت کام کیا ہے، اور خدا نبیوں کو فرما رہا ہے۔ فمن تولی بعد ذلک فاولٰئک ھم الفٰسقون۔

سبحان اللہ! عظمت مصطفیٰ کا یہی وہ جلسہ تھا جو بلانے والا نور السمٰوات والارض ہے، دعوت دینے والے سید الملائکہ جبریل علیہ السلام نوریوں کے سردار ہیں، آنے والے نبی بھی نور ہیں، جس کی عظمت بیان ہوئی وہ ہمارے آقا نور علیٰ نور ہیں، جس قرآن میں اس محفل کا ذکر ہوا وہ کتاب نوراً مبیناً ہے۔ جو ذکر ہوا وہ بھی نور

؎ آ گیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے

ہمارے جلسوں کے اشتہارات کاتب لکھیں، پریس میں چھپیں، خبریں اخبارات میں آئیں، میلاد پاک کے جلسے کی رپورٹنگ وہ کتاب کرے کہ ذٰلک الکتاب لاریب فیہ۔

(حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی m)

؎ چاہتے ہو تم اگر نکھرا ہوا فردا کا رنگ
دونوں عالم پر چھڑک دو گنبدِ خضریٰ کا رنگ

✿ سیرت سیرت کی بات کرنیوالو! کبھی صورت کا تذکرہ بھی کرلیا کرو۔ صورت ہوگی تو سیرت ہوگی۔ اور اگر تم صورت کو نہیں دیکھ سکتے تو کسی دیکھنے والے سے ہی پوچھ لو۔ جنہوں نے دیکھ کر کہا:

؎ اس صورت نوں میں جان آکھاں — جانان کہ جانِ جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں — جس شان توں شاناں سب بنیاں
ایہہ صورت شالا پیشِ نظر — رہوے وقت نزع تے روزِ حشر
جد قبر تے پُل تھیں ہوسی گذر — سب کھوٹیاں تھیسن تد کھریاں
ایہہ صورت ہے بے صورت تھیں — بے صورت ظاہر صورت تھیں
بے رنگ دسے اس مورت تھیں — وچ وحدت پھٹیاں جد گھڑیاں

✿ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی میلاد بیان فرمایا۔ **وسلم علیه یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا۔** (مریم) یہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا میلاد بیان ہے اور اس دن پہ سلام بھیجا گیا جس دن وہ پیدا ہوئے۔ **والسلم علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا۔** یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد کا بیان ہے اور ان کے یوم ولادت، وفات اور دوبارہ اٹھائے جانے والے دن پہ سلام بھیجا گیا۔ مگر جس شان سے آپ نے حضور علیہ السلام کے میلاد کا تذکرہ پڑھا وہ صرف آپ ہی کا حصہ ہے۔

؎ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

✿ ہم اپنے آقا کا میلاد منا کر شرک کرتے نہیں شرک کی جڑ کاٹتے ہیں اور دنیا کو بتاتے ہیں کہ خدا پیدا ہونے سے پاک ہے اور ہمارے آقا تو پیدا ہوئے ہیں، خدا کا ماں باپ نہیں ہمارے آقا کی والدہ آمنہ اور باپ عبداللہ ہے خدا اولاد سے پاک ہے ہمارے آقا کی اولاد تھی۔ پھر شرک کہاں سے آ گیا۔ ؎ شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

پھول تو پھول ہیں کانٹوں پہ بہار آئی ہے:

کائنات میں کسی ہستی کا ظہور، کسی نئے نقش کی نمود، کسی وجود کا نہاں خانۂ عدم سے قدم نکالنا بڑی پر لطف بات ہے۔ جس کیلئے خوشیاں منائی جاتی ہیں، انتظار کیے جاتے ہیں، آنکھیں شوق کے ساتھ دیدار کیلئے وا ہوتی ہیں دلوں کو سرور کی لذت حاصل ہوتی ہے۔ عام ازیں کہ یہ ہستی کسی مرتبے اور منزلت کی ہو حتیٰ کہ انسانی مصنوعات جو اپنے ہی جیسے افراد کی عقل و تدبیر کا نتیجہ ہیں۔ ان پر کس قدر خوشیاں کی جاتی ہیں۔ ریل جب ایجاد ہوئی اس پر کس حیرت و استعجاب سے نگاہیں پڑیں اور اس کی تعریف سے ہر زبان نے استلذاذ ادا کیا۔ ہوائی جہازوں کی خبریں کس شوق کے ساتھ سنی جاتی ہیں۔ ان کے تذکرے کس لطف سے پڑھے جاتے ہیں۔ تجربہ شاہد ہے کہ ہر نئی چیز سے طبیعت کو ایک بشاشت اور سرور حاصل ہوتا ہے کیونکہ کُلُّ جدیدٍ لذیذٌ جب ادنیٰ درجہ کی موجودات اور اپنے وہم و خیال کی بنیادوں پر تعمیر کی ہوئی عمارت تک کا عالم ہستی میں نمودار ہونا ایک وقعت رکھتا ہے۔ اور فرح و انبساط کا موجب ہوتا ہے دنیا اس سے ایک نئی زینت حاصل کرتی ہے تو کسی اعلیٰ مخلوق کا پیکر وجود میں ظاہر ہونا اور صانع عالم کی قدرت کے کرشمے اور بدیع نگاری کے مرقع کا رونما ہونا کتنی شان و شوکت کیسی عظیم عظمت و جلالت کس فرحت و طرب کے لوازم اپنے ساتھ رکھتا ہوگا اور دنیا میں اس کے ظہور سے کیسی تجلی اور روشنی کیسی دھوم دھام ہوگی۔

روز مرّہ کا مشاہدہ ہے کہ غریب اور ادنیٰ شخص کے یہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو روز استقرار حمل سے وضع کی ساعت تک ماں باپ عزیز و اقارب دوست احباب کے ساتھ پر لطف انتظار کرتے ہیں دعائیں مانگتے ہیں۔ پیدائش کے وقت جب یہ نیا مولد دنیا میں قدم رکھتا ہے تو سب پھول کی طرح کھل جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں۔ دوست و احباب کو مژدے پہنچائے جاتے ہیں۔ وہ سن کر باغ باغ ہو جاتے ہیں۔ خط لکھتے ہیں تار دیئے جاتے ہیں۔ شیرینی تقسیم ہوتی ہے عیش و نشاط کی محفلیں ترتیب دی جاتی ہیں۔ دعوتیں کی جاتی ہیں داد و دہش کا بازار گرم ہوتا ہے۔ خوشی کے سارے لوازم پورے کئے جاتے ہیں۔ پھر اسی دن کی یاد تازہ کرنے کیلئے سال بسال سالگرہ کی جاتی اور اس میں دل کے

حوصلے دکھائے جاتے ہیں۔ یہ تو معمولی معاشرت رکھنے والوں کا تذکرہ تھا۔ دنیا میں اقبال و اقتدار رکھنے والے تاج و درہم کے مالک تخت و سریر کے والی نئے مہمان کا کس کروفر سے استقبال کرتے ہیں اور اس کی خوشی میں کیا کیا اولوالعزم کام دکھاتے ہیں۔ یہ ادنیٰ وجوہ ہیں وہ اعلیٰ ترین کائنات جس کی پاک ہستیوں سے خدائے پاک کی ہستی پہچانی جائے۔ عالم میں انقلاب بپا کردیں۔ دنیا کو سبعی و بہیمی خواص کے پنجے سے چھڑا کر ملکی صفات کے ساتھ متصف بنادیں۔ نفسانی کدورتوں کے بجائے ربانی انوار سے قلوب کو معمور فرمادیں۔ انسانی نفوس کو شائستگی عنایت فرمائیں۔ دنیا کو دستگیر بن کر قعر ضلالت سے نکالیں۔ عدل وانصاف کے قوانین جاری کریں۔ ظلم و جہالت کی افواج کو شکست دیں۔ دور افتادوں کو منازل قرب تک پہنچائیں چھوٹے ہوؤں کو رب سے ملائیں۔ ان کی ولادت مبارکہ عالم کیلئے رحمت جہاں کیلئے نعمت آفتاب کی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ ان کا فیض برسرِ کرم ہے اور کائنات کے تمام خوش نصیب اس سے بہرہ اندوز اور فیضیاب، ایسی پاک ہستیوں کا ظہور اور ان کی یادگاریں کس طرح فرح و طرب کی خرمی و شادمانی کس شان و شوکت، دھوم دھام کی مستحق ہیں۔

(سید محمد نعیم الدین مراد آبادی)

نعمت ملنے پر خوشی منانے کا تصوّر:

اس ضمن میں چند ارشادات خداوندی ملاحظہ ہوں۔ قرآن پاک میں ہے:

وذکرھم بایام اللّٰہ۔

اس آیت میں رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو وہ دن یاد دلاؤ جن میں اللہ تعالیٰ نے ان پر نعمتیں نازل فرمائی ہیں معلوم ہوا کہ نعمت ملنے کے دنوں کو یادگار کے طور پر منانا حکم خداوندی ہے یوں تو سب دنوں اور راتوں کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا فرمایا مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس آیت میں جن دنوں کو خاص طور پر منانے اور ان کو یاد دلانے کا حکم دیا گیا ہے وہ کونسے دن ہیں۔

مفسرین امت نے فرمایا کہ ایام اللہ سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر انعامات فرمائے۔ (تفسیر ابنِ عباس، مدارک)

کوئی بھی مسلمان اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ حضور ﷺ تمام عالمین کیلئے رحمت بھی ہیں اور نعمت بھی رحمت کی دلیل یہ آیت مبارکہ ہے:

وما ارسلنك الا رحمة للعالمين۔

"اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر رحمت بنا کر تمام جہانوں کیلئے"۔

آپ ﷺ کے نعمت ہونے کی دلیل یہ آیات ہیں۔

الم تر الی الذین بدلو نعمة الله کفرا۔

"کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے بدلا اللہ کی نعمتوں کو کفر کرتے ہوئے"۔

اس آیت کی تفسیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نعمة الله محمد صلی الله علیه وسلم۔

"اللہ کی نعمت سے مراد حضور ﷺ ہیں"۔

جب ثابت ہوا کہ آپ رحمت بھی ہیں اور نعمت بھی ہیں تو اللہ کی رحمت اور نعمت کے حصول پر ان دنوں میں شکر ادا کرنا اظہار خوشی کرنا اور لوگوں کو ان دنوں کی عظمت سے آگاہ کرنا حکم خداوندی کے عین مطابق ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

قل بفضل الله وبرحمته فبذالك فليفرحوا هو خير مما يجمعون۔ (یونس)

"اے محبوب! لوگوں سے فرما دیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے ملنے پر چاہئے کہ وہ خوشی کریں وہ بہتر ہے اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں"۔

اس آیت میں فضل ورحمت کے حصول پر خوشی منانے اور مال خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اور حضور علیہ السلام اللہ تعالی کا سب سے بڑا فضل اور رحمۃ للعالمین ہیں تو آپ کی آمد پر سب سے زیادہ خوشیاں منانا ثابت ہوا۔

سورۃ الضحی کی آخری آیت میں فرمایا گیا:

واما بنعمة ربك فحدث۔

"اے محبوب! اپنے رب کی نعمت کا خوب بیان کرو (یعنی عام چرچا کرو)"۔
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کا ذکر عام کرنے اور خوب چرچا کرنے کا حکم دیا ہے۔
ایک آیت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
واذکروا نعمة الله علیکم۔
"اور ذکر کرو اللہ کی نعمت کا جو تم پر ہوئی"۔
بحمدہ اللہ تعالیٰ ان مندرجہ بالا آیاتِ مقدسہ کی روشنی میں یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ رحمتوں اور نعمتوں کے ملنے کے دن اللہ کے خاص دن ہوتے ہیں لہٰذا ان دنوں کی یاد تازہ کرنا حکمِ الٰہی کے عین مطابق ہے اس لیے نعمت ملنے پر اس کا چرچا کرنا چاہیے۔
ثابت ہوا کے رحمت ملنے پر خوشی منانا اور مال خرچ کرنا چاہیے نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی تمام رحمتوں میں سے بڑی رحمت اور تمام نعمتوں میں سے اعلیٰ ترین نعمت ہیں۔
لہٰذا آپ کی تشریف آوری (میلاد) کا دن منانا اور اس دن ہر جائز خوشی کا اظہار کرنا یہ قرآنی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔
آمدِ محبوب خدا پر جتنی بھی خوشی منائی جائے کم ہے اور قرآنِ مجید کے احکام پر عمل کرنا بدعت نہیں برکت ہے۔

اپنی ولادت پر حضور علیہ السلام نے خود خوشی منائی:

- حضور علیہ السلام نے اپنی ولادت با سعادت کے دن اس طرح خوشی منائی کہ مشکوۃ شریف میں ہے:
سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن صوم یوم الاثنین فقال فیه ولدت وفیه انزل علی وحی۔
"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے دن روزہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اسی دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی کی ابتداء ہوئی"۔
الحمد للہ! اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

1- پیر کا روزہ اس لیے سنت ہے کہ یہ دن حضور ﷺ کی ولادت شریفہ کا دن ہے۔
2- حضور ﷺ نے پیر کے روزے کا اہتمام فرما کر خود اپنی ولادت کی یاد منائی۔
3- امت کے لئے یوم ولادت کی اہمیت وفضیلت ظاہر فرمائی۔
4- دن مقرر کر کے یادگار منانا سنتِ نبوی ﷺ ہے۔
5- ولادت کی خوشی میں عبادت کرنا سنت ہے۔

عبادت خواہ بدنی ہو جیسے روزہ اور نوافل خواہ مالی ہو جیسے صدقہ خیرات و تقسیم شرینی وغیرہ۔

- حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے ولادت کی خوشی میں بکرے ذبح کیے اور ضیافت کا اہتمام فرمایا۔

عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عق عن نفسه بعد النبوة۔ (السنن الکبریٰ)

حضور نبی اکرم ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا امام سیوطی اس پر مزید تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ان جده عبد المطلب عق عنه فی سابع ولادته والعقيقة لا تعاد مرة ثانية فيحمل ذالك على ان الذی فعله النبی ﷺ اظهاراً لتشکر علی ایجاد الله تعالیٰ اياه رحمته للعالمين و تشريفاً لامته كما كان يصلی على نفسه لذالك فيستحب لنا ايضاً اظهار الشكر بمولده باجتماع الاخوان و اطعام الطعام المسر ونحو ذلك من وجوه القربات و اظهار المسرات۔ (الحاوی للفتاوی)

"حضور نبی اکرم ﷺ کے دادا حضرت عبد المطلب نے آپ کی پیدائش کے ساتویں روز رسول اللہ کا عقیقہ کیا امام سیوطی فرماتے ہیں کہ عقیقہ دوبارہ نہیں کیا جاتا اور احتمال یہی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی ولادت کی خوشی کے اظہار کے لیے عقیقہ خود کیا یعنی اپنے رحمۃ اللعالمین ہونے اور امت کے مشرف ہونے کی وجہ سے اور اسی طرح ہمارے اوپر مستحب ہے کہ ہم بھی حضور ﷺ کے یوم

ولادت پر خوشی کا اظہار کریں"۔

جلسے کا اہتمام:

حضور ﷺ نے اپنی پیدائش یعنی میلاد منانے کیلئے جلسے کا بھی اہتمام فرمایا۔ چنانچہ حضرت مطلب بن ابی وداعہ سے روایت ہے:

جاء العباس الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم مکانہ سمع شیئا مقام النبی صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم علی المنبر فقال من انا فقالوا انت رسول اللّٰہ علیک السلام فقال انا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ان اللّٰہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرھم فرقۃ ثم جعلھم فرقتین فجعلنی فی خیرھم فرقۃ ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیرھم قبیلۃً ثم جعلھم بیوتا فجعلنی فی خیرھم بیتا وخیرھم نسبا۔ (ترمذی)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اس وقت ان کی کیفیت ایسی تھی گویا کہ انہوں نے (ﷺ کے متعلق کفار سے) کچھ (نازیبا الفاظ) سن رکھے تھے (اور وہ حضور کو بتانا چاہتے تھے) (حضرت عباس نے یہ الفاظ حضور کو بتائے یا آپ علم نبوت سے جان گئے) تو حضور منبر پر قیام فرما ہوئے اور فرمایا میں کون ہوں؟ سب نے عرض کیا: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں عبداللہ بن عبدالمطلب کا بیٹا محمد ہوں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اس مخلوق میں سے بہترین مخلوق (انسان) کے اندر مجھے پیدا فرمایا پھر اس بہترین مخلوق کے دو حصے (عرب وعجم) کیے اور ان دونوں میں سے بہترین حصہ عرب میں مجھے پیدا کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس حصے کے قبائل بنائے اور ان میں سے بہترین قبیلہ (قریش) کے اندر مجھے پیدا کیا پھر اس بہترین قبیلہ کے گھر بنائے تو مجھے بہترین گھر اور نسب (بنو ہاشم) میں پیدا کیا"۔

حضور علیہ السلام نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے واضح الفاظ میں اپنی ولادت (میلاد

پاک) کا بیان فرمایا اپنے نسب شریف عالی مرتبت خاندان اور گھرانے کا تذکرہ کیا اور اس بیان خاص کیلئے معمول سے ہٹ کر جلسہ کا اہتمام فرمایا منبر پر کھڑے ہوکر خطاب فرمایا ہمارے یہاں بھی میلاد النبی ﷺ کے جلسے کے خصوصی اہتمام کے ساتھ یہی موضوعات اور معمولات ہوتے ہیں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان النبی ﷺ خرج یوماً فصلی علی اهل احد صلاته علی المیت ثم انصرف الی المنبر فقال: انی فرط لکم وانا شهید علیکم وانی واللّٰه لانظر الی حوضی الان وانی قد اعطیتُ مفاتیح خزائن الارض او مفاتیح الارض وانی واللّٰه ما اَخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکن اخاف علیکم ان تنافسوا فیها۔ (بخاری کتاب الجنائز)

''ایک روز حضور علیہ السلام باہر (میدان احد کی طرف) تشریف لے گئے پس آپ نے شہدائے احد پر نماز جنازہ کی طرح نماز پڑھی پھر منبر پر رونق افروز ہوئے (اور) فرمایا بیشک میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ (تمہارے احوال سے باخبر) ہوں اور اللہ کی قسم! میں اس وقت حوضِ کوثر کو دیکھ رہا ہوں مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں اللہ کی قسم مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے البتہ یہ خوف ضرور ہے کہ تم دنیا پرستی میں باہم فخر و مناحات کرنے لگو گے''۔

اس حدیث پاک سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے خطاب کرنے کیلئے انہیں طلب کیا اور برسرِ منبر اپنے ذاتی فضائل کا بیان فرمایا اس کے ساتھ ساتھ ان کی روحانی تربیت فرماتے ہوئے انہیں دنیا پرستی کے خطرے سے متنبہ کیا اس حدیث مبارکہ کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ میدانِ احد میں صحابہ کرام کو جمع کر کے جلسہ منعقد کیا گیا جس کیلئے منبر کا خصوصی طور پر اہتمام کیا گیا کیونکہ وہاں کوئی مسجد تو نہ تھی کہ جس کے اندر منبر پہلے سے موجود ہو اور حضور ﷺ نے اس پر کھڑے ہوکر اپنے شرف و فضیلت کو بیان فرمایا یہ

حدیث جلسہ میلاد النبی ﷺ کی واضح دلیل ہے۔

حضور ﷺ نے صحابہ کرام کی ایک محفل میں اپنا میلاد یوں منایا کہ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

ساخبرکم باوّل امری دعوة ابراهيم وبشارة عيسى ورويا التى رات حين وضعتى وقد خرج لها نور اضاء لها منه قصور الشام۔ (مشکوۃ شریف)

''یعنی میں تم کو (اپنی ولادت کے) ابتدائی معاملات کی خبر دیتا ہوں میں حضرت ابراہیم کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری ہوں اور میں اپنی والدہ کا وہ چشم دید منظر ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا تھا کہ ان کے جسم پاک سے ایک ایسا نور نکلا جس کی روشنی میں انہیں شام کے محلات نظر آ گئے''۔

ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نے صحابہ کے اجتماع میں خود اپنی محفل میلاد منعقد فرمائی۔ اور اپنی ولادت اور اپنا حسب ونسب، اپنی خاندانی شرافت کا بیان فرما کر اپنی امت کو بھی میلاد منانے کی ترغیب دلائی۔

صحابہ کرام اور ذکر ولادت خیر الانام ﷺ

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی سرکارِ مدینہ علیہ السلام کی ولادتِ باسعادت کی خوشی منائی۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے قصیدے میں سرکارِ دوجہاں ﷺ کی ولادتِ باسعادت کی خوشی میں یوں رقم طراز ہیں:

واحسن منك لم ترقط عينى
واجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبرأ من كل عيب
كانك قد خلقت كما تشاء

''اور آپ ﷺ سے زیادہ حسین وجمیل میری آنکھ نے نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ جمال والا کسی عورت نے نہیں جنا آپ ﷺ ہر عیب سے پاک پیدا

ہوئے ہیں گویا کہ آپ ایسے پیدا کیے گئے ہیں جیسا کہ آپ نے چاہا"۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی اپنے اس قصیدے میں کی اور سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قصیدہ سنایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان پر اظہار خوشنودی فرمایا اور ان کیلئے یوں دعا مانگی:

اللّٰھم ایدہ بروح القدس۔

"اے اللہ (حسان بن ثابت) کی مدد فرما روح قدس (جبریل امین) کے ذریعے"۔

- حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے قصیدے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد پڑھا ہے قصیدے کے آخری دو شعر یہ ہیں:

وانت لما ولدت اشرقت

الارض وضاءت بنورک الافق

فنحن فی ذالک الضیاء وفی

النور وسبل الرشاد نخترق

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کی ولادت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے تمام زمین روشن ہوگئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے تمام آسمانی فضائیں پرنور ہوگئیں پس ہم اسی نور میں رشد وہدایت کے راستوں پر چل رہے ہیں"۔

- عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ انہ مرمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی بیت عامر الانصاری وکان یعلم وقائع ولادتہ علیہ السلام لا بنائہ وعشیرتہ ویقول ھذا الیوم، ھذ الیوم فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اللہ فتح لک ابواب الرحمۃ وملئکتہ کلھم یستغفرون لک من فعل فعلک نجی نجاتک۔ (تنویر)

"حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت عامر انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے جبکہ وہ اپنے گھر میں اپنی قوم اور اپنے بچوں کو حضور کی ولادت باسعادت کے واقعات کی تعلیم دے رہے تھے اور کہتے تھے کہ آج کا

دن، آج کا دن حضور نے فرمایا: اللہ نے تیرے واسطے رحمت کے دروازے کھول دیے ہیں اور ملائکہ تیرے واسطے دعاء مغفرت کرتے ہیں اور فرمایا: جو شخص بھی تیرے جیسا کام کرے گا وہ بھی نجات پائے گا"۔

(التنویر فی مولد البشیر والنذیر للشیخ ابی الخطاب)

آؤ مشاقان محفل، محفل میلاد میں
رحمتیں بیحد ہیں نازل محفلِ میلاد میں

عن ابن عباس رضی اللہ عنهما انه کان یحدث ذات یوم فی بیته وقائع ولادته بقوم فیستبشرون ویحمدون اللہ ویصلون علیه اذ جاء النبی ﷺ قال حلت لکم شفاعتی۔ (تنویر)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ اپنے گھر میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے واقعات اپنی قوم کے سامنے بیان فرما رہے تھے اور سامعین خوش ہو رہے تھے۔ اللہ جل شانہ کی حمد وثناء کرتے ہوئے اور درود پاک پڑھتے ہوئے۔ اچانک حضور علیہ السلام تشریف لائے اور ارشاد فرمایا تمہارے لیے میری شفاعت لازم ہوگئی"۔

محدثینِ کرام، ائمہ عظام اور ذکر ولادت سیدالانام ﷺ

امام ابنِ جوزی فرماتے ہیں:

لا یزال اهل الحرمین الشریفین والمصر والیمن والشام وسائر بلاد العرب عن المشرق والمغرب یحتفلون بمجلس مولد النبی ﷺ ویفرحون بقدوم هلال شهر ربیع الاول ویهتمون اهتماما بلیغاً علی السماع والقراة بمولد النبی ﷺ وینالون بذالك اجرا جزیلا وفوزاً عظیما۔ (ابن جوزی المیلاد النبوی)

"ہمیشہ مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، مصر، شام، یمن غرض شرق سے غرب تک تمام بلاد عرب کے باشندے میلاد النبی ﷺ کی محفلیں منعقد کرتے آئے ہیں جب

ربیع الاول کا چاند دیکھتے ہیں تو ان کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی چنانچہ ذکرِ میلاد پڑھنے اور سننے کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں اور بے پناہ اجر و کامیابی حاصل کرتے ہیں"۔

امام جزری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں امام سیوطی فرماتے ہیں:

ثم رایت امام القراء الحافظ شمس الدین الجزری قال فی کتابه المسمی عرف التعریف بالمولد الشریف مانصه

وقد رؤی ابولهب (بعد موته) فی النوم فقیل له: ما حالك؟ فقال فی النار انه یخفف عنی کل لیلة اثنین۔ وامص من بین اصبعی هاتین ماء بقدر هذا واشار براس اصبعه، وان ذلك باعتاقی لثویبة عند ما بشرتنی بولادة النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبارضاعها له فاذا کان ابولهب الکافر الذی نزل القرآن بذمه (فی النار) جوزی بفرحة لیلة مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم به فما حال المسلم الموحد من امة النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسر بمولده و یبذل ما تصل الیه قدرته فی محبته لعمری انما یکون جزاؤه من اللّٰه الکریم، ان یدخله بفضله جنات النعیم۔ (سیوطی، حسن المقصد فی عمل المولد)

"پھر میں (سیوطی) نے امام القراء حافظ شمس الدین الجزری کی کتاب عرف التعریف بالمولد الشریف میں یہ عبارت دیکھی کہ ابولہب کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا اس سے پوچھا گیا: اب تیرا کیا حال ہے؟ کہنے لگا: آگ میں جل رہا ہوں۔ تاہم ہر پیر کے دن میرے عذاب میں تخفیف کردی جاتی ہے۔ انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا کہ (ہر پیر کو) میری ان دو انگلیوں کے درمیان سے پانی (کا چشمہ) نکلتا ہے جسے میں پی لیتا ہوں اور یہ تخفیف عذاب میرے لیے اس وجہ سے ہے کہ میں نے ثویبہ (لونڈی) کو آزاد کیا تھا جب اس نے مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری دی، اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ بھی

پلایا تھا، جب ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے جس کے بارے میں قرآن مجید میں مذمت نازل ہوئی یعنی باوجود اس کے حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں پیر کی رات اس کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے تو پھر اس موحد (توحید پرست) امتی کا کیا حال ہوگا جو آپ ﷺ کے میلاد پر خوشی و مسرت کا اظہار کرے اور حسب استعداد آپ کی محبت کی وجہ سے خرچ کرے، مجھے اپنی عمر کی قسم بیشک اس کی جزاء رب کریم ضرور دے گا اور اپنے فضل و کرم سے اسے جنت کی نعمتوں میں داخل کرے گا"۔

- امام نووی کے شیخ امام ابوشامہ فرماتے ہیں میں نے شہر اربل میں لوگوں کو دیکھا:

فی کل عام فی الیوم الموافق لیوم مولد النبی ﷺ من الصدقات المعروف واظهار الزینة والسرور فان ذالك مع مافیه من الاحسان الی الفقراء مشعر بمحبة النبی ﷺ وتعظیمه وجلالته فی قلب فاعله وشکر الله علی ما من به من ایجاد رسول الذی ارسله رحمة للعالمین ﷺ۔ (الباعث علی انکار البدع والحوادث)

"اس بابرکت شہر میں ہر سال میلاد النبی ﷺ کے موقع پر اظہار فرحت و سرور کیلئے صدقات و خیرات کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، نیک کام کئے جاتے ہیں، صاف ستھرے لباس پہنے جاتے ہیں یہ ایک حسین ترین طریقہ ہے جو اگرچہ نو ایجاد ہے مگر اس کے حسین ہونے میں کلام نہیں کیونکہ اس سے جہاں ایک طرف غرباء و مساکین کا بھلا ہوتا ہے وہاں اس سے حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ محبت کا پہلو بھی نکلتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ اظہار شادمانی کرنے والے کے دل میں اپنے نبی ﷺ کی بیحد تعظیم پائی جاتی ہے اور ان کی جلالت وعظمت کا تصور موجود ہے گویا وہ اپنے رب کا شکر ادا کر رہا ہے کہ اس نے بے پایاں رحمت عطا فرمائی اور وہ محبوب ﷺ ان کو دے دیا جو تمام جہانوں کیلئے رحمت مجسم ہے"۔

امام ابنِ کثیر کا فیصلہ کن فرمان (ترجمہ):

"شاہ اربل ملک مظفر ابو سعید کوکبری ابن زین الدین علی بن تبلکتکین ایک سخی عظیم سردار اور بزرگ بادشاہ تھا۔ جس نے اپنے بعد اچھی یادگاریں چھوڑیں اس نے قاسیون کے دامن میں جامع مظفری تعمیر کروائی وہ زیرہ کے پانی کو اس کی طرف لانا چاہتا تھا تو معظم نے اسے اس کام سے یہ کہہ کر روک دیا کہ وہ سفوح کے مقام پر مسلمانوں کے قبرستان سے گزرے گا، وہ ماہ ربیع الاول میں میلاد مناتا تھا اور عظیم الشان محفل میلاد منعقد کرتا تھا اس کے ساتھ ساتھ وہ بہادر، دلیر، حملہ آور، جری، عقلمند اور عادل بھی تھا اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے اور اسے بلند رتبہ عطا فرمائے شیخ ابو الخطاب نے اس کیلئے میلاد النبی ﷺ کے بارے میں ایک کتاب لکھی اور اس کا نام التنویر فی مولد البشیر والنذیر رکھا۔ شاہ نے اس تصنیف پر اسے ایک ہزار دینار انعام دیا۔ اس کی حکومت حکومت صلاحیہ کے زمانے تک رہی اس نے عکا کا محاصرہ کیا اور اس سال تک وہ قابلِ تعریف سیرت و کردار اور قابلِ تعریف دل کا آدمی تھا سبط جوزی نے بیان کیا ہے کہ مظفر کے دستر خوان میلاد پر حاضر ہونیوالے ایک شخص کا بیان ہے کہ اس میں پانچ ہزار بھنے ہوئے بکرے، دس ہزار مرغیاں، ایک لاکھ مٹی کے پیالے اور بتیس ہزار مٹھائی کے تھال ہوتے تھے راوی بیان کرتا ہے کہ میلاد کے موقع پر اس کے پاس بڑے بڑے علماء اور صوفیا حاضر ہوتے تھے، وہ انہیں خلعتیں پہناتا اور عطیات پیش کرتا تھا اور صوفیاء کیلئے ظہر سے عصر تک سماع کراتا تھا، ہر خاص و عام کیلئے ایک دار الضیافت تھا وہ حرمین شریفین و دیگر علاقوں کیلئے صدقات دیتا تھا ہر سال بہت سے قیدیوں کو فرنگیوں سے چھڑاتا تھا کہتے ہیں کہ اس نے ان کے ہاتھ سے ساٹھ ہزار اسیروں کو رہا کرایا اس کی بیوی ربیعہ خاتون بنت ایوب کہتی ہیں کہ اس کے ساتھ میرا نکاح میرے بھائی صلاح الدین ایوبی نے کرایا تھا اس خاتون کا بیان ہے کہ شاہ کی قمیض پانچ درہم کے برابر بھی

نہ ہوتی تھی پس میں نے اس سے اس بارے میں سوال کیا وہ کہنے لگے میرے پانچ درہم کے کپڑے کو پہننا اور باقی کو صدقہ کر دینا اس بات سے بہتر ہے کہ میں قیمتی کپڑا پہنوں اور فقراء مساکین کو چھوڑ دوں وہ ہر سال محفلِ میلاد النبی ﷺ پر تین لاکھ دینار اور مہمان نوازی پر ایک لاکھ دینار اور حرمین شریفین اور پانی پر حجاز کے راستے میں خفیہ صدقات کے علاوہ تیس ہزار دینار خرچ کرتا تھا۔ (رحمۃ اللہ علیہ) اس کی وفات قلعہ اربل میں ہوئی اور اس نے وصیت کی کہ اسے مکہ لے جایا جائے مگر ایسا نہ ہو سکا اور اسے مزارِ علی میں دفن کیا گیا"۔ (البدایہ والنہایہ)

نام نہاد عاشقانِ مصطفیٰ (ﷺ) بھی متوجہ ہوں:

سلطان صلاح الدین ایوبی کا بہنوئی مظفر ابو سعید جو خود تو پانچ درہم کا لباس پہننا بھی پسند نہ کرتا تھا اور جب حضور علیہ السلام کے میلاد پاک کا موقع آتا تو لاکھوں دینار خرچ کر دیتا اور وہ بھی اپنی جیب سے۔ ہم جیسے بخیل لوگ میلاد کا چندہ اکٹھا کرنے والے بچوں کو روپیہ بعد میں دیتے ہیں اور اعتراض پہلے کر دیتے ہیں کہ ایسا کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ ارے! اپنے پیسے کو شیطان کے راستے پر پانی کی طرح بہانے والے اور میلادِ مصطفیٰ کیلئے چندہ دیتے ہوئے گھبرانے والے نام نہاد عاشقانِ رسول! اگر چھوٹے چھوٹے بچے اپنے لیے نہیں بلکہ سرکار کے میلاد پاک کیلئے تیرے دامن کو جھنجھوڑ کر چند ٹکے تیری جیب سے نکلوا لیتے ہیں تو تجھے کیا معلوم کہ یہی چند ٹکے تیری نجات کا سبب بن جائیں۔

سعودی عرب میں ایسا کیوں نہیں ہوتا:

حجاز مقدس جب عرب شریف تھا یعنی ابھی سعودی عرب نہیں بنا تھا تو میلاد شریف کے عین وقت اکیس توپوں کی سلامی دی جاتی تھی میلاد شریف کا جلوس نکلتا، جس کا باقاعدہ استقبال کیا جاتا، ساری رات محافل ہوتیں شہر مکہ کو دلہن کی طرح سجایا جاتا، چراغاں ہوتا حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت کی جگہ سے جلوس نکلتا اور بیت اللہ شریف جا کر ختم ہوتا، تقاریر ہوتیں، دعائیں ہوتیں اور آخر میں کھڑے ہو کر سلام پڑھا جاتا۔

یہ کہنا کہ سعودیہ میں ایسا کیوں نہیں ہوتا، ذرا اسی سال پہلے کے حالات پڑھ کر تو دیکھو ہوتا تھا کہ نہیں؟ حکومتیں تو آنی جانی ہیں، نہ ہی ہم نے کسی حکومت کا کلمہ پڑھا ہے، کیا مکے میں ابوجہل کی حکومت نہیں رہی۔ پہلے سینکڑوں سال میلاد منایا جاتا رہا اب اگر نہیں منایا جاتا تو کیا ہوا یہ پابندی ختم ہوگی تو پھر جشن عید میلاد النبی کی دھوم ہوگی اور ایسی کہ

جشن میلاد النبی ہے ، دھوم عالم میں مچی ہے
بت کدوں میں کھلبلی ہے ، ساری دنیا پڑھ رہی ہے
صلواۃ اللہ علیک

حضور علیہ السلام کی عظمت نہ ماننے والے آج ابوجہل کا کردار ادا کر رہے ہیں کہ مدد کیلئے ابوجہل کے ترجماں امریکہ کو بلاتے ہیں جیسا کہ خلیجی جنگ میں ساری دنیا نے دیکھ لیا اور یا رسول اللہ کہنا شرک کہتے ہیں۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین سے مدد لینا ممنوع قرار دیا ہے آپ نے ایک موقع پر ایک مشرک کی پیشکش کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ

انا لا نستعين بمشرك على المشرك (او كما قال عليه السلام)

''ہم مشرکوں کے خلاف (بھی) مشرک سے مدد لینا جائز نہیں سمجھتے''۔

اور یہ نجدی توحید کے ٹھیکیدار مسلمانوں کے خلاف کافروں سے مدد لے رہے ہیں اور خدا کے محبوبوں کی مدد اور امام الانبیاء کی محفل میلاد کو شرک کہہ رہے ہیں:

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس بُرے مذہب پہ لعنت کیجیے

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

وقد سئل شيخ الاسلام حافظ العصر ابوالفضل ابن حجر عن عمل المولد فاجاب بما نصه: قال: وقد ظهر لى تخريجها على اصل ثابت، وهو ماثبت فى الصحيحين من ان النبى صلى الله عليه وسلم قدم المدينة فوجد اليهود يصومون يوم عاشوراء فسأء لهم فقالوا هو يوم اغرق الله، فيه فرعون، ونجى موسىٰ، فنحن نصومه شكر الله

تعالٰی فیستفادمنه فعل الشکر للّٰه تعالٰی علی ما منّ به فی یوم معین، من اسداء نعمة، او دفع نقمة، ویعاد ذلك فی نظیر ذلك الیوم من کل سنة والشکر للّٰه تعالٰی یحصل بانواع العبادات کالسجود والصیام والصدقة والتلاوة وای نعمة اعظم من النعمة ببروز هذا النبی ﷺ الذی هو نبی الرحمة فی ذالك الیوم۔

(حسن المقصد فی عمل المولد)

''شیخ الاسلام، حافظ العصر ابوالفضل ابن حجر سے میلاد شریف کے عمل کے حوالے سے پوچھا گیا آپ نے اس کا جواب کچھ یوں دیا مجھے میلاد شریف کے بارے میں اصل تحریر کا پتہ چلا جو صحیحین میں ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہود کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس پر وہ کہنے لگے کہ اس دن اللہ تعالٰی نے فرعون کو غرق کیا اور موسیٰ کو نجات دی ہم اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں شکر بجالانے کیلئے اس دن کا روزہ رکھتے ہیں اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ کسی معین دن میں اللہ تعالٰی کی طرف سے کسی احسان وانعام کے عطا ہونے یا کسی مصیبت کے ٹل جانے پر اللہ تعالٰی کا شکر بجالانا چاہیے اور ہر سال اس دن کی یاد تازہ کرنا بھی مناسب تر ہے اللہ تعالٰی کا شکر نماز، سجدہ، روزہ، صدقہ اور تلاوت قرآن ودیگر عبادات کے ذریعہ بجالایا جاسکتا ہے اور حضور نبی رحمت کی ولادت سے بڑھ کر اللہ کی نعمتوں میں سے کون سی نعمت ہے؟ اس لیے اس دن ضرور یہ اعمالِ صالحہ بجالانے چاہئیں''۔

✪ امام قسطلانی فرماتے ہیں:

لازال اهل الاسلام یحتفلون بشهر مولده ویعملون الولائم و یتصدقون فی لیالیه بأنواع الصدقات ویظهرون السرور ویزیدون فی المبرات ویعتنون بقراة مولده الکریم ویظهر

علیهم من بركاته كل فضل عظيم ومما جوب من خواصه انه امان في ذالك العام وبشرى عاجله بنيل البغية والمرام فرحم الله امراءً اتخذ ليالى شهر مولده المبارك اعيادا ليكون اشد علة على من في قلبه مرض۔ (مواہب اللدنیہ)

"ہمیشہ سے اہلِ اسلام حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے مہینے میں محافل میلاد کا اہتمام کرتے آئے ہیں، کھانا کھلاتے ہیں اور ربیع الاول کی راتوں میں صدقات وخیرات کی تمام ممکنہ صورتیں بروئے کار لاتے ہیں اظہار مسرت اور نیکیوں میں کثرت کرتے ہیں۔ میلاد شریف کے چرچے کیے جاتے ہیں ہر مسلمان میلاد شریف کی برکات سے بہتر طور پر فیض یاب ہوتا ہے، جس سال میلاد منایا جائے وہ سال امن سے گذرتا ہے نیز (یہ عمل) نیک مقاصد اور دلی خواہشات کی فوری تکمیل میں بشارت ہے اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے ماہ میلاد النبی ﷺ کی راتوں کو بطور عید منا کر اس کی شدت مرض میں اضافہ کیا جس کے دل میں بیماری ہے"۔

امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

الموالد والاذكار التى تفعل عندنا اكثرها مشتمل على خير كصدقة وذكر وصلاة وسلام على رسول الله ﷺ۔ (فتاویٰ حدیثیہ)

"ہمارے ہاں میلاد واذکار کی جو محفلیں منعقد ہوتی ہیں وہ زیادہ تر اچھے کاموں پر مشتمل ہوتی ہیں مثلاً ان میں ذکر کیا جاتا ہے حضور ﷺ پر درود وسلام پڑھا جاتا ہے اور صدقات دیئے جاتے ہیں یعنی غرباء کی مدد کی جاتی ہے"۔

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی فرماتے ہیں:

كنت اصنع في ايام المولد طعاما صلة بالنبى ﷺ فلم يفتح لى سنة من السنين شى اصنع به طعاما فلم اجد الا حمصاً مقليا فقسمته بين الناس فرأيته ﷺ وبين يديه هذا الحمص مبتهجا

بشاشا۔ (الدر الثمین)

"میں ہر سال حضور ﷺ کے میلاد کے موقع پر کھانے کا اہتمام کرتا تھا لیکن ایک سال کھانے کا اہتمام نہ کر سکا مگر میں نے بھنے ہوئے چنے لے کر میلاد کی خوشی میں لوگوں میں تقسیم کر دیئے رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ کے سامنے وہی چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ خوش وخرم تشریف فرما ہیں"۔

✪ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

وکنت قبل ذالك بمكة المعظمة فی مولد النبی ﷺ فی یوم ولادته والناس یصلون علی النبی ﷺ ویذکرون ارهاصاتها التی ظهرت فی ولادته ومشاهدة قبل بعثته فرایت انوارا سطعت دفعة واحدة لا اقول انی ادرکتها ببصرا الجسد ولا اقول ادرکتها ببصر الروح فقط والله اعلم کیف کان الامر بین هذا و ذالك فتاعلت تلك الانوار فوجدتها من قبل الملائکة المؤکلین بامثال هذا المشاهد وبامثال هذه المجالس ورایت یخالطه انوار الملائکة انوار الرحمة۔ (فیوض الحرمین)

"اس سے پہلے مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن میں ایک ایسی میلاد کی محفل میں شریک ہوا، جس میں لوگ آپ پر درود وسلام پیش کر رہے تھے اور وہ واقعات بیان کر رہے تھے جو آپ کی ولادت کے موقعہ پر ظاہر ہوئے اور جن کا مشاہدہ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہوا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل پر انوار کی برسات شروع ہوگئی میں نے جان لیا کہ یہ انوار ان ملائکہ کی وجہ سے ہیں جو ایسی مجالس میں شریک ہوتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ کے ساتھ ساتھ رحمت باری کا نزول بھی ہو رہا تھا"۔

✪ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں:

فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہے بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر

سال (محفل میلاد) منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف اور لذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ)

جھنڈے لگانا اور چراغاں کرنا بھی محبت کا ایک انداز ہے:

جیسا کہ سرکار ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:

رایت ثلاثه أعلام مضروبات، علما بالمشرق وعلما بالمغرب وعلما على ظهر الكعبة۔ (السیرۃ الحلبیہ)

"حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت میں نے تین نصب شدہ جھنڈے دیکھے ایک جھنڈا مشرق میں نصب تھا۔ ایک مغرب میں اور ایک کعبہ معظمہ کی چھت پر لہرا رہا تھا"۔

جب اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں ایک جھنڈا مشرق میں نصب کیا اور ایک مغرب میں نصب کیا اور ایک کعبۃ اللہ کی چھت پر لہرایا جن کا مشاہدہ سرکار ﷺ کی والدہ ماجدہ نے بوقت ولادت کیا تو جب اللہ رب العزت سرکار ﷺ کی ولادت کی خوشی میں جھنڈے لگوائے تو ہم کون ہیں جو اپنے آقا اپنے سردار اپنے لجپال حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں جھنڈے نہ لگائیں ہمیں ہر سال ربیع الاول میں سرکار ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں جھنڈے لگوانے چاہئیں سنت خدا ادا کرنی چاہیے۔

چراغاں کرنا جائز ہے جیسا کہ حضرت عثمان بن ابی العاص کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت عبداللہ ثقیفہ فرماتی ہیں۔

انها شهدت ولادة آمنة بنت وهب ام رسول الله ﷺ وكان ذلك ليل ولدته قالت: فما شئ انظر اليه من البيت الانور انى لانظر الى النجوم تدنو حتى انى لا قول لتقعن على۔ (السیرۃ الحلبیہ، البدایہ والنہایہ)

"جس رات آپ ﷺ کی ولادت ہوئی میں حضور نبی اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ کے پاس تھی میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ نور سے منور ہو گیا ہے اور ستارے زمین کے اتنے قریب آ گئے کہ مجھے کہنا پڑا کہ کہیں وہ مجھ پر گر نہ پڑیں"۔

جب اللہ رب العزت اپنے محبوب ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں ستاروں کو زمین کے قریب کردے تاکہ وہ اپنے نور سے زمین کو منور کردیں، ہر طرف روشنی پھیلا دیں تو پھر ہم کون ہیں جو سرکار دو جہاں ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں اپنے گھروں میں چراغاں نہ کریں۔ روشنیاں عام نہ کریں ہمیں سنت خدا ادا کرتے ہوئے اپنے گھروں میں چراغاں کرنے لائٹیں لگوانے دیے جلانے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ سرکار ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں شریک ہو جائیں۔

ولادت باسعادت کی خوشی میں کھانا کھلانا:

حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں لوگوں کو کھانا کھلانا جائز ہے بلکہ کارِ ثواب ہے۔

جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من اطعم اخاه خبزا وسقاه ماء حتی یرویه بعده اللہ عن النار سبع خنادق بعد ما بین خندقین مسیرة خمسمائة سنة۔ (المستدرک)

''جو شخص اپنے کسی بھائی کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے اور خود پانی پلائے اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ سے سات خندقوں جتنے فاصلے کے برابر دور کردے گا دو خندقوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے''۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

خیر کم من اطعم الطعام او الذین یطعمون الطعام۔ (المستدرک)

''تم میں سے کھانا کھلانے والا یا کھانا کھلانے والے بہت اچھے ہیں''۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے کسی شخص نے سوال کیا:

ای الاسلام خیر؟ قال تطعم الطعام وتقرا السلام علی من عرفت ومن لم تعرف۔ (بخاری)

''بہترین اسلام کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تو کھانا کھلائے یا سلام کرے اس شخص کو جس کو تو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو''۔

منکرین یہ کام کیوں نہیں کرتے؟:

دراصل بات یہ ہے کہ استاد جب کلاس میں آتا ہے تو ذہین، محنتی اور لائق طلباء تو استاد کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں جبکہ نالائق اور ناقدرے طلباء پریشان ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح معلم کائنات (ﷺ) کائنات میں تشریف لائے تو آپ کے غلاموں نے خوشیاں منائیں اور شیطان صفت لوگوں نے نہ صرف یہ کہ خود خوشیاں نہیں منائیں بلکہ منانے والوں کو بھی روکنے لگے بلکہ طرح طرح کے اعتراضات کرنے لگے۔

ایسے لوگوں کے سامنے عظمت میلاد واضح کرنے کیلئے ذرا یہ تو پوچھو کہ کیا وجہ ہے وضو یا غسل کی حاجت ہو اور بندہ پانی نہ استعمال کرسکتا ہو تو تیمم سے وضو کی نیت کرو گے تو وضو ہوجائے گا، غسل کی نیت کرو گے تو غسل ہوجائے گا۔ تیمم ایک ہی طرح کا ہے وضو کا کام بھی دے رہا ہے غسل کا بھی۔ حالانکہ صفائی تو پانی سے ہوتی ہے نہ کہ مٹی سے جبکہ پانی کا معاملہ تو یہ نہیں بلکہ اس میں غسل کے ذریعے پاک ہونے کا اور طریقہ ہے اور وضو کرنے کا دوسرا طریقہ۔ یہ مٹی کو عظمت کہاں سے ملی؟

ماننا پڑے گا کہ مٹی کو یہ شان حضور علیہ السلام کے میلاد ہی سے ملی ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے اور آپ کے قدم مبارک زمین پہ لگے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر مٹی کو ایسا پاک کردیا کہ وضو کا کام بھی کرنے لگی اور غسل کا بھی۔ لوگوں کے گھروں میں بچے پیدا ہوتے ہیں تو خاص اس گھر والوں کا بوٹا لگ جاتا ہے اور سیدہ آمنہ کے گھر مصطفیٰ تشریف لاتے تو ساری کائنات کا بوٹا لگ گیا۔

آج پوری عیسائی قوم جشن مائدہ منا رہی ہے کہ اس دن انہیں کھانوں سے بھرا ہوا دسترخوان دیا گیا۔ ان کو روٹی ملے تو وہ جشن منائیں اور ہمیں اللہ اپنا محبوب عطا فرمائے تو ہم کیوں نہ جشن منائیں۔

ملائک آمنہ خاتون کو مژدہ سناتے ہیں
ابو القاسم محمد مصطفیٰ تشریف لاتے ہیں
اگر کعبے کی دیواریں کریں سجدہ عجب کیا ہے
یہ مصداق دعائے حضرت ابراہیم آتے ہیں
یہ محفل محفلِ میلاد ہے آداب سے آکر
سنو اخلاص سے ذکر رسول اللہ سناتے ہیں

(مولانا عبدالعلیم میرٹھی والد ماجد قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی علیہما الرحمۃ)

بڑے بڑے لوگوں کے ہاں بچے پیدا ہوتے لیکن بقول ابن جوزی۔ **ولد الحبیب ومثله لایولد**

آپ ﷺ جیسا کوئی بھی پیدا نہ ہوا، دوسرے بچوں کی پیدائش پر گھر والے اور عزیز رشتہ دار پیدا ہونے کے بعد مبارک دیتے ہیں اور حضور ابھی پیدا نہیں ہوئے تو خدا کے نبی مبارک دینے کے لیے آرہے ہیں، کیونکہ باقی سب نبی و رسول بشر ہیں اور ہمارے آقا صرف بشر نہیں بلکہ خیر البشر ہیں اور امام الانبیاء والرسل ہیں اس لیے مبارک دینے کے لیے بھی خیر البشر تشریف لاتے رہے الغرض ہمارے آقا کا معراج بھی بے مثال ہے میلاد بھی بے مثال ہے۔

سوالات اور ان کے جوابات:

سوال: عیدیں تو دو ہی ہیں ایک عید الفطر (جس پر مولوی صاحب فطرانہ اکٹھا کر لیتے ہیں) دوسری عید الاضحیٰ (جس پر لوگوں کی کھالیں اتار لیتے ہیں) یہ تیسری عید تم (سنیوں) نے کہاں سے نکال لی (کہ نہ اس میں ہمیں فطرانہ ملتا ہے نہ کھالیں اگر کچھ اس پر بھی ملے تو اس بارے میں بھی ضرور سوچا جا سکتا ہے)

جواب: آپ لوگوں پر بالخصوص سال میں تین دن تو بہت ہی بھاری ہوتے ہیں، دس محرم۔ ہر ماہ کی گیارہ گیارھویں والے کی اور ربیع الاول کی بارہ بارھویں والے آقا علیہ السلام کی۔ اس لیے ہم ان تینوں کو منانے پر زیادہ زور دیتے ہیں تاکہ تمہاری ضد ٹوٹے اور ہمارا

عقیدہ پروان چڑھے، کونسا؟

ذکر ان کا چھیڑیے ہر بات میں
چھیڑنا شیطاں کا عادت کیجئے

باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ عیدیں تو دو ہی ہیں کیا اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ الحمعة عید للمسلمین۔ ہر جمعہ مسلمانوں کیلئے ہے۔ اب گنو سال میں کتنے جمعے آتے ہیں۔ باون؟ اب ہم تمہارے باطل عقیدے کو عیدوں سے ہی ماریں کے بل نقذف بالحق علی الباطل فید مغه فاذا هو زاهق ولکم الویل مما تصفون۔ (القرآن) یا پھر اپنے آپ کو مسلمین سے نکال لو۔ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

مشکوٰۃ شریف صفحہ 121 پہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ایک یہودی نے کہا: تمہارے قرآن میں ایک ایسی آیت ہے کہ اگر یہ ہمارے اوپر نازل ہوتی تو ہم اس دن عید مناتے اور وہ آیت ہے: الیوم اکملت لکم دینکم۔ فرمایا! تم ایک مناتے جبکہ ہم اس دن دو عیدیں مناتے ہیں۔ کیونکہ یہ آیت بروز جمعہ یوم عرفہ میں نازل ہوئی۔ جمعہ بھی ہمارے لیے عید ہے اور عرفہ کا دن بھی۔

ارے نادانو! تمہیں کیا معلوم شب میلاد کی عظمت کیا ہے یہ وہ رات ہے کہ جس میں دنیا میں سب سے کم گناہ ہوتے ہیں۔ لیلۃ القدر اور شب برات میں تو عبادت گزار عبادت کرتے ہیں مگر اس رات جتنے گناہگار ہوتے ہیں گناہ چھوڑ کر محبوب علیہ السلام کی آمد کی خوشی میں ساری رات گلیاں بازار سجاتے رہتے ہیں۔ محبوب نے آنا ہے راہوں کو سجانے دو

سوال: ولادت باسعادت کی خوشی منانے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی کرنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے اس کے بارے میں صحیح بخاری کی حدیث سنیں جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک کافر چچا ابولہب کا ذکر ہے کہ اسے بھی اللہ تعالیٰ نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں اجر سے محروم نہیں رکھا حالانکہ ابولہب ایسا بد بخت تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس کی مذمت میں پوری سورت لہب نازل فرمائی۔

یہ بات گزر چکی ہے کہ اس حدیث سے شیخ نجد (محمد بن عبدالوہاب نجدی) سے لے کر مفتی رشید احمد تک بڑے بڑے منکرین میلاد نے استدلال کیا ہے کہ

جب ابولہب جیسے بدبخت کافر کیلئے میلاد النبی ﷺ کی خوشی کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہوگئی تو جو کوئی امتی آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی کرے اور حسب وسعت خرچ کرے تو رحمت الٰہی سے کیسے محروم ہوسکتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ)

کیا کچھ فائدہ ہے میلاد منانے کا اور کیا اس سے بڑھ کر کوئی فائدہ کسی عمل کا ہوسکتا ہے۔

(اس حدیث پر مزید بحث ہماری کتاب "شان مصطفیٰ بزبان مصطفیٰ بلفظ انا" میں دیکھئے)

اعدائے نبوت کا ٹھکانہ ہے جہنم
جنت تو نبوت کے غلاموں کیلئے ہے

سوال: حضور علیہ السلام تو ایک بار پیدا ہوئے تم ہر سال خوشیاں کیوں مناتے ہو۔

جواب: قرآن تو ایک ہی بار نازل ہوا (انا انزلنه فی لیلة القدر) تم ہر سال لیلۃ القدر کیوں مناتے ہو۔ اگر قرآن کے نزول کی برکت آج چودہ سو سال بعد بھی جوں کی توں لیلۃ القدر میں موجود ہے تو صاحب قرآن علیہ السلام کی ولادت باسعادت کی برکتیں آج بھی بدستور شب میلاد میں کیوں نہیں ہوسکتیں۔ کہ اگر میلاد کی رات نہ ہوتی تو نہ کوئی ذات ہوتی نہ کوئی بات ہوتی نہ لیلۃ القدر کی رات ہوتی اور نہ شب برات ہوتی، لولاك لما خلقت الافلاك۔

ہمیں قرآن ملا تو حضور کے صدقے، رمضان ملا تو حضور کے صدقے، ایمان ملا تو حضور کے صدقے بلکہ خود رحمٰن ملا تو حضور کے صدقے۔

وہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا یہاں
ان کے ہونے سے سب کا ہے کا نام ونشان
جملہ محبوبیاں ان گنت خوبیاں
ان کے رخ سے عیاں وہ کہاں میں کہاں

سوال: حضور علیہ السلام کی وفات بھی تو اسی دن ہے جس دن میلاد ہے تو پھر تم میلاد ہی کیوں مناتے ہو وفات کیوں نہیں مناتے؟

جواب: میلاد منانے کا حکم ہے۔ (فلیفرحوا، وذکرھم بایام اللہ، واما بنعمۃ ربک فحدث) اور وفات نہ منانے کا حکم ہے کیونکہ سوگ صرف تین دن ہے۔

اور کیا تم چودہ سو سال سے وفات ہی منا رہے ہو کبھی ایک سال تو میلاد بھی منا لو۔

عجیب عقیدہ ہے محرم کے دس دن سارے مسلمان نواسۂ رسول کی مظلومانہ شہادت کی وجہ سے ادباً غمگین ہوتے ہیں اور یہ حضرات عین دس محرم کو شادیاں رچاتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں اور یوم میلاد سارے مسلمان حضور کی آمد پہ خوشیاں منا رہے ہوتے ہیں اور یہ حضرات وفات منانے میں مصروف ہو کر غم سے نڈھال ہوتے ہیں۔ (یہ عقیدہ ہے یا ایکسیڈنٹ ہے کہیں ان کے اپنے ایمان کی وفات تو نہیں ہو گئی) (سید محمد یعقوب شاہ صاحب پیر آف پھالیہ)

نبی علیہ السلام کی ولادت و وفات کا ایک ہی دن میں ہونا اس میں حکمت یہ ہے کہ میلاد وفات پہ اور خوشی غمی پہ غالب ہے کیونکہ حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم اور ان الحسنات یذھبن السیات۔

ربیع الاول شریف ہر موسم میں آتا ہے کبھی گرمی میں کبھی سردی میں تا کہ سارا زمانہ حضور علیہ السلام کی ولادت کی برکتوں سے مستفیض ہوتا رہے اور دنیا جان لے کہ حضور علیہ السلام کو زمانے سے عزت نہیں ملی بلکہ سارے زمانے اور سارے جہانوں اور ساری کائنات کو ساری عزتیں حضور علیہ السلام کے دم قدم سے ملی ہیں۔

ہے انہی کے دم قدم سے باغ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہ ہو

یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت جمعہ کو نہ ہوئی ورنہ لوگ کہتے کہ جمعہ کی وجہ سے حضور علیہ السلام کو فضیلت ملی ہے بلکہ پیر کو تشریف لائے اور پیر کا نام بتاتا ہے کہ پیر ہی سارے دنوں کا پیر ہے باقی سب اس کے مرید ہیں کیونکہ ؎ پیر دے دن جہاناں دا پیر آ گیا

تھانوی صاحب کی ضد:

مواعظ میلاد النبی صفحہ 29 پہ حضور علیہ السلام کو تمام نعمتوں سے بڑی نعمت مان کر جتنی خوشی کرو کم ہے لکھ کر آخر پہ لکھتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ بلا تخصیص لازم کے اس ماہ (ربیع

الاول) میں بھی (ذکر ولادت باسعادت) جائز ہے لیکن اجازت نہ دی جائے گی۔

غور فرمائیں کہ جائز ہے لیکن اجازت نہ دی جائے گی، یہ کسی ہوش مندان پڑھ کا بیان ہوتو پھر بھی گذارا ہو جائے کیا کوئی حکیم الامت اور مجدد اس طرح کی بات کرسکتا ہے کہ جائز تو ہے مگر اجازت نہ دی جائے گی اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن اجازت دے تو دے (فلیفرحوا، فحدث) مگر ہم اجازت نہ دیں گے، کیا ایسے ہی کسی موقع پر قرآن نے کافروں کے بارے میں تو نہیں کہا تھا۔ **یعرفون نعمة اللّٰہ ثم ینکرونھا**۔ کہ اللہ کی نعمتوں کو اچھی طرح جان پہچان کر پھر ان کا انکار کرتے ہیں۔ باوجود اس کے پھر خود ہی لکھتے ہیں کہ "ولادت حضور پرنور کے دن نہ صرف زمین کے موجودات بلکہ ملائکہ عرش و کرسی اور باشندگان عالم بالا سب کے سب مسرور و شاداں تھے"۔

چاند میں جو ہے چمک — پھول میں جو ہے مہک
اور یہ رنگ رنگ — سب ہیں محتاجِ کرم
خواب میں آکے شہا — اتنا بتلا دو ذرا
تو کوئی فکر نہ کر — تیرے تو غمخوار ہیں ہم
نور ہی نور ہے بدن — وحی خدا تیرا سخن
روحِ گل جانِ چمن — مالک لوح و قلم
صلی اللہ علیہ وسلم — صلی اللہ علیہ وسلم

ایک جگہ یہی "حکیم الامت" لکھتے ہیں اس ماہ (ربیع الاول) میں حضور علیہ السلام کی ولادت ہوئی پس اس حیثیت خاص سے اس (ماہ) کو رمضان پر بھی فضیلت حاصل ہے۔ (صفحہ 64)

صفحہ 104 پہ "مجدد امتِ دیوبند" لکھتے ہیں کہ ایسا کون سا مسلمان ہوگا جو حضور کے وجود باجود پر خوش نہ ہو یا شکر نہ کرے۔

پھر "اجازت نہ دی جائے گی" چہ معنی دارد؟ ؎ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

ارے عقل کے اندھو! قسم بخدا ہم تمہارے بدخواہ نہیں بلکہ دردِ دل کے ساتھ تمہیں دعوت ہدایت دیتے ہیں کہ عید میلاد پر خوشیاں منایا کرو اگر اخروی خوشیاں چاہتے ہو ورنہ

زمرۂ شیاطین میں لکھے جاؤ گے۔ کیونکہ

ان ابلیس رنّ اربع رنات حین لعن وحین اهبطو وحین ولد رسول اللّٰہ وحین انزلت الفاتحۃ۔ (البدایہ والنہایہ لابن کثیر 266-67/2)

"چار موقعوں پہ شیطان بہت رویا: جب اس کو مردود و لعین قرار دیا گیا، جب اس کو زمین پہ اتارا گیا، جب حضور علیہ السلام پیدا ہوئے اور جب سورۂ فاتحہ نازل ہوئی"۔

دیکھتے نہیں ہو جن کو حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت کی برکتیں نصیب ہوئیں وہ کیا سے کیا ہو گئے۔

ساری دنیا چہ حلیمہ غریبنی سی — نبی پاک نوں لے کے امیر ہو گئی
جنہوں دنیا وچ کوئی نہ جاندا سی — دو جہاں وچہ اوہدی توقیر ہو گئی
رحمت والے جد ویڑے وچ پیر پایا — اوہدے ویہڑے دی مٹی اکسیر ہو گئی
اوہدی گلی "دی سارے تعظیم" کردے — اوہدی گلی دی جنت نظیر ہو گئی
رب نے کرم کیتا اوہدے بھاگ جاگے — سارے جگ دیاں دائیاں دی پیر ہو گئی

- حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور علیہ السلام پیدا ہوئے تو میرے بطن اقدس سے ایسا نور نکلا کہ جس کی روشنی میں مَیں نے ملک شام کے محلات کو دیکھ لیا۔

اگر یہ بات اس دور میں بھی کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو وہ اپنی عقل کا علاج کرائے کیونکہ ٹی وی اسٹیشن پہ سوئچ آن ہوتے ہی ہزاروں لاکھوں میلوں تک ہر ٹی وی پہ تصویر آجاتی ہے، کوئی درخت، پہاڑ اور بلڈنگ رکاوٹ نہیں بنتی۔

جب ایکسرے کیا جاتا ہے تو چمڑا، کپڑے، گوشت اور خون میں سے کچھ بھی حائل نہیں ہوتا کیونکہ بجلی کی شعاعیں ہی اتنی طاقتور ہیں کہ تمام رکاوٹیں اُٹھ جاتی ہیں بلکہ کالعدم ہو جاتی ہیں۔ ہاں ہاں یہ بجلی کی روشنی ہے ناں، تو نور خدا کے آگے کوئی چیز رکاوٹ بن سکتی ہے۔ پھر محلات کیوں نہ نظر آئیں۔ ؎ شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

- میلاد سے گھبرانا نہیں چاہیے کیونکہ اس کا معنی ہے "پیدا ہونا" اور ہر کوئی پیدا ہوتا ہے اس میں گھبرانے کی کیا ضرورت، یا پھر پیداوار بند کر دو۔ تو جب تمہارا میرا میلاد

ہوسکتا ہے تو حضور کا کیوں نہیں ہوسکتا۔ بلکہ سب کے میلاد، میلادِ مصطفیٰ کی برکت سے ہیں کیونکہ

؎ ہے انہی کے دم قدم سے باغ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہ ہو

(علامہ الٰہی بخش قادری ضیائی)

حضور علیہ السلام اصل کائنات ہیں ہماری مثال تو پتوں اور شاخوں کی سی ہے، پتہ، شاخ تبھی سرسبز و شاداب ہوگا جب جڑھ سلامت ہوگی، وہ کون سا پتہ ہے جو کہے میں تو ہوں مگر جڑھ نہیں ہے۔ ؎ ایں خیال است ومحال است وجنوں

؎ فطرت کے سرورق پہ جو نام احمد رقم نہ ہوتا
زمین نہ ہوتی فلک نہ ہوتا وجود لوح وقلم نہ ہوتا

ذرا غور تو کرو جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو روتا ہے چیختا ہے بلکہ چیخ مارنا اس کے زندہ ہونے کی علامت قرار دیا گیا ہے اور کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر بچہ ایک لحہ کیلئے رو کر مرجائے تو اس کا کفن دفن کیا جائے گا اور جنازہ پڑھا جائے گا۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیوں روتا ہے؟ کیا اس کو کسی نے مارا ہے، اور پھر اس کے کان میں آذان پڑھی جاتی ہے، آخر اس نے کوئی نماز پڑھنی ہے؟

نہیں نہیں۔ روتا اس لیے ہے کہ حضرت سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ عالم ارواح سے جدا ہونے نے اس کو رُلایا ہے۔

؎ بنھ چلایا طرف زمیں دے عرشوں فرش ٹکایا ہو

اور آذان اس لیے پڑھی جاتی ہے کہ عالم ارواح میں جس آواز سے وہ مانوس تھا اس کو وہی آواز (آذان) سُنا کر چپ کرایا جاتا ہے تا کہ اس کو پتہ چلے کہ جس نبی کے ڈنکے اوپر بج رہے ہیں انہی کی شان کے چرچے نیچے بھی ہیں۔

؎ عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

ہمارے پاس کسی بزرگ یا عالم نے آنا ہو تو ہم اعلان کرتے ہیں کہ حضرات فلاں دن فلاں بزرگ تشریف لا رہے ہیں، اشتہارات چھپتے ہیں۔ سبحان اللہ! حضور علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تورات و انجیل و زبور کا اشتہار چھپا دیا، عیسیٰ علیہ السلام کو اعلان کیلئے بھیج دیا۔ انہوں نے اعلان کیا: ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ انہوں نے اعلان فرمایا: حضرات! انتظار کی گھڑیاں ختم ہوگئیں جس مہمان خصوصی کیلئے یہ بزم ہستی سجائی گئی ہے وہ میرے بعد تشریف لا رہے ہیں۔ ہم اپنی محفلوں میں دریاں بچھاتے ہیں اللہ نے زمین کا فرش بچھا دیا، آسمان کا شامیانہ لگا دیا، ہوا کا پنکھا چلا دیا، سورج، چاند اور ستاروں کے قمقمے لگا دیے، ہم محفل میں گلاس کے اندر پانی رکھتے ہیں خدا نے مصطفیٰ کی آمد پہ راوی، چناب، دجلہ اور فرات و نیل میں پانی چلا دیا، اور تمام نبیوں کو اپنے محبوب کا نعت خواں بنا کر اپنے نبی کی عظمت کا کائنات میں ڈنکا بجا دیا۔ اس لیے ان کو خاتم النبیین بھی بنا دیا ورنہ

نہ آدم نہ فرشتہ تھا نہ ظاہر تھا خدا پہلے
بنے ساری خدائی سے محمد مصطفیٰ پہلے

سب جانتے ہیں کہ مہمان خصوصی کیلئے ہی محفل سجائی جاتی ہے مگر وہ محفل سے پہلے کہیں ہوتا ہے جس کی انتظار پوری محفل کرتی ہے اور ہمارے آقا کا انتظار بھی سارے نبی کرتے رہے کہ ثم جاء کم رسول کی شان والا کب آئے گا۔

اگر آنا تیرا اس بزم میں اک بار ہو جائے
تمہارا کیا بگڑتا ہے ہمیں دیدار ہو جائے

اور ساری محفل اس مہمان خصوصی کیلئے سجائی جاتی ہے تو اس لحاظ سے وہ کہہ سکتا ہے کہ سب کچھ میرے لیے ہے۔

اگر کائنات ایک دائرہ ہے تو حضور علیہ السلام اس دائرے کا مرکز ہیں۔ دائرہ نہیں کہہ سکتا کہ سب کچھ میرا ہے، گھڑی کے ہندسے دائرے میں ہیں بلکہ خود دائرہ بنے ہوئے ہیں جبکہ درمیان والا کیل جس میں سوئیاں ہوتی ہیں وہ مرکز ہے۔ ہندسے نہیں کہہ سکتے کہ سب کچھ

میرا ہے کیونکہ ان کے بغیر بھی کام چل جاتا ہے مرکز نہ ہو تو ساری گھڑی بیکار ہو جائے لہٰذا وہ کہہ سکتا ہے کہ یہ ساری رونق میری وجہ سے ہی ہے ہمارے آقا ام القریٰ مکہ میں تشریف لائے اور مکہ ساری زمین کے مرکز و وسط میں ہے اور باقی تمام نبی اطراف میں آئے تو ہمارے آقا مرکزی نبی ہوئے۔ لہٰذا کہہ سکتے ہیں آدم بھی میرا نوح بھی میرا ابراہیم بھی میرا۔ (علیہم السلام)

اور دائرہ نہیں بن سکتا جب تک پرکار کی دونوں ٹانگیں سلامت نہ ہوں۔ جب تک ذات واحد تھی کائنات نہ تھی محبوب کو بنایا تو کائنات کا دائرہ بنا۔ (شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ)

جب اپنے حُسن کی محفل سجانے کا ''خیال'' آیا
حریم ناز کے پردے اُٹھانے کا ''خیال'' آیا
خدا کو نور جب اپنا دکھانے کا ''خیال'' آیا
محمد کملی والے کو بنانے کا ''خیال'' آیا

پھر پرکار کی دوسری ٹانگ کا اعتماد اور سہارا پہلی ٹانگ ہوتی ہے اور اس دائرہ کائنات کے مرکز کا بھی مکمل بھروسہ خدا کی ذات پر ہے سارے انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے دور میں اس دائرہ کی رونق بن کر آتے رہے۔

کبھی شکل موسیٰ کبھی شکل عیسیٰ
کبھی یوسف ماہ لقا بن کے آیا
بہت گل کھلے تھے مگر اس چمن میں
بہار آئی جب مصطفیٰ بن کے آیا

حاصل کلام یہ ہے کہ جتنی بڑی نعمت ہو گی اتنی زیادہ دھوم دھام اور چرچا ہو گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فاذکروا الاء اللّٰہ ولا تعثوا فی الارض مفسدین۔

''اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ''۔

معلوم ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت کو یاد کرتے ہیں، چرچا کرتے ہیں اور اس

کے ملنے پہ خاطر خواہ عمل کرتے ہوئے خوشیاں مناتے ہیں وہ فسادی نہیں ہو سکتے بلکہ فسادی وہی ہیں جوان کوایسا کرنے سے روکتے ہیں چاہیے شرک و بدعت کہہ کر یا محفل میلاد میں بم چلا کر۔

خوشی منانا عام ہے دل سے بھی ظاہر کر کے بھی، صدقہ و خیرات کر کے بھی وعظ و خطاب کر کے بھی، نعت و تلاوت کر کے بھی، جس طرح بھی ممکن ہو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پہ خوشیاں مناؤ کیونکہ نعمت کوئی معمولی نہیں ہے بلکہ

ہوئی انوار کی بارش محمد نے قدم رکھا
زمیں کو چومنے عرش معلّٰی بار بار آیا

ستاروں نے زمیں کی طرف جھک کر خوشی کا اظہار کیا کیونکہ حضور اصل کائنات ہیں اور کل شئی یرجع الی اصلہ لہٰذا ان کا حق بنتا تھا کہ جھک کر آپ کو سلامی پیش کرتے، مریم و آسیہ آئیں، ابراہیم و آدم آئے ہاں ہاں بلکہ زمیں کو چومنے عرش معلّٰی بار بار آیا۔

ندا آئی دریچے کھول دو ایوان قدرت کے
نظارے خود کرے گی آج قدرت شان قدرت کے

(ایضاً)

نکتہ عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا شبیر احمد ہاشمی صاحب (پتوکی) نے دار العلوم حزب الاحناف لاہور کی مسجد برکاتیہ میں ایک جلسۂ عام کے اندر حضرت صاحبزادہ فیض الحسن شاہ صاحب (آلو مہار) علیہ الرحمۃ کا عظمتِ مصطفیٰ پر ایک نکتہ یوں بیان کیا جو میں نے خود سنا کہ صاحبزادہ صاحب بہاولپور (غالباً) تقریر کیلئے تشریف لے گئے تو ان کو بتایا گیا کہ چند دن پہلے راولپنڈی سے ایک شیخ القرآن صاحب تشریف لائے تھے اور انہوں نے توحید کے موضوع پہ اس طرح بیان کیا: "مرغی کو انڈہ کون دیتا ہے؟ بولو: اللہ۔ گائے کو بچھڑا کون دیتا ہے؟ بولو: اللہ۔ بھینس کو بچہ کون دیتا ہے؟ بولو: اللہ۔ آپ نے فرمایا: ان بدبختوں کو عظمتِ مصطفیٰ کے حوالے سے توحید بیان کرنا شرک نظر آتا ہے ورنہ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے آقا کو نعلین سمیت عرش پہ کون لے جاتا ہے؟ بولو: اللہ۔

جبکہ صحابہ کرام تو خدا کو بھی مصطفیٰ کے حوالے سے پہچانتے تھے اور ہمارے آقا مجدد پاک اور اعلیٰ حضرت نے بھی ہمیں یہی مسلک عطا کیا ہے۔ حضرت مجدد فرماتے ہیں کہ میں خدا کو اس لیے مانتا ہوں کہ ''او رب محمد است'' اور اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

؎ فیض ہے یہ رضا احمد پاک کا
ورنہ ہم کیا سمجھتے خدا کون ہے

دوسری بات جو حضرت صاحب اکثر بیان کرتے وہ علامہ اقبال نے کہا:

؎ یا خدا در پردہ گویم با تو گویم آشکار

اس کا ترجمہ میں نے بزبان پنجابی علامہ اقبال کو سُنایا تو اقبال نے مجھے سینے سے لگایا اور کہا: شعر میں نے کہہ دیا ہے ترجمہ تو نے کر دیا ہے۔ آپ بھی سُنیے: میرے آقا بلال نے حضور کی بارگاہ میں عرض کیا:

تو رب منیاں ویکھ کے تے میں منیاں سُن کے، تیرے واسطے دیدا اے تے میرے واسطے شنیدا اے، تیرے واسطے اوہ اے بتے میرے واسطے توں ایں، تیری گل اوہدے اَگے میری گل تیرے اگے، توں جانے تے اوہ جانے میں جاناں تے توں جانے۔

سرکار کا میلاد منانے میں وہ لذت ہے کہ جو دنیا کی کسی نعمت میں نہیں ہے بقول حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ میں خود محفل میلاد مناتا ہوں کوئی منائے تو شرکت کرتا ہوں اور کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنے میں لذت محسوس کرتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ۔ ملخصاً)

فجاء محمد سراجا منیرا　　فصلوا علیه کثیرا کثیرا

؎ جو نہ مانے یہ اس کی قسمت ہے
یاد احمد بڑی عبادت ہے
لب پہ ہر وقت ہے درود و سلام
یہ وظیفہ ہماری عادت ہے

ایک ہندو کا تجزیہ:

ایک ہندو نے بڑی عجیب بات کہہ کر ایسے نام نہاد مسلمانوں کو ان کے کردار کے بارے

میں سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ ہر قوم خدا کے بارے میں جھگڑا کرتی ہے مثلاً عیسائی تین خدا کہتے ہیں مشرکین فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے ہیں۔ لیکن مسلمان عجیب ہیں کہ محبوب خدا کے بارے میں جھگڑتے ہیں، میلاد جائز ہے کہ نہیں، حاضر و ناظر ہیں کہ نہیں، نور ہیں کے نہیں سارے جھگڑے امام الانبیاء کے بارے میں؟ ؎ شرم سے گڑ جا اگر احساس تیرے دل میں ہے

میلادِ پاک پہ جلوس نکالنا قرآن سے:

قرآن مجید میں بنی اسرائیل پر آنے والے ایک دور ابتلاء کا تذکرہ فرمایا گیا جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد کا دور تھا اور اس دور کے نبی کا نام باختلاف روایات حضرت شمویل علیہ السلام یا سموئیل علیہ السلام تھا۔ بنی اسرائیل کے پاس ایک صندوق تھا جس میں تبرکات تھے مثلاً موسیٰ علیہ السلام کی نعلین مقدس، ہارون علیہ السلام کا عمامہ، یعقوب علیہ السلام کی چادر، یوسف علیہ السلام کی قمیص وغیرہ۔ ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اس قوم کیلئے وجہ سکون قرار دیا، اس قوم پہ جب کوئی مشکل آتی تو اس صندوق میں تبرکات کی برکت سے ختم ہو جاتی۔ ایک وقت ایسا آیا کہ یہ صندوق بنی اسرائیل کے دشمنوں کے قبضے میں چلا گیا جس کی وجہ سے بنی اسرائیل سخت مشکلات میں پڑ گئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کچھ عرصہ بعد بنی اسرائیل کو خوشخبری سنائی کہ اب وہ صندوق تمہارے پاس آنے ہی والا ہے۔ بنی اسرائیل بہت خوش ہوئے اور سوچنے لگے کیسے آئے گا؟ ادھر ان میں اختلاف پیدا ہوا اور انہوں نے اپنے نبی سے عرض کیا کہ ہم نے جب سے جہاد چھوڑا ہے ہمارے اوپر مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں آپ کسی کو ہمارا امیر یا بادشاہ مقرر فرمائیں جس کی سربراہی میں ہم جہاد کریں چنانچہ اللہ کے نبی علیہ السلام نے جناب طالوت کو ان کا بادشاہ بنایا تو اس پر بھی وہ اعتراض کرنے لگے کہ اس کے پاس دنیا کا ساز و سامان ہم سے تھوڑا ہے ہم اس کو بادشاہ کیسے مان لیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا: تم دنیا کا سامان دیکھتے ہو اللہ تعالیٰ ایمان کو دیکھتا ہے اس کے پاس تم سے زیادہ علم ہے اور وہ تم سے مضبوط جسم والا ہے یہی ایک بادشاہ کی ترجیحات ہونی چاہئیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا کوئی نشانی بتائیے طالوت کے بادشاہ ہونے کی تا کہ ہم اس نشانی کو دیکھ کر مان لیں کہ واقعی اس کو اللہ نے ہمارا بادشاہ بنایا ہے۔ اللہ کے نبی

نے فرمایا اس کے بادشاہ ہونے کی نشانی یہ ہے کہ وہ صندوق جس میں تمہارے لیے تمہارے رب کی طرف سے سکون ہے (یعنی تبرکات ہیں جو باعث سکون ہیں کیونکہ سکون تو کیفیت کا نام ہے جو صندوق میں بند نہیں ہو سکتی) تمہیں واپس مل جائے گا، وہ بڑے خوش ہوئے کہ ایک عرصہ بعد دوبارہ ہمیں یہ نعمت مل رہی ہے۔ عرض کیا ہمیں فرمائیں وہ صندوق کہاں ہے تاکہ ہم اس کو لے کر آئیں (ظاہر ہے صندوق خود چل کر تو نہیں آئے گا) فرمایا: تمہارے جانے کی ضرورت نہیں ہے **تحملہ الملائکۃ**۔ اللہ تعالیٰ کے مقدس فرشتے اس صندوق کو اٹھ کر لائیں گے۔ الملائکہ جمع قلت نہیں جمع کثرت ہے جو کم از کم دس پر بولی جاتی ہے ثابت ہوا کہ کم از کم دس فرشتے اس صندوق کو اُٹھا کر لائیں گے حالانکہ ایک فرشتہ بھی کافی تھا مگر اس کی اہمیت و فضیلت کے پیشِ نظر کم از کم دس فرشتے اٹھا کر لائیں گے یہ وہ صندوق ہے جس میں نعلین پاک تھی موسیٰ علیہ السلام کی اور تبرکات تھے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے۔

اب سنو! جب مارشل لاء لگتا ہے تو پانچ افراد کو اکٹھا ہونے کی اجازت نہیں ہوتی۔ کیوں؟ اس لیے کہ حکومت کی نگاہوں اور فوجی قوانین میں پانچ افراد کا اکٹھا ہونا جلوس بن جاتا ہے تو جب پانچ افراد کا جلوس بن جاتا ہے تو کم از کم دس فرشتوں کا اکٹھا ہونا بطریق اولیٰ جلوس بنے گا یا نہیں؟ اور یہ جلوس فرشتوں کا اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبیوں کے تبرکات والے صندوق کی آمد پہ نکلا، تو جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام کی نعلین پاک کی آمد پہ فرشتوں کا جلوس نکل سکتا ہے تو اللہ کے محبوب کی آمد پہ ہم اہل سنت خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اور عظمت میلاد کیلئے جلوس کیوں نہیں نکال سکتے؟ (حضرت مفتی مختار احمد نعیمی گجراتی)

محمد مصطفیٰ کا دیس دنیا میں نرالا ہے
جہاں کا ذرہ ذرہ عرش کے تاروں سے اعلیٰ ہے
یہیں سے روشنی پائی جہالت کے اندھیروں نے
یہیں سے مشرق و مغرب کے دنیا میں اجالا ہے
یہ وہ مٹی ہے جس میں آپ کے قدموں کی خوشبو ہے
یہاں پر سانس لینا تک عبادت سے بھی بالا ہے

ہزاروں خواہشیں لے کر میں آیا آپ کے در پہ
کرم کیجئے ہمیشہ آپ نے مجھ کو سنبھالا ہے
یہی اعزاز ہے میرا اسی پر ناز کرتا ہوں
بلال مصطفٰی ہونا حسن میرا حوالہ ہے

قرآن مجید کی آیات جن میں مندرجہ بالا مضمون بیان ہوا ملاحظہ فرمائیں۔

(البقرہ:246,247,248)

قیامت کے دن دو جلوس:

ایک کافروں کا ہوگا جو دوزخ کی طرف ہانکا جائے گا۔ وسیق الذین کفروا الی جھنم زمرا۔ اور دوسرا اہل ایمان کا جو جنت کی طرف رواں ہوگا۔ وسیق الذین اتقوا ربھم الی الجنۃ زمرا۔ اور یہ سلام پڑھنے والے عاشقانِ مصطفٰی ﷺ کا جلوس ہوگا کیونکہ محبوب خدا پر سلام پڑھنے کے عوض ان پر اللہ تعالٰی کے فرشتے سلام بھیجتے ہوئے یوں خوشخبری سنائیں گے۔ حتّٰی اذا جاء وھا وفتحت ابوابھا وقال لھم خزنتھا سلم علیکم طبتم فادخلوھا خلدین۔ جب یہ جلوس جنت کے پاس آئے گا تو ان کے آنے سے پہلے ہی ان کیلئے جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔ جبکہ کافروں کو ذلیل کرنے کیلئے ان کے دوزخ کے پاس پہنچنے کے بعد بھی بڑی دیر سے دروازے کھولے جائیں گا اور کہا جائے گا:

قیل ادخلوا ابواب جھنم خٰلدین فیھا فبئس مثوی المتکبرین۔
"داخل ہو جاؤ دوزخ میں، ہمیشہ رہنے کیلئے، پس کیا ہی برا ٹھکانہ ہے تکبر کرنیوالوں کا"۔

اور اہل ایمان کے جلوس کو خازن جنت کہے گا تم پر سلام ہو (کہ تم دنیا میں اللہ کے محبوب پہ سلام پڑھتے تھے) خوش ہو کر ہمیشہ رہنے کیلئے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

اگر جنت میں جانے کا ارادہ ہے تمامی کا
گلے میں ڈال لو پٹکا محمد (ﷺ) کی غلامی کا

منکرین حضرات دلیل صرف ہم سے مانگتے ہیں اپنے لیے کسی دلیل کی ضرورت محسوس

نہیں کرتے اپنے مولویوں کے استقبال کیلئے جلوس بھی نکالتے ہیں اور نعرہ بازی بھی کرتے ہیں وہاں خیال نہیں کرتے کہ کیا حضور نے ایسا کیا تھا یا صحابہ نے کیا تھا۔ اخبارات گواہ ہیں کہ ''علامہ احسان الٰہی ظہیر کی گاڑی جب ملتان میں داخل ہوئی تو کئی ٹوکرے پھول نچھاور کیے گئے اور نعرے لگائے گئے ''ہمارا ضمیر تمہارا ضمیر علامہ ظہیر علامہ ظہیر، ہمارا ایمان تمہارا ایمان علامہ احسان علامہ احسان'' (شاید اس کا مطلب یہ ہے کہ جب علامہ نہیں تھا تو ہم میں ضمیر و ایمان نہیں تھا اور جب وہ مر گیا اور مر کر مٹی میں مل گیا تو ہمارا ضمیر اور ایمان بھی مر کر خاک ہو گیا)

؎ تم جو بھی کرو بدعت و ایجاد روا ہے
ہم جب بھی کریں محفلِ میلاد بُرا ہے
بچہ ہو پیدا تو تم خوشیاں مناؤ
مٹھائی بھی بٹے اور تم لڈو بھی کھاؤ
محمد کا جب یوم میلاد آئے
تو فتوے بدعت کے انہیں یاد آئے

اسی طرح ان کے چھوٹے بھائی بھی کرتے ہیں حق نواز جھنگوی کے قتل پہ پابندی کے باوجود جلوس نکالے گئے اور آج بھی اپوزیشن لیڈر فضل الرحمٰن صاحب جہاں جاتے ہیں جلوس نکلتے ہیں۔ بلکہ صوبہ سرحد کے شہر ڈیرہ اسماعیل خان میں ہر سال میلاد النبی ﷺ کے عنوان سے یکم تا بارہ ربیع الاول بارہ جلسے ہوتے ہیں اور بارہ ربیع الاول کو فضل الرحمٰن اور عبدالستار تونسوی کی قیادت میں جلوس نکلتا ہے۔ (اشتہار فقیر کے پاس موجود ہے جو دیکھنا چاہے
؎ صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے)

میلاد شریف کے بابرکت جلوس میں ناچ گانا اور دیگر خرافات کو ہم بھی ناجائز اور بے ادبی سمجھتے ہیں اور جوان خرافات کو ختم کرے گا ہم اس کی نسلوں کیلئے بھی دعا گو رہیں گے۔ کیونکہ ان جلوسوں اور حکومتی جلوسوں میں زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے میلاد پاک کے جلوس میں حضرت غوث اعظم تمام ولیوں کو ساتھ لے کر روحانی طور پر شریک ہوں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تمام صحابہ کی ارواح جلوہ گر ہوں ایسے میں

ذراسی گستاخی نسلوں کو تباہ کر سکتی ہے۔

نادان سنیو! تم بھی سنو اور سن کر "سن" نہ ہو جاؤ بلکہ عمل بھی کرو یہ ناچنے گانے والا جلوس نہیں اس میں باوضو ہو کر بڑے احترام سے شامل ہوا کرو اور منکرین کو اعتراض کا موقع ہی نہ دو اپنے آقا علیہ السلام کی نعتیں پڑھتے ہوئے اور درود و سلام کے ترانے گاتے ہوئے جلوس میں شامل ہوا کرو یہ کوئی شالامار کا میلا نہیں ہے محبوبِ خدا کے میلاد پاک کا جلوس ہے۔ جن کی بارگاہ میں اونچی سانس لینا بھی بے ادبی ہے۔ ؎ نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

اور منکرین جلوس میلاد سے بھی دردمندانہ اپیل ہے کہ اگر مسجد میں کتا گھس جائے تو مسجد کو گرانے کی بجائے کتے کو نکالو، اگر جلوس میں غیر شرعی کام ہوں تو ان کی نشان دہی کرو نہ کہ جلوس کو ہی بند کرنے لگ جاؤ کیا آپ کو دیو بند سے ہر شئے بند کرنے کی ہی تعلیم حاصل ہوتی ہے۔ جلوس بند، گیارہویں بند، ختم بند، عرس بند، ذکر بند، بستر بند۔ جبکہ ہمیں تو یہ پاکیزہ تعلیم دی جاتی ہے کہ

؎ ان کی امت میں ہوں میں
میرے رہیں کیوں کام بند

حضور علیہ السلام کی عظمت کے چرچے دن بدن بڑھتے رہیں گے اور وللآخرۃ خیر لک من الاولی کا وعدہ الٰہی پورا ہوتا رہے گا اس کو بند کرنیوالے خود بند ہو جائیں گے اور

؎ وہ جس کو خدا نے بڑھایا ہے کوئی اور گھٹانا کیا جانے

؎ خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

حدیث سے جلوس کا ثبوت:

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف سے ہجرت فرما کر مدینہ پاک تشریف لے گئے تو بریدہ اسلمی ستر افراد کو ساتھ لے کر مسلح ہو کر حضور علیہ السلام کو قتل کرنے کے ارادے سے آگے بڑھا حضور علیہ السلام کی نگاہ کرم ہوئی تو دولت ایمان سے نہ صرف بریدہ بلکہ سارا لشکر مالا مال ہو گیا۔

؎ تیری نگاہ نے صورت میں آ کے لوٹ لیا
حسین بن کے نظر میں سما کے لوٹ لیا

اب بریدہ نے اپنی پگڑی اتاری، اس کو نیزے پہ لٹکایا اور اس طرح جلوس کی شکل میں مدینہ شریف میں داخلہ ہوئے، اس دور کے رواج کے مطابق کئی دوسرے لوگ بھی اسلحہ سے مسلح ہو کر اس معزز مہمان کے استقبال کو آئے اور مدینہ والوں کی حالت یہ تھی کہ صحیح مسلم شریف میں ہے:

فصعد الرجال والنساء فوق البيوت وتفرق الغلمان والخدام في الطرق ينادون يا محمد! يا رسول الله! يا محمد! يا رسول الله۔ (باب الہجرت)

''مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے، خدام راستوں میں پھیل گئے سب با آواز بلند کہہ رہے تھے یا محمد! یا رسول اللہ! یا محمد! یا رسول اللہ''۔

الله اکبر قد جاء رسول الله
الله اکبر قد جاء رسول الله

مدینہ شریف کی بچیاں ہاتھوں میں دف لے کر یہ گاتی تھیں۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

تو ذرا غور کریں کہ جب صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خوشی میں اتنا بڑا جلوس نکالیں تو ہم کون ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دن جلوس نکال کر خوشی کا اظہار نہ کریں۔ ہم ولادت باسعادت کے دن جلوس نکال کر یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی منا رہے ہیں۔

معلوم ہوا آج کے دور میں بھی خوشی کے جو انداز مروّج ہیں بشرطیکہ شریعت میں ممنوع نہ ہوں یعنی اس طریقے کے خلاف کوئی نص نہ ہو۔ ان طرق سے خوشی منائی جا سکتی ہے۔ قائداعظم اور علامہ اقبال کے یوم پیدائش اور اسی طرح 23 مارچ اور 14 اگست کو جلسے جلوس

ہوتے ہیں اس موقع پہ ترانہ بھی بجتا ہے تو ہمارے سرکاری مولوی بھی احتراماً کھڑے ہو جاتے ہیں اور کسی کو بدعت شرک کا فتویٰ یاد نہیں آتا۔ اگر قائداعظم نے ہمیں ہندوؤں کی غلامی سے نجات دلائی ہے تو مصطفیٰ علیہ السلام نے ہمیں دوزخ کی آگ سے نجات دلائی ہے۔

اپنی اپنی قسمت کی بات ہے تم قائداعظم کے جلوس میں شامل ہوتے ہو اور ہم میلادِ مصطفیٰ کے جلوس میں شرکت کرتے ہیں تم قومی ترانے کیلئے کھڑے ہوتے ہو اور ہم محبوب خدا پر صلوٰۃ وسلام کیلئے کھڑے ہو کر دنیا کو بتاتے ہیں کہ

ہے وہ بدبخت جو آج ناشاد ہے ۔۔۔ آج دنیا کے آقا کا میلاد ہے
لے کے ہاتھوں میں جو بھی قصور آ گیا ۔۔۔ آج بخشا گیا وہ خدا کی قسم

اور یہ کام آج صرف ہم ہی نہیں کرتے بلکہ ہر دور میں اہل محبت کرتے آتے ہیں بلکہ خود حرمین شریفین میں ہوتا آیا ہے جیسا کہ امام قطب الدین الحنفی نے الاعلام باعلان بیت الحرام میں لکھا کہ

یزار مولد النبی فی اللیلة الثانیة عشر من ربیع الاول فی کل عام فیجتمع الفقهاء والاعیان علی نظام المسجد الحرام والقضاة الاربعة بمكة المشرقة بعد الصلاة المغرب بالشموع الكثيرة والمفروعات والفوانيس والمشاغل وجميع المشائخ مع طوائفهم بالاعلام الكثيره ويخرجون من المسجد الى سوق الليل ويمشون فيه الى محل مولد الشريف بازدحام ويخطب فيه شخص ويدعو للسلطنة ثم يعودون الى المسجد الحرام۔ (الاعلام باعلام بیت الحرام)

"12 ربیع الاول کی رات ہر سال باقاعدہ مسجد حرام میں اجتماع کا اعلان ہو جاتا ہے تمام علاقوں کے علماء، فقہا، گورنر اور چاروں مذاہب کے قاضی مغرب کی نماز کے بعد مسجد حرام میں اکٹھے ہو جاتے ہیں ادائیگی نماز کے بعد سوق اللیل (بازار) سے گزرتے ہوئے مولد النبی (وہ مکان جس میں آپ کی ولادت ہوئی) کی زیارت کیلئے جاتے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں شمعیں، فانوس اور مشعلیں

ہوتی ہیں (یہ مشعل بردار جلوس ہوتا ہے) وہاں لوگوں کا کثیر اجتماع ہوتا ہے کہ جگہ نہیں ملتی پھر ایک عالم دین وہاں خطاب کرتے ہیں تمام مسلمانوں کیلئے دعا ہوتی ہے اور تمام لوگ پھر دوبارہ مسجد حرام میں آجاتے ہیں"۔

مندرجہ بالا روایت سے ظاہر ہوا کہ مکہ مکرمہ میں ہر سال بارہ ربیع الاول کے دن اجتماع ہوتا ہے اور لوگ مولد النبی ﷺ کی زیارت کیلئے ایک جلوس کی شکل میں جاتے ہیں ان کے ہاتھوں میں مشعلیں ہوتی ہیں ہم بھی 12 ربیع الاول کی رات مشعل بردار جلوس نکالتے ہیں اور 12 ربیع الاول کی صبح کے وقت اپنے ہاتھوں میں جھنڈے لے کر گلی گلی کوچہ کوچہ یہ اعلان کرتے ہیں کہ لوگو! ہمارے نبی پاک ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن آچکا ہے حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی کرتے ہوئے اپنے گھروں کو سجاؤ، جھنڈوں کو لہراؤ، خدا کے محبوب ﷺ کی ولادت کی خوشی کر کے اپنے جنت میں گھر بناؤ۔

؎ کہاں کا شرک بھلا غور تو ذرا کیجئے
خدا کے نور سے احمد جُدا نہیں ہوتا
خدا کی شان تو ہے لم یلد ولم یولد
جو پیدا ہوتا ہے ہرگز خدا نہیں ہوتا

ہزاروں اقبال و جناح حضور علیہ السلام کے قدموں پہ قربان اور لاکھوں، اقبال ڈے، تیئس مارچ اور چودہ اگست بارہ ربیع الاول پہ نثار اور کروڑوں قومی ترانے صلوٰۃ و سلام پہ فدا۔

منع کی یہ کوئی دلیل نہیں کہ کیا قرآن میں لکھا ہے اس دن جلوس نکالو، کیا حدیث میں ہے ورنہ کیا قرآن میں ہے کہ تیرا باپ فلاں ہے اور تیری ماں فلانی ہے لیکن پھر بھی مانتے ہو تو کیوں؟ ؎ شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

اگر کوئی غیرت مند اپنی نسبت غیر اَب کی طرف نہیں کر سکتا تو کوئی امتی بھی اپنے نبی کے میلاد کی خوشی میں شامل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

صحابہ کرام سر کی آنکھوں سے دیکھ کر خوشیاں مناتے تھے اب اہلِ محبت دل کی آنکھوں سے زیارت بھی کرتے ہیں، ان کی خوشبو بھی محسوس کرتے ہیں اور وجد میں آ کر کہتے ہیں:

خواجۂ دنیا و دینی یا حبیب — ہادیٔ شرع متینی یا حبیب
عینِ عرفان و یقینی یا حبیب — در حریم جاں مکینی یا حبیب
خاتم للمرسلینی یا حبیب

عرشِ اعظم آستانِ جاہ تو — منزل شرع و طریقت راہ تو
عاشقاں را قبلہ بیت اللہ تو — کعبۂ روح الامینی یا حبیب
رحمۃ للعالمینی یا حبیب

تا تُرا مسند نشینت کردہ اند — دو جہاں را از تو زینت کردہ اند
خواجۂ دنیا و زینت کردہ اند — شاہدِ جاں آفرینت کردہ اند
شاہد جاں آفرینی یا حبیب

اے محمد نام و محبوبی نشاں — جانی و جانانی و جانان و جاں
مصطفیٰ و مجتبائے دو جہاں — آیتِ حق برفراز آسماں
رحمتِ حق بر زمینی یا حبیب

شکر و شکوہ چیست؟ رسم عاشقاں — شکر در جان است و شکوہ بر زباں
از گراں جانی رئیس آمد بجاں — شکوہ ہا آوردہ ام اے جانِ جاں
ما بچشم لطف بینی یا حبیب
رحمۃ للعالمینی یا حبیب

خدا جب دین لیتا ہے......

جب حضور علیہ السلام مدینہ پاک تشریف لے گئے تو دیکھا کہ یہود دس محرم کا روزہ رکھتے تھے آپ نے پوچھا: کہ ایسا کس وجہ سے کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: اس لیے کہ اس دن ہمارے نبی موسیٰ علیہ السلام اوران کے ماننے والوں کو فرعون سے نجات ملی اور فرعون اور اس کا لشکر غرق ہوا لہٰذا اس شکریے میں اس دن کی تعظیم کرتے ہوئے ہم ایسا کرتے ہیں۔ معلوم ہوا یوم نجات یوم تعظیم ہوتا ہے اور اس دن خوشی منانے کا تصور ہر قوم کے اندر موجود ہے اور یہ ناجائز نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام نے ان کو روزہ رکھنے سے منع نہ فرمایا بلکہ فرمایا کہ ہم تم سے زیادہ

موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں لہٰذا ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔

تو اے وہ لوگو! ارے تمہیں میں کیا کہوں کہ اس دور کے یہودی تو اس نکتے کو سمجھ گئے لیکن خدا جانے تم کس غلیظ مٹی سے بنائے گئے ہو کہ تمہاری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی حالانکہ سعودی عرب میں العید الوطنی (یوم آزادی) بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی ہے اور اس میں خوشی کے مروجہ تمام طریقے اپنائے جاتے ہیں، پاکستان میں ہر جماعت اپنا سالانہ اجتماع بڑے زور شور سے کرتی ہے، اس کیلئے جو جوتم کرتے ہو کیا خلفائے راشدین کے دور میں کبھی ایسا ہوا؟ تو پھر کس دلیل سے کرتے ہو؟ معلوم ہوا تمہیں پتہ سارا ہے بس ضد اور ہٹ دھرمی تمہیں اس طرف نہیں آنے دیتی، اور اللہ تعالیٰ پھر ایسوں کو ہدایت بھی نہیں دیتا۔ یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم اور واللہ لا یھدی القوم الظلمین میں تمہارا نمونہ موجود ہے۔

مودودی صاحب نے جب پاکستان میں غلاف کعبہ کا جلوس نکالا تو بعینہ یہی اعتراض ہوئے جو میلاد پاک کے جلوس پر کیے جاتے ہیں کہ اس میں غیر شرعی کام ہو رہے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ اعتراض کرنیوالوں کا ذہن غلاظت کی مکھی کی طرح ہے جس کو ہزاروں خوبصورت مناظر دیکھنے کی توفیق نہیں ہوتی وہ جب بیٹھتی ہے غلاظت پہ ہی بیٹھتی ہے، جب دیکھتی ہے گند کو ہی دیکھتی ہے۔ الجنس یمیل الی الجنس۔

؎ کند ہم جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

پھر مودودی صاحب پر یہ اعتراض بھی ہوا کہ ابھی تو یہ غلاف، کعبہ گیا ہی نہیں پھر اس کی اتنی تعظیم کیوں تو ان کے جواب کا خلاصہ یہ تھا کہ مایؤل کے اعتبار سے یعنی جائے گا تو سہی ناں، یک گونہ نسبت تو حاصل ہے۔

؎ دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا
سراسر موم یا پھر سنگ ہو جا

میلاد پاک پر خوشی منانے کے عقیدے کے سامنے تو ابولہب بھی جھک گیا اور اس نے خوش ہو کر لونڈی (ثویبہ) کو آزاد کر دیا، خدا جانے تمہیں کیوں اتنی چڑھ ہے؟

ومن لم یجعل اللّٰہ لہ نورا فمالہ من نور۔ جس کو خدا نور (ہدایت) عطا نہ فرمائے اس کیلئے نور (ہدایت) کہاں سے آئے۔ ایسے آقا کے ساتھ ایسی عداوت خدا کی پناہ۔ الامان والحفیظ آقا کا کرم دیکھئے اور ان کا جرم دیکھئے، آقا کی عطا دیکھئے اور ان کی خطا دیکھئے، حضور کی رحمت دیکھئے اور ان کی عداوت دیکھئے، سرکار کی وفا دیکھئے اور ان کی بیوفائی دیکھئے۔ لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم۔ فان تولوا فقل حسبی اللّٰہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم۔

الٰہی! کون یہ فاراں پہ آخر جلوہ پیرا ہے
شکر گفتار و شیریں کار گل رخسارو مہ پیکر

سمجھتے ہیں یہی بازوئے حضرت کی شجاعت کو
دلِ مرحب سرِ عنتر لبِ ازدر درِ خیبر

وہ چمکا نورِ حق بیت خلیل اللہ میں اے دل
بہ آب و تاب و رنگ و بو وحسن و ناز و کرّ وفر

مزین زیور تخلیق سے تیری بدولت ہیں
بلند و پست وعرش وفرش و باغ و راغ و دشت و در

مجاور ہیں ترے کاشانۂ اقبال و عظمت کے
گل و خار و دُر لعل و شب و روز و مہ و اختر

یہ تیری ذات بے ہمتا کے رنگا رنگ پہلو ہیں
صفات وذات واصل وفرع وشرق وغرب وخشک وتر

کس نے ذرّوں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا:

- نبی اکرم ﷺ کی اس دنیا میں تشریف آوری سے پہلے خدا کی زمین ظلم سے بھر چکی تھی۔ برصغیر میں کابل سے چٹا گانگ تک بت پرستی ہو رہی تھی۔ جس عورت کا خاوند مر

جاتا سماج اس کو اپنے خاوند کے ساتھ آگ (چتا) میں جل جانے پر مجبور کرتا، اگر وہ جنگلوں اور غاروں میں بھاگ کر زندگی گزارنا چاہتی تو اس کے اپنے بھائی اور والدین اس کو پکڑ کر آگ کے سپرد کر دیتے، عرب میں بچیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا، متوفی عنہا زوجہا (بیوہ) ہونے پر پورا ایک سال بند کوٹھری میں رہنا پڑتا نہ نہا سکتی نہ اپنے کھانے والے برتن دھو سکتی۔ اٹلی میں پاپائے اعظم کی سربراہی میں ایک قیدی کو پکڑ کر پیچھے شیر لگا دیا جاتا بادشاہ اور پادری مع عوام الناس کا کھیل ہو جاتا اور قیدی شیر کا لقمہ بن جاتا واپس آ کر اس کی موت کو ہنس ہنس کر بیان کرتے۔ ان کے خرکار براعظم افریقہ جا کر کالے انسانوں کو پکڑ لاتے، ان سے کھیتی باڑی اور نالیاں صاف کرواتے پھر پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر گولی مار دیتے۔

عرب میں جانوروں کو کھانے کا طریقہ یہ تھا کہ بغیر ذبح کیے کبھی اس کی ٹانگ کاٹ لیتے کبھی اونٹ کی کوہان یعنی جو عضو کھانے کو دل چاہتا وہ کاٹ لیتے اور باقی جانور تڑپ تڑپ کر مر جاتا۔ فارس میں خدائے واحد کے بجائے آگ کی پوجا ہوتی، چین میں شاہ وقت کو خدا سمجھا جاتا، عورتیں بڑے لوگوں کے ساتھ رات گزارنے پہ فخر محسوس کرتیں، خاوند خود اس بے حیائی کی اجازت دیتا کہ آج رات فلاں کے ساتھ گزارتا کہ اولا بہادر پیدا ہو، کعبے کا طواف ننگے ہو کر کیا جاتا، عورتیں میراث سے محروم قرار دی جاتیں، انجیل میں تحریف، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دین مسخ، الغرض قرآن فرماتا ہے:

وکنتم علی شفا حفرۃ من النار۔

''تم دوزخ کے کنارے پہ کھڑے تھے''۔

ایک ادیبانہ نکتہ محبت:

آگے بڑھنے سے پہلے حضرت مولانا محبوب علی رضوی کا ایک ادیبانہ نکتہ ملاحظہ ہو۔ آپ لکھتے ہیں:

صلح پر لڑائی، لڑائی سے صفائی، مذہب خراب، مشرب شراب زنا سے میل، قمار بائیں

ہاتھ کا کھیل، انا الٰہیت کا جوش، نفسانیت کا خروش، صراطِ مستقیم ویران، منزل حق سنسان۔ مخالف ہوا زور پر۔ جان گزا تلاطم شور پر، بیڑوں سے یاس، ناخدا آس نہ پاس، مریض جاں بلب، چارہ فرما اب نہ تب۔ دنیا بھر کی آفتیں زمانہ کو گھیر چکی تھیں۔ زمانہ بھر کی مصیبتیں دنیا پر دستِ شفقت پھیر چکی تھیں، میٹھی نیند سونے والے لمبی تانے سو رہے تھے، خفتہ بختوں کے نصیب اپنی اپنی تقدیر کو رو رہے تھے کہ دفعۃً ہوا کا رخ پھرا، زمانہ نے پہلو بدلا، خزاں کا عمل اٹھا، فصل بہار کا سکہ بیٹھا۔ رات تک پژمردگی کا دور تھا صبح ہوتے حال ہی کچھ اور تھا۔ نوری گھٹائیں چھائیں، ٹھنڈی ہوائیں آئیں رحمت کے بادل گھرے، افسردہ خاطروں کے دل پھرے، کلیاں چٹکنے لگیں، پھول مہکنے لگے، بلبلیں چہکنے لگیں۔ کیوں نہ ہو کہ تہامہ کے مطلع حرم کے افق فاران کی چوٹیوں سے آفتاب ہاشمی نے طلوع فرمایا۔ لَا شرقیةٍ وَّلا غربیة۔ ناف زمیں، کعبہ رب العالمین سے یہ چمکتا نور، دلوں کا چین، جانوں کا سرور بر سر ظہور آیا۔ صلّی اللّٰہ علیه وعلٰی اٰلهٖ وصحبهٖ وبارك وسلّم ومجد وکرم۔

آنکھوں میں سرور آ گیا دیدار سے ان کے
روشن ہوئے دل جلوہ رخسار سے ان کے

اس نورِ الٰہی نے اپنی جھلک سے کوچے کوچے کو، وادی ایمن کو مثل کوہ طور روشن بنایا۔ دولہا کی سواری آئی، نچھاور لینے کی باری آئی۔ اب کیا ہے خدا دے اور بندہ لے، بھکاری دستِ طلب پھیلائے، دامنِ دل کی جھولیاں بنائے دوڑے، منگتے دم قدم کی خیر مناتے بڑھے۔

جُود وعطا کا میلا ہے، فقیروں کا ریلے پہ ریلا ہے، جماؤ کا زور، لاؤ لاؤ کا شور۔ جنم کے بگڑے سنبھل گئے، قسمتوں کے بل نکل گئے، بتوں سے خدائی پھری، اسلام کی دُہائی پھری، حسن وجمال کی جاں بخش ودل ستاں ادائیں، دل ہی دل میں گھر کرنے والی نگاہیں، جلے بھنے سینہ کی بسنے والیاں، ٹوٹے دلوں زخمی گھائلوں کے ساتھ خدا جانے کیا احسان کرتی ہیں کہ انسان آزادی کی بضاعت، خودمختاری کی دولت، شاد شاد نگاہِ اوّلیں کی نظر کر دیتا ہے، اور خوش خوش طوق بندگی اپنے ہاتھوں پہن لیتا ہے۔ ان جملوں کا تعلق معمولی حسینوں ظاہری

جمیلوں سے تھا۔

مجھے یہاں ذکر کرنا ہے جمال احمدی اور حسنِ محمدی کا روحی فداہ علیہ صلوٰۃ اللہ جسے خدا نے خاص اپنے لیے بنایا۔ اپنی محبوبی خاص سے ممتاز فرمایا۔ رُخ محمدی کے آئینہ کو قدرت کے ہاتھوں نے وہ ضیا بخشی جس کی تجلی کے ایک ایک نکتے سے من رانی فقد رای الحق کی تنویر چمک اٹھی۔ گلوے پرنور میں نحن اقرب الیہ کے ہار پڑے، گورے گورے ہاتھوں میں ید اللہ فوق ایدیھم کے گجرے۔

غرض حُسن بے صورت کی تنزلی تجلی اگر برسمِ تدلی صورت پذیر ہو، تو برنگِ مثالی صورت جمالی، محبوب ذوالجلال ہی اس کی تصویر ہوان خدا پسند تجلیّوں نے تو فرش خاک سے لے کر عرشِ پاک تک دھوم مچادی، دل چمکا دیئے، آنکھوں کی تقدیر جگادی۔ اس محبوب کے جلوہ فرماتے ہی عشق کا برقی اثر کل مخلوقات سب موجودات میں دوڑ گیا جن وبشر شجر وحجر آزاد وگرفتار۔ بلکہ درودیوار بھی اس مزہ سے خالی نہ رہا یہ جس راہ سے نکلتے عشاق نقش پا پر آنکھیں ملتے۔ جس آبادی میں آتے مکیں تو مکیں مکاں تک خوش ہو جاتے۔

(حضرت مولانا محبوب علی رضوی قادری)

چراغ طور جلاؤ بڑا اندھیرا ہے:

جب لاکھوں مظلوموں کی آہیں، بیواؤں کی فریادیں، مظلوم ویتیم بچیوں کی چیخیں غلاموں کی سسکیاں، جانوروں کی پکاریں وصدائیں خدا کے عرش پہ پہنچیں تو اللہ نے اپنی مخلوق پہ رحم فرمایا اور سیدہ آمنہ کی گود میں محمد رسول اللہ پیدا ہوئے گویا حضور مظلوموں کے مددگار بن کر آئے، غلاموں کی پکار، نسلوں کی تمنا اور بے سہاروں کے سہارا بن کر تشریف لائے فانقذ کم منھا دوزخ کے کنارے پہ کھڑے ہوؤں کو وہاں سے اٹھایا اور جنت کے باغات میں پہنچا دیا۔ راہزنوں کو راہبر بنادیا، شرابیوں کو صحابی بنادیا، بھٹکے ہوؤں کو پیشوا وراہنما بنادیا، چوروں کو ولی بنادیا، انسانی لباس میں درندوں کو اسی لباس میں فرشتوں سے افضل بنادیا، غلاظت کے پہاڑوں کو مجسمۂ طہارت بنادیا، گمراہی کے اندھیروں میں ٹکریں مارنے والوں کو مینارۂ نور بنادیا، جہالت کے پلندوں کو پیکر علم وحکمت بنادیا، لات وعزی ومنات کے

پجاریوں کو وحدہ لاشریک کا ذاکر و عبادت گزار بنادیا، جن کے گھر سو سو بتوں سے غلاظت گاہ بنے ہوئے تھے ان کے گھروں کو توحید کا مرکز بنادیا، کعبہ جو تین سو ساٹھ بتوں کی وجہ سے بت خانہ بنا ہوا تھا اس کو بتوں سے پاک کر کے صحیح معنوں میں خانہ خدا بنادیا، جن کے ذہن و ضمیر کفر و شرک سے مسموم ہو چکے تھے ان کے دلوں میں توحید کی شمع کو روشن فرمادیا اور ایسا بنادیا کہ آج تک دنیا ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ایک ہندو شاعر نے کیا خوب کہا:

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کردیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کردیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دریتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کردیا

جلوے تیرے عام ہو گئے:

آپ کی ولادت سے پہلے شیاطین آسمان پہ جاتے تھے اور فرشتوں کا کلام سن کر ایک سچ کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر زمین پہ فتنہ و فساد برپا کرتے آپ کی ولادت کے ساتھ ہی ان کا آسمان پہ جانا ممنوع کردیا گیا اب جانے کی کوشش کریں تو شہاب ثاقب سے ان کی تواضع کی جاتی ہے کیونکہ جاء الحق وزھق الباطل یہی تو وجہ ہے کہ حضور کی ولادت پہ ساری دنیا نے خوشیاں منائیں مگر شیطان چیخیں مار مار کر رویا، اس کے چیلوں نے پوچھا کہ تو نے پہلے تمام نبیوں کا مقابلہ کیا ہے یہ تو آخری ہیں روتا کیوں ہے؟ اس نے کہا: تم نہیں جانتے وہ اور تھے یہ اور ہیں وہ سالوں تبلیغ کرتے تب جا کر کوئی ایک آدھ بندہ ان کا کلمہ پڑھتا یہ نبی بولے گا بھی نہیں ادھر نظر کرے گا تو پتھر کلمہ پڑھتے جائیں گے، اُدھر دیکھے گا تو درخت کلمہ پڑھتے جائیں گے۔ (سید شبیر حسین شاہ حافظ آبادی)

ایہہ تے پتھراں نوں کلمہ پڑھا جاندا اے
ایہہ سسکیاں کھجوراں اُگا جاندا اے
اے گنگیاں نوں گلاں کرا جاندا اے
ایہہ ڈبے ہوئے بیڑے ترا جاندا اے

یہ قانون ہے کہ شخصیت کا تعارف کارناموں کے بعد ہوتا ہے، پہلے کھیل پیش کرو گے پھر کھلاڑی کہلاؤ گے، پہلے شعر کہو گے پھر دنیا تمہیں شاعر کہے گی تاریخ کارناموں کے بعد یاد کرتی ہے مگر ایک ہستی ایسی ہے کہ ابھی کارنامہ کیا نہیں نہ چاند توڑا نہ ڈوبے سورج کو موڑا، نہ ابھی پتھروں کو کلمہ پڑھایا مگر فرش پہ بھی اس کی عظمت کے ڈنکے بج رہے ہیں عرش پہ بھی۔

جلوے تیرے عام ہوگئے
عرش فرش لوح وقلم سارے تیرے نام ہوگئے
آپ کا دیا جو واسطہ میرے سارے کام ہوگئے
مقتدی ہیں سارے انبیاء مصطفیٰ امام ہوگئے

پہلی امتوں میں ہمارے آقا علیہ السلام کے چرچے:

ذرا زبور ہیکل سوم اُٹھا کر پڑھو آج بھی (ہزار تبدیلی وتحریف کے باوجود) اس میں لکھا ہے اور وہ پیغمبر جس کی آواز سُن کر پرندے فضاؤں میں رُک جاتے، جو تسبیح پڑھتا تو پہاڑوں اور دیواروں سے بھی تسبیح پڑھنے کی آواز آتیں، اپنی امت کو فرما رہا ہے کہ "میں جا رہا ہوں میرے بعد وہ آئے گا جو ابدالاباد تک رہے گا۔ (**ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین**) اس کی زبان پر خدا بولے گا۔ (**وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی**) (عطاء المصطفیٰ جمیل)

حضرت آدم علیہ السلام اپنی توبہ کی قبولیت کے سلسلہ میں اپنے رب سے محبوب خدا کے وسیلے سے دعا مانگ رہے ہیں۔ **یا رب اسئلك بحق محمد ان تغفرلی۔**

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کعبہ بنا کر کعبہ کی آبادی کیلئے مصطفیٰ کریم علیہ السلام کی بعثت کیلئے یوں دعا کرتے ہیں۔ **ربنا وابعث فیھم رسولا۔**

حضرت سلیمان علیہ السلام مدینہ کی سرزمین سے ہزاروں کا لشکر لے کر گزرتے ہیں تو ہزاروں سال پہلے ان کو اس سرزمین سے محبوب خدا کی خوشبو آتی ہے اور فرماتے ہیں۔ **ھذہ دار ھجرۃ نبی اخر الزمان طوبی لمن امن به واتبعه۔** یہ نبی آخر الزماں کی جائے

ہجرت ہے مبارک ہے وہ جوان پر ایمان لایا اوران کی پیروی کی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر تو قرآن میں آگیا: **ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد**۔ اپنی قوم کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اگر میں اس نبی آخر الزماں کے جوتوں کے تسموں کو ہاتھ لگا سکوں تو اللہ کی بارگاہ میں قدوس ہو جاؤں گا۔ (انجیل برنباس)

بنی اسرائیل سرکار کی آمد سے پہلے آپ کے وسیلے سے دشمن پہ فتح کی دعا مانگتے تھے۔ **وکانو یستفحون علی الذین کفروا**۔ دعا کے الفاظ یہ تھے:

اللهم انصرنا بالنبی المبعوث فی اخر الزمان الذی نجد صفته فی التوراة۔

"اے اللہ! اس آخر الزماں نبی کے صدقے ہمیں فتح دے جس کی صفات ہم تورات میں پڑھتے ہیں"۔

خلیل اللہ نے جس کیلئے حق سے دعائیں کیں
ذبیح اللہ نے وقت ذبح جس کی التجائیں کیں

وہ جس کی شان میں داؤد نے نغمہ سرائی کی
وہ جس کی یاد میں شاہ سلیماں نے گدائی کی
مبارک ہو کہ ختم المرسلیں تشریف لائے ہیں
جناب رحمۃ للعالمین تشریف لائے ہیں
بصد انداز یکتائی بغایت شان زیبائی
امین بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی
فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج گاتی تھی
جناب آمنہ سنتی تو یہ آواز آتی تھی

فجاء محمد سراجا منیرا — **فصلو علیه کثیرا کثیرا**
ہن ہوگیا کرم سُکھالا جے — اوہ آگیا کملی والا جے

صحیح بخاری 2/285 پر ایک طویل حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں لکھا

کہ آخر الزماں نبی اندھی آنکھوں کو بینا کرے گا، بہرے کانوں کو کھولے گا، مردہ دلوں کو زندہ کرے گا۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں آپ کی اس طرح شان بیان فرمائی۔

یا احمد فاضت الرحمة علی شفتیك من اجل ذلك ابارك علیك فتقلد السیف فان بهاك وحمدك الغالب...... وملك الارض ورقاب الامم۔ (بحوالہ احکام شریعت)

''اے احمد! تیرے ہونٹوں پہ رحمت جاری ہے اس وجہ سے میں نے تجھے برکت دی، پس تو تلوار اُٹھائے گا اور پوری دنیا پہ چھا جائے گا۔ تیری روشنی و تعریف غالب رہے گی اور تو سارے جہان کا مالک ہوگا اور سارا جہان تیرے قدموں میں ہوگا''۔

✿ قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کے متعلق بعث جاء اور ارسلنٰك کے الفاظ بولے گئے۔

هو الذی بعث فی الامیین رسولا۔ قد جاء کم من اللّٰه نور۔ وما ارسلنٰك الا رحمة للعالمین۔

معلوم ہوا کہ آپ کی ابتدا بطن آمنہ نہیں بلکہ من اللہ ہے۔ بطن آمنہ تو منزل اور ٹھہرنے کی جگہ تھی۔ جس طرح قرآن تنزیل من رب العالمین ہے مگر اس کے ٹھہرنے کی جگہ فی لوح محفوظ ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ چیز متشکل ہونے سے پہلے اور حکم رکھتی ہے اور متشکل ہونے کے بعد حکم بدل جاتا ہے جس طرح قرآن الماری میں ہو تو اس پر چڑھنا کفر ہے اور حافظ قرآن کے سینے میں ہو تو وہ لیٹرین بھی جا سکتا ہے اور اس کو شاگرد لتاڑ ا بھی کر سکتا ہیں، حضور علیہ السلام جب حضرت آمنہ کے بطن میں آئے تو آپ کی شان اور تھی اور جب متشکل ہو کر دنیا میں تشریف لائے تو شان اور ہوئی۔ (قد جاء کم شک نہ کرنا، کسی اور کی طرف نہ دیکھنا جس نے آنا تھا وہ آ گیا ہے۔)

محمد مصطفیٰ، محبوب داور، سرورِ عالم
وہ جس کے دم سے مسجود ملائک بن گیا آدم
غلاموں کو سریر سلطنت پر جس نے بٹھلایا
یتیموں کے سروں پر کردیا اقبال کا سایہ
وہ جس کا ذکر ہوتا ہے زمینوں آسمانوں میں
فرشتوں کی دعاؤں میں مؤذن کی آذانوں میں
وہ جس کے معجزے نے نظم ہستی کو سنوارا ہے
جو بے یاروں کا یارا بے سہاراوں کا سہارا ہے
وہ نور لم یزل جو باعث تکوین عالم ہے
خدا کے بعد جس کا اسم اعظم اسم اعظم ہے
ثناء خواں جس کا قرآن ہے ثناء ہے جس کی قرآن میں
اسی پر میرا ایمان ہے وہی ہے میرے ایماں میں

شب میلاد کے واقعات: (سید یعقوب شاہ صاحب کی ایک تقریر سے)

بعض روایات میں (جیسا کہ گذر چکا) کہ جس سال حضور علیہ السلام پیدا ہوئے اس پورے سال جس کے گھر پیدا ہوا بچہ ہی پیدا ہوا، اگرچہ بچی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ونعمت ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کو چار بیٹیاں عطا فرمائیں لیکن اہلِ عرب چونکہ بچی کی پیدائش پر خوش نہ ہوتے تھے بلکہ زندہ درگور کردیتے اور اپنی ذلت سمجھتے، لیکن خدا نے اس پورے سال بچے پیدا فرما کر یہ بتادیا کہ میرے محبوب کی آمد پہ پورا سال کسی کے گھر غمی اور پریشانی کا ماحول نہیں ہونا چاہیے۔ آج بھی کوئی اگر محبت سے سرشار ہوکر سات جمعراتیں اپنے گھر میں باوضو ہوکر ماحول کو خوشبو میں بسا کر محفل میلاد کرتو اگلے میلاد کا چاند نظر آنے سے پہلے چاند جیسا بیٹا اس کے گھر میں ہوگا (انشاء اللہ) اس کا کئی بار مشاہدہ ہوا ہے اور یہ سب میلاد والے آقا کا صدقہ ہے۔

بزرگ فرماتے ہیں کہ غریب کے گھر بچہ پیدا ہوتو وہ گڑ بانٹتا ہے، امیر لڈو بانٹتا ہے ہر کوئی اپنی استطاعت کے مطابق خوشی کرتا ہے خدا نے اپنے محبوب علیہ السلام کی پیدائش پر اپنی شان کے مطابق پورا سال بچے تقسیم فرمائے۔

؎ آج میلاد النبی ہے کیا سہانا نور ہے
آگیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے

پیچھے گزر چکا کہ سیرت حلبیہ میں ہے: **لیلة ولادته صلی الله علیه وسلم تزلزلت الکعبة ولم تسکن ثلثة ایام ولیالیهن۔** حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت پر کعبہ تین دن اور تین راتیں خوشی سے جھومتا رہا۔ اس موقع پہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

؎ تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

آسمان کے ستارے حضرت آمنہ کے گھر کی طرف جھک گئے، نور کے جھنڈے لگا دیے گئے۔ جانوروں نے حضرت آمنہ کے گھر کا رخ کیا تا کہ حضور کی بارگاہ میں سلامی پیش کریں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت میں فرماتے ہیں کہ جانوروں کو کیسے پتہ چل گیا حضور علیہ السلام کی آمد کا؟ فرمایا اس طرح کہ جب رحمت کی بارش ہوتی ہے تو اس سے پہلے ٹھنڈی ہوا چلتی ہے جو یہ بتاتی ہے کہ رحمت کی بارش آ رہی ہے۔ (**هو الذی ارسل الریح بشرا بین یدی رحمته۔ القرآن**) تو جب رحمۃ للعالمین نے تشریف لانا تھی اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جنت کی ہواؤں کو چلا دیا اور ہر کوئی جان گیا کہ:

؎ یہ ہوا یہ فضا کہہ رہی ہے آقا تشریف لائے ہوئے ہیں

اے جانورو! تم کیوں خوشیاں منا رہے ہو؟ اے جنو! تم کیوں وجد میں ہو؟ اے ستارو! تم کیوں جھک رہے ہو؟ اے کعبہ! تو کیوں خوشی سے جھوم رہا ہے؟ آقا تو حضرت آمنہ کے گھر تشریف لائے ہیں۔ سب نے زبان حال سے یہی جواب دیا: آئے تو آمنہ کے گھر ہیں لیکن نبی تو ہمارے بھی ہیں۔

؎ جس کا یہ آقا ہو اس کو ناز کرنا چاہیے

جانوروں نے کہا: ہمارے رسول آگئے، انسانوں نے کہا: ہمارے رسول آگئے، فرشتوں نے کہا: ہمارے رسول آگئے، خدا نے فرمایا: ولکن رسول اللّٰہ۔ تم سب کے بھی رسول اور میرے بھی رسول۔

آج میلاد النبی ہے کیا سہانا نور ہے
آگیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے

حکم ہوا یا جبریل خذ علم الهدایه، یا میکائیل خذ علم القبولیة یا عزرائیل لا تقبض الارواح۔

"اے جبریل! تو ہدایت کا جھنڈا پکڑ لے، اے میکائیل! تو قبولیت کا جھنڈا پکڑ لے، اے عزرائیل! آج کسی کی جان نہیں نکالنی"۔ (ساری عمر میں آج ہی عزرائیل کو چھٹی ملی ہے)

اور جانوروں کی حالت یہ تھی:

یبشر بعضهم بعضا۔

"وبعض بعض کو مبارک دینے لگے"۔

(پتہ نہیں یہ کس ملک کے جانور ہیں جو ہمارے علاقے میں پائے جاتے ہیں اور میلاد کی خوشی نہیں کرنے دیتے)

جو یہ کہے ہائے مرچیں کیوں لگاتے ہو، چراغاں کیوں کرتے ہو، راستے کیوں سجاتے ہو اس کو یہی مختصر سا جواب دے کر بات ختم کر دو کہ دیکھتے نہیں ہو

آگیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے

(مولانا بشیر احمد رضوی ساہیوال)

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ (دورانِ حمل) جب حضور علیہ السلام میرے بطن اطہر میں آئے تو دیگر عورتوں کی طرح میرے بطن میں کوئی تبدیلی نہ آئی جس سے پتہ چل سکے، اس کی وجہ علماء یہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ اس بات کو عیب شمار کرتے تھے کہ کوئی کسی عورت کی طرف اشارہ کر کے کہے کہ فلاں عورت امید سے ہے جیسا کہ آج بھی یہی معمول ہے

(سوائے ماڈرن طبقے کے کہ اخبارات میں آجاتا ہے بینظیر امید سے ہے اور عمران خان کی بیوی امید سے ہے) اللہ تعالیٰ نے پسند نہ فرمایا کہ میرے پیارے کی ماں کی طرف کوئی اشارہ کر کے ایسی بات کرے۔

حضرت عبدالمطلب (حضور علیہ السلام کے دادا جان) فرماتے ہیں) وقت ولادت میں حرم میں تھا میں نے دیکھا تمام بت گر گئے، کعبہ مقام ابراہیم کی طرف جھک گیا۔ مین بہت حیران ہوا تو مجھے آواز آئی: مصطفیٰ مختار آ گئے، جن کے ہاتھوں کفر مٹے گا اور مجھے بتوں کی نجاست سے پاک کیا جائے گا۔ (یہ کعبہ کی آواز تھی)

حاشیہ سیرت حلبیہ پہ ہے کہ میں اپنے پوتے کی زیارت کیلئے بیت اللہ سے سوئے بیت عبداللہ روانہ ہوا جب دروازے پہ پہنچا تو کسی غیبی طاقت نے مجھے اندر جانے سے روک دیا۔ میں نے کہا: میرے مرحوم بیٹے کے گھر بچہ ہوا ہے مجھے دیکھنے سے کیوں روکا جا رہا ہے تو غیبی آواز آئی دیکھ لینا، روکا اس لیے ہے کہ فرشیوں کی باری بعد میں آئے گی پہلے عرشیوں کو زیارت کر لینے دو۔

- بچہ امیر کا ہو یا غریب کا پیدا ہوتا ہے تو اس کو غسل دیا جاتا ہے مگر ہمارے آقا مغسول پیدا ہوئے کیونکہ ہر بچہ پلید پیدا ہوتا ہے اور مصطفیٰ پاک پیدا ہوئے اگر دوسرے بچوں کی طرح آپ کو بھی دایہ غسل دیتی تو جب آپ اعلان فرماتے: ویز کیھم (حضور لوگوں کو پاک کرتے ہیں) تو دائی کہتی آپ لوگوں کو پاک کر کے رسول ہیں تو میں نے آپ کو غسل دے کر پاک کیا ہے۔ میں پھر کیا ہوئی؟ اس لیے خدا کو منظور ہوا کہ محبوب کو میں پاک کرتا ہوں اور محبوب میری ساری مخلوق اور اپنی امت کو پاک کرتا جائے۔

معلوم ہوا کہ بطن سیدہ آمنہ بھی پاک ہے کہ جس میں نبی پاک رہے کیونکہ دودھ جب گندے برتنوں میں نہیں رکھا جاتا تو نور خدا کس طرح ناپاک بطن میں رکھا جا سکتا ہے، پھر یہ بھی یاد رکھو کہ نبی جس چیز کو ہاتھ لگا دیں اس کو آگ نہیں جلا سکتی (جیسا کہ صحابی رسول کے گھر دعوت پر آپ نے رومال سے ہاتھ پونچھے تو رومال جب بھی میلا ہوتا وہ آگ میں ڈال دیتے میل جل جاتی اور رومال اُجلا ہو کر باہر آ جاتا) تو جس بطن اقدس میں حضور علیہ السلام نو ماہ رہے

اس کو دوزخ کی آگ کیسے جلا سکتی ہے۔

- ہر پیدا ہونے والے بچے کا ناڑو (لمبی ناف) ہوتا ہے، جس کے ذریعے بچے کو ماں کے پیٹ میں غذا دی جاتی ہے کیونکہ پیٹ نجاست کا مرکز ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ زبان کے ذریعے خوراک دینے کی بجائے ناف کے ذریعے خوراک عطا فرماتا ہے تاکہ جس زبان سے اس نے میرا ذکر کرنا ہے وہ ناپاک نہ ہو اگر باہر آکر جھوٹ، گالی، غیبت سے یا گستاخی رسول سے زبان کو ناپاک کر لے تو اس کی قسمت خدا نے تو ناپاک جگہ یہ بھی اس کی زبان پاک رکھی ہے۔ مزہ تو یہ ہے کہ جس طرح پیدائش کے وقت زبان پاک تھی مرتے وقت تک پاک رہے۔ تاہم سوال پیدا ہوا کہ کیا پھر حضور علیہ السلام کو بطن اقدس میں خوراک نہیں دی گئی تو جواب یہ ہے کہ جس نبی کا غلام سید الملائکہ جبریل امین بغیر کھائے پیئے لاکھوں سال زندہ رہ سکتا ہے اگر اس کا آقا نو ماہ کھائے پیئے بغیر زندہ رہے تو کیا تعجب ہے ویسے بھی حضور علیہ السلام کھانے کے محتاج نہیں کیونکہ آپ نے فرمایا: یطعمنی ربی و یسقینی۔ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ پھر بھی آپ نے دنیا میں اس لیے کھایا تاکہ کھانا امت کیلئے سنّت ہو کر باعث ثواب بن جائے۔

مثال مصطفیٰ کوئی پیمبر ہو نہیں سکتا
ستارہ لاکھ چمکے ماہ انور ہو نہیں سکتا
ہوا تو اشرفی مداح سلطان دو عالم کا
نصیبے کا کوئی ایسا سکندر ہو نہیں سکتا

(ہمشکل غوث اعظم سید علی حسین اشرفی جد امجد حضرت محدث کچھوچھوی)

- ہر پیدا ہونے والے بچے کا ختنہ کرانا پڑتا ہے مگر ہمارے آقا مختون پیدا ہوئے یعنی ختنہ شدہ۔ تاکہ دنیا جان لے کہ نبی چالیس سال کے بعد نبی نہیں ہوتا بلکہ اپنی ماں کے پیٹ میں بھی نبی ہوتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں اس لیے کہ حضرت عثمان حضور علیہ السلام کے ایسے غلام ہیں جو فرماتے ہیں کہ میں نے جب سے حضور علیہ السلام کا چہرۂ انور دیکھا

ہے پھران آنکھوں سے میں نے اپنی شرمگاہ کونہیں دیکھا کہ کہیں میری آنکھوں کا وضو نہ ٹوٹ جائے اس لیے آپ کو کامل الحیاء کہا جاتا ہے، اللہ نے چاہا کہ جس کے غلام اتنے باحیاء ہیں ان کا پھر آقا بھی ایسا ہی ہونا چاہیے کہ اس کی شرمگاہ کو کوئی بھی نہ دیکھ سکے۔ قصہ مختصر

انسان کبھی شرک سے آزاد نہ ہوتا
گر نور نبی دھر میں آباد نہ ہوتا
سجدہ نہ زمیں پر کوئی اللہ کو کرتا
مسجد ہی نہ ہوتی جو یہ میلاد نہ ہوتا

نور اور کتاب مبین:

قد جاء کم من اللہ نور و کتٰب مبین میں واؤ عاطفہ کی بجائے تفسیری ماننے والوں کا اعتراض یہ ہے کہ جاء فعل واحد ہے اور فاعل دو ہیں ایک نور اور دوسرا کتٰب مبین۔ لہٰذا دونوں سے ایک ہی شئے مراد ہے ورنہ فعل واحد کی بجائے تثنیہ ہوتا۔ اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد ہی آتا ہے چاہے فاعل تثنیہ یا جمع ہی کیوں نہ ہو اور دوسرا جواب یہ ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف مل کر واحد کے حکم میں ہوتا ہے جس طرح ذھب زیدو عمر۔ ورنہ و ما کان لمؤمن و لا مؤمنۃ میں کیا جواب ہوگا؟ کہ اللہ یعنی اس کا رسول؟

دوسری بات یہ ہے کہ واؤ کا حقیقی معنی عطف ہی ہے تفسیر مجازی معنی ہے اور یہ عند تعذر الحقیقہ مراد لیا جاتا ہے اور تعذر کیلئے قرینہ ضروری ہے کہ مثلاً کسی دوسری آیت کی مخالفت لازم آتی ہو۔ بغیر قرینہ کے ایسی بات وہی محقق کرے گا جو تحقیق سے نہیں بلکہ حقہ سے بنا ہو اور وہ فاضل جو فضل سے نہیں فضول سے بنا ہو۔

ساری کائنات عناصر اربعہ سے بنی اور حقیقت مصطفوی نور سے بنی تا کہ کوئی خاکی، آبی، آتشی، ہوائی حضور کی مثلیت کا دعویٰ نہ کر سکے، کوئی نوری بھی مثلیت کا دعویٰ اس لیے نہیں کرسکتا کہ حضور کا نور سب سے پہلے بنا۔ جب نہ آدمیت و انسانیت تھی اور نہ نور و نورانیت تھی۔ اعلان نبوت کیلئے بشر ہونا ضروری ہے نہ کہ نبی ہونے کیلئے کیونکہ آپ نے

فرمایا: ''جب آدم گارے میں تھا محمد اس وقت بھی تارے میں تھا اور اللہ کا نبی تھا''۔ کنت نبیا و ادم بین الماء الطین تا کہ کوئی بشریت دیکھے تو خدا نہ کہے اور نورانیت دیکھے تو اپنے جیسا نہ کہے۔ مدینے کی گلیوں میں چلتا دیکھ کر خدا نہ کہہ سکے اور عرش پہ جاتا دیکھ کر اپنی مثل نہ کہہ سکے، پتھر کھاتا دیکھے تو خدا نہ کہہ سکے پتھروں کو کلمہ پڑھاتا دیکھ کر اپنے جیسا نہ کہہ سکے۔ جبریل سدرہ پہ رہ گئے موسیٰ طور پہ بے ہوش ہو گئے اور حضور اس کے جلووں میں گم ہو گئے اور حالت یہ رہی کہ مازاغ البصر وما طغی تو جب جبریل و موسیٰ کلیم اللہ کو ہم مثل ہونے کے دعویٰ کی جرأت نہ ہو تو بے چارہ ملاّ کہاں؟ (سید محمد ہاشمی میاں انڈیا)

رتبہ در حبیب کا سب کی نظر میں ہے
اب تک نشان سجدہ جبین قمر میں ہے
اقبال تیری دید بھی کیا دید ہوگئی
جب سے سُنا کہ یار لباس بشر میں ہے

بچپن کے واقعات: (ایضاً)

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ جتنی عورتیں (دائیاں) مکے سے بچے لائی تھیں روزانہ صبح کنویں پہ کپڑے دھونے جاتیں کیونکہ بچے کپڑوں پہ پیشاب پاخانہ کر کے کپڑے پلید کر دیتے۔ لیکن میں اس مقصد کیلئے کبھی نہ گئی۔ ایک دن انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہمارے بچے بھی مکے سے آئے، تیرا بچہ بھی وہاں سے آیا مگر تو کبھی ہمارے ساتھ کپڑے پاک کرنے کنویں پہ نہیں جاتی، اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: بچے اگرچہ سارے مکے سے ہی آئے ہیں، لیکن تمہارے بچے پاکوں کو پلید کرتے ہیں اور میرا بچہ پلیدوں کو پاک کرتا ہے۔ (ویز کیھم)

بچے عموماً والدہ کی گود میں، پیشاب کر دیتے ہیں مگر حضور علیہ السلام نے کبھی ایک بار بھی ایسا نہیں کیا، شاید اس لیے کہ آپ جانتے تھے کہ میں نے بڑے ہو کر والدین کو قبلہ و کعبہ تسلیم کرانا ہے تو میں کعبہ کو پاک کرنے آیا ہوں نہ کہ پلید کرنے۔

سوہنی بنائی اے رب نے خدائی
ہک بے تو چنگی اے صورت بنائی

نہیں نظری آیا کوئی تیرا ثانی
سانوں جے تھیویں ہارج کے دیکھاں ہا

عورتوں نے کہا: حلیمہ! بچہ آنے سے پہلے تیرے گھر میں کبھی روشنی دیکھی نہ تھی اب ساری رات تیرا گھر جگمگاتا رہتا ہے اس کی کیا وجہ ہے، یہ کہاں سے چراغ آیا ہے جس کی اتنی روشنی ہے؟ فرمایا:

واللّٰہ ما او قد نارا الا نور وجہ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔(فتح الباری)
''میں کوئی لکڑیاں یا چراغ وغیرہ نہیں جلاتی میرے گھر تو ساری رات رُخ والضحیٰ اور سراج منیر چمکتا رہتا ہے''۔

(ما نحتاج الی السراج من یوم اخذناہ۔ حضرت حلیمہ)

لوگ یہ کہتے ہیں تو نے حلیمہ میرے نبی کو پالا ہے
میں کہتا ہوں تجھ کو حلیمہ میرے نبی نے پالا ہے
ایسا طالب کوئی نہیں ہے جیسا حق تعالیٰ ہے
کوئی نہیں مطلوب بھی ایسا جیسا کملی والا ہے
سر پہ تاج ہے طٰہٰ کا اور دوش پہ کمبل کالا ہے
آنکھوں میں مازاغ کا سُرمہ آپ خدا نے ڈالا ہے

بچپن میں ایک بار حضور علیہ السلام کہیں نکل گئے اور حضرت حلیمہ پریشان ہوگئیں، کوئی عورت حضرت حلیمہ کو ایک کاہن کے پاس لے گئی۔ کاہن کے پاس بت پڑے ہوئے تھے حضور علیہ السلام کا نام سنتے ہی بت گرے اور آواز آئی۔

غم مخور یاوہ نہ گردد از تو
بلکہ عالم یاوہ گردد اندر او

''غم نہ کر تیرے بچے میں ساری خدائی گم ہوسکتی ہے تیرا بچہ گم نہیں ہوسکتا یہ تو گمراہوں کو راہِ راست پہ چلانے آیا ہے''۔

چنانچہ آپ جنگل کی طرف تشریف لے گئیں اور دیکھ کر دنگ رہ گئیں کہ حضور علیہ السلام

آرام فرما رہے ہیں بادل نے سایہ کیا ہوا ہے اور جنگل کا بادشاہ (شیر) حضور علیہ السلام کے پاؤں چاٹ رہا ہے۔

حلیمہ گود میں لے کر حضور سے بولی
شرف تمہیں سے ملا ہے مرے گھرانے کو

آپ فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے چند ماہ میں چلنا شروع کر دیا اور فصیح کلام کرنے لگ گئے، دس ماہ کی عمر میں بچوں کے ساتھ تیراندازی شروع کر دی۔

(سیرت حلبیہ بحوالہ مدینۃ الرسول صفحہ 192)

ایسا کیوں نہ ہو کہ جس کو دریائے معرفت میں غسل دے کر بھیجا گیا مازاغ کا کاجل لگا کر بھیجا گیا ہو، جو ناف بریدہ پیدا ہوا ہو، دوسرے لوگ آ کے یہ سارے کام کرتے ہیں اور آقا علیہ السلام یہ سارے کام کر کے آئے ہیں کیونکہ پہلے نبیوں کی ظاہری عمریں زیادہ تھیں اور امتیں تھوڑی تھیں اس لیے سرکار نے مہد اور پنگھوڑے کو زیادہ وقت نہ دیا کیونکہ آپ کی امت اکیلی تمام امتوں کی مجموعی تعداد سے بھی کہیں زیادہ ہونا تھی۔ لہٰذا آپ کو زیادہ کام کرنا تھا اور پھر کر کے دکھایا کہ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی اور چالیس مرد، چالیس عورتوں نے کلمہ پڑھا جبکہ حضور علیہ السلام ایک جنگ سے واپسی پہ کوہ تنعیم پر اسّی کافر جو چھپ کر حملہ کرنے کی تلاش میں تھے اور صحابہ ان کو پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے آئے، آپ نے ان کو معاف کر دیا تو آپ کا اخلاق کریمانہ دیکھ کر اسّی کے اسّی کافر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور عرض گزار ہوئے کہ:

اب چھوڑ کے در تیرا دیوانے کہاں جائیں؟

(یہ واقعہ صحاح ستہ کی کتاب ابوداؤد شریف میں موجود ہے)

حضرت عباس (عم المصطفیٰ) رضی اللہ عنہ نے ایک بار عرض کیا: حضور میں نے آپ کے بچپنے میں ایک عجیب واقعہ دیکھا کہ آپ پنگھوڑے میں۔ تھے اور آپ انگلی ہلاتے تھے تو آپ جدھر انگلی لے جاتے چاند ادھر ہی چلا جاتا۔ فرمایا: چچا اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ میں اپنی ماں کے پیٹ میں لوح محفوظ پہ چلنے والے قلم کی آواز بھی سنا کرتا تھا۔

؎ دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

باقی رہا یہ کہ چاند ایسا کیوں کرتا تھا تو اس کا جواب امام اہل سنت دیتے ہیں۔

؎ چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پہ کھلونا نور کا

؎ کھیلتے تھے چاند سے بچپن میں آقا اس لیے
خود سراپا نور تھے وہ تھا کھلونا نور کا

ہم مٹی کے ہیں تو ہمارے والدین ہمیں کھلونے بھی مٹی کے لے کر دیتے ہیں ''جیسا منہ ویسی چپیڑ'' اور ہمارے آقا چونکہ ''خود سراپا نور تھے'' اس لیے آپ کو اللہ نے نور ہی کا کھلونا بھی عطا فرمایا۔

✪ حجرِ اسود کا اپنی جگہ سے نکل کر حضور علیہ السلام کو چومنے کا واقعہ پیچھے تفسیر مظہری کے حوالے سے گذر چکا ہے۔ (زیر آیت اللہ نور السموات والارض) اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھیں کہ جب حضرت حلیمہ حضور پاک علیہ السلام کو لے کر کعبہ کے قریب آئیں تو جس اونٹنی پہ حضور علیہ السلام سوار تھے اس نے تین بار سر کو جھکا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ مجھے ایسا سوار مل گیا۔

؎ اس لیے اب دل میرا سرشار ہے
بیٹھا مجھ پہ نبیوں کا سردار ہے

ڈاچی حضور کو پا کر شکر کے سجدے کر رہی ہے خدا تعالیٰ حضور علیہ السلام کے بے نماز امتی کو بھی حیاء اور ہدایت عطا فرمائے کہ حضور علیہ السلام کا سچا امتی اور پکا عاشق رسول بن کر پنجگانہ نماز با جماعت ادا کرے۔ آمین ثم امین بجاہ النبی الکریم الامین المکین۔

✪ حلیمہ حلم سے ہے بمعنی بردباری، ان کا قبیلہ بنو سعد ہے اور سعد سعادت سے ہے بمعنی نیک بختی، ام ایمن، امن سے، برکت بی بی، شفا بی بی۔ ثویبہ ثواب سے یہ آپ کی دائیوں اور خادماؤں کے نام بتائے گئے ہیں کہ جو ان کا دامن تھامے گا وہ یہ تمام نعمتیں پائے گا کیونکہ

آپ آمنہ کے بطن میں آئے حلیمہ کی گود میں آئے اور حلم والی، شفا والی، ثواب والی نے آپ کی خدمت کی اور دودھ پلایا، حضور کے دامنِ رحمت میں آؤ گے یہ ساری نعمتیں ملیں گی۔

دونوں عالم میں تمہیں مقصود گر آرام ہے
ان کا دامن تھام لو جن کا محمد نام ہے

حضرت شفا فرماتی ہیں کہ میں اپنے مقدر پہ جتنا بھی ناز کروں کم ہے کیونکہ سب سے پہلے حضور علیہ السلام میری گود میں تشریف لائے۔

حضور علیہ السلام کو پہلے سے فضیلت دیے گئے کسی دن اور رات میں پیدا نہ فرمانے کی حکمت یہ بھی ہے کہ فضیلت کا منبع و مرکز حضور علیہ السلام کی ذات کو قرار دینا تھا نہ کہ کسی وقت من الاوقات کو۔ اس لیے نہ سید الایام جمعہ کو پیدا فرمایا، نہ یکم محرم کی فجر کو جس کی قسم یاد فرمائی گئی۔ (والفجر) نہ ذی الحجہ کی دس راتوں میں سے کسی میں (ولیال عشر) نہ یوم عرفہ کو جس دن سب سے زیادہ مخلوق کو دوزخ سے آزاد کیا جاتا ہے نہ رمضان میں اور نہ لیلۃ القدر و شب برات میں بلکہ پیر کو پیدا کیا تا کہ لوگ جانیں کہ وقت ہو یا جگہ ہو سب کو فضیلت اسی فضیلت والے سے ملی ہے اسی لیے والدین اور چچا، دادا کا سایہ بھی بچپن میں اٹھالیا گیا اور اسی لیے ہی حضرت حلیمہ جو سب سے غریب دائی تھی، اس کو حضور علیہ السلام کی خدمت کیلئے منتخب فرمایا گیا۔

میلاد شریف کے متفرق نکات

زمین از حبّ او ساکن فلک در عشقِ اُو شیدا:

پھول کھلنے لگے رحمتوں کے
دونوں عالم قرینے میں آئے
وہ مہینہ دلہن بن رہا تھا
مصطفیٰ جس مہینے میں آئے

جس مہینے میں قرآن پاک آیا وہ رمضان ہے اور جس میں صاحب قرآن رسول پاک آئے وہ رمضان کی بھی جان۔

ایک ان پڑھ آدمی (بابا غلام محمد ولد بختاور) نے مجھ سے پوچھا زمین ہلتی ہے کہ آسمان؟ میں نے عرض کیا سائنس والے تو کہتے ہیں زمین گھومتی ہے جبکہ ہمارے علماء کرام فرماتے ہیں آسمان گردش میں ہے یعنی سورج چاند ستارے چلتے ہیں اور زمین ساکن ہے تو اس نے فوراً کہا سائنس والے بکواس کرتے ہیں زمین نہیں ہلتی، دلیل یہ ہے کہ جب حضور علیہ السلام کا نور ستارے میں تھا تو زمین بے قراری میں حرکت کناں تھی اور آسمان سکون میں تھا کیونکہ اس کو حضور علیہ السلام کا نور ملا ہوا تھا، جیسی وہ نور زمین پہ آیا تو آسمان اس نور کی تلاش میں سرگراں ہو گیا اور زمین اس نور کو پا کر سکون میں ہوگئی۔ یہی کچھ مولانا جامی نے کہا:

زمیں از حب او ساکن فلک در عشق او شیدا

قیام برائے تعظیم:

ہم حضور علیہ السلام کی آمد کے وقت کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ یہ قیام تعظیمی ہے جو شرک ہے (جبکہ تمام علماء دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب

بھی قیام کر کے لذت پاتے اور قیام کر کے اپنے ناخلف مریدوں پر قیامت ڈھاتے) حضور علیہ السلام کی آمد پر کھڑے ہونا سنت صحابہ ہے کیونکہ آپ کے حجرہ مبارکہ پہ پردہ ہوتا جب نماز کے لیے اقامت ہوتی تو آپ حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح پہ اُٹھ کر مسجد میں تشریف لاتے اور آپ کو دیکھ کر تمام نمازی تعظیم کی لیے کھڑے ہو جاتے۔ اسی حدیث سے فقہاء نے اس مسئلہ کا استباط فرمایا ویقوم القوم والامام عند حی علی الصلوۃ و یشرع عند قد قامت الصلوۃ۔ (شرح وقایہ) نماز کے لیے امام اور قوم حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑی ہو اور قد قامت الصلوٰۃ کے وقت نیت شروع کر دیں۔ تاکہ صحابہ کرام کے قیام تعظیمی کی یاد بھی تازہ ہو جائے اور مصطفیٰ کریم علیہ السلام کی آمد پاک کا نقشہ بھی ذہن میں آجائے کیونکہ کچھ بعید نہیں کہ پیاسوں کی پیاس بجھانے کی لیے آقا علیہ السلام پردے اُٹھا کر اپنا جمال جہاں آرا دکھا دیں کیونکہ نماز ایسی عبادت ہے کہ ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراك۔ جب اس میں خدا کا جلوہ ممکن ہے جس کو کہ اس دنیا میں کوئی آنکھ سوائے مصطفیٰ کی آنکھ کے نہیں دیکھ سکتی، تو مصطفیٰ کے دیدار کا تو زیادہ امکان ہو سکتا ہے۔ شاید اس لیے حنفی ہونے کے باوجود یہ لوگ حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کی بجائے شروع تکبیر پہ ہی کھڑے ہو جاتے ہیں کہ ان نعمتوں سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہے۔

جب حضور علیہ السلام صحابہ کرام کے پاس تشریف لاتے تو احادیث میں آتا ہے۔ (عاجزی وانکساری کے پیش نظر آپ نے صحابہ کرام کو کھڑا ہونے سے روک دیا تھا لہٰذا) وہ کھڑے نہ ہوتے چونکہ اس پر اگر کوئی یہ کہے کہ کھڑے ہونا جائز نہیں ہے تو یہ اس کی نادانی ہے ناجائز تب ہے جبکہ آنے والے میں تکبر پیدا ہو یا وہ چاہے کہ میں جاؤں تو لوگ کھڑے ہوں کیونکہ صحابہ کرام کا طریقہ یہ بھی تھا کہ جب حضور علیہ السلام ان کے پاس سے گھر تشریف لے جاتے تو صحابہ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ حضور علیہ السلام اپنے کاشانہ اقدس میں داخل نہ ہو جاتے۔ سوال یہ ہے کہ یہ حضور علیہ السلام کیسے پسند کر لیتے؟ اس میں نکتہ یہ ہے کہ جس سے منع کیا گیا ہے اس کی حیثیت بھی واضح ہو جائے جیسا کہ گزرا۔ اور جواز بھی ثابت ہو جائے گویا ''آنا'' آنے والوں کو ادب سکھانے کیلئے تھا اور ''جانا'' بیٹھنے والوں کو

اجازت دینے کیلئے تھا، سبحان اللہ! ان کا آنا بھی مبارک ہے ان کا جانا بھی مبارک ہے آنا میلاد ہے جانا معراج ہے۔ ان کے آنے سے رحمت کے دریچے کھلتے ہیں اور جانے سے دوزخ کے دروازے بند ہوتے ہیں، آپ کا میلاد بھی بے مثال ولا جواب و باکمال ہے اور آپ کی معراج بھی یہی شان رکھتی ہے۔

تو سرور کونین ہے محبوب خدا ہے
ثانی تیرا ہو گا نہ کہیں کوئی ہوا ہے
تو قاسم نعمت ہے تو ہے خازنِ رحمت
اللہ کا جو بندہ ہے تیرا وہ گدا ہے
کس قدر سکوں بخش ہے مجھ کو یہ تصور
جو رب محمد ہے وہی میرا خدا ہے
اللہ نے جو بخشا ہے بخشا تیرا صدقہ
جو کچھ ملا دنیا کو تیرے در سے ملا ہے
لب پہ تیرا نام آیا تو تسکین بھی آئی
سچ کہتے ہیں دِل والے کہ تو جان شفا ہے

خدا تعالیٰ نے ہر نبی پہ سلام بھیجا تو اس نبی علیہ السلام کے قدم فرش پہ تھے اور اپنے مصطفیٰ کریم علیہ السلام کی بات آتی تو عرش پہ بُلا کر فرمایا: السلام علیك ایها النبی۔

میلاد کو نہ ماننا اور سیرت کی بات کرنا ایسے ہی ہے کہ کوئی قرآن کو ماننے اور فاتحہ کا انکار کردے کیونکہ اگر سیرت ایک کتاب ہے تو اس کا پہلا باب میلاد ہے

اے زاہد تنگ نظر تو نے جس بزم کو بدعت سمجھا ہے
میلاد نبی کی ہر محفل عنوان عبادت ہوتی ہے

بنے ساری خدائی سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے:

ہمارے آقا علیہ السلام کے میلاد کی خوشی فرش والے بھی مناتے ہیں کہ ان کو میلاد والے آقا ہی کی برکت سے طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا گیا۔ عرش والے بھی مناتے ہیں کیونکہ

میلادو الے آقا نے عرش پہ جا کر ان کو اپنی رحمت سے نوازا۔ اہل علم بھی مناتے ہیں اس لیے کہ ان کے دلوں کو غلامی مصطفیٰ ہی سے روشنی حاصل ہوئی جس سے ان کا مقام بڑھا (ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون) مزدوروں کی عظمت کو آپ نے مسجد نبوی کی تعمیر کے لئے خود پتھر اُٹھا کر چار چاند لگائے الغرض ہر طبقے پہ آپ کی نوازشات ہیں اور ہر کسی کی گردن آپ کے احسانات کے بوجھ سے جھکی ہوئی ہے۔

جولوگ میلاد کے قائل نہیں ہیں شاید اس لئے کہ ان کا عقیدہ ہے کہ حضور چالیس سال کے بعد نبی ہوئے تو ہم میلاد منا کر ان کو بتاتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ کم از کم تم سے چالیس سال پرانا ہے کیونکہ ہم اپنے آقا کو پیدا ہوتے ہی نبی مانتے ہیں۔ کنت نبیا وادم بین الماء والطین۔ ارے اعلان نبوت سے پہلے کے چالیس سال تو کافر بھی مانتے تھے تم نے کونسا تیر مارلیا ہے۔ وہ پہلے چالیس سال مانتے تھے تم بعد والے تیس سال مانتے ہو ہم چالیس بھی مانتے ہیں اور تیس بھی۔ ہر نبی اپنے اپنے دور میں حضور علیہ السلام کو نبی مان رہا ہے کیونکہ ان کو حکم ہے لتؤمنن بہ۔ صحابہ کرام نے یہ مسئلہ پہلے ہی حل کروالیا متی وجبت لك النبوة یا رسول اللہ؟ فرمایا کنت نبیا وادم بین الروح والجسد حضور علیہ السلام نے وقت کا تعین نہ فرمایا کہ وقت تو بنا ہی بعد میں ہے ورنہ تو یہ ایسے ہی ہوا کہ میں کہوں کب آؤ گے تو تم کہو ایک اور چھ کے درمیان، یا میں کہوں تم کب پیدا ہوئے اور تم کہو جب میرے تائے کی شادی ہوئی تھی، وہ کب ہوئی تھی؟ جب میرا نانا فوت ہوا تھا۔

کیونکہ وقت کے تعین کا مدار تو نظام شمسی وقمری پہ ہے، جب حضور تھے تب نہ شمس تھا نہ قمر تھا نہ زمین تھی نہ زماں تھا۔ اگر کوئی کہے پھر تم بارہ ربیع الاول کو کیا مناتے ہو تو جواب یہ ہے کہ ہم میلاد مناتے ہیں نہ کہ تخلیق اور کنت نبیا میں تخلیق کا ذکر ہے۔

نہ آدم جن ملائک حیسن نہ سورج نہ تارے
اودوں وی نور محمد والا چمکاں سی پیا مارے

خدا نے محبوب کو اپنے جلوے دکھانے کیلئے تخلیق فرمایا کیونکہ حضور علیہ السلام کے علاوہ کس میں تاب تھی کہ خدا کے جلوے دیکھ سکے اس لئے۔ خر موسیٰ صعقا۔ اور سبحن الذی

اسریٰ۔ میں فرق صاف بیان کردیا گیا ہے۔

فرق مطلوب و طالب میں دیکھے کوئی
قصہ طور و معراج سمجھے کوئی
کوئی بے ہوش جلووں میں گم ہے کوئی
کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

آئینہ دیوار میں ہوتا ہے اس میں تصویر تو نظر آتی ہے مگر بولتی نہیں بولے گی تب ہی جب آپ بولیں گے، مصطفیٰ کریم علیہ السلام آئینہ ہیں جس سے جمال خدا نظر آتا ہے بولتے تب ہیں جب خدا کا حکم ہوتا ہے

مصطفیٰ آئینہ روئے خدا
منعکس دروے ہمہ خوئے خدا

.ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ المورد الروی صفحہ نمبر 82 طبع مکہ میں لکھتے ہیں اما اهل مكة يزيد اهتمامهم به علی العيد۔ اہل مکہ بارہ ربیع الاول کو عید سے بڑھ کر مناتے تھے۔

وفات و میلاد ایک ہی دن میں:

اور اگر کوئی کہے کہ وفات بھی تو اسی دن ہوئی تھی تو یہ امر عید ہونے کے مانع نہیں ہے کیونکہ کتب حدیث (مثلاً نسائی) میں یہ حدیث موجود ہے کہ ان من افضل ايامكم يوم الجمعة فيه خلق ادم و فيه قبض۔ تمہارے دنوں میں سے افضل ترین دن جمعہ کا ہے۔ اس میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن ان کا وصال ہوا۔ اس کے باوجود بھی جمعہ کو مسلمانوں کے لئے عید قرار دیا۔ ارشاد رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے ان هذا يوم عيد جعله الله للمسلمين۔ (ابن ماجہ صفحہ 87)

جب آدم علیہ السلام کی پیدائش کا دن عید کا دن ہے تو مصطفیٰ کریم علیہ السلام کے یومِ ولادت کو کیوں نہ عیدوں کی عید کہا جائے۔

تو جب آدم علیہ السلام کا وصال جمعہ کو عید ہونے سے نہیں روکتا تو حضور علیہ السلام کی وفات بھی میلاد شریف کی خوشیوں میں رکاوٹ نہیں بن سکتی اور اس لئے بھی کہ آپ نے فرمایا حياتی خير لكم ومماتی خير لكم۔ میری زندگی اور وفات دونوں تمہارے لیے بہتر

ہیں اور اس لیے بھی کہ سوگ صرف تین دن ہے۔ ہاں مگر عورت کیلئے چار ماہ دس دن ہے۔ جس کا خاوند مر جائے اور وہ غیر حاملہ ہو اربعة اشھر و عشرا۔ یہ عورت و مرد کا حکم ہے جو اس کے علاوہ سوچے گا وہ

؎ حضرت مخنث ہے نہ "ہیوں" میں نہ "شیوں" میں

کیونکہ حدیث میں ہے امرنا لا نحد علی میت فوق ثلاث الا لزوج۔

؎ محمد دین بھی میرا، محمد میری دنیا بھی

عقیدت کا ہے یہ رشتہ، ضرورت کا ہے یہ رشتہ

نبی اکرم ﷺ وجہ تخلیق کائنات بھی ہیں اور اصل کائنات بھی، آپ کی ولادت و بعث اگرچہ سب نبیوں سے آخر میں ہوئی لیکن تخلیق سب سے پہلے ہوئی، اسی لئے شیخ محقق نے مدارج النبوت میں لکھا ہے کہ ھو الاول و الاخر حمد خدا بھی ہے اور نعت مصطفیٰ بھی ہے اور اگر کوئی اعتراض کرے کہ اول و آخر تو ضدیں ہیں پھر ایک ذات میں جمع کیسے ہو سکتی ہیں؟ تو اس کا ایک جواب تو ظاہر ہے کہ خدا کی ذات میں بھی تو دونوں صفتوں کو بیک وقت مانا جا رہا ہے وہاں حقیقتاً سہی اور یہاں مجازاً ہی مان لو۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ہر انسان آگ، ہوا، پانی اور مٹی سے بنا ہے، عناصر اربعہ کے بغیر انسان نہیں بن سکتا حالانکہ کس کو معلوم نہیں آگ اور پانی ضدیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ علی کل شئی قدیر ہے ایک ہی شئی سے ضدین والا کام لے سکتا ہے اور ضدین میں اجتماع کر دینا مخلوق کیلئے محال ہو تو ہو اللہ کیلئے کیا مشکل ہے قرآن مجید میں واذا البحار سجّرت علامات قیامت میں سے قرار دیا گیا ہے کہ سمندروں کو آگ لگ جائے گی۔ عصائے موسوی پانی پہ لگتا ہے تو پانی کو پتھر کی طرح جما کر کھڑا کر دیتا ہے (فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم) یہی عصا پتھر پہ لگتا ہے تو ہر طرف پانی ہی پانی کر دیتا ہے (فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا) ایک اہل حدیث عالم حافظ محمد نے تفسیر محمدی جلد 3 میں اس مسئلہ کو یوں بیان کیا۔

؎ اول نام نبی دا گنیاں سب توں پچھے آیا

رب نے اپنے بارے میں فرمایا: کنت کنزا مخفیا۔ حضور علیہ السلام نے اپنے بارے

میں فرمایا: کنت نبیا۔ وہ بھی کنت یہ بھی کنت۔ جو کنت وہاں ہے وہی یہاں ہے۔ نہ یہ پتہ ہے وہ کب سے ہے نہ یہ پتہ ہے اِس کو کب بنایا ہے، نہ اُس کی کوئی ابتداء انتہا، نہ اس کا کوئی حد "بناں" پتہ چلا وہ بنانے میں اوّل، یہ بننے میں اول، وہ بھیجنے میں اول، یہ آنے میں اوّل تو پھر۔

محمد کی صفت یو چھو خدا سے
خدا سے پوچھیے شان محمد (ﷺ)

(صاحبزادہ افتخار الحسن فیصل آبادی)

جو ہم سے خوش ہے ہم اس سے خوش ہیں:

ایک بزرگ کو حضور علیہ السلام کی خواب میں زیارت ہوئی تو عرض کیا: حضور! آپ کے میلاد پاک کے سلسلہ میں خوشی کرنا کیسا ہے۔ آپ (ﷺ) نے دو لفظوں میں جواب عطا فرما کر تسلّی فرمادی۔ من فرح بنا فرحنابه۔ جو ہماری (آمد کی) خوشیاں مناتا ہے ہم اس پہ خوش ہو جاتے ہیں۔ اس سے روز روشن کی طرح معلوم ہو گیا۔

باقی جتنے بھی فرقے ہیں معتوب ہیں
حکم سے ربّ اکبر کے مغضوب ہیں
ادب کی ہے خضر ہم کو دولت ملی
مذہب حق اہل سنت کی کیا بات ہے

(مولانا ابوداؤد الحاج محمد صادق کا بیان فرمایا ہوا نکتہ)

کنت کنزا مخفیا فا حببت ان اعرف فخلقت محمدا ﷺ سے یہ حقیقت عیاں ہے کہ اس ذات کی پہچان کماحقہ نہ موسیٰ وعیسیٰ سے ہوئی (علیہما السلام) نہ جبریل ومیکائیل سے، نہ زمین وآسمان کی تخلیق سے بلکہ ہوئی تو رحمۃ للعالمین سے اسی لئے اپنا تعارف بھی ان کے ذریعے کرایا ھو الذی ارسل رسو له۔

ایک حسین دوسرے حسین کو فیل کر دیتا ہے ایک فنکار دوسرے کی منڈی ڈاؤن کر دیتا ہے مگر مصطفیٰ علیہ السلام تمام حسینوں سے بڑے حسین ہو کر بھی کسی کو فیل کرنے نہیں آئے بلکہ سب کا مرتبہ ومقام بڑھانے کیلئے آئے ہیں۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کے سامنے کسی نے ایک مصرعہ اس طرح پڑھا کہ

شان یوسفی بھی گھٹی تو یہیں آ کے گھٹی

فرمایا! ہمارے آقا کی شان کو ... یوں پڑھو کہ

شان یوسفی بھی بڑھی تو یہیں آ کے بڑھی

(سیدی ابوالبرکات علیہ الرحمہ سے سنا ہوا نکتہ)

آئینہ دیکھو تو نگاہ نیچے ہوتی ہے مگر آسمان نظر آ رہا ہوتا ہے، اولیاء کو دیکھو تو نگاہ بندے کی طرف ہوتی ہے مگر جلوۂ مصطفیٰ نظر آ رہا ہوتا ہے کہ انہی کے جلوے کے فیض سے ولایت ملتی ہے اور مصطفیٰ کو دیکھو تو جلوۂ خدا نظر آتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہر نبی کے پاس جبریل امین کچھ (وحی) دینے کیلئے آتے ہیں اور سرکار کی بارگاہ میں صرف دینے نہیں بلکہ ان کی رحمت سے اپنا حصہ لینے بھی آتے ہیں۔ دینا تو ایک ہی بار میں ہو سکتا ہے اور لینے کیلئے چکر لگانے پڑتے ہیں۔

سب درباروں سے اونچا ہے دربار تیرا
کیا ہوتے ہیں دارا و سکندر "سائیں"
حیرت ہے وہ قدم قدم پہ کیوں بھٹک رہی ہے
پایا ہے جس قوم نے تجھ سا رہبر سائیں

محمد و حامد (صلی اللہ علیہ وسلم):

معزز علماءِ ملتِ اسلامیہ، شمع رسالت کے پروانو! قرآن و سنت کے فدا کارو! نوجوانان و نونہالان امت، پردہ نشین خواتین ملت۔

تفصیل سے کہوں تو کہے جاؤں تا بہ حشر
اجمال سے کہوں تو فقط ایک "لفظ" ہے

اور وہ لفظ محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

نرمایاں ہے بار الٰہا! یہ کس کا نام آیا

کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کیلئے

اگر چہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام شان والے ہیں سب کے نام عظمت والے ہیں مگر من حیث الاسم کسی نبی کے نام میں کوئی نمایاں عظمت وخوبی نظر نہیں آتی مثلاً دیکھو! آدم کا معنیٰ ہے گندم گوں، نوح کا معنیٰ آرام وسکون (یا نوحہ سے ہے) موسیٰ کا معنیٰ پانی سے نکالا ہوا (اُسترے کو بھی عربی میں موسیٰ کہتے ہیں) عیسیٰ کا معنیٰ ہے سُرخ رخساروں والا، یحییٰ کا معنیٰ لمبی عمر والا، یعقوب کا معنیٰ پیچھے آنے والا، اسحٰق کا معنیٰ ہے ہنسنے والا اور جبکہ احمد کا معنیٰ ہے بہت زیادہ تعریف کرنے والے ہیں اور محمد کا معنیٰ ہے جس کی بہت زیادہ تعریف کی جائے۔ یہ اپنے رب کی بہت تعریف کرنے والا اور خدا اور خدائی کی ساری خدائی حضور علیہ السلام کی زیادہ تعریف کرنے والی ہے۔ احمد بھی حمد سے ہے محمد بھی حمد سے ہے ان کی امت حمّادون ہے بہت زیادہ تعریف کرنے والی (وامته الحمّادون) یہ بھی حمد سے۔ ان کا جھنڈا لواء الحمد۔ یہ بھی حمد سے (ولواء الحمد يومئذ بيدى) ان کا مقام مقام محمود۔ یہ بھی حمد سے ہے۔ ان پر نازل ہونے والی کتاب کا آغاز الحمد سے۔

رتبہ در حبیب کا سب کی نظر میں ہے
اب تک نشان سجدہ جبین قمر میں ہے
اقبال تیری دید بھی کیا دید ہو گئی
جب سے سُنا کہ یار لباس بشر میں ہے

اللہ تعالیٰ ہر ایک کے قریب ہے مگر ہر کوئی اللہ کے قریب نہیں ہے اللہ کے قریب وہی ہے جو مصطفیٰ کے قریب ہے۔ جن کی نظر مٹی کو سونا، نادانوں کو دانا بناتی ہے جن کی صحبت سے گونگے گویا ہوتے ہیں، جن کی تربیت ناشناسوں کو شناسا بناتی ہو، جن کے فیض سے نادار دارا بنے، جن کی رحمت غلاموں کو آقا بنائے، جن کے معجزوں نے مردوں کو مسیحا بنایا، جن کے کرم نے چوروں کو قطب اور راہزنوں کو راہبر بنایا جس کا ذکر خطبہ وآذان میں ہے اور ساری مخلوق کی زبان پہ ہے۔ جس کا یہ محبوب ہے وہ بے عیب ہے تو یہ بھی لاریب ہے۔ وہ کائنات کا رب یہ کائنات کا سبب۔ وہ بے مثل وبے مثال یہ لاجواب وباکمال، اس کا جسم

نہیں اور اس کا سایہ نہیں۔ اس جیسا کوئی ہے نہیں اس جیسا اس نے کسی کو بنایا نہیں، وہ مغفرت والا یہ شفاعت والا، وہ دنیا بنانے والا یہ دنیا کو بخشوانے والا، وہ جنت بنانے والا یہ بسانے والا، وہ دوزخ کی آگ جلانے والا یہ نار جہنم بجھانے والا، وہ تخلیق والا یہ تقسیم والا وہ پکڑنے والا یہ چھڑانے والا۔

ذرّے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے
حدا وسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

وجود کے لحاظ سے لا الہ الا اللہ پہلے، ماننے کے لحاظ سے محمد رسول اللہ پہلے، شان میں خدا پہلے ایمان میں مصطفیٰ پہلے، مغالطہ نہ کھا جانا توحید خدا کے ماننے کا نام ہے اور جس توحید میں رسالت نہ ہو وہ نا قابل قبول ہے۔ اسی لئے شیطان کو یا سکھ کو موحد کہہ سکتے ہیں، ہندو اور مشرک کو نہیں۔ ثابت ہوا کام صرف توحید سے نہیں بلکہ ایمان سے چلے گا اور رسول کو ماننا ایمان ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ تم (سنی) حضور کو خدا سے ملا دیتے ہو میں کہتا ہوں ہم رسول کو خدا سے کیا ملائیں گے رسول خود ہمیں خدا سے ملانے آئے ہیں۔ شرک تو نہیں ہے ناں؟ عجیب بات ہے وہ ہمیں ملائیں تو شرک نہیں ہم ان کو ملائیں تو شرک؟ ایک کروڑ بار اللہ اللہ کہہ ڈالوں صرف ذکر ہوگا تعریف نہیں صرف ایک بار محمد کہو ذکر بھی ہو گیا تعریف بھی ہو گئی کہ محمد کا معنیٰ ہی تعریف کیا ہوا ہے۔

ان کا کام ہے وہ اہل سیاست جانیں
اپنا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

ایک کروڑ بار اللہ اللہ کہو ہونٹ جُدا رہیں گے ایک بار محمد کہو ہونٹ دو بار مل جائیں گے یہ نام صرف لبوں کو آپس میں ملاتا ہی نہیں اس نام والا گرتوں کو اُٹھاتا بھی ہے۔ ڈوبتوں کو تراتا بھی ہے، بچھڑوں کو ملاتا بھی ہے، اجڑوں کو بساتا بھی ہے، بندوں کو خدا سے ملاتا بھی ہے۔ اس نام پہ اللہ تعالیٰ نکتہ چینی کیسے گوارا کرے گا۔

خدا در انتظار حمد ما نیست ۔ محمد چشم بر راہ ثنا نیست

محمد حامد حمد خدا بس، خدا مداح شان مصطفیٰ بس

(مولانا عبید اللہ اعظمی انڈیا۔ علامہ عبدالوحید ربانی ملتانی اور مولانا حافظ فاروق خان سعیدی کی تقاریر سے مع ترامیم وتصرفات)

فضل ورحمت:

قل بفضل اللہ و برحمته فبذلك فليفرحوا۔ تو جب فضل ورحمت پہ خوشی منانا لازم ہے تو فضل عظیم اور رحمۃ للعالمین کی آمد پر خوشیاں کیوں نہ منائی جائیں۔ کیونکہ ربوبیت (پرورش) بعد میں ہوگی اور رحمت پہلے ہوگی اس لئے کہ پرورش رحمت ہی کا تو تقاضا ہے۔ رحمت ہوگی تو تربیت وربوبیت ہوگی۔ رحمت والے آقا کو مانا جائے گا تو خدا کو ماننا بھی قابل قبول ہوگا ورنہ نہ صرف عبادات بلکہ اللہ پر ایمان لانا بھی نا قابل قبول ہوگا اس لئے قل هو اللہ احد فرمایا کہ تیرے کہنے سے مانے تو قبول ورنہ توحید بھی نا قابل قبول۔

(ابن شیخ القرآن مفتی عبدالشکور ہزاروی)

ہمہ انبیاء در پناہ تو اند مقیم دربار گاہ تو اند
تو ماہ منیری ہمہ اخترند تو سلطان ملکی ہمہ چاکراند

عظمتِ مصطفیٰ پر ایک ادیبانہ تقریر

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتم کمال بے ادبی ست

ذرۂ بے مقدار کی کیا تاب کہ خورشید عالم تاب کی جلوہ نمائی میں آئینہ داری کرے۔ کائنات پر محیط اس موضوع پر عظیم ہستیوں کے پسینے چھوٹ چکے ہیں۔ اور بندۂ ناچیز کو تو ہر لمحے ہر گھڑی ہر آن ہر ساعت ہر لحظہ ہر وقت ایمان کی زنجیر ٹوٹتی نظر آتی ہے۔ اور ایسا لگتا ہے کہ کسی ساحل بحر پہ چل رہا ہوں اور ذرا سی لغزش سے تحت الثریٰ میں پہنچ جاؤں گا۔ فخر موجودات سرورِ کائنات کی حیات طیبہ کا ہر لحہ آپ کا اُٹھا ہوا ہر قدم آپ کے دہن مبارک سے ادا شدہ ہر لفظ ان کے دست اقدس سے مس شدہ ہر شے حتیٰ کہ اُن کی نگاہ کی ہر سمت ایک تفصیل چاہتی ہے ایسی تفصیل کہ جس کی وسعتیں لامحدود ہیں اور جس کے بیان سے کئی ضخیم جلدیں مرتب ہو سکتی ہیں۔ لیکن پھر بھی قلب حیران اور افکار پریشان کے ساتھ سیرت مبارکہ کے چند سادہ اور مختصر پہلو پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔

فرمایا: انا اعطیناك الکوثر۔ اے محبوب ہم نے آپ کو بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب کو فضل و شرف، عزت و کرامت کا خزانہ و منبع اور مصدر و مرکز بنایا۔ حسن ظاہر بھی دیا حسنِ باطن سے بھی نوازا۔ نسب عالی بھی دیا۔ نبوت بھی، کتاب بھی اور حکمت بھی، علم و معرفت بھی اور شجاعت و وجاہت بھی، حوض کوثر بھی دیا۔ اور مقام محمود بھی، کثرت اُمت بھی دی۔ اور دشمن پر غلبہ بھی۔ غرضیکہ بیحد و بیشمار نعمتوں سے نوازا۔ یوں تو تمام رفقاءِ رسول (ﷺ) اپنے مقدس رسول کی بابرکت مدح و ستائش میں رطب اللسان ہے لیکن اُمِ معبد کا اپنا ہی انداز ہے۔ فرماتی ہیں پاکیزہ رو،

کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، صاحبِ جمال، آنکھیں سیاہ و فراخ، بال لمبے، گھنگھریالے اور گھنے، آواز میں بھاری پن، بلند گردن، سرگیں آنکھیں، باریک و پیوستہ ابرو وقار کے ساتھ ساتھ دلبستگی لیے ہوئے، دور سے دیکھنے میں پرکشش و دلفریب قریب سے دیکھنے میں کمال حسین، کلام پھولوں جیسے الفاظ سے معمور، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی، میانہ قد، کوتاہ سخن نہ فضول گو۔ رخ زیبا کی اس تصویرِ حسن و جمال کے ساتھ خانوادۂ ابراہیمی کی زبان سے نکلے ہوئے ان تیکھے الفاظ کی دھار دیکھیں۔ یہی سیرت النبی ہے یعنی یہ کہ عرفان میرا سایہ ہے۔ عقل میرے دین کی اصل ہے۔ محبت میری دنیا ہے۔ شوق میری سواری ہے۔ ذکرِ الٰہی میرا مونس ہے۔ اعتماد میرا خزانہ ہے۔ حزن میرا رفیق ہے۔ علم میرا ہتھیار ہے۔ صبر میرا لباس ہے۔ خُدا کی رضا میری غنیمت ہے۔ عاجزی میرے لیے وجہ اعزاز ہے۔ زُہد میرا پیشہ ہے۔ یقین میری طاقت ہے۔ صدق میرا اسفارشی ہے۔ طاقت میرا بچاؤ ہے۔ جہاد میرا کردار ہے اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

اپنے آقا علیہ السلام کی بے داغ جوانی و بچپن پر نگاہ ڈالیں تو قلبِ سلیم اس بات کی تصدیق کرتا ہے۔ لَوْ لَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ۔ آپ ہی کی شان ہو سکتی ہے جب مالک ارض و سما خالق زمین و آسمان کا سحاب کرم زندہ امیدوں اور تابندہ آرزوؤں کی لاکھوں جنتیں اپنی آغوش رحمت میں لیے ربیع الاوّل کے ماہ مقدس کی بارہ تاریخ کی صبح دلنواز اور سحر نشاطِ انگیز کو فاران کی چوٹیوں پر جلوہ گر ہوا۔ اور بلدِ امین کی مبارک وادیوں میں کھل کر جھوم کر نکھر کر، گرج کر برسا تو انسانیت کی خشک کھیتیاں لہلہا اٹھیں۔ اخلاق و تمدّن کے باغ میں بہار آ گئی روحانیت و طریقت کے سبزۂ پامال میں نزہت و لطافت پیدا ہوگئی، اعمالِ صالحہ کے خشک چشمے رواں ہو گئے۔

اور سرکشی کی بادسموم نسیم سحر میں تبدیل ہوگئی۔ انسانیت کے خزاں رسیدہ چمن میں فصل بہار کا دور دورہ ہوگیا۔ فضائے عالم مسرتوں کے نغمات سے گونج اُٹھی۔ انسان کو زندگی اور زندگی کو نئے ولولے عطا ہوئے آسمان نے جھک کر زمین کو تہنیت پیش کی کہ تیرے بخت بلند نے یاوری کی اور تیرے خوش نصیب ذروں کو اس ذاتِ اطہر و اعظم کی پابوسی کی سعادت

حاصل ہوئی جو عالم موجودات کے سلسلہ ارتقاء کی آخری کڑی ہے۔ جس سے شرف انسانیت کی تکمیل ہوگئی جو علم و بصیرت کے اس افق اعلیٰ پر جلوہ بار ہے جہاں عقل و عشق فکر و نظر اور دین و دُنیا قوسین کی طرح آپس میں ملتے ہیں۔ جو دانش نورانی اور حکمتِ برہانی کے اس بلند مقام پر فائز ہے، جہاں غیب و شہود کی وادیاں دامن نگاہ میں سمٹ آتی ہیں۔ فلک اُن کی تعظیم کیلئے جُھکا۔ زمین نے خاک آلودہ پیشانی سجدہ سے اُٹھائی کہ آج اس کی قرن ہا قرن کی دعائیں شرف یاب ہوگئیں۔ صحرائے حجاز کے ذرّے جگمگا اُٹھے۔ دنیا سے طاغوتی طاقتوں کے تخت اُلٹ گئے کہ وہ عظیم الشان ہستی جلوہ فرما ہوگئی۔ جس کی آمد ملوکیت و قیصریت کیلئے پیغامِ فنا تھی۔ ایران کے آتش کدوں کی آگ ٹھنڈی پڑ گئی کہ اب انسانی تصورات کی دنیا نار کی جگہ نور سے معمور ہوگی۔ دنیا کے صنم کدوں کے بت لرزہ براندام ہو گئے کہ آج مسلک ابراہیمی کی تکمیل کا دن آگیا۔ شیاطین نے کوہستار میں جا کر سر چھپالیا کہ جور و استبداد کی ہر طاغوتی قوت کے روپوش ہونے کا وقت آگیا دنیا سے باطل کی تاریکیاں ناپید ہوگئیں کہ آج اُس آفتاب عالم افروز کا طلوع ہوا جس کے بھیجنے والے نے اسے سِراجاً مُنِیرا کہہ کر پکارا۔ آنے والے وہ ہیں کہ جن کی آمد کا مقصد یہ بتایا گیا جب وہ تشریف فرما ہوئے تو انہوں نے ان تمام اطواق و سلاسل کو ایک ایک کر کے توڑ دیا جس میں انسانیت صدیوں سے جکڑی چلی آرہی تھی۔ احبار و رہبان کی تقلید کے طوق قیصر و کسریٰ کے استبداد کی زنجیریں توہم پرستی کی بصیرت سوز بندشیں تقسیم انسانیت کے انسانیت کُش نسلی جغرافیائی، وطنی، غیر فطری معیار سب ایک ایک کر کے ٹوٹتے چلے گئے اور پابند قفس لاہوتی کو حریت و آزادی کی فضائے بسیط کو اذن لب کشائی عطا ہوا۔ انسانیت کو اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کی سیدھی راہ مل گئی۔ عقل کو عشق کا جنون اور عشق کو عقل کی فرزانگی عطا ہوئی۔ فقر کو شکوہ خسروی اور بادشاہت کو استغنائے فاروقی عنایت ہوا۔ یہ وہ کریم ذات ہے جس کی بارگاہ میں علامہ اقبال بھی ان الفاظ میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

گویا یوں کہیے کہ کائنات کا افتتاح نورِ پاک مصطفیٰ سے ہوا یہ نور نہ ہوتا تو چمن دہر میں نہ مہر و انجم کی ضیاء ہوتی نہ بہاروں کی شمیم جانفزا ہوتی نہ کلیوں کا تبسّم نہ غنچوں کی چٹک نہ پھولوں کی مہک نہ بلبل کی چہک نہ ہواؤں کی دل افروزی نہ بلبل کا ترنم نہ گل خنداں کی بہارِ دلکشا نہ مہکتے گل نہ چہکتی بلبل مسرت کے لمحات اور خوشی کی شہنائی سب اسی نور کا صدقہ ہے۔ بقول اقبال

خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

الغرض خیالات کے دھارے میں بہہ کر ان گنت ماہ و سال بیت جائیں مگر رسول خدا کی باتیں ختم نہ ہوں۔ معاملہ اُونٹ پر بچوں کی سواری کا ہو یا غلاموں کو آزاد کرنے کا، ضعیفوں کا بوجھ اُٹھانے کا ہو یا تندرستوں کا ضرورت سے زیادہ بوجھ برداشت کرنے کا بات بکری کے دودھ کم ہونے کی ہو یا بوڑھی مائی سے مثالی انسانی سلوک کرنے کی، معاملہ طائف کے بازاروں میں درگزر کرنے کا ہو یا درخت کے نیچے دشمن کو معاف کرنے کا بلاشبہ ہمارے نبی لاثانی ہیں۔ ہمارا ایمان اُس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک اپنے مال و جان اولاد سے زیادہ ہم میں محبت رسول نہ ہو۔ ایک جنگ میں ایک زخمی صحابی دم توڑ رہے تھے حضور کے پاس لایا گیا۔ فرمایا: آخری خواہش کوئی ہے تو بتاؤ۔ صحابی نے اپنے جسم کو گھسیٹا اور سر رسول اللہ کے قدموں میں ڈال دیا کہ یہی زندگی کی آخری اور واحد خواہش ہے۔ بقول ظفر علی:

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

یہی وہ نبی ہے عظمت والا جس کو نہ جان کر مکّے کا سارا شہر جانی دشمن ہو گیا وہ کون سی اذیت ہے جو اس شہر کے باسیوں نے نہیں دی۔ آپ کے گلوئے اقدس میں چادر ڈال کر آپ کی گردن مبارک کو کھینچا جا رہا ہے آپ اپنے خالق کے سامنے سجدہ ریز ہیں آپ کے جسم اطہر پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی جاتی ہے۔ لیکن مصطفیٰ صبر سے تحمل سے برملا علی الاعلان ببانگ دہل ڈنکے کی چوٹ پہ بتوں کی پٹائی کر رہے ہیں۔ آخر وہ وقت آیا کہ تئیس سال کے قلیل عرصے میں ریگزار عرب کے بادیہ نشیں اُستاد اور بکریوں کے چرانے والے

تقدیر امم کے مالک بن گئے اور پھر غلاموں کا یہ عالم ہوا کہ ایک مرتبہ مامون الرشید خلیفہ نے ایک بادل کے ٹکڑے کو دیکھ کر کہا تو جہاں تک جا سکتا ہے جا مصطفیٰ کے غلاموں کی سرزمین کے علاوہ کہیں نہیں برس سکتا۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

بوریا ممنون خواب را حبش
تاج کسریٰ زیر پائے امتش

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی برادری کی تشکیل کر دی، جس میں فارس کا سلمان، روم کا صہیب، حبش کا بلال اور حجاز کا عمر (رضی اللہ عنہم) ایک وحدت کے غیر منقسم اجزاء بن گئے اور یوں انما المؤمنون اخوۃ کی حیرت انگیز تصویر دنیا کے سامنے آ گئی۔ یہی تھی وہ برادری جس کے متعلق جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تمام روئے زمین کے مسلمان جسدِ واحد ہیں تو اس سے فی الواقعہ یہ مقصود تھا کہ اگر کبھی دنیا بھر میں کسی مسلمان کے پاؤں کے انگوٹھے میں کانٹا چبھے تو تمام جہاں کے اہلِ ایمان کی آنکھوں کے آبگینوں میں آنسو چھلک آئیں۔ اگر افریقہ کے صحرا میں کسی حبشی کے سر میں درد ہو تو ایران کے سبزہ زاروں میں محوِ گلگشت شاہنشاہ کا تاج اس کیلئے وبالِ دوش ہو جائے، اگر شام کے میدانوں میں کسی اونٹ چرانے والے کے سینہ پر کسی نابکار کا تیر آ لگے تو اس کی انی، چین کے محلات میں سونے والے خاقان کے جگر سے نکلے۔ اگر مراکش کے چرواہے کے خیمے کی طناب پر کوئی ظالم ہاتھ ڈالے تو قسطنطنیہ کے قصرِ احمر کے ستونوں میں تزلزل واقع ہو جائے۔ اگر دشتِ حجاز میں کسی بیوہ کے بچے کی طرف کوئی نگاہِ بد سے دیکھے تو تمام عالم اسلام کی انگلیاں اس کی آنکھ نکال لینے کیلئے بیک وقت اٹھ آئیں۔ یہی وہ اخوت تھی جس نے چند دنوں میں یہ انقلابِ عظیم برپا کر کے دکھا دیا، جس پر آج تک دنیا انگشت بدنداں ہے۔ لیکن اس کے بعد، اس برادری کے افراد نے اپنی وجہ جامعیت، یعنی رشتۂ ایمان کو ہاتھ سے چھوڑ دیا، اور محض مسلمان کے گھر میں پیدا ہونے پر ہی خوش ہوتے رہے اور جو نتائج و ثمرات ایمان کی وجہ سے پیدا ہونے تھے ان سے محروم کر دیئے گئے۔ نتیجۃً

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

(یہ تقریر میں نے دورِ طالب علمی میں ایک تقریری مقابلہ کیلئے تیار کی تھی)

شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (نکات مختلفہ)

انا اعطینٰك الکوثر:

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جہاں کہیں بھی حضور علیہ السلام کی عظمت کو بیان فرمایا ساتھ اپنا ذکر بھی ضرور کیا مثلاً دیکھئے۔ سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ۔ تبٰرك الذی نزل الفرقان علٰی عبدہ۔ انا ارسلنٰك شاھدا۔ ھو الذی ارسل رسولہ۔ اسی طرح انا اعطیناك الکوثر میں ہے۔اس کی دو وجوہ بیان کی گئی ہیں نمبر 1- یہ کہ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کو چند چند معجزات دیے گئے تو ان میں سے بعض کو لوگوں نے خدا کہنا شروع کر دیا جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کو۔اور حضور علیہ السلام تو سراپا معجزہ بنا کر بھیجے گئے خطرہ تھا کہ کہیں آپ کے ساتھ بھی لوگ اس طرح کا معاملہ نہ کریں کیونکہ عقل اس معاملہ میں ٹھوکر کھا جاتی ہے کبھی سورج کی چمک دیکھ کر اس کو سجدہ کرنا سروع کر دیتی ہے اور کبھی چاند اور ستاروں کو۔

لہٰذا عظمت رسالت کے ساتھ اپنا ذکر فرما دیا تا کہ لوگ جان لیں کہ یہ کمالات حضور علیہ السلام کے ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہیں اور عطا کرنے والا خود اللہ ہے لہٰذا حضور علیہ السلام سب کچھ ہو سکتے ہیں مگر خدا نہیں ہو سکتے۔

نمبر 2- تا کہ کوئی کمالات نبوت کا انکار نہ کر سکے کیونکہ آپ نے خود تو نہ فرمایا کہ میرے اندر یہ یہ کمال ہے یہ کمالات تو اللہ نے دیے ہیں جو فعّال لمایرید اور علی کل شیء قدیر ہے لہٰذا انکار کرنے سے پہلے خدا کی طاقتوں کا اندازہ کرلو کہ حضور کے کمالات کا انکار خدا کی قدرت و طاقت کا انکار ہے۔ دینے والا دے رہا ہے لینے والا لے رہا ہے، کوئی جلتا ہے تو سو بار جلے اور کوئی مرتا ہے تو ہزار بار مرے جب خدا نے آپ کو بے حساب کمالات عطا فرمائے ہیں تو کوئی اور کون ہوتا ہے حساب کرنے والا۔

پھر یہ بات بھی یاد رہے کہ خدا نے اپنے محبوب علیہ السلام کو کمالات دیے ہیں تو واپس لینے

کیلئے (عاریتًا) نہیں بلکہ آپ کو مالک بنادیا۔ اٰتینا نہیں فرمایا کہ دے کر واپس لے لینا نہ سمجھ لیا جائے بلکہ اعطینا فرمایا کہ دیا بھی ہے اور مالک بھی بنادیا ہے۔ اور الکوثر مبالغہ کا صیغہ بتا رہا ہے کہ ہر کمال نکتۂ کمال تک پہنچا کر دیا ہے، اور ہر کمال کثرت کے ساتھ دیا اسی لئے یہاں مطلقاً کوثر فرمایا کسی کمال کا ذکر نہ کیا تا کہ لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ یہی دو چار کمالات عطا فرمائے ہوں گے۔ لہٰذا یہ عقیدہ باطل ٹھہرا کہ حضور علیہ السلام کسی شئی کے مالک و مختار نہیں ہیں۔ حالانکہ اسی باطل عقیدے کے پرستاروں سے اگر پوچھ لو کہ زمین میں فوائد ہیں یا نہیں؟ تو فوراً کہیں گے ہزاروں لاکھوں فوائد ہیں اسی طرح درختوں بلکہ دنیا کی ہر شئی میں هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ ہر شئی تمہارے نفع اور فائدے کیلئے بنائی گئی۔ حالانکہ خدا نے ہمیں زمین دیکر یا درخت دے کر ہم پر احسان نہیں جتلایا بلکہ لقد منّ اللّٰه علی المؤمنین اذبعث فیھم رسولا محبوب دے کر احسان جتلا رہا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ بے فائدہ چیز دے کر احسان جتا رہا ہے (نعوذ باللّٰه) لیکن ہاں علی المومنن ہے ناں؟ تو جو خود کو مومنوں میں نہیں شامل کرنا چاہتا وہ ایسی باتیں نہیں کرے گا تو کیا کرے گا۔ لوگ تو گھر میں کتا بلّی بھی فائدے کے لئے رکھتے ہیں۔

؎ شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

سنو! قرآن بھی رحمت ہے اور صاحب قرآن بھی رحمت ہیں مگر قرآن کی رحمت کے دامن کی وسعت رحمۃ للمؤمنین تک ہے اور صاحب قرآن کا دامن رحمت للعالمین ہیں۔

جیدے ناں دیاں قسماں رب چاوے
ایڈا سوہنا مُڑ کسے دا ناں ای نئیں
جیڑی سینے حضور تو لاوندی اے
اوس ماں. ورگی کوئی ماں وی نہیں
جیڑی دہرتی سرکار نے قدم رکھے
اُوس تھاں ورگری کوئی تھاں ای نہیں

معراجِ مصطفیٰ ﷺ اور عقیدۂ اہلسنّت:

معراج شریف حضور پرنور نور علیٰ نور مسلمانوں کے دلوں کے سرور شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عظیم معجزہ ہے۔ مفسرین عظام، محدثین کرام، محققینِ فہام، مدققین علام اور اولیاء کاملین علیہم الرحمۃ کا معراج شریف کے متعلق عقیدہ یہ ہے کہ نبی پاک صاحبِ لولاک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی ظاہری حیات طیبہ میں حالتِ بیداری میں مسجدِ حرام شریف سے لے کر بیت المقدس، مسجدِ اقصیٰ تک اور مسجدِ اقصیٰ سے پہلا آسمان، پہلے آسمان سے دوسرا، دوسرے سے تیسرے آسمان اور تیسرے آسمان سے چوتھے، چوتھے سے پانچویں، پانچویں سے چھٹے اور چھٹے آسمان سے ساتویں آسمان، ساتویں آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ سے عرشِ مُعلّٰے، عرشِ مُعلّٰے سے لامکاں، جہاں نہ مشرق ہے نہ مغرب نہ شمال نہ جنوب نہ پستی ہے نہ بُلندی جہاں کوئی حدود اربعہ نہیں ہے وہاں جا کر سر کی آنکھوں سے اپنے رب کریم کی زیارت فرمائی ہے۔

میرے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فیض درجت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت، دنیائے اسلام میں عشق رسول کا درس دینے والے مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ القوی نے اسی لیے فرمایا ہے۔

وُہی لامکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں!

میرے دوستو! یہ شرف اور یہ کمال نہ حضرت آدم علیہ السلام کو ملا نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو، یہ عظمت نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملی اور نہ ہی حضرت داؤد علیہ السلام کو، یہ رفعت نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہوئی اور نہ ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کو الغرض ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے مگر اس اکرام اور انعام سے کسی کو بھی نہیں نوازا گیا۔ ہاں اگر نوازا گیا۔ تو آمنہ کے لال، کائنات کے والی حبیب کردگار احمدِ مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نوازا گیا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

صدقے اس انعام کے قربان اس اکرام کے
ہو رہی دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ!

حضرت سرکار موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بڑے پیارے اور لاڈلے رسول تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی کہ قوم بنی اسرائیل کیلئے چٹیل میدان میں سایہ چاہیے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ظللنا علیکم الغمام۔

''ہم نے ابر کو تمہارا سائبان کیا''۔

اگر عرض کی کہ ان کیلئے اچھی قسم کا کھانا چاہیے تو خداوند کریم کا فرمان ہے:

وانزلنا علیکم المنَّ والسَّلویٰ۔ (پارہ 1 رکوع 6)

''اور ہم نے تم پر من وسلویٰ اُتارا''۔

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کیلئے پانی کے متعلق عرض کیا تو فرمانِ ایزدی ہے:

واذ استسقٰی موسٰی لقومہٖ فقلنا اضرب بعصاك الحجر فانفجرت منه اثنتا عشرة عینا قد علم کل اناس مشربهم۔ (پارہ 1 رکوع 7)

''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کیلئے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا اس پتھر پر اپنا عصا مارو۔ فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہ نکلے۔ ہر گروہ نے اپنا گھاٹ پہچان لیا''۔

میرا بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو بھی رب کریم کی بارگاہ میں عرض کیا اللہ کریم نے اُسی وقت اس کو شرفِ قبولیت بخشا۔ مگر جب عرض کیا:

رب ارنی انظر الیك۔

''اے رب میرے مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں''۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لن ترانی۔ (پ 9 رکوع 7)

تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔

اللہ تعالیٰ نے جو جواب ارشاد فرمایا اس پر غور فرمائیں۔ رب کریم نے فرمایا: لن ترانی۔ اے موسیٰ علیہ السلام آپ مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ یہ نہیں فرمایا کہ مجھے کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ بلکہ فرمایا مجھے آپ نہیں دیکھ سکتے۔ کیونکہ اللہ کریم کی زیارت ظاہری حیاتِ طیبہ میں سوائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں کرسکتا۔

امامِ اجل جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب انیس الجلیس کے صفحہ 105 پر روایت نقل فرمائی ہے جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے عرض کیا: رب ارنی انظر الیك۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام مجھے ایک مسئلہ بتاؤ کہ کیا یتیم کا حق مارنا جائز ہے؟ تو حضرت موسیٰ نے عرض کیا: یتیم کا حق مارنا جائز نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ظاہری حیاتِ طیبہ میں حالتِ بیداری میں میری زیارت کرنا یہ صرف یتیم بمعنےٰ دُرِ یتیم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی حق ہے۔ لہٰذا سوائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے میری کوئی زیارت اس دُنیا میں نہیں کرسکتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب زیادہ اصرار کیا تو اللہ کریم نے اپنی تجلی دکھانے کے متعلق چالیس رات انتظار کرنے کا وعدہ فرمایا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

واذ وٰعدنا موسٰی اربعین لیلۃً۔

''اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ فرمایا''۔

عالی حضرات! ذرا مقامِ مصطفیٰ دیکھئے کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا کہ چالیس راتیں انتظار کرو مگر جب اپنے حبیب کا مقام آیا تو فرمایا:

جیسا کہ معارج النبوۃ میں علامہ کاشفی علیہ الرحمۃ نے نقل فرمایا ہے کہ

اے جبریل! آج رات گوشۂ اطاعت و بندگی چھوڑ دے۔ اپنے اوراد و تسبیح وتہلیل کو ترک کردے۔ طاؤسی پاکیزہ مرصّع منوّر پروں کو جنت الفردوس کے لباس اور زیور سے آراستہ کرا اور میرے حبیب کی خدمت کیلئے تیار ہو جا۔ کلاہ فرمانبرداری سر پر رکھ لے۔ میکائیل سے کہو کہ رزق کا پیمانہ ہاتھ سے علیحدہ کردے۔ اسرافیل سے کہو کہ صور کو کچھ عرصہ کیلئے موقوف

کر دے۔ عزرائیل سے کہو کہ کچھ دیر کیلئے روحوں کو قبض کرنے سے ہاتھ اُٹھا لے۔ فراشان نور وضیاء سے کہہ دو کہ آسمانوں کے طبقات کو نور کے جھاڑو اور عیش و سرور کے جاروب سے صاف کریں۔ صدق و صفا کے نقارچیوں سے کہہ دو کہ جود وعطاء کے نقارے کو دار بقا کے اطراف و اکناف میں بجائیں۔ رضوان سے کہہ دو کہ بہشت بریں کی درجہ بندی کرے مالک دربان دوزخ سے کہہ دو کہ منازل دوزخ کو حلم و تسکین کے قفل اور تالے لگا دے۔ سمندر موجزنی سے باز رہیں۔ ہوائیں طوفان نہ اٹھائیں۔ افلاک سیر و سلوک سے آرام کریں۔ خلد بریں کی حوروں سے کہہ دو کہ آراستہ پیراستہ ہو جائیں اور جنت کے محلات کی چھتوں پر صف بستہ کھڑی ہو جائیں۔ حاملانِ عرش سے کہہ دو کہ فلک اطلس کو مقدس لباس پہنائیں۔ کرسی کے سر پر تاجِ قدسی رکھیں۔ مشرق سے لے کر مغرب تک جس قدر قبریں ہیں ان سے عذاب اُٹھا دیا جائے۔ تمام دنیا کو عطرِ محبت اور بخور مودّت سے معطّر کر دیا جائے۔

کسی شاعر نے اسی لیے کہا ہے کہ جب آسمانوں کو سجایا جا رہا تھا تو ملائکہ ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ ع

فلک بھر کیوں سجایا جا رہا ہے

تو دوسرے ملائکہ جواباً یہ کہتے تھے کہ ع

کوئی مہمان بُلایا جا رہا ہے!

(مولانا ضیاء اللہ قادری)

نور و بشر کی بات:

بات سے بات نکلتی ہے کوئی نور پہ زور دیتا ہے کوئی بشر پہ۔ کوئی صرف انسان کہنے پہ اکتفا کر دیتا ہے کوئی محبوب خدا بھی کہنے پہ اصرار کرتا ہے اس میں شک نہیں کہ آپ انسان بھی ہیں نور بھی ہیں بشر بھی ہیں محبوب خدا بھی ہیں مگر ایک گروہ کا انداز منفی ہے جب کہ ہم مثبت انداز کے قائل ہیں۔ کوئی شخص کہے گلاس آدھا پانی سے بھرا ہوا ہے اور دوسرا کہے گلاس آدھا خالی ہے تو پہلے کا انداز مثبت ہے دوسرے کا منفی ہے اور دین کے معاملے میں مثبت

انداز سے ایمان پختہ ہوتا ہے اور منفی انداز سے ایمان کی نفی کا ثبوت ملتا ہے یہ کہنا کہ حضور علیہ السلام کی شان سب (مخلوق) سے بلند و بالا ہے یہ مثبت انداز ہے اور یہ کہنا کہ آپ کی شان اللہ سے نیچے ہے (بات درست ہے اور ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے مگر) انداز منفی ہے اور اللہ نے بھی قرآن میں مثبت انداز بیان ہی اپنایا ہے۔

تلك الرسل فضلنا بعضهم علی بعض۔ یوں بھی ہوسکتا تھا کہ ہم نے بعض نبیوں کی شان بعض سے کم بنائی ہے ظاہر ہے مفضول افضل سے کم شان والا ہی ہوتا ہے مگر خدا اپنے محبوبوں کی نسبت کمی کی طرف نہیں فرماتا۔ ورفعنالك ذكرك اگرچہ خدا کا ذکر مصطفیٰ سے بلند ہے مگر خدا نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے اپنے محبوب کے ذکر کو اپنے ذکر سے کمتر کر دیا کیونکہ یہ منفی انداز ہے۔ لہٰذا یہی کہتے رہنا کہ حضور بلند ہیں۔ آپ کا ذکر بلند ہے، آپ کی شان بلند ہیں، آپ کے صحابہ و اہل بہت بلند ہیں، آپ کی امت کے اولیاء بلند ہے۔ آپ کے قدموں کی خاک بلند ہے۔ ارے! یہ کوئی کہنے کی بات ہے کہ آپ کا مقام خدا سے نیچے ہے یہ تو ساری دنیا جانتی ہے اور یہ انداز محبت نہیں ہے، جو کہنے کی بات ہے وہ کرو کہ حضور بلند ہیں۔

شفیع محشر حبیب داور وکیل امت لقب ہیں کیا کیا
تمہارے ہوتے خطا کی پرسش مجھے تو اس کا یقیں نہیں ہے

(کامل نظامی دہلوی)

کوثر سے کیا مراد ہے؟:

تو آیئے ذرا کوثر کی بات بھی کر لیں کہ کوثر صرف حوض نہیں ہے کہ جنت کا ایک تالاب دے کر احسان جتایا جا رہا ہو جبکہ حضور علیہ السلام کے خدا سے ڈرنے والے امتی کی شان یہ ہے کہ اس کو دو پوری جنتیں ملیں گی ولمن خاف مقام ربه جنتان۔ تو امتی کو دو جنتیں اور آقا کو ایک تالاب، اعلیٰ کو ادنی شئی دیکر احسان نہیں جتایا جاتا، اگر حضور علیہ السلام جنت سے اعلیٰ نہ ہوتے تو حضرت ربیعہ بجائے حضور سے حضور کو مانگنے کے جنت مانگتے۔ مگر انہوں نے کہا: اسئلك مرافقتك فی الجنة۔ اسی لئے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کوثر سے مراد ہر

کمال کی کثرت ہے۔ یا معنیٰ ہوگا کہ آپ کو کثرتوں کی کثرت یعنی خود خدا مل گیا اور کیا چاہیے جو باقی رہ گیا ہو۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپکی صرف دعا ہی نہیں، دل میں آنے والی خواہش بھی خدا پوری فرماتا ہے جو تیرا ہو کر آئے گا و استغفر لهم الرسول لوجد وا الله توابا رحیما۔ اور جو تیرا ہو کر نہیں آئے گا استغفر لهم او لا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعین مرة فلن یغفر الله لهم۔ کہ تیری رحمت کا تقاضا تو یہی ہے کہ تو دشمنوں کے لئے بھی معافی مانگ لے مگر میری محبت کا تقاضا یہ ہے کہ میں تیرے دشمنوں کو کبھی معاف نہ کروں گا اور ان کو مزہ چکھا کے چھوڑوں گا بلکہ پھر بھی نہیں چھوڑوں گا (خٰلدین فیها ابدا)

انبیاء ٹھہرے ہیں جن کے مقتدی ان پر سلام
اولیاء ٹھہرے ہیں جن کے امتی ان پر سلام
جن کے مفتوحہ علاقے ہیں مکان ولامکاں
مہر و مہ کرتے ہیں چاکری ان پر سلام

الغرض! جہاں ساری کثرتیں ختم ہوں اس کے آگے کوثر ہے یہی صیغۂ مبالغہ کا مفاد ہے حوض کوثر مراد لینا یا کثرت امت مراد لینا بھی اپنی جگہ حق ہے لیکن صرف یہی نہیں کیونکہ یہ تو جنت کا ایک جُز ہے اور ہمارے آقا نے اپنے غلاموں میں سے حضرت عثمان کو تقریباً اٹھارہ مرتبہ پوری پوری جنت بیچ دی ہے۔ اور جو صرف ایک جز کا مالک ہو وہ پوری شئی کیسے بیچ سکتا ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ جہان کی ساری کثرتیں دینے کے بعد فرمایا اب میری وحدانیت بھی تیری ہے کہ تو میرا ہو جا (اور کہہ ان صلاتی و نسکی ومحیای ومماتی لله رب العلمین۔ تا کہ فصل لربك وانحر پہ عمل ہو جائے من کان الله کان الله له۔ تو کہہ: لا اله الله، میں کہوں: محمد رسول الله۔ میں کہوں انا وانت وما سواك خلقت لا جلك۔ اور تو کہہ انت وانا وما سواك ترکت لا جلك۔ اب پڑھو: من یطع الرسول فقدا طاع الله۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن الله رمیٰ۔ ان الذین یبا یعونك انما یبایعون الله۔

؎ خدا کا وہ نہیں ہوتا خدا اس کا نہیں ہوتا
جسے ہونا نہ آتا ہو تمہارا یا رسول اللہ

اور ہاں ہاں تم صرف حوض کی بات کرتے ہو میرے آقا نے تو پوری جنت کو ماں کے قدموں میں رکھ دیا ہے: الجنۃ تحت اقدام الامھات۔

؎ وہ صحراؤں میں بھی پانی پلا دیتے ہیں پیاسوں کو
کہ انکی انگلیوں میں بھی سمندر رقص کرتا ہے
زمین و آسماں بھی اپنے قابو میں نہیں رہتے
تڑپ کر جب محمد کا قلندر رقص کرتا ہے
خیال آتا ہے جب گرمیٔ روز قیامت کا
غم عصیاں سرِ دریائے کوثر رقص کرتا ہے
لگی ہے بھیڑ ان کے درِ معلّٰی پر فرشتوں کی
یہ کس کا نام لے لے کر مظفر رقص کرتا ہے

(مظفر وارثی)

(مندرجہ بالا تحریر انا اعطینک الکوثر کے موضوع پر مختلف علماء کرام بشمول پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری، سید عرفان شاہ مشہدی، علامہ شاہد صدیقی مرحوم کی تقاریر سے حاصل شدہ نکات کا مجموعہ ہے)

شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی خان صاحب کے تین نکتے:

حضرت شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی صاحب داتا دربار حاضری دے کر واپس پیلی بھیت جا رہے تھے کہ ریل میں چند تبلیغیوں سے ملاقات ہوگئی۔ جب پتہ چلا کہ داتا دربار سے آرہے ہیں تو بولے: سنا ہے وہاں جا کر لوگ جنتی ہو جاتے ہیں، آپ بھی جنتی ہو گئے؟ فرمایا:

ہاں بیشک میں جنتی ہوں۔

تبلیغی: حضرت کے ہاتھوں پاؤں کو سونگھ کر، ہرگز نہیں۔ آپ جنتی ہیں ہی نہیں اس لیے کہ حضور فرماتے ہیں کہ جو جنتی ہوگا اس کے جسم سے جنت کی خوشبو آئے گی آپ جنتی ہوتے تو ضرور ہمیں وہ خوشبو ملتی جس کی بشارت حضور نے دی ہے۔

شیرِ اہلسنّت: اچھا یہ بتایئے کہ حضور ﷺ کی یہ حدیث ہے یا نہیں کہ جہنمی پر جنت کی خوشبو حرام ہے تم جہنمی ہو میں جنتی ہوں میری خوشبو ہی تیرے اوپر حرام ہے تو پھر آئے کہاں سے۔

❁ حضرت شیرِ اہلسنّت نے مناظرہ ادری میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب دانائے غیوب ﷺ جملہ ما کان وما یکون کے عالم ہیں اس پر حضور شیرِ اہلسنّت نے دلائل و براہین کے انبار لگا دیئے جو مناظرہ ادری میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ منظور سنبھلی نے کہا کہ مولانا اللہ تعالیٰ نے حضور کو شعر کا علم نہیں دیا حالانکہ یہ بھی ما کان وما یکون میں سے ہے تو کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ رسول ﷺ نے کبھی بھی کوئی شعر کہا ہو تو فی شعر پانچ روپے انعام دوں ارے مولانا حضور نے تو شعر بھی پڑھا تو غلط پڑھا ہے۔

شیرِ اہلسنّت علیہ الرحمہ نے جواباً ارشاد فرمایا:

مولوی جی علم کا معنی ہمیشہ دانستن ہی آتا ہے کبھی لفظ علم سے ملکہ مراد نہیں ہوتا، جب کہ علم کا معنی ملکہ ومہارت بھی آتے ہیں تو آیت کریمہ وما علمنٰہُ الشعر وما ینبغی لہٗ کا معنی یہ ہوگا کہ اے محبوب ﷺ آپ کو میں نے شعر کا ملکہ ومہارت نہیں دی اور نہ شعر بنانا آپ کی شایان شان ہے۔ پھر ملکہ کی نفی سے علم کی نفی کیسے ثابت ہوگئی کیا علم اور ملکہ دونوں ایک ہیں یا علم کو ملکہ لازم ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی تمام عمر شریف میں کوئی شعر نہیں فرمایا مگر شعر نہ کہنے سے نہ جاننا کیسے لازم آسکتا ہے کیا یہ لازم ہے کہ جو شخص عمر بھر شعر نہ کہے اس کو حقیقت شعر کا علم بھی نہ ہو اچھا تو آپ فرمایئے کیا اللہ عزوجل نے کبھی کوئی شعر کہا ہے اگر ہاں تو فی شعر پانچ روپے انعام آپ کو دیا جائے گا اگر فی الواقع اللہ تعالیٰ نے کبھی کوئی شعر نہیں کہا ہے تو کیا آپ کے اصول پر یہ لازم نہیں آتا کہ معاذ اللہ خدائے پاک بھی شعر نہیں جانتا یہ دیکھئے علامہ امام قاضی عیاض علیہ الرحمہ شفا شریف صفحہ 68 پر فرماتے ہیں:

انما كانت غاية معارف العرب النسب و اخبار اوائلها و الشعر

والبیان وھذا الفن نقطة من بحر علمه صلی اللّٰہ علیه وسلم ولا سبیل الی جحد الملحد مما ذکرناہ۔

''یعنی عرب کے کمالات علمیہ کی نہایت نسب اور متقدمین کے واقعات اور شعر وبیان کا علم جاننا تھا۔ یہ فن حضور ﷺ کے سمندر میں سے ایک نقطہ ہے اس میں سے کسی چیز کے انکار کی کسی بے دین کو گنجائش نہیں''۔

اور اسی مضمون کی تصریح ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے شرح شفا جلد سوم صفحہ 241 پر علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نے نسیم الریاض جلد سوم صفحہ 241 پر فرمائی ہے۔ حضور ﷺ شعر نہیں فرماتے تھے مگر اچھے برے اشعار کو بخوبی پہچانتے تھے بلکہ اصلاح بھی فرماتے تھے چنانچہ حضرت کعب ابن زہیر رضی اللہ عنہ جب نعت پاک صاحب لولاک ﷺ میں ایک قصیدہ تصنیف کر کے بارگاہِ عظمت میں حاضر لائے اور سنایا، جب اس شعر پر پہنچے:

وان رسول اللّٰہ لنار یستضاء بها

وانه لسیف منْ سیوف الهند مسلول

''بیشک رسول اللہ ﷺ ایک ایسی آگ ہیں جن سے روشنی لی جاتی ہے، بیشک حضور ہند کی تلواروں میں سے ایک شمشیر براں ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے فوراً اس کی اصلاح یوں فرمائی:

وانَّ رسول اللّٰہ لنورٌ یستضاء بهٖ وانه لسیف من سیوف اللّٰہ مَسلول

''بیشک حضور ﷺ ایسے نور ہیں جن سے نور حاصل کیا جاتا ہے اور بیشک حضور اللہ کی تلواروں میں سے ایک کھینچی ہوئی تلوار ہیں''۔

اگر حضور کو شعر کا علم مطلق نہ ہوتا تو پھر اصلاح کس طرح فرماتے اور وزن کس طرح سلامت رہتا۔ مولوی جی آپ قرآن وحدیث کے ارشادات تو مشکل سے سمجھیں گے آپ ہی کی زبان میں آپ کو باور کراؤں کہ کوئی شخص یوں کہے کہ مولوی منظور صاحب کو روٹی پکانے کا علم نہیں آتا۔ کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ سنبھلی صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ روٹی توے کے اوپر بناتے ہیں یا تو ا روٹی کے اوپر بلکہ یقیناً یہی مطلب ہوگا کہ آپ کو اتنی مشق ومہارت

نہیں کہ آپ روٹی پکا سکیں، کہئے علم بمعنی ملکہ ہوا یا نہیں۔

ایک مرتبہ حضرت مناظر اعظم ہند حرمین شریفین جا رہے تھے جہاز میں مولوی منظور سنبھلی بھی اپنے چیلوں اور استادوں کے ساتھ موجود تھے ایک مسئلہ کی تفتیش کیلئے حضرت کی بارگاہ میں آیا اور عرض کیا: السلام علیکم! حضرت نے جواب دیا: وعلیکم السلام، آپ کون ہو؟ منظور نے کہا: اتنی جلدی مجھے بھول گئے میں منظور سنبھلی ہوں۔ حضرت نے سینکڑوں مرتبہ لاحول ولا قوۃ پڑھ کر اپنے جوابِ سلام کو واپس لے لیا، پھر فرمایا: یہاں کیوں آئے ہو۔

مولوی منظور نے کہا کہ ایک مسئلہ ہے اس میں ہم لوگ کئی روز سے الجھے ہوئے ہیں معلوم ہوا کہ آپ بھی اسی جہاز میں ہیں۔ اس لیے صحیح جواب کیلئے حاضر ہو گیا ہوں۔ حضرت نے فرمایا: یوں تو مرتد کافر کے سوال کا جواب دینا نہیں چاہیے مگر میں جواب دوں گا تا کہ تم سنی کو عاجز گمان نہ کر سکو۔ بعدہٗ مولوی منظور اکڑ و بیٹھ گیا پوچھا کہ احرام یلملم سے باندھا جاتا ہے اور اس جگہ کی نشاندہی کافر سیٹی بجا کر کرتا ہے دینی معاملہ میں کافر غیر معتمد ہے پھر اس کی سیٹی پر احرام کیوں باندھتے ہیں۔ حضرت شیر بیشۂ اہلسنت جواب دیتے ہیں کہ بس اتنی سی بات میں سارا کنبہ حیران و پریشان ہو، ارے احرام باندھنا یہ ہے مسئلۂ دینی اور اس کا سیٹی بجانا اس بات پر دال ہے کہ اب محاذات یلملم آگیا جو دنیا میں داخل ہے۔ یلملم مسئلۂ دینی نہیں احرام مسئلۂ دینی ہے۔ وہ یلملم کی نشاندہی کرتا ہے نہ کہ اعلان کرتا ہے کہ احرام باندھو۔ الفضل ماشهدت به الاعداء۔

تحویل قبلہ:

قبلہ بنتا ہے اس طرف ہی ریاض
رُخ جدھر کو وہ موڑ دیتے ہیں
جس طرف وہ نظر نہیں آتے
ہم وہ رستہ ہی چھوڑ دیتے ہیں

حضور علیہ السلام نے مکہ شریف سے ہجرت کرنے کے بعد مدینہ شریف میں آکر ابھی سولہ

یا سترہ ماہ ہی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھی تھیں کہ اس دوران آپ کا دل کعبہ ابراھیمی کی طرف کھچتا تھا کیونکہ مکہ میں تو بیت المقدس کی طرف منہ کرنے سے کعبہ کو بھی منہ ہو جاتا تھا، پھر مدینہ کے یہود نے طعنہ بھی دیا کہ دین اپنا رکھتے ہیں اور قبلہ ہمارا استعمال کرتے ہیں اور عجیب بات ہے کہ جب قبلہ تبدیل ہو گیا تو پھر بھی یہود زباں درازی سے باز نہ آئے اور اس پر قرآن گواہ ہے **سیقول السفھاء من الناس**...... **الی اخر الأیۃ**۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جن کا کام ہی طعنہ بازی اور ضد وہٹ دھرمی ہو ان کو حق وباطل سے کیا کام وہ تو ''ہر چہ بادا باد طعنہ زنی کے بہانے ہی ڈھونڈیں گے۔ ؎وہ جن کا کام ڈسنا ہو وہ ڈس جایا ہی کرتے ہیں۔

حضور علیہ السلام اپنے کسی صحابی کے ہاں مسجد قبلتین کی طرف تشریف لے گئے تھے، نماز عصر کا وقت ہو گیا، آقا علیہ السلام اور صحابہ کرام نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد قبلتین میں تشریف لے گئے، نماز میں کھڑے ہوئے تو حضور علیہ السلام اپنا رخ انور بار بار آسمان کی طرف کرتے۔

اس موقع پر یہ بات یاد رہے کہ صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنی امت کو یہ وعید سنائی کہ اگر دوران نماز تم آسمانوں کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھو گے تو خطرہ ہے کہ تمہاری نظر سلب کر کے اللہ تمہیں اندھا کر دے۔ لیکن خود حضور علیہ السلام ایسا کرتے ہیں تو خدا فرماتا ہے **قد نری تقلب و جھك فی السماء** کہ اے پیارے آپ کا چہرہ بار بار آسمانوں کی طرف اُٹھنا ہم دیکھتے ہیں امت کیلئے حکم ہے کہ نگاہ بھی نہ اُٹھاؤ اور نبی علیہ السلام پورا چہرہ اُٹھا رہے ہیں، امت کیلئے وعید ہے کہ تمہیں اندھا کر دیا جائے گا اور نبی علیہ السلام کو فرمایا جا رہا ہے کہ ہم آپ کے چہرے کو تکتے ہیں۔

؎راز و نیاز خاص کو معراج چاہیے
ہاں عام گفتگو کے لئے کوہ طور ہے

چنانچہ ابھی دو رکعتیں ہی پڑھی تھیں کہ تبدیلی قبلہ کا حکم ہو گیا **فول و جھك شطر المسجد الحرام**۔ اور بار بار چہرہ انور اوپر کرنے میں حکمت بھی یہی تھی کہ ادھر سے تبدیلی قبلہ کی خواہش انگڑائی لیتی تو ادھر سے اشارہ ہوتا کر دیں گے، پھر چہرہ اُٹھتا کہ پھر

ابھی کردے تو حکم ہوا جو تیری رضا وہی میری رضا، باقی نبیوں کیلئے یہ تھا کہ جو رب کی رضا وہ ان کی رضا اور مصطفیٰ کریم علیہ السلام کے لئے کلهم يطلبون رضائی و انا اطلب رضاك یا محمد ﷺ۔

قبلہ بدلنے کا سبب کیا تھا؟:

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

چنانچہ کام سارا ہی الٹ ہو گیا چہرے بالکل پیچھے کی طرف پھر گئے امام پیچھے ہو گیا اور مقتدی آگے۔ حضور علیہ السلام چل کر آگے تشریف لائے یا صحابہ کرام چل کر پیچھے ہو گئے۔ انہوں نے نہ سوچا کہ عارضی حکم ہے یا حضور علیہ السلام کی خصوصیت ہو گی، ہمیں تو ابھی کہا نہیں گیا، (کیونکہ ابھی بات اندر ہی اندر تھی) یہ ان کے لئے بہت بڑا امتحان تھا کہ اب قبلہ کی طرف رہیں یا قبلہ کے قبلہ کی طرف رہیں، خدا بھی دیکھنا چاہتا ہے کہ کون قبلہ کی طرف جاتا ہے اور کون محبوب خدا کے پیچھے رہتا ہے ارشاد باری تعالیٰ بھی یہی ہے وما جعلنا القبلة التی کنت علیها الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیه۔ کیونکہ ہر چیز کے بدلنے کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے چاہے مکان یا لباس ہی کیوں نہ ہو، تو تبدیلی قبلہ کا سبب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ کون قبلہ کی طرف جاتا ہے اور کون دامن محبوب میں آتا ہے اور دوسرا یہ بتانا مقصود تھا کہ

دیکھو! محبوباں دی مرضی تے قبلے بدلائے جاندے نیں

صحابہ کرام کیلئے بہت بڑا امتحان تھا کہ ایک طرف عبادت کا معاملہ ہے دوسری طرف تعظیم رسول کا عقیدہ ہے ارشادِ باری تعالیٰ کا یہی مطلب ہے و ان کانت لکبیرة الا علی الذین هدی الله

مگر صحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں اور اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے۔

الا علی الذین ھدی اللّٰہ کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جن خوش نصیبوں کو مقام مصطفیٰ کی معرفت نصیب تھی ان کے لئے یہ مرحلہ کوئی مشکل نہ تھا۔ نماز بھی ہو رہی ہے اور حکم الٰہی کی تعمیل کے ساتھ محبوب خدا کی تعظیم بھی بجالائی جارہی ہے معلوم ہوا کہ صحابہ تو ذات مصطفیٰ کو ہی ہر عبادت کا محور مانتے تھے۔ دل انکی دھلیز پہ جھکے تو ایمان ہے ورنہ اللہ کو ان روکھے سجدوں کی ضرورت نہیں ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سیقول الناس نہیں فرمایا بلکہ سیقول السفھاء فرمایا ہے کہ جو ذات مصطفیٰ پہ یا حضور کے کسی عمل پہ تنقید کرے وہ بے وقوف نہیں تو کیا ہے؟ اور آگے فرمایا ویکون الرسول علیکم شھیدا کہ جو اپنے آپ کو رسول پاک کی نگہبانی میں سمجھے گا وہی اس منصب جلیل کا حقدار ہوگا اور جو نگہبانی کا رتبہ رسالت کے لئے مانتا ہی نہیں وہ منصب امامت کا مستحق کیسے ہوسکتا ہے۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے بھی اپنی زندگی کی ایک نماز میں کھل کر اس عقیدے کو اجاگر کر دیا کہ جب تین دن حضور علیہ السلام مسجد میں تشریف نہ لاسکے اور صحابہ کرام کی آنکھیں جمال محمدی کیلئے ترس گئیں، حضور علیہ السلام نے حجرے کا پردہ اُٹھایا تو ان عاشقوں کو نماز یاد نہ رہی اور چہرۂ والضحیٰ کی زیارت میں محو ہو گئے اور فرماتے ہیں ہم نے دیکھا حضور علیہ السلام کا چہرہ کھلا ہوا قرآن تھا۔ ارے زاہد خشک اور عابد تنگ نظر تو کس نماز کی بات کرتا ہے کہ حضور کا خیال آجائے تو نماز ناقص ہو جاتی ہے کیا صحابہ کرام سے بڑھ کر کسی کی نماز ہوسکتی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر اور کس طرح خیال آئے گا۔ کہ چہرے بھی کعبے سے پھر گئے اور ان کے عشق و محبت رسول نے برملا یہ فتویٰ جاری کر دیا کہ

نمازیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں
نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

بخاری شریف کی اس حدیث کی شرح میں صحابہ کرام کا خوشی سے اچھلنا اور وجد میں آجانا بھی ثابت ہے۔ (علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ اور پروفیسر طاہر القادری کی تقاریر سے)

قدموں میں آپ کے ہے جو راحت کہیں نہیں
اس پر سکون زمین سی کوئی زمیں نہیں

مجھ کو بلا کے آپ نے دی ہیں تسلیاں
ہم پایا میرا اور کوئی ہے؟ نہیں، نہیں
دنیا میں جو بھی حُسن ہے صدقے میں آپ کے
دنیا میں کوئی آپ سے بڑھ کر حسیں نہیں
وہ سر نہیں جو آپ کی راہ میں نہ کٹ سکے
جو در پہ آپ کے نہ جھکے وہ جبیں نہیں
یہ دل ہے اس میں آپ ہیں اور آپ کا خیال
واللہ اس میں اور کوئی بھی مکیں نہیں
یہ شہر بے مثال ہے دل میں بسا ہوا
میں اس سے دور جاؤں گا؟ مجھ کو یقیں نہیں
اسم رسول پاک سے ہے روشنی تمام
اس سے بڑا چراغ منوّر کہیں نہیں

مثلیت وفضیلت:

ہمارے نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دوشانوں کے ساتھ نوازا ایک شان مثلیت ہے جس کا ذکر بشر مثلکم میں ہے تا کہ نبی علیہ السلام کے کمالات دیکھ کر کوئی ان کو خدا نہ کہہ دے اور دوسری شان فضیلت ہے جس کا ذکر تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض اور دیگر متعدد آیات میں فرمایا تا کہ کوئی اپنے جیسا نہ سمجھ بیٹھے، کھانا پینا، سونا، جاگنا، شادی بیاہ یہ شان مثلیت ہے اور چاند توڑنا، ڈوبا ہوا سورج پھیرنا، پتھروں کا کلمہ پڑھنا، درختوں کا چلنا یہ شان فضیلت ہے قرآن میں آپ کی دونوں شانوں کا متعدد مقامات پہ ذکر ہے من ذالذی یشفع عنده میں شان مثلیت ہے اور الا باذنه میں شان فضیلت ہے ما کنت تعلمها انت ولا قومك من قبل هذا میں مثلیت ہے اور تلك من انباء الغيب نوحيها اليك میں فضیلت ہے۔ یاکل الطعام اور یمشی فی الاسواق میں مثلیت ہے اور لا اقسم بهذا البلد میں فضیلت ہے۔ حدیث کی طرف آؤ تو مدینہ کی گلیوں میں چلنا شان

مثلیت ہے اور معراج کی رات عرش پہ چلنا شان فضیلت ہے۔ رمضان کے روزے رکھنا مثلیت میں آتا ہے اور صوم وصال اور ابیت عند ربی یطعمنی ربی و یسقینی میں شان فضیلت کا اظہار ہے۔ میدان اُحد میں زخمی ہونا، دانت مبارک شہید ہونا اور خون نکلنا شان مثلیت ہے اور شب معراج سینہ چاک ہونا، دل کا نکالا جانا، ایک قطرہ خون بھی نہ نکلنا اور پھر آپ کا یہ سب کچھ کھلی آنکھوں سے دیکھتے رہنا شان فضیلت ہے سر کے کان شان مثلیت ہے اور آپ کے دل میں اذنان تسمعان و عینان یبصران شان فضیلت ہے۔ وضو کرنا شان مثلیت ہے لیکن ہر کسی کا سونے سے وضو ٹوٹ جانا اور حضور علیہ السلام کی نیند کا وضو نہ توڑ سکنا شان فضیلت ہے۔ آنکھوں کا سو جانا مثلیت ہے اور دل کا بیدار رہنا فضیلت ہے فاقوں پہ فاقوں کا آنا مثلیت ہے اور آپ کے دو وزیروں کا آسمانوں میں اور دو کا زمیں میں ہونا شان فضیلت ہے۔

وزیر ای فی السماء و وزیر ای فی الارض
ظاہر ہے اس حدیث سے حکومت رسول کی

اور ہاں ہاں ہر کوئی سوتا بھی ہے اور جاگتا بھی ہے مگر آپ کا سونا اور جاگنا کیوں نہ آپ کی شان فضیلت ہو کہ

وہ سو جائیں تو معراج منامی
وہ جاگیں تو خدا سے ہمکلامی

اس تمہید کے بعد اب اصل نکتہ کی طرف آئیں کہ قرآن مجید میں انبیاء کرام کے متعلق انسانوں کے پانچ گروہ بیان کیے گئے۔

1- کافرین: جو فضیلت کا انکار کرتے ہیں اور مثلیت کا اقرار کرتے ہیں ارشاد ہوتا ہے: ما نرٰک الا بشرا مثلنا، قالوا اما انتم الا بشر مثلنا۔

2- مشرکین: کہ فضیلت کا مبالغہ کی حد تک اقرار کرتے ہیں اور مثلیت کا انکار کرتے ہیں۔ وقالت الیھود عزیزن ابن اللّٰہ وقالت النصری المسیح ابن اللّٰہ۔

3- مذبذبین یا متردّ دین و منافقین جو دونوں شانوں میں ڈانواں ڈول ہوں لا

الی ھؤلاء ولا الی ھؤلاء۔ (قرآن پاک میں انکی متعدد مثالیں ہیں)

4- مداھنین یا موھنین۔ جو فضیلت کا صرف اقرار کرتے ہیں اور مثلیت پہ اصرار کرتے ہیں ان کی تقریروں، درسوں، کتابوں میں مثلیت پہ ہی زور رہتا ہے کہ ہمارے جیسے تھے اور جب انکو فضیلت والی آیات واحادیث کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو جھٹ سے کہہ دیا "ہم کب انکار کرتے ہیں، مگر آیات چُن چُن کر مثلیت والی پڑھیں گے کبھی والضحی والیل اذاسجی، لقد من اللّٰہ۔ لعمرك پہ خطاب کرنے کی توفیق ہی نہیں ملی۔ بلکہ عظمت مصطفیٰ کے موضوع پہ تقریر کرنے کو کہا جائے تو ارشاد ہوتا ہے کہ باقی کسی موضوع پہ تقریر کروالو شان مصطفیٰ کا موضوع اس وقت ذہن میں مستحضر نہیں ہے (کما قال الشیخ التھا نوی فی مجلس من مجالس الوعظ۔ جب بڑے حضرت ایسے ہیں تو چھوٹوں کی کیا بات کرنی ہے، واقعی بڑے حضرت "بڑے ہی حضرت ہیں")

5- مؤمنین مخلصین: مثلیت کا اقرار اور فضیلت پہ اصرار کرنے والے۔ نمبر۴ والے مناظروں کی تیاری میں مثلیت والی آیات واحادیث کی تلاش میں رہتے ہیں اور نمبر پانچ والے فضیلتوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔

حضور علیہ السلام کے جسم پہ پسینہ آتا تو ابوجہل بھی دیکھتا اور ابوبکر بھی دیکھتے مگر ابوجہل کو صرف پسینہ (مثلیت) ہی دکھائی دیتا اور صدیق اکبر کی نگاہیں معطر فضاؤں کو تکتی پھرتی تھیں۔ وہ صرف کھانا پینا دیکھتا اور ابوبکر اس کھانے پینے کا سنت اور نور بن جانا دیکھتے۔

ایں خور دگر ددیلیدی زو جُدا
واں خور دگر ددھمہ نور خدا

ابوجہل کو صرف فاقے نظر آتے تھے اور ابوبکر کو حضرت جابر کے گھر چند افراد کا کھانا ہزاروں کا پیٹ بھرتا ہوا نظر آرہا تھا۔ ابوجہل صرف مکہ کی گلیوں میں چلتا ہوا دیکھتا رہا اور ابوبکر اسی چال کی رب تعالیٰ کو قسمیں اُٹھاتا ہوا ملاحظہ کرتا رہا۔

الغرض! اگرچہ مثلیت کا انکار نہیں مگر اس میں دھوکہ دیا جاسکتا ہے اس لئے ایمان کا

اظہار فضیلت پر اصرار سے ہوگا۔

سب جہانوں میں اس نام کا جلتا ہے چراغ
سب زمانوں کا انہیں ہادی و رہبر لکھوں
جن کی تخلیق پر خلاق جہاں ناز کرے
اور نبیوں کے انہیں کیسے برابر لکھوں

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فضیلت پر ہی اصرار فرمایا ہے اور مثلیت کے چکّر میں پڑنے والوں کو جھنجھوڑ کر فضیلت کا نظارہ کرنے کی دعوت دی ہے انظر کیف فضلنا بعضھم علی بعض۔ اے غافل! ذرا دیکھ ہم نے بعض (نبیوں) کو بعض پر کس طرح فضیلت دی ہے۔ اور محبوب علیہ السلام کو فرمایا انظر کیف ضربو الک الامثال فضلو افلا یستطیعون سبیلا۔ اے محبوب! ذرا دیکھ تو، تیرے بارے میں یہ کیسی کیسی مثالیں بیان کر کر کے گمراہ ہو چکے ہیں اور ایسے کہ کبھی ہدایت نہ پائیں گے۔

(پروفیسر طاہر القادری، لیہ سنّی کانفرنس 03-02-24، مع اضافہ من عندی)

ہاتھ آجائے اگر دامن محبوب خدا
چاہے ہر رشتۂ ہستی سے جُدا ہو جاؤں
بس یہ کہتا ہوں کہ وہ اپنا بنالیں مجھ کو
یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا ہو جاؤں

شدّ اں مدّ اں زیراں زبراں شان تیری وچ آئیاں:

قرآن کی ہر آیت سے شان مصطفیٰ ٹپکتی ہے بعض آیات بظاہر رسالت سے متعلقہ نہیں ہیں مثلاً قل ھو اللہ ھو احد، لیکن اس میں بھی توحید پر ایمان مصطفیٰ علیہ السلام پر ایمان پہ موقوف کیا گیا کہ اے محبوب تیرے کہنے سے مانے تو قبول ہے ورنہ توحید بھی قبول نہیں۔

اسی طرح لو انزلنا ھذا القران...... بظاہر شان قرآن ہے مگر اس میں شان صحب قرآن اس طرح ہے کہ یہی قرآن جو پہاڑ نہ اُٹھا سکے فانہ نزلہ علی قلبک۔ حضور علیہ السلام کے قلب اطہر نے اُٹھالیا۔ حالانکہ سب سے مضبوط اور سخت چیز پتھر ہے کیونکہ لوہا پھر بھی

پگھل جاتا ہے لیکن پتھر نہیں پگھلتا، اور انسانی اعضاء میں سے سب سے نرم دل ہے تو بتا دیا کہ جس کا دل اتنا طاقتور ہے کہ جس کو پتھر کے پہاڑ نہ اُٹھا سکیں، مصطفیٰ کا دل اُٹھا لے تو باقی اعضاء کی طاقت کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

رفتم چوں بمکہ ہوس کوئے تو کر دم
دیدم رُخ کعبہ ہوس روئے تو کر دم
قربانی حیواں بمعنی می کند عالم
قربان سر خود سرِ کوئے تو کر دم

(حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ)

قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کو کئی القابات سے یاد فرمایا گیا مثلاً المدثر، المزمل وغیرہ تو آپ کی صفات کا اسی لئے تعارف کرایا ناں تا کہ لوگ آپ کی صفات جانیں اور آپ کی عظمت کو مانیں۔ لیکن دوسری طرف قرآن میں حضور علیہ السلام کو نہیں بتایا گیا کہ لوگوں میں سے یہ صدیق و فاروق ہیں یہ عثمان و علی ہیں، حالانکہ تعارف تو دونوں طرف سے ہوتا ہے، وجہ یہ ہے کہ امت کو بتانے کے لئے کہ تم تو نبی علیہ السلام کی عظمتوں سے غافل ہو سکتے ہو مگر۔

بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے؟

لہٰذا آپ کی صفات کو بار بار دہرایا گیا تا کہ غافل بھی اپنے دلوں میں آپ کی یادیں بسائے رکھیں، اور اگر دونوں طرف سے تعارف ہوتا تو کوئی تعارف کے سلسلہ میں ہی اپنے آپ کو نبی کی طرح سمجھ بیٹھتا اور اپنے دماغ کے ساتھ اپنی آخرت بھی خراب کر بیٹھتا۔

لہٰذا وہ تو ہر وقت تمہیں جانتے پہچانتے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ تم بھی انہیں جانو اور خوب اچھی طرح پہچانو اور مانو، اس لئے بار بار ان کا ذکر کیا جاتا ہے تا کہ تمہارے دلوں میں آپ کی یاد زندہ و سلامت رہے، ان کا زیادہ سے زیادہ ذکر زبان پہ لایا کرو تا کہ تمہارے دل میں انکی محبت پیدا ہو من احب شیئا فا کثر ذکرہ۔ پتھر کے پہاڑ بھی ان سے محبت کریں تو جواب میں آپ اس سے محبت کرتے ہیں (احد جبل یحبنا و نحبہ) تم کرو گے

تو نہ صرف انکے بلکہ ان کے رب کے بھی محبوب ہو جاؤ گے۔ (قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ) کیونکہ ان کا محبوب خدا کا محبوب ہے اور جس شئی کو وہ حقارت سے دیکھیں چاہے وہ شراب ہو یا کوئی اور چیز اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ کیلئے حرام کر دیتا ہے اور جس پر انکی نظر محبت پڑ جائے وہ پہاڑ بھی ہو تو پہاڑوں کا سردار اور جنتی۔ بلال ہو تو عاشقوں کا سردار۔ ابو جہل مردود ہے کیونکہ آقا کے قدموں میں نہیں آیا اور بلال محبوب ہے کیونکہ مصطفیٰ نے سینے سے لگایا۔ اللہ نے آپ کو داعی الی اللہ فرمایا ہے مرسلا الی اللہ نہیں فرمایا کیونکہ داعی اپنے ساتھ لے کر جاتا ہے اور مرسل صرف بھیج دیتا ہے۔ داعی کہتا ہے آؤ میرے ساتھ فلاں کے پاس لے چلوں اور مرسل کہتا ہے چلے جاؤ فلاں کے پاس۔

(مفتی ابن مفتی، مفسر ابن مفسر مفتی اقتدار احمد نعیمی کے خطاب زینۃ المساجد گوجرانوالہ سے اقتباس)

تعارف خدا جل جلالہ بذریعہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف اپنے محبوب علیہ السلام کے ذریعے کروایا ہے اور تعارف عیب والی شئی کے ذریعے نہیں بلکہ کمال والی شئی سے کرایا جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف زمین و آسمان اور عرش و فرش کے ذریعے نہ کرایا کہ میں وہ اللہ ہوں جس نے زمین بنائی آسمان بنایا یا سورج و چاند بنائے کیونکہ ان میں پھر بھی کوئی نہ کوئی عیب نکالا جا سکتا تھا کہ چاند سورج کو گرہن لگ گیا ہے، زمین بنجر و بے آباد ہے، پھول مرجھا جاتا ہے فرمایا: ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ۔ وہ وہ (اللہ) ہے کہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ بھیجا۔ اب تلاش کرتے پھرو عیب ڈھونڈے سے بھی نہ ملے گا۔

ہے جہاں میں جن کی چمک دمک
ہے چمن میں جن کی چہل پہل
وہی اک مدینے کا چاند ہے
سب انہی کے دم سے بہار ہے

ذکرِ مصطفیٰ اور نعرۂ رسالت:

نعرۂ تکبیر لگانا اگر سنت رسول اور حکم خدا ہے (و کبرہ تکبیرا) تو یہ بھی نہ بھولو کہ نعرۂ

رسالت لگانا سنت خدا ہے اور اس کی دلیل کیا ہے و رفعنا لك ذكرك۔ کیونکہ اگر نعرۂ رسالت حضور علیہ السلام خود لگاتے تو یہ آپ کی شان کے مناسب نہ تھا تو فرمایا: حبیب تو میرا نعرہ لگا میں تیرا لگاتا ہوں۔ تو لا الله الا الله پڑھ میں محمد رسول الله کہتا ہوں۔ یہ یاایھا المزمل، یا ایھا الرسول، یا ایھا النبی، یا ایھا المدثر اگر نعرۂ رسالت نہیں تو کیا ہے۔ اور یہ کس نے لگایا ہے، خدا نے لگایا ہے اور یاد رکھو خالی نعرۂ تکبیر لگانے والے ختم ہو جائیں گے کیونکہ وہ مخلوق ہیں اور مخلوق ہی کے بارے میں ہے کل من علیھا فان اور نعرۂ رسالت ہمیشہ فضاؤں میں گونجتا رہے گا کیونکہ اس کو بلند کرنے والی وہ ذات ہے جو خالق کی ذات ہے جس کی شان ہے ویبقی وجه ربك ذو الجلال والاكرام۔

(مفتی احمد عزیز اللہ آف دینہ ضلع جہلم)

ہے جب تک اہل سنت کا کوئی اک فرد بھی زندہ

فضاؤں میں سدا گونجے گا نعرہ یا رسول اللہ

(محمد علی ظہوری)

❁ جہاں ذکر خدا ہے وہیں ذکرِ مصطفیٰ ہے یقین نہ آئے تو کلمہ، آذان، اقامت، خطبہ، نماز کو دیکھ لو ہر جگہ نام خدا ہے اور ساتھ ہی نام مصطفیٰ ہے ہاں مگر خدا کا نام پہلے ہے مصطفیٰ کا بعد میں ہے کیونکہ وہ خدا ہے یہ مصطفیٰ ہے اور بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح نماز سے پہلے وضو ضروری ہے تاکہ پاک جسم کے ساتھ نماز ادا ہو اسی طرح ذکر مصطفیٰ سے پہلے ذکر خدا ضروری ہے تاکہ

پہلے حمد سے زباں پاک کرلو

تو پھر نام لینا حبیب خدا کا

ہاں ہاں! ایک جگہ ہے جہاں ذکر خدا تو ہے ذکرِ مصطفیٰ نہیں۔ نعرۂ تکبیر تو ہے نعرۂ رسالت نہیں اور وہ ذبح کا وقت ہے کیونکہ خدا تو محی بھی ہے اور ممیت بھی وہ زندگی بھی دیتا ہے اور موت بھی خلق الموت والحیاۃ اور مصطفیٰ تو وہ ہیں کہ زندگی ہی زندگی عطا کرتے ہیں خیبر میں تین موتوں والی بکری بول رہی ہے۔ ابو جہل کی مٹھی میں کنکریاں بول رہی ہیں،

درخت چل کر آ رہے ہیں پتھر سلام پڑھ رہے ہیں معلوم ہوا جہاں جانور ذبح ہو رہا ہو وہاں خدا کا نام لو مصطفیٰ کا نام نہ لو اور جن محفلوں میں ایمان ذبح ہو رہا ہو ان کی پہچان یہ ہے کہ وہاں نعرہ تکبیر تو لگتا ہے نعرۂ رسالت نہیں لگتا۔ (قاری محمد الدین نعیمی آف فیصل آباد مصنف الخطیب)

خدا کو راضی کرنے کا نسخہ:

فنکار خوش ہوتا ہے کہ اس کے فن کی تعریف کی جائے، آپ میرے ہاتھ چومیں استقبال کریں نذرانے دیں مگر آخر میں آہستہ سے کہہ دیں کہ تقریر جو آپ نے کی اتنی خاص نہیں تھی تو بھلا میں کب خوش ہوں گا۔ نماز روزہ عبادات سب کچھ کرنے کے بعد اگر اس کے محبوب علیہ السلام کی توہین کے مرتکب ہو جاؤ گے (تو جس طرح توبہ کرنے سے گناہ نیکیوں میں بدل جاتے ہیں یبدل الله سیاتھم حسنت اور نیکیاں گناہوں کو بہالے جاتی ہیں ان الحسنات یذھبن السیات)

نیکی بدی ہو جائے گی اور اچھائی برائی ہو جائے گی، اور ساری عبادات منہ پہ ماری جائیں گی اور کہا جائے گا۔

یہ عبادت رات دن کی مجھ کو نا منظور ہے
دور ہے جو میرے احمد سے وہ مجھ سے دور ہے

ہاں! عبادات کے ساتھ اللہ کے محبوب کا ادب سیکھو اور دل سے انکی تعظیم کرو، زبان سے تعریف کرو اور خوش ہو کر سنو کیونکہ مرے دل سے تو منافق بھی تعریف کرتا اور سن لیتا ہے یہی محبت ہے جو دائمی ہو جاتی ہے پھر خالی پسند تو بدل سکتی ہے مگر محبت نہیں بدلتی۔

(علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ)

حضور علیہ السلام کا امت سے پیار:

کیونکہ ہمارے آقا کو ہم سے اتنی محبت ہے کہ اگر ہمیں پتہ چل جائے تو خوشی سے ہمارے کلیجے پھٹ جائیں، اس کا اندازہ احادیث شفاعت سے لگانا کوئی مشکل نہیں ہے۔
فرمایا خیرت بین ان یدخل نصف امتی فی الجنة وبین الشفاعة فاخترت

الشفاعۃ۔(او کما قال علیہ السلام۔ابن ماجہ) مجھے میرے رب نے اختیار دیا کہ یا آدمی امت بے حساب جنت میں لے جاؤں یا شفاعت کا حق لے لوں پس میں نے شفاعت کا حق لے لیا۔(کہ آدمی تو پھر آدمی ہے اور شفاعت آخری امتی تک چلے گی)اور فرمایا:

اماترضون ان یکون ابراھیم و عیسیٰ فیکم یوم القیمۃ ثم قال انھما فی امتی یوم القیمۃ اما ابراھیم فیقول انلک دعوتی و ذریتی فا جعلنی من امتک۔(الشفاء صفحہ ۲۰۸)

ان کا سایہ ایک تجلّی ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

کیاتم اس بات پہ راضی نہیں ہو کہ قیامت کے دن ابراہیم وعیسیٰ علیہما السلام تم میں سے ہوں یعنی میری امت میں؟اور ابراہیم تو کہیں گے،آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری دعا اور میری اولاد ہیں پس مجھے اپنی امت میں شامل کر لیجئے ناں۔ یہی حال سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ہوگا وانا اولی الناس بہ۔ میں سب لوگوں میں سے ان کے زیادہ قریب ہوں۔

ماہ من در نیم شب گر بے نقاب آید بروں
زاہد صد سالہ از مسجد خراب آید بروں
دلبرا چوں رُخ نمودی شد نماز من قضا
سجدہ کے گرد درواچوں آفتاب آید بروں
قطرۂ دردِ دل، جامی بدر یاافگنی
سینہ بُریاں دل تپاں ماہی زآب آید بروں

حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی دلیل ناطق:

ہمارے آقا و مولیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے وجود کی سب سے بڑی دلیل ہیں کیونکہ پوری کائنات میں محبوب کی مثال کوئی نہیں تو اس کے بنانے والے کی مثل کہاں سے آئے گی اور کیا اس جیسا شاہ کار اپنے آپ وجود میں آسکتا ہے۔ضرور کسی نے بنایا ہے بس وہی اللہ ہے ساری دنیا وجود باری کی خاموش دلیل ہے اور ہمارے آقا دلیل ناطق ہیں اس لئے

اللہ نے اپنا تعارف کائنات کے ذریعے نہیں بلکہ وجود مصطفیٰ کے ذریعے کرایا ہے هو الذی ارسل رسوله۔ اور ایسی ناطق دلیل ہیں کہ جس خاموش کی طرف توجہ فرمائیں اس کو بھی ناطق بنادیں چاہے وہ ابوجہل کی مٹھی میں کنکر ہی کیوں نہ ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ خدا اپنے گناہ گاروں کو مصطفیٰ کی بارگاہ میں بھیجتا ہے ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك۔ الرحمٰن فاسئل به خبيرا۔ اور مصطفیٰ علیہ السلام اپنے امتیوں کو بارگاہِ خداوندی کا پتہ بتاتے ہیں۔ یہ بندے ہو کر خدا کا پتہ بتاتے ہیں اور وہ خدا ہو کر در مصطفیٰ پہ بھیجتا ہے۔ کیونکہ

بخدا خدا کا یہی ہے دَر نہیں اور کوئی مقرّ مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اس لئے خدا نے ان لوگوں کی سخت مذمت فرمائی ہے کہ جو خدا کی بات کی جائے تو بھاگ کر جاتے ہیں و اذا قيل لهم تعا لوا يستغفرلكم رسول الله لووارؤسهم (المنافقون)۔

اور جب انہیں کہا جائے کہ چلو حضور کی بارگاہ میں وہ تمہارے لیے استغفار کریں تو (انکار میں بندروں کی طرح) سر ہلاتے ہیں۔ جبکہ خدا وہ گردن چاہتا ہے جو در مصطفیٰ پہ جھک کر خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونے والی ہو۔

محمد رسول اللہ:

اس جملہ میں تینوں اسم ہیں کوئی فعل نہیں، کیونکہ اسم ہر زمانے پر محیط ہوتا ہے جب کہ فعل میں کوئی ایک زمانہ پایا جاتا ہے اگر ماضی ہے تو مستقبل نہیں اگر مستقبل ہے تو ماضی نہیں، جبکہ خدا کی خدائی ہر زمانے کے لئے ہے اور مصطفیٰ کی مصطفائی ہر زمانے کیلئے ہے یہ اس کی دلیل ہے وہ اس کی۔

اس لئے حضور علیہ السلام کو مطلقاً شاہداً گواہ فرمایا گیا۔ یہ نہ بتایا کہ کس کا گواہ؟ یہ اس لئے نہ بتایا تاکہ حضور علیہ السلام کی گواہی زمین کی اتھاہ گہرائیوں سے لے کر عرش کی بلندیوں تک ہو جائے۔ ایسا گواہ کہ جن گلیوں سے گذرے خدا انکی قسم یاد فرمائے لا اقسم بهذا البلد۔

الغرض! جس نبی کی صحبت میں ایک لمحہ بیٹھنے والے ساری دنیا کے غوث، قطب، ابدال اور عبادت گذاروں سے افضل ہو جائیں اس نبی کی اپنی عظمت کا عالم کیا ہوگا؟

ہمہ شہر پُرز خو باں من در خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم بد خو، نہ کند بہ کس نگاہے

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا انا نحن نزلنا الذکر۔ لیکن اس کو مقید نہ کیا لہٰذا ذکر اپنے معنیٰ کے لحاظ سے عموم پر رہے گا، بمعنیٰ نصیحت و موعظت، تزکیہ، یاد مصطفیٰ اور ذکر مصطفیٰ و انہ لذکر لک و لقومک قوم کا ذکر بھی اس لئے کہ تیری قوم ہے ورنہ دنیا میں تھوڑی قومیں ہیں؟ اس لیے

خاص ہے ترکیب میں قوم رسولِ ہاشمی

لہٰذا حضور کی قوم کا ذکر کرنا بھی دراصل ذکر مصطفیٰ ہی ہے۔ اور تیرے ذکر کی بلندی بھی تیری رضا کی خاطر ہے ورفعنالک ذکرک۔ ہاں ہاں ایک قرآن ہی کیا؟

سجی ہے محفل کونین مصطفیٰ کیلئے
بنے ہیں دونوں جہاں شاہ انبیاء کیلئے

(لو لاک لما خلقت الا فلاک..... الدنیا..... الربوبیۃ)

پیکر جرأت وصداقت:

عربی کا قاعدہ ہے تعرف الاشیاء باضدادھا۔ چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں اور ان کی قدر بھی کماحقہ تب ہی معلوم ہوتی ہے اندھیرے اور جہالت کا مفہوم اور ان کی قباحتیں سامنے ہوں گی تو روشنی اور علم کی قدر و عظمت کا کماحقہ تعارف ہو سکے گا۔ انگریزوں نے اس میں کچھ اضافہ تو نہ کیا مگر اس مقولے کا ترجمہ کر دیا (انگریزی کا جملہ) اگرچہ مکی دور میں صرف ایمان لانا اور اس پہ قائم رہنا ہی بہت بڑا کمال تھا لیکن مکہ مکرمہ میں حضور علیہ السلام کے علاوہ صرف ایک ہی ہستی نے تبلیغ کا کام بھی بڑے بھرپور طریقے سے کیا اور وہ حضرت ابو بکر صدیق کی ہستی ہے جو والذین معہ کا مصداق کامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جو

بمطابق زبان رسالت دس افراد قطعی جنتی ہیں (عشرہ مبشرہ) ان میں سے پانچ حضرات ابوبکر صدیق کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق سے لے کر حضرت مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا خان بریلوی تک پوری امت کا یہ موقف ہے کہ اگر پوری امت کا ایمان ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور اکیلے ابوبکر کا ایمان ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو صدیق اکبر کا ایمان بھاری ہوگا۔

جسٹس امیر علی نے اپنی کتاب سپرٹ آف اسلام (روح اسلام) میں لکھا ہے کہ تمام صحابہ کا امام بڑا بابرکت ہے۔

BUT THE FAITH OF ISLAM WAS A GREAT EXHET OF IS ISLAM.

مگر صدیق کا ایمان اسلام کی بنیاد اور اثاثہ ہے۔ (مولانا محمد بخش مسلم بی اے علیہ الرحمۃ)

نزول قرآن کا ایک مقصد:

قرآن ہمارے آقا کے دل کی تسلی کیلئے بھی نازل ہوا، بچپن میں والدین کا سایا ہی سر سے اُٹھا لیا گیا۔ اپنے پرائے دشمن ہو گئے، پتھر مارنے لگے، کوڑا پھینکنے لگے، طعنے دینے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو آیات قرآنی دیکر بھیجا کہ محبوب کو تسلی دے دے کہ مخلوق کے رویے کی طرف دیکھ کر پریشان نہ ہو جانا ہم جو ہیں تیرے چہرے اور زلفوں کی قسم یاد فرمانے والے (و کلا نقص علیك من انباء الرسل مانثبت به فؤادك) جس خدا کو اپنے نبی سے اتنا پیار ہو کہ سورج کے طلوع وغروب و استواء کے وقت وہ اپنی عبادت قبول نہیں کرتا مگر مصطفیٰ علیہ السلام پہ درود وسلام اس وقت بھی قبول ہے۔ جس خدا نے اپنے محبوب کے ذکر کو کسی تذکرہ نویس کا محتاج بنایا ہی نہیں کہ وہ لکھے تو ان کا ذکر ہو ورنہ نہ ہو، ہوسکتا ہے اس تذکرہ نویس کو لوگ ضعیف و غیر ثقہ کہہ دیں یا کوئی اور خامی نکال دیں فرمایا ہم نے قرآن کو ہی تیرا تذکرہ بنادیا ہے۔ کلا انها تذکرۃ فمن شاء ذکرہ)

الحاصل! ساری کائنات کا مقصود انسان ہے، انسان کا مقصود خدا ہے اور مصطفیٰ خدا کا محبوب بھی ہے، مقصود بھی ہے، مطلوب بھی ہے۔ تبھی تو چہرے سے لے کر زلفوں تک اور

آنکھوں سے لیکر مازاغ کے کاجل تک کا ذکر قرآن میں فرمایا ہے۔

ماہ تاب و آفتاب نہ اختر کا ذکر ہے
حُسن صدف نہ تابش گوہر کا ذکر ہے
قیصر کی گفتگو ہے نہ کسریٰ کا ذکر ہے
دارا کی بات ہے نہ سکندر کا ذکر ہے
ذکر شمیم لب پہ نہ ذکر نسیم ہے
گلشن کی بات ہے نہ گُلِ تر کا ذکر ہے
والشمس جس کے روئے منور کی ہے قسم
واللیل جس کی زلف معنبر کی ہے قسم
پیش نظر ہے اس رُخ پُر نور کا جمال
میرے لبوں پہ حُسنِ پیغمبر کا ذکر ہے

عبادت کی قبولیت کا مدار ایمان پر ہے، کافر اگر پیسہ خرچ کرے گا تو اس کو صدقہ نہیں کہا جائے گا، اس کا حج کرنا جسمانی مشقت کے سوا کچھ نہیں اور ایمان کا دارومدار محبت رسول ﷺ ہے ورنہ خالی دعویٰ ہے جیسا کہ سورۂ منافقون میں ہے اذا جاء ك المنافقون قالو نشهد انك لرسول الله (الی اخر الایة) پھول ہوگا تو خوشبو ہوگی چاند سورج ہوں گے تو روشنی ہوگی اور محبت کا دعویٰ بغیر اطاعت کے جھوٹ ہے اور علامات محبت یہ ہیں۔

علامات محبت:

1- من احب شيئا اكثر ذكره۔ محبوب کا ذکر کثرت سے کرے گا۔ بیٹھتے اُٹھتے، آذان سے پہلے بعد، نماز سے پہلے اور بعد۔ جو محب نہیں ہے وہ بند کرنے کے بہانے تلاش کرے گا۔

ذکر رو کے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

2- حبك الشئی يعمی و يصم۔ عیب ہو تب بھی نظر نہ آئے اور محبوب خدا میں تو عیب ہے ہی نہیں نظر کہاں سے آئے۔

محبوب خدا کا کوئی ہم پایہ نہیں ہے
اس شان کا مرسل تو کوئی آیا نہیں ہے

3- المحب لمن يحب يطيع۔ جس کے ساتھ محبت ہوگی اس کی اطاعت بھی کرے گا۔ دعویٰ محبت کا کرنا اور بات نہ ماننا محبت نہیں دشمنی ہے اور محبوب کو طیش دلانا ہے جس طرح باپ بیٹے کو کہے پانی دے تو بیٹا باپ کے ہاتھ پاؤں چومنا شروع کر دے مگر پانی نہ دے تو باپ کو غصہ آئے گا کہ نہیں اطاعت رسول ﷺ بھی کرو اور پھر کہو۔

ہاتھ آئے اگر خاک تیرے نقش قدم کی
سر پہ رکھیں کبھی آنکھوں سے لگائیں

ایسے ہی غلاموں کی شان بروز قیامت کچھ اس طرح ہوگی کہ

دیکھا انہیں محشر میں تو رحمت نے پکارا
آزاد ہے جو آپ کے دامن میں بندھا ہے

(حافظ عبدالستار سعیدی علاوہ اشعار)

غلامی رسول کا تقاضا:

ہمارے رسول سارے جہان کیلئے رحمت بن کر تشریف لائے اور تمام عالم کو اپنی رحمت کی دولتوں سے مالا مال فرما دیا اور اپنی انمول تعلیم رحمت کے ساتھ ساتھ رحمت عامہ کے بے شمار عملی نمونے بھی دنیا کے سامنے پیش فرما دیئے! لہٰذا اے برادرانِ اسلام! تم اس بات کو کبھی نہ بھولو کہ تم رحمۃ للعالمین کے دامن رحمت سے وابستہ ہو لہٰذا تم پر لازم ہے کہ تم اپنے رسول کے دامنِ رحمت کی لاج رکھو! اور ہر دم ہر قدم پر خدا کی مخلوق کیلئے اپنے دلوں میں رحم و کرم کا جذبہ رکھو! اور خود بھی اپنے عمل سے دنیا کو بتاؤ کہ ہم رحمۃ اللعالمین کے غلام ہیں اور دنیا والوں کے سامنے رحم و کرم کے ایسے ایسے نمونے پیش کرو کہ تمہارے دشمنوں کے سینوں

میں پتھروں سے زیادہ سخت دل بھی تمہاری رحمتوں کو دیکھ کر موم سے زیادہ نرم بن جائیں۔

برادرانِ اسلام! کبھی تم نے سوچا کہ تمہارے رسول تو غریبوں، مفلسوں، یتیموں، بیواؤں، پڑوسیوں، یہاں تک کہ چرندوں اور پرندوں پر بھی سراپا رحمت تھے۔ مگر آج تمہارا عمل و کردار کیا ہے؟ سچ کہنا! کیا جب تم اپنے دستر خوانوں پر عمدہ عمدہ اور نفیس و لذیذ غذائیں کھانے کیلئے بیٹھتے ہو تو کیا تمہیں اُمت رسول کے ان بھوکے غریبوں یتیموں اور بیواؤں کی یاد آتی ہے جنہیں کئی کئی دنوں سے خشک روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ملا ہے؟

ایمان والو! ایمان سے کہنا جب تم دسمبر اور جنوری کی کڑکڑاتی ہوئی سردیوں میں اپنے نرم نرم گدوں اور گرم گرم لحافوں میں سکھ اور چین کی نیند سوتے ہو تو کیا تمہیں۔ اس وقت اپنی ملت کی وہ غریب بیوائیں بھی یاد آتی ہیں؟ جو اپنے پھونس کے جھونپڑوں میں صرف ایک پھٹی پرانی چادر میں لپٹ کر پاؤں سکوڑے ساری رات جاگ کر بسر کر دیتی ہیں۔

اے اولاد والو! تمہیں تمہاری پیاری اولاد کا واسطہ! سچ سچ بتاؤ! جب تم عید کے دن اپنے بچوں کو نہلا دھلا کر اچھے اچھے کپڑے پہنا کر ان کی انگلی پکڑے ہوئے خوش خوش عیدگاہ کو جاتے ہو! تو کیا تمہیں امت رسول کا وہ یتیم بھی یاد آتا ہے جن کے ماں باپ کا سایہ سر سے اٹھ چکا ہے اور وہ اپنے میلے کچیلے کپڑوں میں حسرت سے سب کا منہ تک رہا ہے اور دل ہی دل میں کڑھ رہا ہے کہ کاش آج میرا بھی باپ زندہ ہوتا تو وہ مجھے بھی اسی طرح انگلی پکڑے عیدگاہ لے جاتا۔ مگر ہائے کوئی نہیں! جو مجھ یتیم کی خبر گیری کرے!

آہ! برادرانِ اسلام! افسوس! ہم نے اپنے رسول رحمۃ للعالمین کے اسوۂ حسنہ کو چھوڑ دیا ان کے مقدس راستے سے دور ہو گئے۔ ہمارے دلوں سے ایمانی رحمت و اسلامی اخوت فنا ہو گئی آج نہ ہمیں غریبوں کی پروا ہے نہ بیواؤں اور یتیموں کا خیال ہے۔ نہ بھوکے پڑوسیوں کا غم ہے پھر ہم بھلا کس منہ سے یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم رحمۃ للعالمین کے تابعدار و وفا شعار امتی ہیں۔ (علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی)

رازکی بات:

آغاز وحی کے وقت جب حضور علیہ السلام پر گھبراہٹ طاری ہوئی اور جب حضرت خدیجہ

الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لیکر گئیں تو اس واقعہ کو ایک راز قرار دیا گیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ نماز روزے کی بات ہر کوئی کرتا ہے مگر راز کی بات کوئی کوئی ہی کرتا ہے، وعظ کی بات ہر کسی کو بتائی جا سکتی ہے اور راز کی بات کسی کسی کو بتائی جاتی ہے اللہ کے نبی و رسول چونکہ اس کے ایک ہونے کی دلیل ہوتے ہیں جیسا کہ سورۃ ''البینہ'' میں فرمایا گیا حتی جاء تھم البینة رسول من الله تو جس طرح اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دل سکون پاتے ہیں (الا بذکر الله تطمئن القلوب) اسی طرح نبیوں اور رسولوں کے تذکرے بھی باعث سکون ہوتے ہیں و کلا نقص علیك من انبیاء الرسل مانثبت به فؤادك تو پھر امام الانبیاء علیہ السلام کے ذکر میں کیوں لذّت و سکون نہ ہوگا۔ کیونکہ

کسی کا بلند ایسا رتبہ نہیں ہے
سر عرش یوں کوئی پہنچا نہیں ہے
یہاں لن ترانی کا جھگڑا نہیں ہے
در مصطفیٰ سنگ موسیٰ نہیں ہے

جس نبی علیہ السلام کا چہرہ کھلا ہوا قرآن ہو کہ قرآن کی ہر سورت میں جو خدا کے جلوے بکھرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں وہ ہمارے آقا علیہ السلام کے رُخ والضحیٰ پہ مجتمع دکھائی دیتے ہیں، جس طرح پھول کے بغیر گلستان ویران ہے اسی طرح حُسن رسول کے بغیر کائنات خالی ہے، ظاہری روشنی لینے کیلئے بلب کا سہارا لینا ضروری ہے اور ایمان کی روشنی لینے کے لئے دامن نبوت کو تھامنا ضروری ہے کیونکہ

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

جس نبی کی ہر ادا کا نام شریعت ہے ہمیں تو اللہ نے صرف نماز قائم کرنے کا حکم دیا رہا یہ سوال کہ کیسے قائم کریں تو حضور نے فرمایا صلوا کما ر اتیمونی اصلی۔ ایسے قائم کرو جیسے مجھے قائم کرتا ہوا دیکھتے ہو۔ معلوم ہوا کہ آپ بیٹھنے کا حکم دیں تو بیٹھنا شریعت، کھڑا ہونے کا حکم دیں تو کھڑا ہونا شریعت، جنگ کرنے کا حکم دیں تو جنگ کرنا شریعت، صلح کرنے کا حکم دیں تو

صلح کرنا شریعت، نماز پڑھنے کا حکم دیں تو نماز پڑھنا شریعت اور کسی وقت نماز سے روک دیں تو نہ پڑھنا شریعت (استواء، طلوع، غروب کے وقت نماز پڑھنا کیوں ناجائز ہے؟)

میں کہاں اور گفتگوئے احمد مرسل کہاں
اس تکلم کو زبان انبیاء درکار ہے

اے تیری آواز آوازِ خدا:

میرا یہ عقیدہ عقیدت کی بنا پر نہیں بلکہ حقیقت کی بنا پر ہے کہ قرآن حسنین کے نانا صدیق کے پیر اور کائنات کے دستگیر کی مبارک اداؤں کا نام ہے، ان کی رفتار، گفتار، کردار کا نام ہے۔ ان کی نگاہوں، لبوں اور اداؤں کا نام ان کے لباس وطعام کا نام ہے، ان کی وفات وحیات کا نام ہے، ان کے چہرے، زلفوں، ہاتھوں اور دانتوں کا نام ہے۔ وانہ لذکر لک ولقومک۔ اے حبیب یہ قرآن تیرا اور تیری قوم کا ذکر ہے۔ متکلم ایک ہو تو کلام ایک ہوتا ہے، فعل ایک ہو تو فاعل بھی ایک ہوتا ہے، مائیکروفون کے ساتھ ایک ہزار ہارن لگے ہوں اور میں کہوں کہ میں حامد علی شاہ بول رہا ہوں تو ہر ہارن سے یہی آواز آئے گی کہ میں حامد علی شاہ بول رہا ہوں، مگر یارو یہ کیسا خطیب امت ہے، نبی رحمت ہے، سراپا راحت ورأفت ہے کہ ایک بار بولتا ہے تو کہتا ہے میں بول رہا ہوں اور پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد اسی ماحول میں دوبارہ بولتا ہے کچھ بھی تو نہیں بدلا وہی مسجد وہی منبر وہی سامعین وہی خطیب مگر فرماتا ہے اب میں نہیں بول رہا بلکہ میرا خدا بول رہا ہے زبان ایک ہے کبھی یہ بولے کبھی وہ بولے، وہ بولے تو قرآن بن جائے یہ بولے تو نبی کا فرمان بن جائے۔

قول حق قرآن ہے قول پیمبر ہے حدیث
اہل دل کے واسطے توقیر ہے دونوں کی ایک

(سید حامد علی شاہ گجراتی محفل میلاد قصور، مسجد نور)

محبت وذکرِ رسول کی بات:

لوگ ایک مثال دیا کرتے تھے کہ فلاں کو فلاں سے اتنی محبت ہے کہ اگر اس کا محبوب

کہہ دے تو یہ اپنا قبلہ تبدیل کرلے۔ لیکن یہ ایک مثال ہی تھی اس کو عملی جامہ کسی نے نہ پہنایا تھا، رب العالمین نے چاہا کہ اس مثال کو حقیقت بنا دیا جائے تو کیا ہوا فرمایا تم صرف مثال ہی دیتے رہو گے دیکھو مجھے اپنے محبوب سے اتنی محبت ہے کہ اگر وہ کہے بھی نہ بلکہ صرف خیال ہی خیال میں اشارہ کرے تو میں نہ صرف اپنا بلکہ ساری کائنات کا قبلہ تبدیل کر کے رکھ دوں۔ کیونکہ یہ صرف رب کا محبوب ہی نہیں یہ سب کا محبوب ہے اور پھر

جوان کے ذکر کی محفل سجائے بیٹھے ہیں
وہ اپنے دل کو مدینہ بنائے بیٹھے ہیں
میرے کانوں میں چپکے سے کہہ گیا ہے کوئی
نظر سے دیکھ وہ محفل میں آئے بیٹھے ہیں

جبریل امین علیہ السلام کو حضور علیہ السلام نے فرمایا: الا تزورنا اکثر مما تزورنا۔ (بخاری صفحہ 457/1) اے جبریل، ہماری زیارت کو تو اس سے زیادہ کیوں نہیں آتا جتنا کہ آتا ہے؟ عرض کیا: وما نتنزل الا بامر ربك۔ حضور! رب سے اجازت ہی اتنی ملتی ہے۔

اور یہ بھی صرف جبریل کو ہی کیونکہ سید الملائکہ ہونے کے ساتھ محبوب خدا کا پیارا تھا ورنہ باقی فرشتوں کو تو صرف ایک ہی بار زیارت کی اجازت ہے اور حضور کی محبت دل میں رکھنے والا مسلمان جب چاہے جائے جب چاہے آئے۔

جب سے دل میں غمِ احمد کو بسا رکھا ہے
مجھ کو اللہ نے ہر غم سے بچا رکھا ہے
یہ تمہاری ہی عنایت کا کرم ہے آقا
ورنہ مجھ جیسے گناہ گار میں کیا رکھا ہے

بارش ہوتی ہے تو زمیندار خوش ہوتا ہے بارش سے زمین کی زندگی ہے، سورج نکلے تو دوکاندار خوش ہوتا ہے کہ اس سے بازار کی رونق ہے، ذکر مصطفیٰ سے ایماندار خوش ہوتا ہے کیونکہ حضور کا ذکر ایماندار کی زندگی ہے۔

کیونکہ ہمارے آقا ذکر بھی ہیں (ذکرا رسولا) نعمت بھی ہیں۔ (بخاری 566/2) اور

نعمۃ اللّٰہ کا ذکر کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے واذکروا نعمۃ اللّٰہ ان کنتم ایاہ تعبدون۔ اے توحید کے متوالو! خدا کا حکم مانو اور ذکر مصطفیٰ کیا کرو۔ ہمارے آقا حق بھی ہیں۔ محمد حق (بخاری) حضور دلیل بھی ہیں حتی تاتیھم البینۃ رسول من اللّٰہ۔ بلکہ ہمارے نبی سراپا دین ہیں والذین یحاجون فی اللّٰہ کی تفسیر میں جلالین کے اندر ہے ای فی دین اللّٰہ، الدین نبی اللّٰہ۔ یعنی اللہ کے دین یعنی اللہ کے نبی کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں۔ (پارہ نمبر 25)

چونکہ ہم حضور علیہ السلام کے احسانات کا بدلہ تو ادا نہیں کر سکتے اور حضور علیہ السلام نے خود فرمایا کہ اگر کسی کے احسان کا بدلہ نہ دے سکو تو فلیثن، اس کی تعریف کر دیا کرو۔ لہٰذا ہم ہر محفل میں آپ کا ذکر کر کے ذکر خدا بھی کرتے رہتے ہیں اور چونکہ وہ دین بھی ہیں لہٰذا ہم ہر وقت سرکار دو عالم علیہ السلام کا ذکر کر کے دین کی تبلیغ بھی کرتے رہتے ہیں اور اپنے آقا کی رحمت کو بھی اپنی طرف متوجہ کرتے رہتے ہیں۔

جب بھی میں نے انہیں گھبرا کے پکارا ہے
آواز یہ آئی کہ یہ بندہ ہمارا ہے
یوں تو گناہوں کی فہرست بڑی ہے لیکن
سرکار دو عالم کی رحمت کا سہارا ہے

ایمان دار اور بے ایمان کی نشانی:

محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے اگر ایماندار اور بے ایمان کا پتہ کرنا ہو تو ذکرِ مصطفیٰ کرو جس کا چہرہ چمک اٹھے وہ ایماندار ہے اور جس کا چہرہ ذکرِ مصطفیٰ سن کر بگڑ جائے وہ بے ایمان ہے۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی علیہ الرحمۃ (جن پر اعتماد کر کے تھانوی صاحب نے غوث پاک کے دھوبی والا واقعہ مان لیا کہ اس نے قبر میں نکیرین کو کہا میں غوث پاک کا دھوبی ہوں تو اس کو بخش دیا گیا۔ تھانوی صاحب کہتے ہیں اگر یہ واقعہ مولانا فضل

الرحمٰن نہ بیان کرتے تو میں کبھی نہ مانتا، کیونکہ ماننا ان کا عقیدہ ہی نہ تھا) آپ ہر سال میلاد مناتے ذکر مصطفیٰ کی محفل سجاتے، قندیلیں روشن کرتے اور کثرت کے ساتھ کرتے، ایک سال مسجد کی منڈیروں پہ آپ کے شاگرد قندیلیں روشن کررہے تھے کہ ایک مولوی صاحب آگئے اور لاحول پڑھنے لگے کہ روشنی کیلئے ایک ہی قندیل کافی تھی اتنی زیادہ قندیلیں روشن کرنا فضول خرچی ہے اور ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین۔ (حالانکہ اتنا نہیں جانتے کہ لاخیر فی الاسراف ولا اسراف فی الخیر۔ فضول خرچی میں بھلائی نہیں ہے اور بھلائی میں فضول خرچی نہیں ہے۔ ابھی چند دن پہلے گوجرانوالہ میں سید اسماعیل دہلوی کی یاد منائی گئی اتنی لائٹیں تھیں کہ گنی نہیں جاسکتی تھیں مگر وہ سب جائز ہے اور یہ سب ناجائز ہے کیونکہ نسبت حضور کی طرف ہے) بہرحال مولانا فضل الرحمٰن نے مولوی صاحب کو فرمایا: اگر فضول خرچی ہے تو بجھادو، مولوی صاحب نے ایک قندیل کو پھونک ماری تو وہ بجھ گئی دوسری کو پھونک ماری تو وہ بجھ گئی اور پہلی خود بخود جل گئی، پھر تیسری کو پھونک ماری تو دوسری جل گئی بڑی دیر لگے رہے یہی حال رہا یعنی مولوی صاحب کی اپنی ساری پھونک نکل گئی مگر قندیلیں جلتی رہیں تو مولانا نے فرمایا: ارے مولوی صاحب نور مصطفیٰ پھونکوں سے نہیں بجھایا جاسکتا یریدون ان یطفئوا نور اللّٰہ بافواھھم......

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

(مفتی محمد امین صاحب فیصل آباد۔ محفلِ میلاد)

خدا و مصطفیٰ کی بولی:

کافروں نے کہا: ہم آپ پر ایمان نہیں لاتے۔ اللہ نے فرمایا: فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر چاہو لاؤ یا نہ لاؤ ہم تمہارے ایمان کے محتاج نہیں ہیں، انہوں نے کہا ہم آپ کو رسول نہیں مانتے ویقول الذین کفروا لست مرسلا۔ فرمایا: یٰسٓ والقران الحکیم انک لمن المرسلین۔ بے شک قرآن کی قسم آپ اللہ کے رسول ہیں۔ انہوں نے بائیکاٹ کیا اللہ نے فرمایا: فانك باعیننا۔ آپ ہر وقت ہماری نظروں میں رہتے ہیں،

یہاں تک کہ فرمایا: من یرتد منکم عن دینہ۔ جو مرتد ہوتا ہے ہو جائے ہمیں کسی کی پرواہ نہیں میرا محبوب لا الہ الا اللہ کہے گا میں محمد رسول اللہ کہوں گا۔

؎ تیری رفعتیں نہ سمجھ سکا یہ مری سمجھ کا قصور ہے

لا الہ الا اللہ مصطفیٰ کی بولی ہے محمد رسول اللہ خدا کا کلام اور خدا کی بولی ہے۔ اور یہ دونوں کلام ایسے ملے کہ درمیاں میں واؤ کا فرق بھی نہ رکھا تو جب مولیٰ فرق نہیں رکھتا ہو جناب مُلاّ کیوں فرق کرتا ہے۔ سبحان اللہ! اے محبوب خدا:

؎ دنیا تیری منت کش احسان رہے گی
ہر عہد میں اونچی تیری شان رہے گی

مقام غور ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا قدم آگ میں لگا تو آگ گلزار ہو گئی آگ نہ رہی اور اللہ کی روح آدم میں آئی تو کیا وہ مٹی ہی رہی جبکہ روح تو امر ربی ہے جس کا علم بہت کم لوگوں کو دیا گیا ہے وما اوتیم من العلم الا قلیلا۔ تو جو اپنی روح کو نہیں سمجھ سکتا وہ روح کائنات محمد رسول اللہ کی پاک ذات کو کیا سمجھے گا؟ اس بارے کوئی ان کے در کا منگتا ہی کچھ بتا سکتا ہے جو سرکار کے دربار کے لنگر کے ٹکڑوں پہ پلنے والا ہو۔

؎ تیرے نقش پا کے طفیل ہی مجھے روشنی کے نگر ملے
ہے جو خاک تیرے دیار کی میں اسی کا عشرِ عشیر ہوں

یار کا جلوہ دور سے نہیں قریب سے آکر دیکھو۔ موسیٰ علیہ السلام کو دُور سے "آگ" نظر آئی اور قریب آئے تو جلوۂ رب نظر آیا اور مصطفیٰ علیہ السلام نے تو اپنے سب سے قریبی کو بھی ارشاد فرمایا: یا ابابکر لم یعرفنی حقیقة سوی ربی۔

اے آمنہ کے لعل! نبیوں کے تاجدار
تو ہی تو سرورق ہے کتاب مبین کا
اللہ رے کس مقام کو طے کر گیا ہے تو
دل کانپ اٹھا ہے جہاں روح الامین کا

قلم کی قسم:

ن و القلم۔ نون فرما کر قلم کی اور پھر قلم کے لکھے ہوئے کی قسم یاد فرمائی۔ جس کی توجیہ اس طرح بھی کی گئی ہے کہ نون کی ابتداء بھی نون سے ہے اور انتہاء بھی نون سے، مطلب یہ ہوا کہ کائنات کی ابتداء بھی نور مصطفیٰ سے ہے اور انتہاء بھی درمیان میں جو کچھ ہے وہ اسی نور کا ظہور ہے۔

رمزِ ہستی، راز فطرت، سرّ ذات و کائنات
ہر خبر پائی تلاش مصطفیٰ کرتے ہوئے

قسم ہے زمانہ مصطفیٰ کی:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: و العصر۔ قسم ہے مجھے اپنے محبوب کے زمانے کی، اگر چہ اس لفظ کے اور بھی کئی ترجمے کئے گئے ہیں لیکن یہ ترجمہ بہت پیارا ہے پھر ایک زمانہ تو حضور علیہ السلام کا وہ ظاہری زمانہ ہے جس کے بارے میں فرمایا گیا: خیر القرون قرنی۔ سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے۔ اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے اس زمانے کی قسم یاد فرمائی ہوگی کیونکہ قسم بہترین شی کی ہی اٹھائی جاتی ہے۔ بہترین چیز کو چھوڑ کر کم درجہ چیز کی قسم یاد کرنا چہ معنی دارد؟ اور دوسرا قیامت تک کا زمانہ حضور ہی کا زمانہ ہے کیونکہ آپ نے ارشاد فرمایا: انا و الساعۃ کھاتین۔ (انگشتِ شہادت اور درمیان والی انگلی کو ملا کر فرمایا) میں اور قیامت اس طرح ہیں۔ اب جس زمانے کی قسم بھی مراد لو ہر زمانہ حضور ہی کا زمانہ ہے، اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا:

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
پر نہ بدلے نہ بدلا ہمارا نبی (ﷺ)

اب قیامت تک قانون چلے گا تو حضور کا چلے گا، نظام آئے گا تو نظامِ مصطفیٰ آئے گا، دور دورہ ہوگا تو ہمارے آقا کا ہوگا، ڈنکا بجے گا تو حضور ہی کا بجے گا اور صرف اس جہاں میں نہیں بلکہ

ہے انہی کے دم قدم سے باغ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہ ہوں

(شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی کی تقریر سے جو آپ نے دعوتِ اسلامی کے منعقدہ کراچی اجتماع میں فرمائی، بتصرف)

کتاب مبین سے کیا مراد ہے؟:

قرآن مجید میں بار بار فرمایا گیا کہ ہر خشک و تر شئی کا ذکر کتاب مبین میں ہے (ولا رطب ولایا بس الافی کتب مبین) کتاب مبین کیا ہے قرآن نے خود اسکی تفسیر کر دی کیونکہ القرآن یفسر بعضہ بعضا۔ قرآن کا بعض حصّہ دوسرے حصّے کی تفسیر و وضاحت کرتا ہے اور یہی تفسیر سب سے اعلیٰ درجے کی ہے۔ تو فرمایا: قد جاء کم من اللّٰہ نور و کتب مبین۔ مفسرین نے بالاتفاق فرمایا ہے کہ یہاں کتاب مبین سے مراد قرآن کریم ہے۔ اور یہ قرآن اللہ تعالیٰ نے خود اپنے محبوب کو پڑھایا اور سکھایا جیسا کہ خود ارشاد فرمایا: الرحمٰن علم القران خدا جیسا استاد کوئی نہیں مصطفیٰ جیسا شاگرد کوئی نہیں، اس جیسا پڑھانے والا کوئی نہیں، اس جیسا پڑھنے والا کوئی نہیں اس جیسا سکھانے اور سمجھانے والا کوئی نہیں، اس جیسا سیکھنے اور سمجھنے والا کوئی نہیں دوسرے استاد ڈنڈے مار مار کر پڑھاتے ہیں خدا نے مصطفیٰ کو رحمت کی لوریاں دے دے کر آغوش رحمت میں لے لے کر پڑھایا، کتاب ایسی کہ ذلك الكتاب لا ریب فیہ معلّم ایسا کہ الحمد للّٰہ رب العالمین۔ متعلم ایسا کہ وما ارسلنك الا رحمة للعالمین، خدا پڑھانے والا ہو، مصطفیٰ پڑھنے والا ہو، تو کونسا علم ہوگا جو باقی رہ جائے گا۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "بعض لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کیلئے علم غیب نہیں مانتے۔ میں کہتا ہوں (انبیاء کی شان تو وراء الوری ہے) اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں ادراک علم غیب کا ان کو ہو جاتا ہے" مولائے روم فرماتے ہیں۔

لوح محفوظ است پیش اولیاء
آنچہ محفوظ است محفوظ از خطا

ثابت ہوا کہ جس طرح صحیح معدے والے ہی کما حقہ کھانا کھاتے اور کھا کر ہضم کر

جاتے ہیں اسی طرح صحیح عقیدے والے ہی یؤ منون بالغیب پر ایمان رکھتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے علم غیب عطائی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

یاد رکھو! کہ دوا خریدی جا سکتی ہے شفا نہیں، کتاب خریدی جا سکتی ہے علم نہیں، بستر خریدا جا سکتا ہے کندھے پہ رکھ کر پھرا جا سکتا ہے لیکن سکون نہیں خریدا جا سکتا غلامی رسول میں آؤ جنت بھی خریدلو، سکون بھی خریدلو، علم و حکمت سے بھی دامن بھرلو شفاء بھی حاصل کرلو۔ دربار مصطفیٰ سے تمہیں عجیب عجیب نسخے ملیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علیکم بشفائین العسل والقران۔ (ابن ماجہ)

دو شفاؤں کو اپنے اوپر لازم کرلو۔ ایک شہد کو دوسرا قرآن کو۔ بعض طبیب جسمانی ہوتے ہیں جو فقط جسم کا علاج کرتے ہیں اور بعض روحانی جو فقط باطن کا علاج کرتے ہیں، بعض پڑھ پڑھا کر بھی کچھ نہیں کر سکتے لیکن ہمارے آقا علیہ السلام کل فی کتاب مبین کا علم رکھنے والے النبی الامی کا خطاب پانیوالے وہ طبیب کائنات ہیں کہ ایک ہی نسخے میں تمام روحانی و جسمانی بیماریوں کا علاج فرما رہے ہیں پھر عسل کو مقدم فرمایا قرآن کو بھی مقدم کیا جا سکتا تھا لیکن شہد چونکہ ظاہراً مٹھاس ہے۔ اور اوپر بلندی پہ جانا ہو تو پہلے پہلی سیڑھی پہ قدم رکھا جاتا ہے تو فرمایا تمہیں صرف شہد میں مٹھاس نظر آتی ہے اگر اس سے زیادہ مٹھاس چاہتے ہو تو قرآن کی دہلیز پر آؤ۔ اگر قرآن میں شہد سے زیادہ مٹھاس نہ ہوتی تو امام ابوحنیفہ ایک ایک مہینے میں اکسٹھ قرآن پاک ختم نہ کرتے۔

شہد میں صرف صوری مٹھاس ہے اور قرآن میں حقیقی لذت ہے۔ جس سے آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا ہوتا ہے اور اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے و اذا تلیت علیھم ایتہ زادتھم ایمانا۔ گھر میں پانچ سال کا بچہ ہاتھی و شیر (کی شکل کے کھلونوں) کو گرا لیتا ہے اور زندہ شیر اگر آجائے تو سارا شہر بھگ جاتا ہے کیونکہ وہ صرف صورت ہے اور یہ صورت مع الحقیقت ہے۔ ہم بھی صرف صورتاً مسلمان رہ گئے ہیں کہ انبیاء کرام کو بھی اپنی طرح کا سمجھنے لگے ہیں اور ہی نہیں دیکھتے کہ عزرائیل علیہ السلام نے آج تک کسی کے پاس جانے سے پہلے اس سے اجازت طلب نہیں کی مگر ہمارے آقا کے پاس آتے ہیں تو تین دن

اجازت لیتے رہتے ہیں اور عزرائیل علیہ السلام کے بھی سردار، سید الملائکہ حضرت جبریل امین علیہ السلام ہمارے آقا کے قدموں کے بوسے لے رہے ہیں۔

(مختلف علماء کرام کی تقاریر سے نکات کا یہ مجموعہ ترتیب دیا گیا)

علم پڑھیاں اشراف نہ تھیوں جہڑے ہوون اصل کمینے ہو
پتلوں سونا مول نہ بندا، توڑے جڑیئے لکھ نگینے ہو
شوم کولوں کدے داد نہ ملدی، بھاویں ہوون لکھ خزینے ہو
باہجھ حب نبی دے نہ جنت ملدی، بھاویں مریئے وچہ مدینے ہو

(حافظ مشتاق سلطانی عموماً پڑھتے ہیں حالانکہ شرح ابیات باہو کے مقدمہ میں سلطان الطاف علی صاحب نے اس شعر کو الحاقی قرار دیا ہے)

سر کونے تے لتے داڑھے ہتھ ڈبے نسواراں دے
تیل تماکو ویچن والے گلے کرن سرداں دے

لنگ گئی رت گلاباں والی، پھٹے آن دھتورے
ڈاھڈی چپ شریفاں کیتی، بھونکن پئے کتورے

(قاضی منظور احمد سرگودھوی نے پڑھے)

علم مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

کوئی بریلی پاس ہے کوئی دیوبند پاس کوئی کراچی لاہور فیصل آباد جامعہ رضویہ پاس ہے مگر ہمارے آقا تو وہ ہیں جو معراج کی رات خدا پاس ہو کر آئے۔

ہماری فراغت کی سند کاغذ کا ایک پرزہ ہے مگر ہماری حضور کے علم کی سند پورا قرآن ہے۔ مگر بے خبر، بے خبر جانتے ہیں۔ لوگ تو پڑھ پڑھ کر علم کو سینے میں جمع کرتے ہیں پھر اس میں سے کچھ یاد رہتا ہے باقی بھول جاتا ہے اور ہمارے آقا جب کسی کو علم کی نعمت سے نوازتے ہیں تو ان نوازشات کے انداز ملاحظہ ہوں:

- حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا فرماتے ہیں کہ جب مجھے حضور نے یمن کا قاضی بنانے کا

ارادہ فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ میں نے تو کبھی فیصلہ کیا ہی نہیں تو میں قاضی کیسے بن سکتا ہوں؟ آپ نے مجھے قریب کیا اور میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور باب مدینۃ العلم بنا دیا۔ فما شککت فی قضاء بین اثنین۔ اس کے بعد ساری زندگی کبھی مجھے کوئی فیصلہ کرنے میں رکاوٹ نہ ہوئی۔

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کثیر الروایت کیسے بنے یہ بھی سنتے جایئے۔ فرماتے ہیں: میں نے حضور کی بارگاہ میں اپنے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی تو آپ نے مجھے فرمایا: ابسط ردائك۔ اپنی چادر پھیلاؤ۔ فغرف فیه ثلث غرفات۔ آپ نے اس میں تین لپیں بھر کر ڈالیں اور فرمایا: اضمم بصدرك۔ اپنے سینے کے ساتھ چمٹا لے۔ فما نسیت بعد۔ وہ دن گیا اور آج کا دن آیا میں کبھی علم کی بات بھولا ہی نہیں۔ (علامہ سید محمد زبیر شاہ صاحب آف چکوال۔ خطاب کراچی)

حاضر و ناظر کی ایک مثال:

سورج کتنا ہی قریب ہو مگر شیشے کا رُخ اگر سیدھا نہ ہو تو اس میں سورج کا عکس نہیں آئے گا اور کتنا ہی دور ہو مگر آئینے کا رُخ اگر سیدھا ہو تو چمک جائے گا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ دور و نزدیک سے فرق نہیں پڑھتا آئینہ دل کا رُخ سیدھا ہونا چاہیے، دل کے شیشے کا رُخ سیدھا مدینے کی طرف کرو دور ہو کر بھی چمک جاؤ گے، آخر دیکھتے نہیں ہو۔

دور تھے اویس مگر ہو گئے قریب
بوجہل تھا قریب مگر دور ہو گیا

حضرت بابا محمد قاسم موہڑوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے کہ چار دھوبی آ گئے۔ آپ ان کو دیکھتے ہی فوراً کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ میری برادری آ گئی ہے۔ عرض کیا گیا وہ کیسے؟ فرمایا: یہ پانی سے کپڑے دھوتے ہیں اور میں محبت رسول کے پانی سے لوں کو دھوتا ہوں۔

امتی کی ہر شئی نبی کی ہوتی ہے:

اللہ والے دل دھو کر چھوڑ نہیں دیتے بلکہ اس کی حفاظت اور نگرانی بھی کرتے ہیں۔ غور

کرو! بلقیس کی اجازت کے بغیر سلیمان علیہ السلام نے اس کا تخت منگوا لیا حالانکہ حالت صلح میں دوسرے کے مال میں تصرّف بغیر اس کی اجازت کے ناجائز ہے اگرچہ مالک کافر ہی ہو، اس کی وجہ یہ تھی کہ بلقیس نے چلتے وقت دل میں ارادہ کر لیا تھا کہ میں جاکر سلیمان علیہ السلام کا کلمہ پڑھ لوں گی جس کو سلیمان علیہ السلام نے سینکڑوں میل دور جان لیا اور حکم دیا کہ اس کا تخت لیکر آؤ اب اجازت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مایؤل (آنے والے وقت) کے اعتبار سے وہ ہماری امتی ہے اور امتی کا سب کچھ نبی کا ہی ہوتا ہے۔

نمی گویم کہ از عالم جُدا باش
ولے ہر جا کہ باشی با خدا باش

(پیر علاؤ الدین: نیریاں شریف)

جب سلیمان علیہ السلام کی حالت یہ ہے تو ہمارے آقا و مولیٰ کی حالت کیا ہو گی۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک اہل محبت کا نذرانہ محبت ملاحظہ ہو:

وہ جو تاجدار شہاں ہوئے — وہ شہ زمین و زماں ہوئے
جو امیر بزم جہاں ہوئے — جہاں دل کیا وہیں آ گئے
شب انتظار میں سو گیا — وہ نصیب میرا جگا گئے
یہ کرم ہے میرے کریم کا — کہ وہ میرے خواب میں آ گئے
میں ہجوم غم کا نقیب تھا — شب تار میرا نصیب تھا
میرے گھر میں چاند اتر گیا — وہ جمال اپنا دکھا گئے
ہو درود تم پہ ہزار ہا — میرے راہنما میرے نا خدا
میرا بیڑا پار لگا گئے — میری ڈوبی کشتی ترا گئے
ہمیں داغ غم سے چھڑا گئے — ہمیں معصیت سے بچا گئے
وہ نبی محمد مصطفیٰ — سوئے عرش رب عُلا گئے
ابھی آئے تھے میرے دلربا — جو جمال اپنا دکھا گئے
یہ مہک لہک تھی لباس میں — کہ مکان سارا بسا گئے

اُسوہ کیا ہے؟:

قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کی ذات اقدس میں اہل ایمان کیلئے ''اسوۂ حسنہ'' کا ذکر فرمایا گیا ہے: لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ...... (الاحزاب)

اسوہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کے ہر گوشے اور ہر موڑ پر اس سے راہنمائی اور روشنی حاصل ہو، اس معیار پر کما حقہ ہمارے آقا علیہ السلام کی حیات طیبہ پورا اترتی ہے۔ اگر کوئی مہمان ہے یا میزبان تو اس کو حضور علیہ السلام کی مہمانی اور میزبانی سے راہنمائی لینی چاہیے۔ کیونکہ آپ مہمان بھی ہوئے اور میزبان بھی۔ رونا کیسے ہے مسکرانا کیسے ہے یہ بھی رسول پاک علیہ السلام کے اسوہ سے سیکھو۔ معاملات و عبادات کے طریقے الغرض اسوۂ رسول تمام احوال پہ محیط ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی جذبہ ایسا نہیں ہے جس کے لئے ہمارے آقا علیہ السلام کی واضح ہدایات نہ ہوں کیونکہ آپ نے ایک بھرپور زندگی گزاری۔ آپ کی سیرت ہمہ جہتی ہے جبکہ موسیٰ علیہ السلام کی سیرت سے یہ پتہ تو چلتا ہے کہ نافرمانوں کو سزا کیسے دی جاتی ہے کیونکہ آپ کی بعثت کا تقاضا ہی یہ تھا۔ لیکن رحم و کرم کی جہت نظر آتی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت میں رحم و کرم کی جہت تو نظر آتی ہے اور بڑے بھرپور طریقے سے کہ کوئی ایک گال پہ تھپڑ مارے تو دوسرا رخسار بھی آگے کر دو، لیکن ظالم سے انتقام کیسے لینا ہے؟ یہ پہلو نظر نہیں آتا، اس لئے آپ کی سیرت کو بھی ہمہ جہتی نہیں کہا جا سکتا اور ہو بھی کیسے کہ وہ تو صرف بنی اسرائیل کیلئے بھیجے گئے تھے شادی کیسے کرنی ہے، اولاد کے حقوق و فرائض کیا ہیں وہاں کیا نظر آئے جہاں نہ شادی ہوئی نہ اولاد۔ یونہی انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ جو دنیا میں راہنما اور لیڈر رہوئے ہیں ان میں کوئی ایک جہت ہی دکھائی دیتی ہے چاہے وہ ہٹلر ہو یا سٹالن، لینن ہو یا کوئی اور، ان کی زندگی کے ہزاروں گوشے خاموش ہیں صرف انتقام ہی انتقام کی آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ ہمارے آقا علیہ السلام کی زندگی ایسی ہمہ جہتی ہے کہ ہر سوال کا جواب اور ہر گوشے کی راہنمائی ملتی ہے، کسی جہت کو دیکھو تو یوں لگتا ہے جیسے ساری زندگی اسی پر محنت ہوتی رہی ہے۔ جنگی قوانین ہوں یا عائلی معاملات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جتنا وقت حضور علیہ السلام اپنی ازواج کو دیتے کوئی خاوند اپنی بیوی کو نہیں دے سکتا۔ عبادت کا پہلو دیکھو تو یوں لگے

کہ ساری عمر عبادت میں ہی مصروف رہے یہ ہے یکسانیت وہمہ گیریت۔ آنکھیں سو رہی ہیں دل جاگ رہا ہے، بندوں کے ساتھ سو رہے ہیں اللہ کے ساتھ جاگ رہے ہیں۔

؎ اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شاغل

اس حوالے سے رسالت نامہ کے عنوان سے ایک تجزیہ ملاحظہ فرمائیں۔

رسالت نامہ

ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

- ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا
- ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا
- ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
- ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا
- ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا
- ام المومنین حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا
- ام المومنین حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا
- ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا
- ام المومنین حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا
- ام المومنین حضرت صفیہ بن حیی رضی اللہ عنہا
- ام المومنین حضرت میمونہ بن الحارث رضی اللہ عنہا

بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم

- سیدہ زینب رضی اللہ عنہا
- سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا
- سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا
- سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا

ابناء رسول اللہ ﷺ

- حضرت قاسم رضی اللہ عنہ
- حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ
- حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

مؤذنین رسول اللہ ﷺ

- حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ
- حضرت ابن ام کلثوم رضی اللہ عنہما
- حضرت سعد قرضی رضی اللہ عنہ
- حضرت ابومخدورہ رضی اللہ عنہ

شعرائے کرام رسول اللہ ﷺ

- حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ
- حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ
- حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ

غلامانِ رسول اللہ ﷺ

- حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
- حضرت صالح شقران رضی اللہ عنہ
- حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ
- حضرت سفینہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ
- حضرت ابوکبشہ رضی اللہ عنہ
- حضرت سلمان رضی اللہ عنہ
- حضرت رباح فضالہ رضی اللہ عنہ
- حضرت مدعم رضی اللہ عنہ
- حضرت یسار رضی اللہ عنہ
- حضرت مامور رضی اللہ عنہ
- حضرت سندر رضی اللہ عنہ

پہرہ داران رسول اللہ ﷺ

- حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ
- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
- حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ
- حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ
- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ
- حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ
- حضرت بلال رضی اللہ عنہ
- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

- حضرت ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہ
- حضرت ابن ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ
- حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ
- حضرت اسد بن اسیر ساعری رضی اللہ عنہ
- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

خدام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

- حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ
- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ
- حضرت امت اللہ بنت زرینہ رضی اللہ عنہا
- حضرت ام رباب رضی اللہ عنہا
- حضرت اسقع بن شریک رضی اللہ عنہ

غزوات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

- غزوہ ودان
- غزوہ تبوک
- غزوہ بواط
- غزوہ بدر اولیٰ
- غزوہ ذوالعشیرہ
- غزوہ بدر کبریٰ
- غزوہ بنی سلیم
- غزوہ بنوقینقاع
- غزوہ سویق
- غزوہ ذی مرہ
- غزوہ احد
- غزوہ بنی نضیر
- غزوہ احزاب
- غزوہ ذات الرقاع
- غزوہ بدر الاخری
- غزوہ دومۃ الجندل
- غزوہ طائف
- غزوہ مریسع
- غزوہ بنوقریظہ
- غزوہ بنی لحیان
- غزوہ ذی قرد
- غزوہ خیبر
- غزوہ وادی القریٰ
- غزوہ فتح مکہ
- غزوہ حنین

ہم حلقہ بگوشانِ در مصطفوی ہیں
ہم اور کسی در پہ جبیں کیسے جھکائیں
وہ بھی نہ سنیں گے تو بھلا کون سنے گا
افسانۂ غم اور کسے جا کے سُنائیں

ہر انسان کی زندگی میں ایسے ایسے لمحات آتے ہیں کہ بڑے بڑے حلیم و صابر، خلیق و شاکر ڈگمگا جاتے ہی، اپنے سامنے ہوں تو سراپا اخلاق، پرائے ہوں تو سراپا ظلم، اسی لئے فرمایا گیا کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں نا انصافی پر نہ ابھار دے ولا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا۔

ایک مقام پہ فرمایا کہ انصاف کرو اگرچہ تمہارے والدین یا قریبوں کے ہی خلاف جاتا ہو ولو علی انفسکم او الو الدین والاقربین۔

مگر صاحب خلق عظیم آقا علیہ السلام طائف کے بازاروں میں پتھر کھا کر اور فاتح عرب بن کر بھی لوگوں کو اسوۂ حسنہ اور اخلاق عظیمہ عطا فرماتے رہے۔

تم اشارہ نہ کرو گے تو بتاؤ آقا
اپنی سوئی ہوئی تقریر جگاؤں کیسے

یہ ان کی کرم نوازی ہے وہ میری نظر میں رہتے ہیں
آنکھوں میں تصور ہے ان کا، دل اور جگر میں رہتے ہیں

ماں کی رحمت فقط اولاد کیلئے ہے استاد کی شفقت صرف شاگرد کیلئے ہے جبکہ رب کی ربوبیت سب کے لئے ہے اور مصطفیٰ کی رحمت سب کیلئے ہے۔

حضور کا ذکر اللہ کا کلام ہے وانہ لذکر لک۔ اور کلام اللہ کی صفت ہے جو قدیم ہے تو مطلب یہ ہوا کہ کچھ نہ تھا تو ذکر مصطفیٰ تھا اور کچھ نہ ہوگا تو ذکر مصطفیٰ ہوگا۔ سیرت و فضائل کی بڑی بڑی کتابیں بڑے بڑے مصنفین نے لکھیں لیکن کلام اللہ سیرت کی وہ کتاب ہے کہ نہ اس جیسی کوئی کتاب ہے اور نہ اس کے لکھنے والے جیسا کوئی مصنف ہے، دوسرے لوگوں کی سیرت وفات کے بعد لکھی جاتی ہے حضور کی کتاب سیرت کائنات بننے سے پہلے لکھی گئی اور اس

زبان میں کہ جو قبر و حشر و جنت میں بولی جائے گی۔ عربی زبان کو سیرت مصطفیٰ کی کتاب مبین نے دوام اور ہمیشگی عطا کردی۔ اس کو سارا جہاں ہمیشہ پڑھتا رہے گا۔

انما انا بشر مثلکم:

حضور علیہ السلام کو صوم وصال رکھتے دیکھ کر صحابہ کرام نے بھی مسلسل رکھنے شروع کر دیے اور کمزور ہو گئے اس موقع پہ آپ نے صحابہ کرام کو فرمایا ایکم مثلی۔ تم میں سے میری مثل کون ہو سکتا ہے ذرا سوچو! جب صدیق و فاروق مثل نہیں ہو سکتے تو ابوجہل وابولہب کس طرح ہو سکتے ہیں پھر آپ نے کافروں کو کیوں فرمایا انا بشر مثلکم؟ یوں سمجھو کہ جب ہندو حکومت انڈیا کے مسلمانوں پہ ظلم کرتی ہے تو مسلمان احتجاج کرتے ہوئے کہتے ہیں ارے ظالمو! نہ سمجھو کہ ہم مومن و مسلمان ہیں مگر اپنے جیسا ہندوستانی تو سمجھو، کیا انہوں نے اپنے آپ کو کافروں کی مثل کہہ دیا؟

حضور نے فرمایا: اگر میری نبوت و رسالت کی عظمت کو نہیں مانتے ہو تو مجھے اپنے جیسا بشر تو مانو، اگر اپنے جیسا بھی سمجھتے ہوتے تو پتھر نہ مارتے اور کوڑا نہ پھینکتے، دراصل یہ فرما کر حضور علیہ السلام نے ان کی غنڈہ گردی کو طشت از بام فرما دیا اور ان کے سماج کو بے نقاب کر دیا کہ ایسے بدمعاش ہیں کہ بتوں کو کعبے کے اندر سجایا ہوا ہے اور محبوب خدا کو مسجد حرام میں جا کر نماز بھی نہیں پڑھنے دیتے۔

اگر کوئی پھر بھی اپنی ضد پر ڈٹا رہے اور آج بھی نبی علیہ السلام کو اپنے جیسا کہے تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ جس نے جو سُنا وہی یاد رکھے ہوئے ہے اور وہی دہرا رہا ہے صحابہ نے ایکم مثلی سُنا اور ہم ان کو ماننے والے آج بھی برملا کہہ رہے ہیں۔

ذرّے اس خاک کے رخشندہ ستارے ہوں گے
جس جگہ آپ نے نعلین اتارے ہوں گے

اور ابوجہل اینڈ کمپنی نے مثلکم سُنا تو ان کے پیروکار آج بھی وہی کچھ دہرا رہے ہیں۔ جو صحابہ سے فرمایا وہ ہم نے لے لیا اور جو کافروں سے فرمایا وہ انہوں نے لے لیا۔

؎ ہر کسے بر خلقت خود می کند

(سید محمد ہاشمی میاں! انڈیا)

ذنب کا معنیٰ:

ذنب کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ جو کام بظاہر خلاف اولیٰ تھے اور آپ ان کو محسوس فرماتے اللہ تعالیٰ نے وہ بھی معاف کیے۔ مثلاً وضو میں تین تین بار اعضاء کو دھونا بہتر ہے کیونکہ حدیث میں دو دو بار دھونے کا بھی ذکر ہے اور فرمایا کہ جس نے تین بار نہ دھویا اس کا وضو کامل نہ ہوا اور آپ نے خود کبھی (بیان جواز) کیلئے دو دو بار بھی دھویا اور ایک بار دھونے سے بھی وضو ہو جاتا ہے تو اگر کبھی یہ خیال آتا اور دل پر گراں گذرتا تو فرمایا: ہم نے یہ بھی معاف کر دیا''۔ ورنہ سرکار کا تعلیم امت کے لئے یا بیان جواز کیلئے کبھی کسی مستحب کو چھوڑنا بھی ایسی شان رکھتا ہے کہ سارے جہان کے سارے فرائض سے زیادہ افضل ہے اور اہل اللہ کا تو عقیدہ یہ ہے کہ اے اللہ ہماری ساری عمر کی عبادت لے لے اور جس کو تو نے مصطفیٰ کا ذنب فرمایا ہے وہ دے دے تو ہماری نجات کے لئے کافی ہے۔ (علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ)

؎ ہم گناہ گاروں کو سرکار سنبھالے ہوں گے
حشر میں ان کی شفاعت کے حوالے ہونگے
نور آنکھوں پہ چہرے پہ اُجالے ہونگے
مصطفیٰ والوں کے انداز نرالے ہونگے
نزع میں ان کے تصور سے مقدر چمکا
قبر میں اب تو اجالے ہی اجالے ہوں گے
جو مٹائے ہیں محمد پہ اثاثہ اپنا
انکی تحویل میں جنت کے قبالے ہونگے
خلد میں بھیڑ نظر آتی ہے خوش بختوں کی
میری سرکار کے سب ماننے والے ہونگے

جنتی وہ ہیں جنہیں ان کی شفاعت پہ یقین
وہ جو منکر ہیں جہنم کے حوالے ہونگے
بخشوا لیں گے خدا سے انہیں محبوب خدا
طوق گردن میں غلامی کے جو ڈالے ہونگے
پوچھا دوزخ نے یا رب ہیں گناہ گار کہاں
ذات حق بولی محمد نے سنبھالے ہوں گے

(صاحبزادہ نصیر الدین نصیر گولڑوی)

قرآن اور صاحب قرآن:

یہ وہ کتاب ہے جو ہمارے آقا کی ہر ادا کو بڑے پیار سے بیان کرتی ہے چادر اوڑھیں تو یا ایھا المدثر۔ کمبل لیں تو یا ایھا المزمل، گلیوں میں چلیں تو لا اقسم بھذا البلد۔ زلفیں سجائیں تو والیل اذا یغشی، چہرہ چمکائیں تو والضحیٰ۔ تیل لگائیں تو و التین بات کی تو و قیلہ۔ جوانی آئی لعمرك۔

تیری ہر ادا پہ ہے جاں فدا مجھے ہر ادا نے مزہ دیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا، تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

جس نبی کی صفات کو رب نے اپنا قرب عطا کیا تو رؤف و رحیم بنا دیا، زبان کو قرب عطا فرمایا تو ان کے کلام کو اپنا کلام قرار دے دیا وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ آپ کے فعل کو قرب عطا کیا تو اپنا فعل قرار دے دیا وما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمیٰ۔ حضور کی ارادت کو ترقی دی تو آپ کے ہاتھ پہ بیعت کرنے والوں کو اپنا مرید قرار دے دیا ان الذین یبایعوك انما یبا یعون اللہ۔ ذاتی قرب کو ثم دنی فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ فرما دیا۔ نبی کی اطاعت و رضا کو قرب بخشا تو اپنی رضا و اطاعت گردانا۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ۔ پھر کیوں نہ کہا جائے۔

؎ تم ذات خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو
اللہ ہی کو معلوم ہے کیا جانیے کیا ہو

حضور علیہ السلام کے ادب کو اللہ تعالیٰ نے اس درجے کا اپنا ادب قرار دیا کہ حضرت علی المرتضیٰ کی نماز قضا ہوگئی، جب وہ سرکار کے آرام کے ادب میں مصروف تھے سورج غروب ہوگیا، حدیث شریف میں ہے کہ سورج جب غروب ہوتا ہے تو رب کو سجدہ کرتا ہے تو اللہ نے فرمایا! اے سورج میرا سجدہ بعد میں کرنا پہلے علی کا سجدہ کرا کے آتا کہ ادب ومحبت مصطفیٰ کی چادر پہ داغ نہ لگے کیونکہ مصطفیٰ کا ادب خدا کا ادب ہے لا تقد موابین یدی اللہ و رسولہ۔

؎ نا گہاں ساکن ہواؤں میں روانی آگئی
اور چمن کے پتے پتے پر جوانی آگئی
رحمت حق کو یکا یک اک بہانہ مل گیا
آمنہ کو کنزاً مخفیاً کا خزانہ مل گیا
حضرت حسنین کو بے مثل نا نا مل گیا
ہم گناہ گاروں کو بخشش کا بہانہ مل گیا

تیرا رب، تیرا رب، تیرا رب:

اللہ تعالیٰ کی عطائیں بھی ہم پہ اس لئے جاری وساری ہیں کہ محبوب کی نسبت حاصل ہے وما کان عطاء ربک محظوراً۔ تیرے رب کی عطا (تیری امت پہ) کبھی ختم نہ ہوں گی۔ اور جس کو جو ملتا ہے تیرا ہی صدقہ ملتا ہے ورنہ اس ذات پہ کسی کا کوئی استحقاق نہیں۔ بات کوئی ہو کسی موضوع پہ ہو مگر تیرے رب نے تیرے حوالے سے بات کرنی ہے۔ بات آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کی ہو تو واذ قال رب آدم یا رب الملائکۃ نہیں فرمایا بلکہ و اذ قال ربک فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ رب تو ہوں اور میرا کام پالنا ہے مگر جو میرے محبوب کے قدموں سے کٹ گیا اس کو بھی پالتا تو میں ہی ہوں مگر ناراضگی سے۔ کیونکہ مقصود کائنات محبوب خدا کی ذات ہے، باغباں باغ لگاتا ہے تو اس سے مقصود پھول اور پھل ہوتے ہیں اللہ نے کائنات کو سجایا تو مقصود کائنات اپنے محبوب کو ٹھہرایا۔ اس لئے واقعہ کوئی بھی ہو تو

"ربك" فرماتا ہے۔(فلا وربك۔ واذ قال ربك۔ وما كان عطا وربك محظورا)

حضور نے فرمایا: آذان کی دعا میں میرے لئے وسیلہ مانگو، حالانکہ حضور علیہ السلام کو وسیلے کا ملنا ہماری دعاؤں پہ موقوف نہیں ہے لیکن اس میں بھی ہمارا ہی فائدہ ہے کہ وسیلہ حضور کے لئے مانگیں گے اور حضور کی شفاعت ہمارے لئے واجب ہو جائے گی۔ایک ہندو کہتا ہے۔

؎ نبی کے واسطے سب کچھ بنا ہے بڑی ہے قیمتی جان محمد
فرشتے بھی یہ کہتے ہیں کہ ہم ہیں غلامانِ غلامان محمد

(دلورام کوثری)

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنی ذات کی طرف بلانے کا اپنے محبوب کو حکم دیا تو بھی یہ نہ فرمایا کہ ادع الی سبیل اللّٰہ کہ اللہ کی راہ کی طرف بلاؤ بلکہ فرمایا: ادع الی سبیل ربك۔ اپنے رب کے راستے کی طرف بلاؤ۔میری بارگاہ میں آئیں تو صرف اپنا رب سمجھ کر نہیں بلکہ تیرا رب سمجھ کر۔

؎ وہ رب کے ہیں رب ان کا ہے جو ان کا ہے وہ رب کا ہے
بے ان کے جو رب کو ملا چاہے دیوانہ ہے سودائی ہے

اللہ تعالیٰ نور السمٰوات والارض ہے اور اس کا محبوب بلاتشبیہ وتمثیل اس نور کی چمنی ہے، جہاں تک نور کی روشنی جاتی ہے وہاں تک چمنی کا رنگ بھی جاتا ہے جہاں تک خدا کی خدائی جاتی ہے وہاں تک مصطفیٰ کی مصطفائی جاتی ہے۔

؎ خدا کا ذکر کرے ذکر مصطفیٰ نہ کرے
ہمارے منہ میں ہو ایسی زباں خدا نہ کرے
کہا خدا نے کہ بخشش کی بات محشر میں
میرا حبیب کرے کوئی دوسرا نہ کرے
مدینے جا کے نکلنا نہ شہر سے باہر
خدانخواستہ یہ زندگی وفا نہ کرے
در حضور پہ جھک جائے جس گھڑی یہ سَر
قضا سے کہہ دو اک لمحہ بھی قضا نہ کرے

درِ حضور پہ ایسا کبھی نہیں دیکھا
کوئی سوال کرے اور وہ عطا نہ کرے

ہر محفل کا عنوان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جس طرح ہر موسم کا پھل جداگانہ ہے اور ہر بات کا کوئی نہ کوئی موقع محل ہوتا ہے اور جو بات موقع محل کے مطابق نہ کی جائے نہ وہ بات اچھی لگتی ہے اور نہ وہ متکلم ہی کوئی عقل مند ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر محفل ومجلس کا کوئی نہ کوئی عنوان، موضوع اور سرنامہ ہوتا ہے جس کے گرد وہ مجلس گھومتی ہے اور ہر محفل کا عنواں جداگانہ ہوتا ہے دنیا میں حضور علیہ السلام کے علاوہ آپ کو ایسی ذات نہ ملے گی جو ہر محفل کا عنوان بنی رہے، بادشاہ محفل کا عنوان ہوتے ہیں مگر اپنے دور اقتدار تک، اولیاء کرام اور انبیاء عظام عنوان محفل بنتے ہیں لیکن خاص علاقے تک اور خاص زمانے میں جہاں جہاں ان کے مداح ہوتے ہیں، وہ بھی پیدا ہونے کے بعد سے لیکر، اگر کوئی پیدائش سے بھی پہلے اور وصال کے بھی بعد بلکہ قیامت کے بھی بعد ہر محفل کا موضوع ہوا ہے تو وہ محبوب خدا کی ذات ہے۔ جن انبیاء کرام کے متبعین آج دنیا میں موجود ہیں مثلاً یہود ونصاریٰ انہوں نے بھی کبھی حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کے فضائل بیان کرنے کیلئے کوئی محفل نہیں سجائی مگر آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے دیکھو تو عالم ارواح کے اندر بھی ہمارے آقا محفل کا عنوان بنے ہوئے ہیں **واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین**...... تورات وانجیل میں آپ کے چرچے، زمین وآسمان میں آپ کی عظمت کے ڈنکے، خدا بھی ان کا ذکر کرے اور ساری خدائی بھی ان کے خطبے پڑھے۔ ثابت ہوا کہ لوگوں کی نگاہوں میں محفل کی رونق کا مدار اقتدار ہے اور ہماری نگاہوں میں ہر محفل کی زینت ورونق احمد مختار ہے۔

نبی کی بزم سجانا تمہیں مبارک ہو
رسول پاک کا آنا تمہیں مبارک ہو
خوشی سے محفل میلاد مصطفیٰ کر کے
غم و الم کو مٹانا تمہیں مبارک ہو

معلوم ہوا کہ ہر موضوع وقت کا محتاج ہوتا ہے مگر وقت ذکر مصطفیٰ کا محتاج ہے، ذکر مصطفیٰ جب بھی ہو، جو بھی کرے پیار کی ہوائیں چلتی ہیں، نفرتیں ختم ہوتی ہیں، محبتیں انگڑائیاں لیتی ہیں، دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ یہ کوئی لفاظی نہیں ہے سورۂ صف میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے جب عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کا خطبہ دیا واذ قال عیسیٰ ابن مریم...... و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔

واذ کا لفظ بتا رہا ہے کہ خدا کو وہ وقت بھی پیارا لگتا ہے جس وقت میں اس کے پیارے کا پیارا ذکر کیا جائے ورنہ کوئی بُرے وقت کو یاد کرنے کی تلقین تو نہیں کرتا، دور عیسیٰ علیہ السلام کا ہے مگر ذکر مصطفیٰ ہو رہا ہے۔ معلوم ہوا ذکرِ مصطفیٰ وقت کی پابندیوں سے وراء الوریٰ ہے بلکہ ؎ ہر دور میں چلتا ہے پیمانہ محمد کا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پہلے اپنی رسالت اور تصدیق تورات کا ذکر کیا تا کہ آپ کی اہمیت لوگوں کو معلوم ہو جائے اور پھر حضور کی آمد کا تذکرہ کیا تا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ جب ذکر کرنے والا اتنی شان کا مالک ہے تو جس کا ذکر کر رہا ہے وہ کس شان کا حامل ہوگا۔ ثابت ہوا:

؎ ہر دور میں چلتا ہے پیمانہ محمد کا
آباد خدا رکھے میخانہ محمد کا (ﷺ)

(علامہ سید محفوظ الحق شاہ آف بوریوالا، باضافۂ کثیرہ)

تو اصل وجود آمدی از نخست:

جب پھل اور پتہ کہے کہ میں شاخ سے ہوں تو تم مانتے ہو، شاخ کہے میں تنے سے ہوں تو تم تسلیم کرتے ہو، تنا کہے میں جڑھ سے ہوں تو تم اقرار کرتے ہو، جڑھ کہے میں زمین سے ہوں تو تمہیں انکار نہیں اور جب اللہ کا محبوب کہے انا من نور اللہ و کل الخلائق من نوری تو کیوں اعتراض کرتے ہو۔ ایک انسان تو ایسا ہونا چاہیے جو اُدھر اللہ سے واصل ہو اور ادھر مخلوق میں شاغل ہو، اِن کی سُنے اور اس کو سُنائے، ان کی بھی زبان سمجھے، اس کی بولی بھی

جانے، ان کی التجائیں اس کو پہنچائے، اس کے پیغامات ان کو بتائے، اس کو بھی دیکھے، ان کو بھی دیکھے، اُدھر دیکھے تو کہے من رانی فقد رای الحق، اِدھر دیکھے تو فرمائے انا بشر مثلکم، اُس سے لے اِن کو دے، ان کو اُٹھائے اُس تک پہنچائے، جس کو خدا اپنے پاس بلائے تو سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ فرمائے (کہ جب اس کی عبدیت یہ ہے تو رسالت کیا ہوگی) اور ہمارے پاس بھیجے تو ارسل رسولہ فرمائے، (رسالت تمہارے لئے ہے اور اس کی عبدیت میرے لئے ہے تا کہ دنیا جانے رسالت میں ان کی مصطفائی ہے اور عبدیت میں ساری خدائی ہے)

نظر دا فرش وچھاؤ حضور آئے نیں
دلاں دی سیج سجاؤ حضور آئے نیں
ستارے بن کے چمک جاؤ پلکاں تے اشکو
تسیں وی خوشیاں مناؤ حضور آئے نیں

وہ جو فرمائیں کہ میں ماں کے پیٹ میں لوح محفوظ پہ چلنے والے قلم کی آواز کو اپنے کانوں سے سُنتا تھا۔ (فتویٰ عبدالحیٔ جلد 1)

وہ جو کھٰیٰعص کے نزول کے وقت جبریل امین کو فرمائے علمت، علمت تو سمجھے نہ سمجھے میں سمجھ گیا۔

وہ جو مکے کی گلیوں میں خرام ناز کرے تو خدا لا اقسم بھذا البلد فرمائے۔ (لا نافیہ ہو یا استفہامیہ یا انکاری یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر بلندی چاہتے ہو تو محمد کے قدموں سے لپٹ جاؤ) نتیجہ یہ ہی نکلا کہ

شریک تیرا کوئی رب ذو الجلال نہیں
تیرے نبی کی بھی لیکن کوئی مثال نہیں

لیکن

جو گرفتار زلف یار نہیں
طول زلف دراز کیا جانے

ورنہ

زمام وقت بدست آپ کے غلام حضور
بلال اَذاں نہ پڑھیں تو سحر ٹھہر جائے

وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے:

ہمارے آقا علیہ السلام کی عظمت و شان کا کوئی انسان کماحقہ ادراک و بیان نہیں کرسکتا، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مدینہ کے تاجدار، نبیوں کے سردار، کائنات کے طبیب اور اللہ کے حبیب علیہ السلام پر اگر جبریل امین علیہ السلام قرآن پاک کی آیات بینات لے کر نہ بھی اترتے تو رب کعبہ کی قسم ہے محبوب خدا علیہ السلام کا چہرہ ہی دلیل نبوت کیلئے کافی تھا۔

آپ حضرات روزانہ صبح کے وقت اس حقیقت کا مشاہدہ فرماتے ہوں گے کہ سورج کے طلوع ہونے سے پہلے ساری رات چمکنے والے ستارے اور چاند اپنی روشنیاں ختم کر بیٹھتے ہیں یہ اس بات کا اعلان ہوتا ہے کہ، آب آمد تیمم برخاست۔ پانی کے آنے پہ تیمم کا حکم اٹھالیا جاتا ہے اور آفتاب کے آنے پر کسی کو روشنی دینے کا حق نہیں ہے، انبیاء کرام علیہم السلام کی اس کائنات میں حضور علیہ السلام کی جلوہ گری سے پہلے از آدم تا عیسیٰ علیہم السلام اپنی جلوہ سامانیاں فرماتے رہے اور کائنات عالم کو منور فرماتے رہے مگر جب آسمانِ نبوت کے آفتابِ عالم تاب کی باری آئی تو کیا ہوا؟

صحن چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

(مولانا ملک محمد اکبر ساقی۔ خطاب پشاور)

نسبت اور فوقیت فی المثلیت:

تسخیر ماہتاب کا معرکہ سرانجام دینے کیلئے اپالو گیارہ کی چاند گاڑی آسمان پہ نہیں گئی بلکہ چاند پہ گئی ہے۔ جس کو امریکہ کا صدر زمین پہ بیٹھ کر فقط دیکھ ہی نہیں رہا تھا بلکہ عملے سے باتیں بھی کررہا تھا اور امریکہ والے صدر کی گفتگو اور چاند گاڑی کو ایک فٹ کی ٹی وی سکرین

پہ سُن اور دیکھ رہے تھے، اللہ تعالیٰ چونکہ ہر دور کے نبی کو اس دور میں پائے جانے والے کمالات پر فوقیت عطا فرماتا ہے کیونکہ نبی کا ایک معنی ہی بلند و بالا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو صرف چاند ہی نہیں ساری کائنات ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح دکھادی۔

لطف کی بات یہ ہے کہ چاند گاڑی کا سارا نظام زمین پہ بیٹھ کر چلایا جارہا تھا کہ یہاں اترو، وہاں رکو، یہ کرو وہ نہ کرو۔ چونکہ چاند گاڑی والوں کا رابطہ زمیں والوں کے ساتھ تھا لہٰذا ان کی راہنمائی ہوتی رہی، تو اگر امریکہ والوں کی نسبت چاند گاڑی کو صحیح سمت میں لے جا سکتی ہے تو مدینے والے کی نسبت سلامت رہے تو نہ صرف زندگی کی گاڑی صحیح سمت چلتی رہے گی بلکہ ساری کائنات کی راہنمائی کی باگ ڈور مسلمانوں کے ہاتھ میں ہوگی، کیونکہ ختم نبوت کی برکت ہے اس دور کا ہر کمال حضور کے قدموں کی خیرات ہے اور ہر با کمال چوکھٹ مصطفیٰ پر جھکا ہوا نظر آتا ہے۔ امریکہ والے صرف چاند گاڑی کو کنڑول کرتے ہیں اور مدینے والے ساری کائنات کا کنڑول سنبھالے ہوئے ہیں اعطیت مفاتیح خزائن الارض۔ سائنس کی نسبت اگر چاند تک پہنچاتی ہے تو غلامی رسول کی نسبت چاند سے بھی آگے لے جاتی ہے اور بلال حبشی کے قدموں کی آواز جنت سے زمیں پر سُناتی ہے۔ اور میں تو عرض کروں گا کہ چاند پہ جانا اتنا کمال نہیں جتنا کہ زمین پہ کھڑے ہو کر انگلی کے اشارے سے چاند کے ٹکڑے کر کے چاند کو قدموں میں بلانا کمال ہے۔

ظلمت دہر میں بھٹکے ہوئے انساں کیلئے
از ازل تا باَبد نور کا دھارا وہ ہیں

کونین میں وہ ایک ہی رہبر ہے کہ جس کی
تابانی نقش کف پا سب کے لئے ہے

شاید اسی کا نام ہے توہین جستجو
منزل کی ہو تلاش تیرے نقش پا کے بعد

سایۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور علیہ السلام کا سایہ نہ ہونے کی ایک عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ روشنی میں سایہ اس کا ہوتا ہے کہ جس پر روشنی غالب آجائے اور حضور علیہ السلام کا نور چاند اور سورج کے نور پہ غالب تھا جس کی ایک دلیل یہ ہے کہ سورج چاند کی روشنی میں انسان کمرے کے اندر ہو اور کمرہ بند ہو تو باہر نہیں دیکھا جاسکتا یا یوں کہو کہ دیوار کے پیچھے بھی نہیں دیکھا جاسکتا جبکہ حضور علیہ السلام کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب حضور علیہ السلام پیدا ہوئے تو میں نے مکے کے ایک کمرے کے اندر بیٹھ کر قصور الشام (شام کے محلات) کو دیکھ لیا۔

اور پھر سایہ تو کثیف اور بوجھل چیز کا ہوتا ہے اور حضور علیہ السلام کے وجود میں کثافت نام کی کوئی چیز ہی نہیں اور آپ سے زیادہ لطیف کوئی شئی دنیا میں پیدا ہی نہیں کی گئی جبکہ ہر جسم کا سایہ اس جسم سے لطیف ہوتا ہے۔ (کما قال المجدد فی مکتوباته)

اگر آپ کا سایہ ہوتا اور زمین پہ پڑتا تو اس جگہ کوئی پاؤں رکھ کر آپ کے سائے کی توہین کر دیتا، خدا کو یہ منظور نہ تھا۔

حضرت غوث علی شاہ قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تذکرہ غوثیہ میں لکھتے ہیں کہ میں یمن گیا اور مجھے معلوم ہوا کہ یہاں حضور علیہ السلام کا وہ جبہ مبارک ہے جو آپ نے حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ حضرت اویس قرنی کو بھیجا تھا چنانچہ زیارت کی خواہش ہوئی جب جا کر دیکھا تو عقل نے وسوسہ ڈالا کہ شاید یہ وہ جبہ نہ ہو مگر عشق نے راہنمائی کی کہ آزمالو، سورج کے سامنے کرو اگر بے سایہ نبی کا ہوگا تو اس کا بھی سایہ نہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا بلکہ میں نے حصول برکت کیلئے اس کو پہنا اور غور کیا تو میرا سایہ بھی نہ تھا۔

پیدا ہوئے تو باپ کا سایہ اُٹھا لیا
بڑھنے لگے تو مادر و عم ہو گئے جُدا
چلنے لگے تو دادا عدم کو رواں ہوا
اک ایک جو سایہ تھا اُٹھتا چلا گیا

سائے پسند آئے نہ پروردگار کو
بے سایہ کر دیا، اس سایہ دار کو

وسیلہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ علیٰ کل شئی قدیر ہے اگر چاہے تو بغیر نبی و فرشتے کے واسطے سے اپنے بندوں سے کلام کر سکتا ہے مگر کرتا نہیں بلکہ فرماتا ہے: ماکان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا اومن ورائ ء حجاب او یوسل رسولا بشر کی کیا مجال کہ اللہ سے کلام کرے، اور اللہ تعالیٰ ہر بشر سے کلام کرے یہ اس کے شایان شان نہیں اس لئے ان یکلمه الله فرمایا نہ کہ ان یکلمه البشر۔ کہ اللہ بشر سے کلام کرے نہ کہ بشر اللہ سے ہم کلام ہو سکے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کا کلام اتنا سستا اور عام تو نہیں ہے کہ ہر کسی کے ساتھ کرے اس سے بات کرنے کیلئے تو جانوں کے سودے کرنے کو تیار بیٹھے ہیں اس کی بات کسی خبر والے سے پوچھو (الرحمٰن فسئل به خبیرا) پھر وہ خبر والا بے خبروں کو بتائے هو الذی بعث فی الا میین رسولا۔ حضور علیہ السلام تو کامل، مکمل اور اکمل مخبر صادق ہیں جنکی عظمت کو کوئی بشریت میں محدود کر رہا ہے تو کوئی نورانیت میں حالانکہ آپ کی بارگاہ سے آج بھی عالم بشریت کے ساتھ ستر ہزار صبح اور ستر ہزار شام کو روزانہ عالم نور بھی فیض پا رہا ہے، یہ ساری مکان کی باتیں ہیں اور ہمارے آقا لامکان کے راہی ہیں، انکی بشریت تو ہر کسی نے دیکھی ہے نورانیت ابوجہل نے نہیں ابوبکر صدیق نے دیکھی ہے حقیقت کسی نے نہیں دیکھی۔ حاصل کلام یہ کہ جو اللہ اپنی بات اپنے بندوں کو حضور کے وسیلے کے بغیر نہیں سُناتا وہ بندوں کی بات مصطفیٰ کے وسیلے کے بغیر سُنتا کیونکر گوارا فرمائے گا۔ اسی لئے فرمایا و اذا سألك عبادی عنی فانی قریب۔ اگر آپ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں پس میں قریب ہوں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آپ سے پوچھیں۔ الرحمٰن فسئل به خبیرا۔

آنکھ جب تک بند تھی اک آدمی سمجھا تجھے
اور جب واہ ہوئی کیا کیا نظر آنے لگا

جا کے موسیٰ سے بھی کہہ دے وہ بھی آ کر دیکھ لیں
ان کے رُخ پر میم کا پردہ نظر آنے لگا
نور و بشریٰ مل گئے اور بن گیا نوری بشر
رہ کے پردے میں وہ بے پردہ نظر آنے لگا
تو فنا فی الحق ہوا پھر کیا ہوا میں کیا کہوں؟
قطرہ دریا میں گیا دریا نظر آنے لگا

رُخِ والضحیٰ اور زلف دوتا کی قسم:

چونکہ پوری سورۃ الضحیٰ میں عظمت رسالت کا تذکرہ ہے لہٰذا شروع میں چاشت کی قسم اور رات کی قسم اُٹھانا (والضحیٰ اور والیل کا معنیٰ کرنا) کچھ زیادہ مطابقت نہیں رکھتا اس لئے کہ مقسم بہ (جس کے ساتھ قسم اُٹھائی) مقسم لہ (جس کیلئے قسم اُٹھائی جا رہی ہے) سے اعلیٰ ہونا چاہیے جبکہ چاشت تو حضور کی مسکراہٹ کا نام ہے اور کالی سیاہ رات حضور کی زلف کے کنڈل کی ایک جھلک کا نام ہے۔ کوئی اگر استاد کے علم کی عظمت منوانے کیلئے اس کے کسی نالائق شاگرد کی قسم اُٹھائے گا تو ہر کوئی یہی کہے گا جیسا مقسم بہ ہے۔ ایسا ہی مقسم لہ ہونا چاہیے۔ چونکہ اللہ کی مخلوق میں حضور سے بڑھ کر تو ہے کوئی نہیں اس لئے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق عظمت مصطفیٰ کو واضح کرنے کے لئے خود حضور علیہ السلام ہی کے چہرے اور آپ کی زلف عنبریں کی قسم یاد فرمائی گئی۔

ذکر جہاں میں ہم سب پڑ کر کیوں ضائع لمحات کریں
آؤ پڑھیں والشمس کی سورۃ روئے نبی کی بات کریں
نور خدا ہے نور نبی ہے نور ہے دل اور نور کتاب
ہم جیسے روشن قسمت کیوں تاریکی کی بات کریں

❁ قرآن مجید میں جا بجا حضور علیہ السلام کا ذکر قسم کے انداز میں فرمایا گیا ہے۔ کہیں فلا وربك لا یؤمنون ہے تو کہیں لا اقسم بھٰذا البلد ہے، کہیں والعصر ہے تو کہیں لعمرك ہے، کہیں وقیلہ ہے تو کہیں والنجم ہے۔ اے مالک و مولیٰ! ہم تو

قسم اس لیے اٹھاتے ہیں تاکہ ہماری بات میں وزن پیدا ہو شک دور ہو، تیرا کلام تو ویسے ہی ذٰلك الكتب لاريب فيه ہے اگر تو قسم نہ بھی اٹھائے تو تیری بات میں وزن ہے۔ پھر قسم اٹھانے کی کیا ضرورت تھی؟ فرمایا: تم اس لیے قسم اٹھاتے ہو تاکہ تمہاری بات میں وزن پیدا ہو جائے اور میں اپنے محبوب کا ذکر کرتے ہوئے اس لیے قسم اٹھاتا ہوں تاکہ میرے محبوب کے ذکر میں میری قسم کی وجہ سے حُسن پیدا ہو جائے۔

؎ ہر کس قسم بدانچہ عزیز است می خورند
سوگند رب کردگار بنام محمد است

(پیر کبیر علی شاہ آف چورہ شریف)

آپ ہماری نگاہوں میں رہتے ہیں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فانك باعيننا۔ اس کا ترجمہ یہ بھی ہے کہ آپ ہماری نگہداشت میں رہتے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اے محبوب آپ ہماری نگاہوں کے سامنے یا نظر میں رہتے ہیں۔ اور یہ جملہ اس میں کیونکہ فعل میں تجدد اور حدوث ہوتا ہے۔ یعنی بدلتا رہتا ہے کہ اب ہے پھر نہیں ہوگا فرمایا محبوب! زمانہ اور زمانے والے بدلتے ہیں تو بدلتے رہیں ہماری نظر تو نہیں بدلی، ہم تو ہر حال میں تجھے دیکھتے رہتے ہیں، تو سوتا ہے تو ہم یا ایها المزمل پکارتے ہیں تو لیٹتا ہے تو ہم یا ایها المدثر کہتے ہیں تو چلتا ہے تو ہم لا اقسم بهٰذا البلد فرماتے ہیں بلاتشبیہ و تمثیل یوں سمجھو کہ بیٹا ماں سے دور گیا ہوا ہو اور تکالیف میں مبتلا ہو گیا ہو تو واپس آکر کہتا ہے ماں! تجھے کیا معلوم میرے اوپر کیا کیا بیتی ہے تو ماں کی مامتا تڑپ کر کہتی ہے بیٹا میرے تو دل کی دھڑکنیں تیرے ہی ساتھ تھیں۔ حالانکہ ماں پوری طرح آگاہ ہی نہیں کہ بیٹے کے ساتھ کس طرح کے حالات پیدا ہوئے اور اللہ تو سب کچھ جانتا ہے اور بات سمجھانے کے لئے مثال عرض کی ہے ورنہ ليس كمثله شیء۔ تو فرمایا: انك باعيننا۔ اے پیارے! ہماری نگاہیں بھلا تجھ سے ہٹتی ہیں؟ ہم تو اپنی رحمت سے تجھے ہی تکتے رہتے ہیں۔ اور قیامت کو نجات اسی کی ہوگی جس کو نگاہ رحمت سے سرکار تک پہنچیں گے۔

؎ سنتے ہیں کہ محشر میں جب دھوپ بڑی ہو گی
امت تیری زلفوں کے سائے میں کھڑی ہو گی

اطاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

قل ان کنتم تحبون اللہ...... میں حضور علیہ السلام کی اطاعت کے دو فائدے بیان فرمائے گئے:

1- یحببکم اللہ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا

2- یغفر لکم ذنوبکم۔ تمہارے گناہ بخش دے گا۔

گویا اس ایک کام میں محبوبیت رب بھی ہے اور توبہ کا سبب بھی ہے۔ دوسری نیکیاں گناہوں کو مٹاتی ہیں ان الحسنات یذھبن السیاٰت اور یہ نیکی گناہ بھی مٹاتی ہے اور اللہ کا محبوب بھی بناتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مقام صہباء پہ حضرت علی المرتضیٰ کو ذوق عبادت نے نماز پڑھنے پہ مجبور کیا اور ذوق عشق نے کہا:

؎ نمازیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں
نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

آج عبادت کو اطاعت پہ قربان کر دے اس کو اطاعت اس لئے کہہ رہا ہوں کہ خود حضور نے دعا میں فرمایا: اللھم ان علیا فی طاعتك وطاعتك رسولك۔ حالانکہ نماز چھوڑنا اطاعت ہے تو پڑھنا کیا ہے؟ ثابت ہوا ان کی غلامی ہی اطاعت ہے پڑھنے کا حکم دیں تو پڑھنا اطاعت ہے نہ پڑھنے کا حکم دیں تو نہ پڑھنا اطاعت ہے یہ گویا ایک خطبہ تھا جو ہمارے آقا نے حضرت علی کی شان میں پڑھا جس سے عقیدے کے ہزاروں مسائل حل ہو گئے۔ ؎ ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

؎ جب انسانی مسائل حل نہیں ہوتے کسی صورت
تو دنیا کو میرے آقا کا خطبہ یاد آتا ہے

یہ دعا کرنے ہی کی دیر ہوئی کہ دنیا نے دیکھا یک آسمان نے انگڑائی لی اور جہان یہ دیکھ کر سراپا حیرت بن گیا، عالم بشریت ونورانیت انگشت بدنداں ہوگئی کہ ڈوبا ہوا سورج واپس لوٹ آیا ہے۔

ارض و سما ہیں زیرنگیں کیسا آستاں
مرضی جو ان کی دیکھی تو لوٹ آیا آسماں

جس آقا نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ایک نماز کی اتنے اہتمام فرما کر حفاظت کی وہ آقا قیامت کے دن اپنی امت کی بھی اسی طرح حفاظت فرمائیں گے کہ ولی، غوث، قطب اور صحابہ تو حضور کو تلاش کررہے ہوں گے اور حضور اپنے گناہ گاروں کو تلاش کررہے ہوں گے، اس طرح پھر

دوزخ میں میں تو کیا میرا سایہ نہ جائے گا
کیونکہ رسول پاک سے دیکھا نہ جائے گا

اور مولانا حسن رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور علیہ السلام کا گناہگار امت کو تلاش کرنا یوں بیان کیا کہ

عزیز بچے کو جیسے ماں تلاش کرے
خدا گواہ ہے یہی حال آپ کا ہو گا

کیونکہ ہمارے مصطفیٰ کریم علیہ السلام کے ساتھ ہر معاملہ دیگر انبیاء سے مختلف ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے نام لیواؤں کی فرعون اور فرعونیوں سے دریائے نیل کے پانی کے ذریعے حفاظت فرمائی، ابراہیم علیہ السلام کی حفاظت نار کو گلزار بنا کر فرمائی اور واللہ یعصمک من الناس۔ فرما کر بتادیا کہ اے پیارے! تیرا محافظ تو خود میں ہوں پھر کس میں جرأت ہے کہ تیرا بال بھی بیکا کرسکے۔

آج اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کے روضۂ انور کی حفاظت بھی کس شان سے فرمارہا ہے۔ کہ جن کی حکومت ہے ان کا عقیدہ روضے گرانے کا ہے اور ان کے بڑے حضور علیہ السلام کے روضہ انور کو صنم اکبر قرار دے چکے ہیں۔ مگر جو خدا ابراہیم کے قدم (مقام ابراہیم) کی حفاظت فرما

رہا ہے۔ وہ وجود مصطفیٰ (مقام مصطفیٰ اور روضۂ انور) کی حفاظت کیوں نہ فرمائے گا۔

پاک دل پاک نفس پاک نظر کیا کہنا
بعد مکہ کے مدینہ کا سفر کیا کہنا

میں گنبد خضریٰ کی طرف دیکھ رہا ہوں
کوثر میرے نزدیک؟ یہ معراج سفر ہے

جہاں جہاں وہ رُکے جہاں جہاں ٹھہرے
وہی مقام محبت کی جلوہ گاہ بنے

اور ہمارے آقا علیہ السلام کا روضۂ انور اس لئے بھی تا قیامت رہے گا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب پہلی امتوں پر عذاب نازل ہوتا تو عذاب کے نازل ہونے سے پہلے نبی علیہ السلام کو اس علاقے سے نکال لیا جاتا جس طرح کہ حضرت لوط علیہ السلام کو ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیج دیا گیا۔ اللہ نے حضور علیہ السلام کی امت کو تا قیامت عذاب سے محفوظ رکھنے کیلئے اپنے محبوب کا ڈیرہ اس امت میں لگا دیا۔

گنبد خضریٰ خدا تجھ کو سلامت رکھے
دیکھ لیے ہیں تجھے پیاس بجھا لیتے ہیں

اور اس لئے بھی کہ پہلے نبی تو خاص خاص علاقوں، قوموں، خاندانوں اور خطوں کے نبی تھے اسی لئے نزول عذاب کے وقت ان کو ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں بھیج دیا جاتا اور ہمارے آقا تو ہر علاقے، ہر خطے اور ہر قوم کے نبی ہیں۔ کیونکہ

ہر دور میں چلتا ہے پیمانہ محمد کا
آباد خدا رکھے میخانہ محمد کا (صلی اللہ علیہ وسلم)

آپ تو رحمۃ للعالمین ہیں اور دنیا میں جہاں بھی رحمت کے جلوے نظر آ رہے ہیں وہ ماں کی ممتا میں ہوں یا باپ کی شفقت میں۔ یہ سب حضور علیہ السلام کے دریائے رحمت کے قطرے ہیں اور رحمت کا دریا کتنا وسیع ہے؟

یہ اعلیٰ حضرت سے پوچھیے تو وہ کوثر و سبسبیل کو بھی اس دریائے رحمت کی دو بوندیں قرار دیتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

؎ جس کی دو بوند ہیں کوثر و سبسبیل
ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن صرف رحمۃ للمؤمنین ہے۔ اسلام صرف مسلمانوں کیلئے رحمت ہے اور پیغمبر اسلام علیہ السلام ساری خدائی کیلئے رحمت ہیں۔

؎ رتبے بڑھائے رب نے ہمارے حضور کے
گرد سفر ہیں چاند ستارے حضور کے
دونوں جہاں کا راج خدانے انہیں دیا
قدسی بھی ہیں غلام ہمارے حضور کے
ہم پہ خدائے پاک کا کتنا ہے یہ کرم
حاصل ہیں دو جہاں میں سہارے حضور کے

جسم کے کسی حصے میں تکلیف ہو فوراً دماغ کو احساس ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو جسم اور محبوب کو دماغ کی مانند بنایا اور **عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رء وف رحیم** میں اس حقیقت کو بیان فرمایا:

دماغ کو جسم پہ غلبہ ہوتا ہے کیونکہ کیفیت جسم پہ وارد ہوتی ہے تو دماغ کو احساس ہو جاتا ہے۔ اور پھر تکلیف والے عضو کے پکارے بغیر دماغ اس سے خیر خواہی شروع کر دیتا ہے، امتی کو تکلیف ہو تو محبوب خدا کو خبر ہو جاتی ہے، یہ غفلت میں اگر نہ بھی پکار سکے تو آقا اس کی خیر خواہی کرتے ہوئے اس کی بخشش کیلئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ اور وہ بے خبر کیسے ہو سکتے ہیں جو جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ حکمران لوگوں کی مجبوریوں کو چھوٹے چھوٹے مسائل سمجھ کر ان کے حل کی طرف متوجہ نہیں ہوتے لیکن ہمارے آقا بڑے بڑے بین الاقوامی اور ملکی مسائل بھی حل فرماتے اور حضرت جابر کا قرصہ بھی ادا فرماتے، کافر مہمان کی خدمت بھی اپنے ہاتھوں سے فرماتے بلکہ اس کی غلاظت اپنے ہاتھ سے صاف فرماتے، مسجد میں امامت

بھی فرماتے ازواج مطہرات کے حقوق بھی ادا فرماتے، حقوق اللہ کا اہتمام بھی فرماتے اور حقوق العباد کا بھی۔

؎ کون ہے ثانی جہاں میں شاہ والا آپ کا
اللہ اللہ مرتبہ ہے سب سے اعلیٰ آپ کا
ہو گئے خاموش سُن کر قبر میں منکر نکیر
جب دیا ختم الرسل! میں نے حوالہ آپ کا

حضور کا ہر معاملہ خدا کا ہی ہے:

وہ آقا جس نے انسانیت کو بلندی عطا فرمائی اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو ان کی تعظیم بجا لانے کا حکم دیا اور یاد رہے کہ تعظیم کیلئے کوئی صورت چاہیے جب ہم اللہ کو سجدہ کرتے ہیں تو کعبہ کی جہت کو پیش نظر رکھتے ہیں حالانکہ سجدہ کعبہ کو نہیں خدا کو کرتے ہیں۔ قرآن مجید (کلام نفسی) کی اپنی ظاہری کوئی صورت نہیں تو اس (بین الدفتین) قرآن کو صورت کے طور پر دے کر اس کی تعظیم کا حکم دیا۔ اب فرق دیکھو کہ موجودہ صورت والا قرآن اگر کوئی لیٹرین میں لے جائے یا اس پر پاؤں دھرے تو توہین ہے بلکہ کُفر ہے اور حافظ قرآن جس کے سینے میں قرآن پاک ہے مگر بے صورت ہے وہ لیٹرین میں جا بھی سکتا ہے آ بھی سکتا ہے اُس کے پر چڑھ کر شاگرد لتاڑ ا بھی کر سکتے ہیں مگر توہین نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت، محبت رضا اور تعظیم کے لئے ہمیں مصطفیٰ کریم علیہ السلام کی صورت میں اپنا محبوب عطا فرمایا جس سے محبت عین اللہ سے محبت ہے، جس کی دشمنی، اطاعت، تعظیم، ادب، عین اللہ کی دشمنی، اطاعت، تعظیم اور ادب ہے، یعنی تعظیم مصطفیٰ عین تعظیم خدا، حکم خدا اور عبادت الٰہی ہے کیونکہ وتعزروہ وتوقروہ پر عمل ہے اس کی وضاحت میں مؤطا امام مالک کی ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابی واقد اللیثی، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینما ھو جالس فی المسجد والناس معہ، اذا اقبل نفر ثلاثۃ۔ فاقبل اثنان الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وذھب واحد۔ فلما وقفا علی مجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلما فاما احد ھما

فرای فرجة فی الحلقة فجلس فیها، واما الاخر فجلس خلفهم۔ واما الثالث فاد بر ذاهبا۔ فلم فرغ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال "الا اخبرکم من النفر الثلاثة؟ اما احد هم فاوی الی اللّٰه فاواه اللّٰه۔ واما الاخر فاستحیا فاستحیا اللّٰه منه۔ واما الاخر فاعرض فاعرض اللّٰه عنه"۔

حضرت ابو واقد لیثی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ تین آدمی آئے۔ دو رسول اللہ ﷺ کی جانب بڑھے اور ایک چلا گیا۔ جب وہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس کے قریب آئے تو سلام کیا۔ اُن میں سے ایک تو جگہ دیکھ کر حلقے میں آ بیٹھا اور دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھا رہا۔ جبکہ تیسرا پیٹھ پھیر کر چلا ہی گیا۔ جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کیا میں تمہیں اُن تینوں آدمیوں کا حال نہ بتاؤں؟ ایک اُن میں سے اللہ کی طرف آیا اور اللہ نے اُسے جگہ دی۔ دوسرے نے حیا محسوس کی اور اللہ نے بھی اُس سے حیا فرمائی اور تیسرے نے منہ پھیرا تو اللہ نے اُس سے اعراض فرمالیا"۔

اس حدیث میں مذکورہ عقیدہ پہ پوری طرح روشنی پڑتی ہے کہ وہ لوگ آئے تو حضور کی بارگاہ میں تھے مگر ایک کو اللہ نے جگہ دی، دوسرے سے اللہ نے حیا فرمائی اور تیسرے سے اللہ نے اعراض کیا کا مطلب سوا اس کے اور کیا ہے کہ حضور کا ہر معاملہ خدا کا ہی معاملہ ہے۔

ثنائے سرور کونین ہو تو ایسی ہو
کہ جس کی گونج سرِ عرش بھی سنائی دے
حقیقت میں وہ بڑا خوش نصیب ہے آفاق
درِ حبیب جسے مذہب گدائی دے

نسبتِ مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام:

ہمارا وجود اور ہماری حیثیت حضور ہی کی نسبت سے ہے حضور نہ ہوں تو ہم کیا شئی ہیں اور ہمارے پلے کیا ہے۔ دیوار کا سایہ اگر سورج سے ملنا چاہے اور دیوار کو کہے کہ تو پیچھے ہٹ جا تو وہ کہے گی کہ اگر میں درمیان سے ہٹ گئی تو تو بھی مٹ جائے گا اگر تو سورج کو ملنا چاہتا ہے تو میرے قریب آ کر مجھ میں فنا ہو جا۔ ہم اگر حضور علیہ السلام کا وسیلہ ہٹا کر خدا کو ملنا چاہیں تو خدا ہمیں مٹا کر خاک میں ملا دے گا کیونکہ حضور کے وسیلے کے بغیر تو جبریل بھی سدرہ پہ رہ جاتا ہے اور حضور کی نسبت اور وسیلہ ہو تو آپ کی نعلین بھی عرش پہ چلی جاتی ہے لہذا اگر خدا سے ملنے کا ارادہ ہے تو فاتبعونی۔ میری اتباع کرو۔

چھت پہ چڑھ سکتا نہیں کوئی بھی زینہ چھوڑ کر
رب کو پا سکتا نہیں کوئی مدینہ چھوڑ کر

ہم ہزاروں پاپ کریں اللہ تعالیٰ پھر بھی فرمائے: کنتم خیر امۃ۔ تم بہت اچھے ہو، اس میں ہمارا کیا کمال ہے، ہمارے آقا کا کمال ہے جن کی ہمیں نسبت غلامی میسر ہے۔ وہ چونکہ سارے نبیوں سے اچھے ہیں اس لئے ان کی امت ہو کر ہم ساری امتوں سے اچھے ہو گئے۔

سارے اچھوں سے اچھا سمجھئے جسے
ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

تاجر کو دیکھیں تجارت یاد آتی ہے امیر کو دیکھیں امارت یاد آتی ہے وزیر کو دیکھیں وزارت یاد آتی ہے اور حضور کے غلام کو دیکھیں تو خدا یاد آتا ہے اذا راو ذکر اللہ۔

یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

ہم صرف ذاکر ہیں، اللہ تعالیٰ ذکر بھی ہے ذاکر اور مذکور بھی اسی طرح حضور بھی ذکر ذاکر اور مذکور ہیں، اللہ تعالیٰ کا ذکر ساری دنیا کرتی ہے اللہ تعالیٰ خود ذاکر ہے پیارے محبوب کا اور حضور علیہ السلام کو قرآن میں ذکر فرمایا گیا ذکر ا رسولا اور حضور علیہ السلام رابطہ ہیں ذاکر (مخلوق) اور مذکور (خالق) کے درمیان، رابطے کی مثال یوں سمجھیں کہ پانی دیگچے میں ہے،

نیچے آگ ہے، دیگچا پانی کو نیچے نہیں آنے دیتا آگ کو اوپر نہیں جانے دیتا لیکن خود نہ آگ ہے نہ پانی مگر کام دونوں کا کر رہا ہے، اگر درمیان میں یہ رابطہ نہ رہے تو دونوں میں سے ایک نہ رہے، لیکن حیرت ہے دیگچے کا نام ہی کوئی نہیں لیتا ہر کوئی یہی کہتا ہے کہ آگ نے پانی گرم کیا ہے، ارے کیا تو آگ نے ہے کروایا کس نے ہے، رابطہ نہ ہو تو جس طرح آگ کا وجود نہ رہے اگر حضور کا وسیلہ نہ ہو تو انسان کا وجود نہ رہے۔ خدا سے ملنا ہو تو دہلیز مصطفیٰ پہ جھکنا پڑے گا، اس کے نور کا فیض لینا ہو تو عرض کرنا پڑے گا۔

؎ شیئاً للّٰہ از جمال روئے تو

کہ حضور میں مسکین ہوں آپ مالدار ہیں، آپ اپنے نور کی زکوۃ ادا فرمائیں اور تجلیات الٰہی میں سے ایک جلوہ میرے دامن میں بھی ڈال دیں کیونکہ ایک دیے سے ہزاروں بھی جلالیں تو اس کے نور میں کیا کمی آسکتی ہے۔ آپ تو پھر نور خدا ہیں۔

؎ درِ رسول ملا تو ساری کائنات ملی

اگر سبب مل جائے تو سمجھو مسبب مل ہی گیا، پاؤں میں جوتا اور جسم پہ کپڑا نہ ہو لیکن پیسے اگر موجود ہیں تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں جوتا کپڑے مل ہی جائیں گے۔ مثال صرف سمجھانے کے لئے ہوتی ہے۔ ہمارے آقا خدا کو ملنے کا سبب ہیں اگر حضور مل جائیں تو خدا کی تلاش میں زیادہ مارے مارے پھرنے کی ضرورت نہیں۔

؎ مل گئے جو حضور تو سمجھو خدا ملا

لہٰذا مدینے والے کو خوش کر لو خدا بھی خوش خدائی بھی خوش اور کہیں عزت ہو یا نہ ہو دربار مصطفیٰ میں عزت ہو جائے تو دونوں جہان کی عزتیں نصیب ہو جائیں گی۔

؎ قبر "من نبیک" فرشتے ہم سے پوچھیں گے
وہاں آکر ہمیں دینا سہارا یا رسول اللہ

کعبے کے مجاور ہو کر، خدا کے گھر کے پڑوسی ہو کر، قریشی ہو کر مصطفیٰ کو راضی نہ کر سکے تو خدا ناراض ہو گیا اور حبش کے بلال نے مصطفیٰ کو راضی کر لیا تو خدا نے کعبے کی چھت پہ چڑھا دیا اور جنت میں حضور علیہ السلام کو بلال کے قدموں کی آواز کو سنا دیا۔

؎ بخشش کی بشارت ہو تیرے در پہ کھڑے ہیں
کچھ اس میں نہیں شبہ گنہ گار بڑے ہیں
سوغات تیری شان کے شایاں نہیں لایا
کچھ اشک ندامت ہیں جو مژگاں پہ اڑے ہیں
ان آنکھوں کے کشکوں میں دیدار کی دولت
ہم کو بھی عطا ہو تیرے قدموں میں پڑے ہیں
اے خاک عرب میں تیرے قربان کہ تو نے
احسان کے کیا موتی کفِ پا میں جڑے ہیں
بے تاب تیرے ہجر نے کچھ ایسا کیا ہے
یہ زیست کے لمحات نہایت ہی کڑے ہیں
اے ساقی کوثر قمر پیاس سے بے حال
دو گھونٹ بھی مل جائیں تو سمجھوں گا گھڑے ہیں

علمِ نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام:

الرحمن علم القرآن۔ تعلیم کے لئے تلمیذ کا ہونا ضروری ہے تو حضور تلمیذ الرحمٰن ہیں اور سکھایا کیا؟ قرآن سکھایا، غار حرا میں صرف پڑھایا کہ جبریل علیہ السلام نے تینوں بار عرض کیا اقرا۔ پڑھیے۔ آپ نے فرمایا: ما انا بقاری۔ میں پڑھنے والا نہیں۔ اس کا معنیٰ یہ نہیں کہ آپ کو اقرأ بھی نہ آتا تھا نعوذ باللہ۔ اگر آپ تین سال کے بچے کو جس کی کہ زبان عربی نہیں ہے تین مرتبہ اقرأ کہیں تو وہ بھی پڑھ لے گا تو جو نبی پیدا ہوتے ہیں سجدہ میں سر رکھ کر فصیح عربی زبان میں رب ھب لی امتی کہتے ہیں، وہ چالیس سال کا ہو کر اپنی مادری زبان میں اقرأ نہ پڑھ سکے؟

؎ ایں خیال است و محال است و جنون

اور پھر جب جبریل نے باسم ربلک کہا تو حضور پوری پانچ آیات کیسے پڑھ گئے یا آپ فرمادیتے کہ میں تو ایک لفظ نہیں پڑھ سکا اور تو پوری پانچ آیات پڑھ رہا ہے۔ اصل

میں تو آپ نے اپنے رب کے نام کے انتظار میں نہ پڑھا اور پھر جبریل کو اس کی حیثیت بتانے کیلئے کہ تین بار جبریل نے پورا زور لگا کر دبایا لیکن خود ہی تھکتا رہا۔ حتی بلغ منی الجهد۔

؎ وہ نرم لہجہ کہ جس پہ قرباں ہیں گفتگو کے ہزار پہلو
میرے نبی نے جو لب ہلائے تو پھول کی پتیاں جھڑی ہیں
ہر ایک لمحہ ہر ایک لحظہ گھٹا کی صورت تلی کھڑی ہے
جہاں بھی آقا کا ذکر آیا وہیں پہ آنکھیں برس پڑی ہیں

اللہ کے نبی کے حواس خمسہ:

یاد رہے! کہ نبی کی ہر حس ہم سے جُدا ہوتی ہے ہم کل کی بات نہیں بتا سکتے مگر حضرت نوح علیہ السلام نے آنے والی نسلوں کی بات بتا دی انك ان تذرهم یضلو عبادك و لا یلدوا الا فاجوا کفارا۔ کہ اگر تو نے ان کو زندہ چھوڑ دیا تو تیرے بندوں کو گمراہ بھی کریں گے اور ان سے پیدا ہونے والے بھی فاسق و فاجر ہوں گے۔ ہمارے آقا علیہ السلام نے قیامت کے بعد کی ہزاروں باتیں بتا دیں۔ ہم دو میل تک اپنی آواز نہیں پہنچا سکتے ابراہیم علیہ السلام نے قیامت تک حج کرنیوالوں تک اپنا اعلان پہنچا دیا (و اذن فی الناس بالحج) یہ تو باصرہ اور ناطقہ کی بات تھی اب شامہ کا حال دیکھئے کہ ہزاروں میل دور یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو یعقوب علیہ السلام نے سونگھ لی ولما فصلت العیر قال ابو هم انی لاجدریح یوسف لولا ان تفندون۔ سامعہ کا حال دیکھئے کہ ایک چیونٹی کی آواز کو سلیمان علیہ السلام کئی میل دور سے سُن رہے ہیں اور مسکرا رہے ہیں فبسم ضاحکا من قولها اور لا مسہ کی شان یہ ہے کہ ہم ایک دن رات پانی میں کھڑے رہیں تو گل جائیں مگر یونس علیہ السلام چالیس دن مچھلی کے پیٹ میں رہے اور اللہ فرماتا ہے ہم قیامت تک رکھتے لو لا انه کان من المسبحین۔ اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے۔ اور یہ مطلب نہیں کہ اگر قیامت تک رہتے تو پانی ہو جاتے بلکہ صحیح سلامت رہتے۔ یہ تو دیگر انبیاء کے حواس خمسہ ہیں جو دنیوی زندگی میں ظاہر ہوئے اور ہمارے آقا کی شان تو یہ ہے کہ ابھی دنیا میں آئے نہیں بطن والدہ میں رہ کر لوح

محفوظ پہ چلتے قلم کی آواز سُن رہے ہیں۔ اور جب دنیا میں آئے تو عالم کیا ہوا؟

کس کی آمد کا یہ پیغام صبا لائی ہے
پھول تو پھول کانٹوں پہ بہار آئی ہے

رسولوں میں سے اللہ جس کو چُن لیتا ہے:

فرمایا الامن ارتضی من رسول کہ اللہ تعالیٰ رسولوں میں سے جس پر راضی ہو جائے اس پر اپنا علم غیب ظاہر فرما دیتا ہے۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ ہر نبی پہ راضی ہے مگر ہمارے آقا علیہ السلام کی تو ایک ایک ادا پہ اللہ راضی ہے۔ پھر جس پہ اللہ راضی ہو اس کی یہ حالت ہے تو جس کو خود اللہ راضی کرے اس کی حالت کیا ہوگی فلنولینک قبلة ترضها۔ ولسوف یعطیك ربك فترضی۔ الغیب پہ الف لام بتاتا ہے کہ اللہ اپنا سارا علم ظاہر کر دیتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ پھر اللہ کے پاس کیا بچا؟ تو بادشاہ جب سارے صوبے گورنروں کے حوالے کر دیتا ہے پھر اس کے پاس کیا بچتا ہے ماھو حوا بکم فھو جوابنا ہمارا ایمان ہے کہ سب کچھ دے کر بھی جو دیا وہ بھی اس کا جس کو دیا وہ بھی اس کا۔ کلاس کا ٹیچر جانتا ہے کہ کون لڑکا کیسا ہے اور محبوب خدا اللہ کے دیے ہوئے علم سے جانتے ہیں کہ کون امتی کیسا ہے، اللہ نے محبوب کو بے حساب دیا محبوب نے لیا، تو کون ہوتا ہے حساب کرنے والا۔ کیوں بھولے سنیو! فرق نظر آیا ہم میں اور ان میں؟

ہمارا شیوہ ہے زمانے میں جلاتے ہیں چراغ
ان کی سازش ہے زمانے میں یونہی رات رہے

دیوار پیچھے کا علم:

ہمارے آقا و مولیٰ علیہ السلام نے جب کوہ صفا پہ چڑھ کر کافروں کو دعوت حق دی اور فرمایا کہ اگر میں یہ کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر جرار آ رہا ہے جو تم پر حملہ آور ہوگا تو مان لو گے انہوں (کافروں) نے کہا! اگرچہ ہمیں پہاڑ کے پیچھے کے حالات معلوم نہیں مگر آپ کے بارے میں ہم جانتے ہیں کہ آپ جو کہیں گے ہم مان لیں گے۔

عجب بات ہے وہ کافر ہو کر پہاڑ پیچھے کا علم مان رہے ہیں اور یہ مسلمان ہو کر دیوار پیچھے کا نہیں مانتے لیکن بہر حال

؎ گو ذرا سی بات پر برسوں کے یارانے گئے
لیکن اتنا تو ہوا "کچھ لوگ" پہچانے گئے

حضرت جبریل امین علیہ السلام جب حاضر دربار نبوت در غارِ حرا ہوئے اور عرض کیا اقرأ پڑھیے۔ آپ نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں ایک تو یہ بحث ہے اور دوسرا نکتہ اس میں علم نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ہے اور وہ یہ کہ اس میں مقروء (جو پڑھنا ہے وہ) کیا ہے؟ کیونکہ قرآن تو ابھی نازل ہی نہیں ہوا معلوم ہوا کہ اس کا مطلب یہی ہوگا کہ مقروء لوح محفوظ والا قرآن ہے کہ جو رحمٰن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھا دیا ہے وہ پڑھیں۔ (سچ کہا کسی عاشق نے کہ ہمیں تو قرآن کے ہر حرف سے علوم مصطفیٰ کی خوشبو آتی ہے)

یہ تمنا ہے کہ قیامت میں سبھی کچھ بھولوں
نام احمد کے سوا کچھ بھی مجھے یاد نہ ہو

ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی رنگ میں کسی نہ کسی ترنگ میں، کبھی راحت و آسانی میں اور کبھی تنگی اور مشکل میں، سود و زیاں سے اَٹی ہوئی اس کائنات کے کسی نہ کسی موڑ پر، کبھی نہ کبھی کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی گھڑی ساعت اور پل میں مقروض ہے سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کا، تو جس جس انسان کی لوح دل پہ پیارے آقا علیہ السلام کے احسانات کا کوئی نہ کوئی نقش محفوظ ہو وہ قرض سمجھ کر نہیں بلکہ فرض سمجھ کر، صرف احسان جان کر نہیں بلکہ ایمان سمجھ کر اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ السلام کو، درود و سلام کی صورت میں، نعت شریف کی صورت میں یا کسی بھی انداز میں حضور کی یاد کو دل سے نہ مٹنے دے اور دل کی گہرائیوں سے صدا نکلتی رہے کہ

؎ حبّ احمد ازل سے ہی سینے میں ہے
میں یہاں ہوں میرا دل مدینے میں ہے

(آغا نسیم عباس رضوی، بتصرف)

شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک تقریر)

افتؤمنون ببعض الکتب وتکفرون ببعض۔

"کیاتم کتاب کے بعض حصے کو مانتے ہواور بعض کاانکار کرتے ہو"۔

جب تک قرآن پاک کے دونوں انداز اور تصویر کے دونوں رخ نہ دیکھے جائیں ایمان نصیب نہیں ہوتا اگر ایک طرف یہ ہے **لا ادری ما یفعل بی ولا بکم**۔ کہ میں (خود بخود) نہیں جانتا میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ صرف اس ایک آیت کو لے کر ہر جگہ بیان کرتے رہنا اور توہین علمِ مصطفیٰ کا مرتکب ہوتے رہنا ایمان نہیں ہے یہ تو حضور کی شان بندگی ہے۔ دوسرا پہلو بھی ساتھ ملاؤ کہ شان محبوبیت اور افضلیت یہ ہے کہ جس گناہ گار کو بھی اپنی آخرت کے بارے میں خطرہ ہو وہ درِ محبوب پہ آ کر استغفار کرے تو نہ صرف خطرہ ٹل جائے گا بلکہ **لوجدوا اللہ توابا رحیما**۔

تو جس کی بارگاہ سے غلاموں کو بھی بخشش کا پروانہ مل رہا ہے بھلا اس رسول کو اپنا بھی پتہ نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا۔ جبکہ اللہ نے یہ فرما بھی دیا ہو: **وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ**۔

کس منہ سے میں بیان کروں شانِ مصطفیٰ
کیونکہ خدا بھی خود ہے ثنا خوانِ مصطفیٰ

ان کے ہے دم قدم سے قائم یہ کائنات
دونوں جہاں کی جان ہیں جانانِ مصطفیٰ

ہم سا گناہ گار کہاں اس جہان میں
سایہ کناں ہے ہم پہ دامانِ مصطفیٰ

سب انبیاء ہیں آپ کی بخشش کے منتظر

سب پر ہوا ہے دوستو احسان مصطفیٰ
پروانے تیرے مرشدِ کامل کا فیض ہے
نازاں ہیں آج تجھ پہ غلامانِ مصطفیٰ

انما انا بشر مثلكم مقام بندگی ہے **تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض** مقام محبوبیت ہے **لا اعلم الغيب** مقام بندگی ہے۔ **وما هو على الغيب بضنين** مقام محبوبیت ہے۔

اگر آپ خود ہی فرماتے میرے پاس سب کچھ ہے تو یہ بندگی تو نہ ہوتی بندگی تو یہ ہے کہ سب کچھ ہونے کے باوجود کہا جائے میرے پاس تو کچھ نہیں جو کچھ ہے اسی ذات والاصفات کا دیا ہوا ہے۔ یہ مقام بندگی ہے کہ حضور فرما رہے ہیں میں تو تم جیسا بشر ہوں اور یہ مقام افضلیت ہے کہ خدا فرماتا ہے پیارے جن گلیوں میں تو چلتا ہے میں ان کی قسمیں اٹھاتا ہوں۔

کبھی کبھی تو یہود و نصاریٰ بھی اپنی مجلسوں میں دبے لفظوں کے اندر حضور علیہ السلام کی فضیلت کا اقرار کر لیتے تھے **يعرفونه كما يعرفون ابناء هم** آخر انہوں نے بھی چاند کے ٹکڑے ہوتے، پتھروں کو کلمہ پڑھتے دیکھا تھا اور تورات و انجیل میں عظمت مصطفیٰ پڑھی ہوئی تھی۔ مگر پرچار فضیلت کا نہیں کرتے تھے یہی حالت منافقین اور کفار کی بھی تھی کہ اصرار بشریت پہ ہی تھا۔ اور صحابہ کرام تو ہر وقت چاہتے تھے کہ آپ کے فضائل بیان ہوں، ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تو سلام کے بعد پہلا سوال ہی یہ ہوتا کہ **اخبرني عن صفة رسول الله صلى الله عليه وسلم**۔ (الی اخرہ عن عطاء بن یسار۔ بخاری جلد 2)

منشا یہی ہے سلسلۂ قیل و قال کی
ہوتی رہے ثنا تیرے حسن و جمال کی

افضلیت چھوڑ کر مثلیت کی بات کرنے سے ایمان مرجھا جاتا ہے، حب رسول کا چراغ بجھ جاتا ہے اور ان سے تعلق کمزور ہو جاتا ہے۔ مثلیت کے بارے اتنا ہی کافی ہے کہ گھنٹے کی تقریر میں سے ایک منٹ میں یہ کہو کہ حضور مکمل بشر ہیں اور ہر نبی بشر ہے یہ عقیدۂ قرآنی ہے اور اس کا منکر کافر ہے باقی انسٹھ منٹ ان کے حسن و جمال کا، خدوخال کا تذکرہ کرو۔

ہم نے پھولوں کو چھوا مرجھا کے کانٹے ہو گئے
اس نے کانٹوں پر قدم رکھا گلستاں ہو گیا

جب بار بار محبوب کا تذکرہ محبت کرو گے تو ضروری نہیں کہ دیدار سے ہی عشق پیدا ہو بہت دفعہ ذکر و یاد سے بھی یہ نعمت مل جاتی ہے۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد

جب بار بار کنڈی کھٹکھٹانے والے کو خیرات مل ہی جاتی ہے تو ان کی محبت میں ڈوب کر ان کا ذکر کرنے سے بھی کسی دن دیدار کی دولت نصیب ہو جائے گی۔ جن جلسوں میں صرف مثلیت کی بات ہوتی ہے وہ اس آم کی طرح ہیں جس میں گٹھلی بھی ہوتی ہے گودا بھی ہوتا ہے مگر ذائقہ نہیں ہوتا تو ایسا آم دو کلو کا بھی ہو تو کیا فائدہ، حالانکہ ذائقہ بظاہر آم کا جزو نہیں مگر اسی میں سب کچھ ہے۔ اسی طرح چہرہ مصطفیٰ اور زلف دوتا کی بات عقیدے اور ایمان کی جان ہے۔ کیونکہ اس سے ایمان کے پھل کو ذائقہ ملتا ہے۔

بظاہر تو ذوالخویصرہ کا حضور علیہ السلام کو اتق اللہ اور اعدل یا محمد کہنا بھی ثواب کی بات لگتی ہے کہ تقویٰ اور عدل کی تلقین کر رہا ہے مگر اس نے یہ نہ سوچا کہ کھڑا کس کے سامنے ہے کیونکہ تقویٰ و عدل کی خیرات جس کے در سے ملتی ہے۔

یاد رکھو! قبر میں یہ نہ سوال ہوگا کہ ان کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے بلکہ پوچھا جائے گا ان کے بارے میں کیا عقیدہ رکھا کرتا تھا اور اصرار کس بات پہ کرتا تھا مثلیت پہ یا افضلیت پہ۔ (ماکنت تقول فی هذا الرجل محمد۔ جیسا کہ ماضی استمراری سے ظاہر ہے) یہی وہ عقیدہ ہے کہ جس کی بنا پر حضرت عمر نے تلوار نکالی اور عرض کیا: دع یا رسول اللہ اضرب عنقه۔ حضور! مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ اور ایک موقع پر ایک صحابی کے موسیٰ علیہ السلام کو حضور علیہ السلام پر فضیلت دینے والے کے منہ پہ تھپڑ رسید کیا۔ تب حضور نے فرمایا (جھگڑے اور مقابلے کے موقع پر) مجھے کسی نبی پر فضیلت نہ دیا کرو۔

یہی عقیدہ دینے کیلئے حکم ہوا کہ نماز پڑھتے بھی میرا محبوب اگر بلائے تو فوراً حاضر ہو جاؤ، نماز کی فکر نہ کرو کہیں نہیں جاتی، جہاں چھوڑی ہے وہیں سے شروع کر دینا اگرچہ کتنا ہی وقفہ درمیان میں ہوا ہو۔ (استجیبو اللّٰہ وللرسول اذا دعا کم۔ مع التفسیر)

ہے میریاں حمداں نعتاں توں بہت اُچا مقام محمد دا
پیا محفل پاک سجاناں ہاں لے لے کے نام محمد دا

یہ بات یاد رہے کہ اللہ کی ذات اور نبی علیہ السلام کی ذات ایک نہیں مگر اللہ کی بات اور نبی کی بات ایک ہے قرآن پاک اللہ کا کلام ہے مگر فرمایا: انہ لقول رسول کریم، یہ رسول کریم کی بات ہے۔ جس طرح شعاعوں کو سُورج سے جُدا نہیں سمجھا جاسکتا اس طرح نبوت کو الوہیت سے جُدا قرار نہیں دیا جاسکتا۔

تازہ ہوا کے شوق میں اے ساکنان شہر
اتنے نہ در بناؤ کہ دیوار گر پڑے

چند دن کیلئے وحی بند ہوئی (جس میں اپنی جگہ بے شمار حکمتیں تھیں) جبریل حاضر ہوئے تو سرکار نے فرمایا: اتنی دیر کیوں کی عرض کیا: انی اشد سوقا الیك۔ جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ آپ نے تو اپنی بے قراری ظاہر کر دی اب میری بھی سُن لیں میں نے بھی آپ کی زیارت کے بغیر یہ دن چین سے نہیں گذارے۔

دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی

ولکنی عبد مامور۔ میں بھی کیا کروں کیونکہ پابند ہوں رب کے حکم کا۔ وما نتنزل الا بامر ربك۔ ہم تو آپ کے رب کے حکم سے اترتے ہیں۔ یہاں یہ نہ عرض کیا کہ اپنے رب کے حکم سے یا زمین و آسمان کے رب کے حکم سے، بلکہ آپ کے رب کے حکم سے، جس کا صاف معنی یہ ہے کہ وہ آپ کا ہے آپ اُس کے ہیں ہم تو صرف آنے جانے والے ہیں۔

جب اترتی ہے میری روح میں عظمت اس کی
مجھ کو مسجود ملائک کا بنا دیتا ہے
اس کی رحمت کی بھلا آخری حد کیا ہوگی

دوست کی طرح جو دشمن کو دعا دیتا ہے

قصر والوں سے چپ چاپ گذر جاتا ہے ندیم

در محمد کا جب آئے تو صدا دیتا ہے

باقی کسی نبی کے پاس جبریل علیہ السلام دس بار آئے کسی کے پاس پندرہ بار، مگر حضور علیہ السلام کے پاس چوبیس، چالیس یا ستر ہزار مرتبہ آئے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے ادوار میں جبریل علیہ السلام کا ٹھکانہ سدرہ تھا اور کبھی کبھار زمین کی طرف آتے تھے اور ہمارے آقا کے دور میں جبریل کا ڈیرہ مدینے میں تھا کبھی سدرہ کی طرف بھی چلے جاتے تھے۔ اسی لیے تو رمضان شریف میں پورا مہینہ دور کرنے کیلئے آجاتے کہ مولیٰ! تیرا محبوب بھی فارغ ہے مجھے بھی مہینے کی چھٹی مل جائے تا کہ تیرے پاک کلام کا دور کر آؤں، بہانہ ''دور'' تھا اصل مقصد کچھ ''اور'' تھا۔ جس کو مولانا حسن رضا خان بریلوی نے یوں بیان فرمایا:

بے لقائے یاران کو چین آجاتا اگر

بار بار آتے نہ یوں جبریل سدرہ چھوڑ کر

(ایک بار پھر اصل موضوع کی طرف آتے ہیں) نورانیت اور بشریت ہمارے آقا علیہ السلام کے دو حال ہیں اور حال اور صاحب حال میں فرق ہوتا ہے، ہمیں جب ان دونوں حالوں کی پوری خبر نہیں تو صاحب حال کو کیا سمجھیں گے، لہٰذا اعتراض کرنا اور وہ بھی نبی الانبیاء کی ذات پہ اس سے ایمان رخصت ہو جاتا ہے، اگر ہمارے آقا نور ہو کر کھاتے ہیں تو یہ اعتراض والی بات نہیں بلکہ یہ آپ کا معجزہ ہے کہ دوسرے نور نہیں کھاتے مگر حضور نور ہو کر کھاتے ہیں اور اگر بشر ہو کر بھی آپ کا سایہ زمین پہ نہیں پڑتا تو یہ بھی آپ کا معجزہ سمجھو کہ ہر بشر کا سایہ ہے مگر یہ کیسے بشر ہیں کہ بشر ہو کر سایہ نہیں رکھتے۔

کہاں سے لاؤں زباں ثنائے مصطفیٰ کیلئے

آپ حج پہ جائیں تو مکہ شریف جانے تک کئی دن (یا موجودہ دور میں کئی گھنٹے تو ضرور) لگا دیں، یہ سرکار کا معجزہ نہیں تو کیا ہے کہ آن واحد میں کروڑوں میل کا سفر طے کر لیا اور عرش معلی کے اوپر سے ہو کر واپس آگئے کنڈی ہلتی رہی، پانی چلتا رہا، بستر گرم رہا۔ عبرانی

زبان میں خط آجائے تو اپنے صحابی (زید) سے پڑھانا یہ شان بشریت ہے اور جانوروں، لکڑیوں، پتھروں کی بولی سمجھنا یہ شان نورانیت ہے۔ اگر نور ہوتے تو بشر سے شادی کیوں کرتے؟ تم کیا بلکہ ہم کیا بشر ہو کر جنتی حوروں سے شادی نہیں کریں گے؟ تو اگر نور ہو کر بشر سے شادی کر لے تو کونسا جرم ہے۔ حالانکہ علماء فرماتے ہیں کہ انما انا بشر مثلکم آیہ متشابہ ہے نہ کہ محکم، یعنی جو اس کا ظاہری مطلب ہے وہ منشاء خدا نہیں اور جو منشاء خدا ہے وہ اس کا معنی نہیں۔ لیکن جیسے ید اللہ کا ترجمہ ہاتھ نہ کرو تو یہ بھی غلط ہے اور خدا کیلئے ہاتھ ثابت کرنا یہ بھی ناجائز، یہی حال بشر مثلکم کا ہے، ثابت ہوا کہ محکم سے وہ عقیدہ بنائے گا جس کا اپنا ایمان محکم ہوگا اور قد جاء کم من اللّٰہ نور محکم آیت ہے اور متشابہ سے وہ عقیدہ بنائے گا جس کے ایمان میں شبہ ہوگا۔ (کما قال الشیخ عبدالحق دہلوی)

رسول گرامی کا فیضان دیکھو — غلاموں پہ ہے کتنا احسان دیکھو
میری کشتی پر ہے لکھا نامِ احمد — گزرتا ہے کترا کے طوفان دیکھو
یقیں ہے جہنم میں جائے گا منکر — یہ ہے شکل انساں میں شیطان دیکھو

(نسیم القادری فرخ آبادی)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ فرمایا حضور نے لکڑیوں اور پتھروں کو بلایا، انہوں نے اندھوں کو بینا فرمایا حضور نے پتھروں کو چلا دکھایا۔ وہ چوتھے آسمان پہ گئے حضور عرش سے اوپر تشریف لے گئے ان کو لوگوں نے خدا کا بیٹا کہہ دیا۔ آپ کو پتہ نہیں کیا کہہ دیا جاتا اگر اللہ نہ فرماتا: قل انما انا بشر مثلکم۔

زیادہ ہی سہی بیمار انساں — مگر اب بھی تیرا نسخہ چلے گا
سبھی معیار ثابت ہونگے وقتی — ہمیشہ بس ترا اسوہ چلے گا
اجڑ جائے گی ہر اک بزم لیکن — ہمیشہ بس ترا جلسہ چلے گا
تیری ہر بات کا قصہ چلے گا — قیامت تک یہی سکہ چلے گا

(حفیظ تائب)

کبھی آپ کو کاہن کہا گیا، کبھی جادوگر کہہ کر لوگوں کو آپ سے دور ہٹانے کی کوشش کی

گئی، کبھی مجنون کہہ کر لوگوں کو آپ سے متنفر کرنے کی سازش کی گئی، اللہ نے فرمایا: محبوب، فرمادے کہ مجھ سے دور نہ بھاگو میں نہ جادوگر ہوں نہ مجنون ہوں اور نہ ہی شاعر بلکہ انما انا بشر مثلکم۔

؎ میرا پیکر ہے اک ہالۂ نور میں کشتی میں اکیلا تو نہیں ہوں

حضرت سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان فرمایا ہوا نکتہ:

امام المحدثین حضرت سید دیدار علی شاہ صاحب الوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور نے یہ ہی فرمایا ہے ناں کہ میں تمہاری مثل ہوں اس سے اصل میں ایک جیسا ہونا کیسے لازم آ گیا اصل تو ایک ہی ہوتی ہے مثلیں ہزاروں ہوسکتی ہیں مگر اصل کی طرح ایک بھی نہیں ہوسکتی آپ ایک تحریر لکھتے ہیں اس کی کاپیاں کرا کے تقسیم کرتے ہیں مگر اصل اپنے پاس رکھتے ہیں، کیونکہ اصل اصل ہے نقل نقل ہے حضور تو اصل کائنات ہیں روح کائنات ہیں کیا ہر کوئی ایسا ہی ہے۔(راوی ایک بزرگ عالم باعمل) ایک پنجابی شاعر نے کیا خوب کہا:

؎ کملی والیا نبیاں دی صف اندر جیویں تو سجیا ئیں کوئی سجیا ای نہیں
تیرے اتے درود و سلام پڑھدا تیرا رب تے اجے تک "رجیا" ای نہیں
لجپالا عربیا باجھ تیرے پردہ کیسے مسکیناں دا کجیا ای نہیں
سارے نبی سردار تسلیم کر گئے ڈنکا انج تے کسے دا وجیا ای نہیں

حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان فرمودہ نکتہ:

محمد بشر لا کالبشر
کالیاقوت حجر لا کالحجر

ہیں تو سب انسان مگر فضلنا بعضھم علی بعض، ہمارے آقا جس طرح انسان ہو کر تمام انسانوں سے بلند ہیں ایسے ہی رسول ہو کر سارے رسولوں سے بلند ہیں، ایک وہ انسان ہے جو زمین کی پستیوں میں دھکے کھا رہا ہے اور ایک وہ انسان ہے جو عرش کی بلندیوں پہ سیر فرما رہا ہے، کیا دونوں برابر ہیں؟ مختلف پتھروں میں ایک ہیرا بھی رکھ دو وہ بھی پتھر ہی ہے مگر

کیاان میں فرق نہیں؟ وہ پتھر پاؤں میں روندے جاتے ہیں، یہ بادشاہ کے تاج میں سجایا جاتا ہے، ایک وہ پتھر ہے جو لیٹرین میں لگایا جاتا ہے اور مقام ابراہیم، حجر اسود اور کعبۃ اللہ، صفا مروہ بھی پتھر ہی تو ہیں، کیا سب برابر ہیں؟ جب تک کسی شی کی حقیقت پوری طرح معلوم نہ ہو اس کی کما حقہ تعریف نہیں ہوسکتی اور جب حضور کی حقیقت سوائے رب کے کسی کو معلوم ہی نہیں تو ہمارے اندر کیا مجال کہ ہم آپ کی شایانِ شان تعریف کر سکیں، لہٰذا:

لا یمکن الثناء کما کان حقہ

اور بقول غالب:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

حضور کو اپنے جیسا کہنے والے اسی استاذ کے شاگرد ہیں جس نے کہا تھا: خلقتہ من نار و خلقتہ من طین۔ عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں کہ میں آپ کے جوتے کے تسموں کو ہاتھ لگا کر قدوس ہو جاؤں گا؟ (انجیل برناس)

حضرت شیخ محقق فرماتے ہیں کہ حضور تو حضور آپ کے نعلین پاک کی کما حقہ شان بیان نہیں ہوسکتی اور ساری کائنات کو نعمتیں حضور کی نعلین کے صدقے میں مل رہی ہیں تو پھر ہم کیوں نہ کہیں۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(خطاب ساہیوال)

نہ ہر پتھر برابر ہے نہ ہر بشر برابر، نہ ہر ذِکر برابر نہ ہر فکر برابر، نہ ہر بات برابر نہ ہر ذات برابر بعض کا نام لیا جائے تو شیطان خوش ہوتا ہے حضور کا نام لینے سے خدا خوش ہوتا ہے، دعا قبول ہوتی ہے، جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

جب لیا نام نبی میں نے دعا سے پہلے
میری آواز وہاں پہنچی صبا سے پہلے
کر نہ منزل کی طلب راہنما سے پہلے
ذکر محبوب سُنا ذکر خدا سے پہلے

بے وضو عشق کے مذہب میں عبادت ہے حرام
خوب رو لیتا ہوں آقا کی ثنا سے پہلے

ہم ایسے بشر ہیں کہ ایک فرلانگ کا سفر کرنا ہو تو سواری کے، زادراہ کے، راہنما کے محتاج ہوتے ہیں مگر ہمارے آقا وہ ہیں کہ عرش پہ جاتے ہیں تو بھی کسی شی کے محتاج نہیں ہیں کیونکہ جبریل، براق، رفرف نیچے رہ گئے اور

؎ ماہ عرب کے جلوے اونچے نکل گئے
خورشید و ماہتاب مقابل سے ٹل گئے

بشر کی آڑ میں میرے آقا کی توہین تلاش کرنیوالو اگر گرونانک کی گرنتھ کو بھی کھولو گے تو حضور کی تعریف ہی دکھائی دے گی۔ یقین نہ آئے تو پڑھ لو اور

؎ ہر عدد کو چوگن کرلو دو کو اس میں دو بڑھائے
پورے جوڑ کر پنج گن کرلو بیس سے اس میں بھاگ لگائے
باقی بچے کو نو گن کر لو دو کو اس میں دو بڑھائے
گرونانک یوں کہے ہر شے میں محمد کو پائے

''ہر عدد کو چار گُنا کر کے اس میں دو بڑھا دو اور پھر جو عدد آئے اس کو پانچ گُنا کر کے بیس سے تقسیم کردو باقی جو بچے اس کے نو گنے کرلو اور پھر اس میں دو بڑھا دو گرونانک کہتے ہیں کہ ہر شے میں محمد (ﷺ) کا جلوہ نظر آئے گا''۔

اپنے بیٹے کے بارے میں ماں باپ بھی یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا بیٹا بڑا ہو کر کیا بنے گا؟ ارادے تو ہوتے رہتے ہیں، اور ٹوٹتے ہی رہتے ہیں لیکن حضور کی پیدائش کے ساتھ ہی اعلان ہونے لگے کہ دوسرے آکر بنتے ہیں یہ بن کر آیا ہے، دوسرے پڑھ کر عزت پاتے ہیں یہ عزتیں لے کر آیا ہے۔

؎ محفل قرب کی خبر کس کو | واں تو اللہ ہے یا محمد ہے
اسے کہتے ہیں سردار دو عالم | زمیں سے حکمرانی کی قمر پر

(مہدی مجروح)

ہم جتنا بھی ناز کریں کم ہے کہ ہمیں قرآن جیسی کتاب ملی اور قرآن سے پوچھا جائے تو وہ اس بات پہ نازاں ہے کہ مجھے افضل الکتب بنایا کس نے ہے؟ افضل الرسل نے۔ لہٰذا میں محبوب خدا پہ ناز کرتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

؎ اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ اِنسا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

بلکہ ہم عبادات پہ ناز کرتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں ایسی عبادات دیں جو اس شان سے کسی امت کو نہ دی گئیں اور عبادات حضور پہ نازاں ہیں کہ ہمیں مصطفیٰ نے پسند فرمایا ہے اور ہم خدا پہ ناز کرتے ہیں کہ ہمارا پیدا کرنیوالا رب العالمین ہے اور دست قدرت مصطفیٰ پہ نازاں ہے کہ میرا بنایا ہوا رحمۃ للعالمین ہے۔

؎ شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و بایزید تیرا جمال بے حجاب

ہمارے آقا کو ابوجہل نے بھی دیکھا اور ابوبکر نے بھی دیکھا مگر ابوجہل نے نسل کو دیکھا صدیق نے اصل کو دیکھا، وہ مثلکم کے چکر میں پڑ گیا یہ فضلنا کی شان دیکھنے لگے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی حضور کا ذکر فرمایا تاکیدوں کے ساتھ فرمایا کہ پہلے نبیوں کے منکر کھل کر انکار کرتے تھے اور اس امت میں کئی ایسے بھی ہیں کہ

؎ صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

لہٰذا ایک ایک شان سے امتیاز پیدا کر دیا کہ سارے نبیوں میں ایک ہی رحمۃ للعالمین ہے ایک ہی خاتم النبیین ہے، جس جیسا نبیوں میں کوئی نہیں تم کس کھیت کی مولی ہو۔

؎ ڈٹھے ورق قرآن دے پھول سارے
تیری شان جہیا نہ کوئی ہور تکیا
کوئی نور آکھے کوئی بشر آکھے
دن رات ہوندا ایہو شور تکیا

اللہ والیاں گل مُکا چھڈی

تساں ہور تکیا اساں ہور تکیا

کسی بھی شی کی جب تک تمام صفتوں، شانوں اور اجزاء کو نہ مانو گے تو یہ ماننا نہیں ہے یہ سپیکر ہے اس کے سارے اجزاء مانو اور ایک کا انکار کردو کہ اگر یہ نہ بھی ہو تو سپیکر چل جائے گا، یا مشین کے چھوٹے سے چھوٹے پرزے کی اہمیت کو تسلیم نہ کرو گے تو مشین نہ چل سکے گی۔ لوگ کہتے ہیں اگر علم غیب، اختیار، نور اور حاضر و ناظر نہ مانا تو پھر کیا ہے ان چیزوں کا قبر میں سوال تو نہ ہوگا، شاید وہ یہ نہیں جانتے کہ ان عقائد کا جس ذات کے ساتھ تعلق ہے اسی کے بارے میں آخری سوال ہوگا جس پر نجات کا دارومدار ہوگا اور اگر اس سوال کا جواب نہ آیا تو خانہ خراب ہوگا۔

؎ جہاں جہاں پہ پڑا تیرا عکسِ جمیل

وہاں وہاں تک ابھی جواں بہاریں ہیں

ایک دوست کہنے لگا اگر ان عقائد کا انکار کفر ہوتا تو ہم کعبے کے امام کیوں ہوتے؟ میں نے عرض کیا: تو کعبے کی بات کرتا ہے اللہ نے فرشتوں کے استاد کو جنت سے نکال دیا تھا، تم نے تو جنت دیکھی ہی نہیں، عظمت رسالت کے انکار پر اس کو جنت میں رہنے نہ دیا گیا اور کیا اسی بات پر تمہیں جنت میں بھیج دیا جائے گا۔

؎ اس سادگی پہ کون نہ مَر جائے اے خدا

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

(مختلف علماء کی تقاریر کا خلاصہ)

علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک یادگار تقریر (خلاصۃ)

نور کیا ہے؟:

النور جوهر مجرد ظاهر لذاته و مُظهِر لغیره۔ (الغزالی)

''نور ایک جوہر مجرد ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے ظاہر ہے اور غیر کو ظاہر کرنے والا ہے''۔

دوسرا معنی نور کا یہ ہے:

الضوء الفائض من الشمس و القمر (مثلا)۔

''وہ روشنی جو مثلاً شمس وقمر سے حاصل ہو''۔

یہ دونوں تعریفیں اللہ تعالیٰ پر تو صادق نہیں آتیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نور نہیں اس لیے کہ وہ جوہر نہیں اور عرض بھی نہیں۔ وہ ذات جوہر و عرض ہونے سے پاک ہے اسی لیے اللّٰہ نور السموات والارض میں مفسرین کرام نے اللّٰہ منوّر السموات والارض معنی کیا ہے کہ اللہ زمین وآسمان کو روشن کرنیوالا ہے۔ تعریف اول کا دوسرا جزء ظاھر لذاته اللہ کی ذات پہ صادق آسکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا نہیں کہ خود ظاہر ہو بلکہ اپنی ذات کا ظہور ذات مصطفیٰ سے پسند فرمایا ہے۔ لو لاك لما اظهرت الربوبية۔ اور دوسرے جز مظہر لغیرہ کے اعتبار سے صرف مظہر لغیرہ نہیں ہے بلکہ خالق و مالک لغیرہ بھی ہے۔ اور یہ تمام تعریف حضور علیہ السلام پہ صادق آتی ہے کہ آپ نور بھی ہیں قد جاء کم من اللّٰہ نور۔ جوہر مجرد بھی ہیں کہ ان جیسا دوسرا کوئی نہیں۔ ظاھر لذاته ہیں کہ ان سے پہلے کائنات کا ایک فرد بھی نہیں ہے۔ (کنت نبیا و ادم بین الروح والجسد) آپ کسی کی وجہ سے موجود نہیں ہوئے بلکہ ساری کائنات کو وجود آپ کی وجہ سے ملا۔ مظہر لغیرہ بھی ہیں کیونکہ اپنے علاوہ ہر کسی کے وجود کا سبب بھی آپ ہیں۔ (لو لاك لما خلقت الافلاك)

؎ ہر آنے جانے والا تجھے دیکھتا رہا ہر اک زمانے والا تجھے دیکھتا رہا
جلوہ دکھانے والا تجھے دیکھتا رہا تیرا بنانے والا تجھے دیکھتا رہا

ہمارے آقا صرف نور ہدایت نہیں بلکہ نور ایمان بھی ہیں نور عرفان بھی ہیں نور عرش بھی ہیں اور نور فرش بھی ہیں، آپ کا جسم بھی نور، روح بھی نور بلکہ

؎ تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

اعتراض: اگر آپ سراپا نور ہیں تو دعائے نور میں **اللھم اجعلنی نورا** کیوں عرض کرتے رہے۔

جواب 1: پھر آپ لوگ اگر ہدایت پر ہیں تو دعائے ہدایت (**اھدنا الصراط المستقیم**) کیوں مانگتے ہیں، یہی کہیں گے ناں کہ ہدایت کے مدارج بہت زیادہ ہیں اور ہماری طلب بھی لامتناہی ہے۔

جواب 2: چلو "**علی سبیل التنزل**" مان لیا کہ دعا سے پہلے نور نہ تھے، یہ تو آپ بھی مانتے ہیں کہ آپ (ﷺ) مستجاب الدعوات ہیں تو دعا سے بعد تو نور مان لو۔

سوال: اگر جسم اقدس نور ہوتا تو جس مکان میں آپ تشریف فرما ہوتے تھے اس میں رات کو اندھیرا کیوں ہوتا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ جب تہجد کیلئے اٹھتے تو سجدہ کو جاتے ہوئے مجھے ہاتھ سے مطلع فرماتے اور میں آپ کے سجدہ کیلئے جگہ چھوڑتی۔

جواب: یہی عائشہ فرماتی ہیں کہ رات کے اندھیرے میں آپ کے دانتوں کی روشنی سے میری سوزن گم گشتہ مل گئی۔ (الخصائص الکبریٰ)

اور ترمذی شریف میں ہے کہ آپ کے دانتوں (ثنایا) سے نور نکلتا کہ دیواریں روشن ہو جاتیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی جب چاہا دانتوں کے نور سے رات کا اندھیرا ختم کر دیا اور جب چاہا حجرہ بھی روشن نہ ہوا اور پھر یہ واقعہ حکمۃً ایک مسئلہ بنانے کیلئے تھا کہ مس عورت (عورت کو چھونا) ناقض وضو نہیں ہے۔ عدم ظہور عدم وجود کی دلیل نہیں بلکہ وجود کی دلیل ہے کہ شی پائی گئی ہے مگر ظاہر نہیں ہوئی۔

دیکھو! ہم چلتے ہیں مگر کبھی نہیں چلتے تو کیا اس وقت بالقوۃ ہم میں یہ صفت نہیں ہوتی؟

ہوتی ہے مگر بالفعل اس کا ظہور نہیں ہو رہا۔

اللہ تعالیٰ ہر وقت ہمیں مارنے کی صفت سے متصف ہے مگر فی الحال نہیں مارتا تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں یہ صفت نہیں پائی گئی؟

اور ابتداء میں جو عرض کیا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام کی نورانیت مقیدہ بالھدایت نہیں بلکہ مطلقہ ہے اس لحاظ سے کہ آپ نور عرش بھی ہیں نور فرش بھی تو یہ مفہوم معنی رسالت سے اخذ ہوتا ہے کیونکہ رسالت کیا ہے؟ **الرسالة رابطة بين المرسل والمرسَل اليه۔** کہ رسالت ایک رابطہ ہے اللہ اور مخلوق کے درمیان مرسِل تو اللہ ہوا اور مرسَل الیہ ساری مخلوق عالم برزخ ہو یا دنیا، تحت الثریٰ ہو یا عرش معلیٰ۔ **(بعثت الى الخلق كافة)**

اعتراض: عالم برزخ کیلئے کیسے رابطہ ہوئے؟

جواب: کیا حدیث نہیں پڑھی کہ آپ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو دیکھ لیا کہ قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور سبب عذاب بھی بیان کر دیا اور عذاب سے نجات بھی دلا دی کہ ٹہنیاں گاڑ دیں اور فرمایا کہ جب تک یہ تر رہیں گی عذاب نہ ہوگا۔ ایک کو چغلی اور دوسرے کو پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معراج کی رات قبر میں نماز پڑھتے دیکھ لیا، اور بتا دیا کہ جب میں عالم دنیا میں رہ کر عالمِ برزخ والوں سے بے خبر نہیں ہوں تو عالم برزخ میں جا کر عالم دنیا سے بھی بے خبر نہ رہوں گا۔

بے خبر ہو جو غلاموں سے وہ آقا کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات اس لیے بنایا کہ اس کے علم میں تھا کہ میں اپنے محبوب کو انسانی شکل عطا فرماؤں گا تو حضور کی صورت کا لحاظ کرتے ہوئے شکل انسانی کو یہ اعزاز بخش دیا ولقد کرمنا نبی ادم۔

فیض ہے تیرے خدنگِ ناز کا
میں کہاں تھا آشنائے دردِ دل

نور کی جامع، مانع تعریف:

انکشاف تام ہے لہٰذا قوت باصرہ بھی نور ہے مگر یہ صرف مبدأ انکشاف ہے صورت کیلئے۔ شامہ بھی نور مگر مبداء انکشاف ہے خوشبو و بد بو کیلئے۔ سامعہ صرف آواز کیلئے۔ لامسہ صرف لمس کیلئے۔ عقل نور ہے (العقل نور) مگر یہ مبداء انکشاف ہے صرف معقولات کیلئے۔ ان میں سے ہر ہر شی کسی ایک چیز کیلئے مبداء انکشاف ہے یعنی قوت ذائقہ صرف ذائقہ کی مبداء انکشاف ہے خوشبو و بد بو کی نہیں۔ اسی طرح حواس صرف محسوسات کیلئے مبدأ انکشاف ہیں مگر حضور ایسے نور ہیں کہ کائنات کے ذرے ذرے کیلئے مبداء انکشاف ہیں بلکہ عدم ایک پردہ ہے تو وجود اس کا مبدأ انکشاف ہے تو حقائق کائنات کے عدم کا پردہ نور محمدی نے اٹھایا اس لیے فرمایا گیا: لو لاك لما خلقت الا فلاك۔ اور آپ ایسے مبدأ انکشاف ہیں کہ اس جہت (ظہور) میں بھی کوئی ظہور آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

سورج کے سامنے لاکھوں آئینے رکھ دو ہر ایک میں سورج کا جلوہ نظر آئے گا نیز یہ ساری کائنات صفات الٰہی کا مظہر ہے ہر ہر شی میں کسی نہ کسی طرح اللہ کی کسی نہ کسی صفت کا جلوہ پایا جاتا ہے، سمندر کو دیکھو تو اس کی صفت رحمت نظر آتی ہے، پہاڑوں کو دیکھو تو اس کی قہاریت کا جلوہ نظر آتا ہے۔ پھولوں کو دیکھو تو شفقت و محبت کا جذبہ کارفرما ہے، یہ سب تعینات ہیں وجود تو اسی ایک ذات کا ہے۔ (شاید اسی کو وحدت الوجود سے تعبیر کیا گیا ہے)

سورج چاند تو آئینہ ہیں، چاند تک جانیوالے آئینے پر ہی تو گئے ہیں اور ہمارے آقا آئینے والے کے پاس گئے ہیں اور پھر وہ (سائنس والے) وہاں سے خاک لائے ہیں اور معراج کی رات نور والا نور والے کے پاس گیا ہے اور نور لے کر آیا ہے۔

نور والا آیا ہے نور لے کر آیا ہے

سارے عالم میں یہ دیکھو کیسا نور چھایا ہے

جو کچھ نظر آ رہا ہے یہ تو سب سایہ ہے اور سائے کی طرف بھاگنا کمال نہیں سائے والے کے پاس جانا کمال ہے، آئینہ سے شکل دکھائی دیتی ہے تو آئینہ کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے عکس والے کی طرف توجہ کی جاتی ہے اور صورت کو سنوارا جاتا ہے نہ کہ آئینہ کو۔

کائنات میں کھربوں آئینے ہیں اور یہ سب متوجہ ہیں آئینہ محمدیت کی طرف۔ انا مراۃ جمال الحق۔ اور حضرت مجدد فرماتے ہیں اگر عالم ممکنات کو بغور دیکھا جائے تو ''نظیر آں سرور نظر نمی آید۔ یعنی لست مثلکم کا مفہوم۔

؎ حُسن ہے بے مثل صورت لاجواب
میں فدا تم آپ ہو اپنا جواب

دیکھو! بیج کے اندر سارا درخت ہوتا ہے مگر کھولو تو کچھ بھی نہیں، عالم امکان کو ایک شجر سمجھو اور بلاتشبیہ حضور علیہ السلام اس میں بیج کا سا کام کر رہے ہیں شجر کو فیض بیج سے ملتا ہے اور کائنات کو حضور سے ملتا ہے، کسی شاخ تنے ٹہنی کا اگر بیج سے رابطہ کٹ جائے تو سلامت نہیں رہ سکتا کوئی امتی حضور علیہ السلام سے تعلق کے بغیر ایمان سلامت نہیں رکھ سکتا۔

؎ ناز ہے شاہد فطرت کو بھی جن پر ہمدم
وہ چمن سب ہیں لگائے ہوئے آقا کے

اس لیے ضروری ہے کہ:

؎ چھٹ جائے اگر دولت دنیا تو ہے کیا غم
چھوٹے نہ مگر ہاتھ سے سرکار کا دامن

علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کے باقی نکات:

- النبی المخبِر، النبی المخبَر، النبی الخارج، النبی المخرج، النبی الطاھر، النبی الطریق الواضح، النبی المکان المرتفع، النبی السامع لصوت خفی۔

''نبی کا معنی خبر دینے والا، خبر دیا ہوا، نکالنے والا، نکالا ہوا، ظاہر، واضح راستہ، بلند مکان، پوشیدہ آواز سننے والا''۔

ولی و نبی کا معجزہ و کرامت میں اختیار:

ولی اور نبی اپنے معجزہ و کرامت میں مختار ہوتے ہیں (اللہ کی مرضی سے جب چاہیں دکھا

دیں) اس کی پہلی دلیل یہ ہے کہ آصف بن برخیا (سلیمان علیہ السلام کی امت کے ولی) نے آپ سے تخت بلقیس کے بارے میں عرض کیا: انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک۔ میں وہ تخت لے کر آؤں گا آپ کے آنکھ جھپکنے سے پہلے۔

اور دوسری دلیل یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام کیلئے فرمایا گیا کہ ان کے حکم پر ہوا چلتی تھی جہاں ان کا ارادہ ہوتا تھا۔ ولسلیمن الریح تجری بامرہ رخاء حیث اصاب۔ (ای حیث اراد)

ہاں یہ علیحدہ بات ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ اپنے نبی و ولی کو کرامت و معجزہ کے اظہار کی تکلیف نہیں دیتا بلکہ خود ہی اپنی قدرت ظاہر فرمادیتا ہے۔

لفظ شہید پر تقریر (علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ):

اللہ تعالیٰ بھی شہید ہے وکفی باللّٰہ شھیدا، حضور علیہ السلام بھی شہید ہیں ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ تمام انبیاء کرام بھی شہید ہیں فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید۔ بلکہ ہمارے آقا علیہ السلام کی ساری امت شہید ہے۔ لتکونوا شھداء علی الناس۔ معلوم ہوا کہ صرف راہ خدا میں قتل ہونے والے کو ہی شہید نہیں کہتے ورنہ ان معنوں میں اللہ تعالیٰ کو شہید نہیں کہہ سکتے۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: من سال اللّٰہ شھادۃ صادقا من قلبہ......(ترمذی) جو خلوص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت کا سوال کرے اللہ تعالیٰ اس کو شہادت کا درجہ دے دیتا ہے اگرچہ اپنے بستر پر ہی مرے۔ یہ شہادت بھی حضور علیہ السلام میں علی وجہ الکمال پائی جاتی تھی۔ کیونکہ آپ نے فرمایا:

لوددت ان اقتل فی سبیل اللّٰہ ثم احی ثم اقتل ثم احی ثم اقتل۔
(بخاری)

"میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں"۔

ورنہ کئی قتل ہو کر بھی شہادت کا رتبہ نہیں پا سکتے جس طرح کہ ریاکار یعنی نہ چاہتے ہوئے مارا جانے والا، معلوم ہوا کہ شہادت کی روح راہ خدا میں جان دینے کی تمنا کرنا ہے۔

ایک مقام پہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: **من قتل دون ماله و فی روایة دون عرضه) فهو شهید (او كما قال النبی صلی الله علیه وسلم)** جو اپنا مال اور اپنی عزت بچاتے ہوئے قتل ہو گیا وہ شہید ہے۔

اسی طرح طاعون اسہال اور پیٹ کی بیماریوں سے مرنے والا شہید ہے نیز جل کر یا دب کر مرنے والا شہید ہے تقریباً تیس سے زائد اقسام بیان کی گئی ہیں شہید کی۔ **من مات مؤمنا فهو شهید۔** (امام سیوطی)

ہاں میدان جہاد میں قتل ہونے والا فقہی شہید ہے پھر اس کیلئے بھی شرائط ہیں کہ علاج نہ کرا سکا، انہی زخموں سے جان نکلی، زیادہ دیر زندہ نہ رہا، خاص قسم کے آلے سے مارا گیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ شہید تو وہ ہے جو کافروں کے ہاتھوں مارا جائے لہٰذا امام حسین کو شہید کہنا درست نہیں، میں (احمد سعید کاظمی) کہتا ہوں کہ جو لوگ امام حسین کو شہید اور یزید کو کافر نہیں بھی نہیں مانتے وہ بھی یہ ضرور مانتے ہیں کہ یزید کا کردار کافروں سے بھی بدتر تھا۔ جبکہ شہادت میں کافروں کے ہاتھوں قتل ہونے کی قید بھی نہیں۔

پھر دشمنانِ اہل بیت یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر امام حسین حق پر تھی تو اللہ نے مدد کیوں نہ فرمائی حالانکہ اس کا فرمان ہے کہ ہم اہل ایمان کی مدد کرتے ہیں۔ **انا لننصر رسلنا والذین امنو۔ وكان حقا علینا نصر المؤمنین۔**

اس کا جواب یہ ہے کہ پھر ان نبیوں کے بارے میں کیا کہو گے جن کو بنی اسرائیل قتل کرتے رہے **ویقتلون الانبیاء بغیر حق۔** ایک ایک دن میں ستر ستر یا (تین تین سو) نبیوں کو قتل کیا جاتا رہا۔ دراصل بات یہ ہے کہ مدد صرف بچانے کا نام ہی نہیں شہادت کا مقام عطا فرمانے کو بھی مدد ہی کہا جائے گا۔ روزے دار کی مدد یہ نہیں کہ اس کو کھانا کھلا کر اس کا روزہ توڑ دیا جائے بلکہ اس کو تسلی دے کر اس کا روزہ پورا کروا دینا اس کی مدد ہے اور امام حسین کا استقامت کے ساتھ ڈٹے رہنا اور سب کچھ قربان کر کے بھی صبر کرتے رہنا یہ ان کی مدد تھی۔

شہد سے شہید ہے جس کا معنی پالینا ہے **فمن شهد منكم الشهر فلیصمه** جو رمضان کا مہینہ پالے وہ روزہ رکھے۔ شہید کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ خون کا پہلا قطرہ

زمین پر گرتے ہی اللہ کے تمام انعامات پالیتا ہے۔ مثلاً سارے گناہ معاف، ویری مقعدہ من الجنۃ۔ جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتا ہے یعنی اسی لمحے اس کو جنت میں اس کی رہائش سیرگاہ دکھادی جاتی ہے۔ ایمان کا حُلّہ پہنا دیا جاتا ہے۔ حساب و کتاب، عذاب و عتاب سب ختم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ حساب و کتاب میں حضور علیہ السلام کے بارے میں ہی تو پوچھا جائے گا تو جو خوش نصیب نبی کی عظمت پہ قربان ہو رہا ہے اس سے حساب کیسا؟ شہید کا دوسرا معنی ہے الشھود ھو المشاھدۃ۔ دیکھنا۔ شہید ہوتے ہی اس کو خدا کا جلوہ کرادیا جاتا ہے اس لیے تو صرف شہید ہی دنیا میں واپس آنے کی اور بار بار راہ خدا میں سر کٹانے کی تمنا کرے گا۔ جب دیدار یوسفی دیکھنے والیوں نے ہاتھ کاٹ لیے اور احساس تک نہ ہوا تو دیدارِ خدا کرنے والے کو کیا تکلیف ہوسکتی ہے۔ اسی لیے تو واپس آنے کی خواہش کر رہا ہے اس لیے فرمایا گیا کہ شہید کو بوقت شہادت چیونٹی کے کاٹنے جتنی تکلیف ہوتی ہے۔

شہادت کا ایک معنی ہے الحضور المجرد۔ شہید پہ معنی اس طرح منطبق ہوتا ہے کہ ہر مرنے والے کی روح (اگر وہ ایمان دار ہے) اعلیٰ علیین، جنت میں جاتی ہے مگر اس کی روح بارگاہ خداوندی میں پیش کردی جاتی ہے۔

شہید فقط شاہد ہی نہیں مشہود بھی ہوتا ہے کہ وہ سب کو خدا کیلئے چھوڑتا ہے تو اللہ اس پر فرشتے نازل فرماتا ہے جو اس کیلئے استقامت اور رضائے الٰہی کی دعائیں کرتے ہیں۔

یہ بات تو عام شہید کی ہے امام عالی مقام تو ایسے مشہود ہیں کہ خود فاطمۃ الزہراء، علی المرتضیٰ اور امام الانبیاء کی ارواح مقدسہ شہادت امام کے وقت شاہد تھیں تو اس لحاظ سے امام حسین شہید اعظم بھی ہوئے اور مشہود اعظم بھی۔

الغرض شہید نے کھویا کم ہے اور پایا بہت زیادہ ہے۔

شہید کا ایک معنی مددگار بھی ہے کہ اپنی جان دے کر دوسروں کو زندہ رہنے کا حوصلہ دے کر ان کی مدد کر جاتا ہے، جس طرح ماچس کی تیلی جل جاتی ہے مگر دوسروں کو فائدہ پہنچا جاتی ہے۔ شہید اپنی جان دے کر اللہ کے دین کی مدد کر جاتا ہے۔

ہمارے آقا و مولیٰ علیہ السلام کی بابرکت زندگی میں شہید کیلئے اسوۂ حسنہ یہ ہے کہ آپ

نے احد کے میدان میں زخمی ہو کر شہیدوں کے خون کی لاج رکھ لی ہے۔

بعض وہ لوگ ہیں جو اپنی جان و مال ہتھیلی پہ رکھ کر مجازی حسینوں کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں اور وہ ان سے منہ پھیر کر ان کی جان و مال کی کوئی وقعت نہیں سمجھتے مگر اللہ تعالیٰ نے مومن کے مال و جان کی وہ عزت فرمائی کہ جنت کے بدلے خرید کر دونوں جہانوں کی سرخروئی عطا فرما دی۔ ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ۔

شہید ہمیشہ کی زندگی اس لیے پا جاتا ہے کہ اس کو دیدار الٰہی نصیب ہو جاتا ہے تو جب آب حیات پینے والا نہیں مرتا تو دیدارِ الٰہی کا شربت پینے والا کیوں نہ زندۂ جاوید ہو جائے۔

حضرت جابر کو حضور علیہ السلام نے فرمایا:

ما رایٰ احد ربہ قط الا من وراء حجاب وابوک رای ربہ کفافا۔ (بخاری)

"ہر کوئی رب کو پردے میں دیکھتا ہے مگر تیرے باپ نے کھلے عام دیکھ لیا ہے"۔

قبر میں دیدارِ مصطفیٰ ہو اور آخرت میں دیدار خدا ہو تو اس سے بڑھ کر کیا خوشی ہو سکتی ہے۔

قیامت جس کو کہتے ہیں وہ عید ہے اہل سنت کی
ادھر دیدار رب ہوگا ادھر صورت محمد کی
(صلی اللہ علیہ وسلم)

مکہ و مدینہ کی حاضری میں تقدیم و تاخیر کا مسئلہ:

فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ حرمین شریفین کی حاضری کے وقت پہلے مکہ شریف حاضری دی جائے پھر مدینہ پاک۔ مگر صوفیاء کرام بالخصوص امام سمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے مدینہ حاضر ہو پھر مکہ۔ اس میں تطبیق یوں ہے کہ فقہاء کا قول ہم جیسے ناپاکوں کیلئے ہے تاکہ ناپاک لوگ پہلے مکہ جا کر گناہوں سے پاک ہوں پھر در رسول پہ حاضر ہوں اور دل میں یہ ارمان مچلتا رہے آقا دل تو چاہتا ہے اُڑ کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤں مگر اپنے آپ کو آپ کی بارگاہ کے قابل بنانے کیلئے پہلے مکہ جا رہا ہوں۔ ایک ہندو شاعر کہتا ہے۔

بلوائیں مجھے شاد جو سلطانِ مدینہ
جاتے ہی ہو جاؤں گا قربان مدینہ

وہ گھر خدا کا تو یہ محبوب خدا ہیں
کعبے سے بھی اعلیٰ نہ ہو کیوں شان مدینہ
کھولے در جنت کو یہی کہتا ہوں رضوان
بے خوف چلے جائیں غلامانِ مدینہ

(سُر کشن پرشادشاد)

شانِ مصطفیٰ علیہ السلام بین الانبیاء علیہم السلام:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا انی جاعلك للناس امام۔ ہم آپ کولوگوں کیلئے امام بنانے والے ہیں۔ یہاں للناس میں ہمارے آقا شامل نہیں جس طرح کہ یا ایھا الذین امنوا میں حضور علیہ السلام شامل نہیں ہوتے حالانکہ حضور علیہ السلام صرف ایمان والے ہی نہیں۔ ایمان عطا فرمانے والے بھی ہیں، کیونکہ اگر ابراہیم علیہ السلام حضور علیہ السلام کے امام ہوتے تو معراج کی رات بیت المقدس میں وہی امام ہوتے مگر حال یہ ہے کہ

مقتدی ہیں سارے انبیاء مصطفیٰ امام ہو گئے

ہاں لغوی معنی کے اعتبار سے امام ہیں کہ وہ پہلے دنیا میں تشریف لائے اور حضور علیہ السلام بعد میں ورنہ حقیقی معنی کے اعتبار سے حضور علیہ السلام صرف ابراہیم علیہ السلام کے ہی نہیں سارے انبیاء کرام علیہم السلام کے امام ہیں۔ یہی مطلب ہے ان آیات کا۔ واتبع ملة ابراھیم حنیفا۔ اولئك الذین ھدی اللہ فبھدھم اقتدہ۔ ورنہ امام تو ایک ہوتا ہے مقتدی زیادہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا حضورا کیلئے سب کے امام اور نبی سارے حضور کے مقتدی۔

اس دیار قدس میں لازم ہے اے دل احتیاط
بے ادب ہیں کر نہیں پاتے جو غافل احتیاط
اضطراب عشق کا اظہار ہو بے حرف وصوت
اے غمِ دل احتیاط، اے وحشت دل احتیاط
عشق کی خود رفتگی بھی حسن سے کچھ کم نہیں
ہے مگر اس حسن کے رخسار کا تل احتیاط

آ بتاؤں تجھ کو میں ارشاد او ادنیٰ کا راز
ان کے ذکر و فکر میں لازم ہے کامل احتیاط
صرف سدرہ تک رفاقت اور پھر عذر لطیف
عقل والو! ہے ادائے عقل کامل احتیاط
صرف اس کو ہے ثنائے مصطفیٰ لکھنے کا حق
جس قلم کی روشنائی میں ہو شامل احتیاط
نام پر توحید کے انکار تعظیم رسول
کیا غضب ہے کفر کو کہتے ہیں جاہل احتیاط
جی میں آتا ہے لپٹ جاؤں مزار پاک سے
کیا کروں؟ ہے میرے ارمانوں کی قاتل احتیاط

موسیٰ علیہ السلام کا حضرت عزرائیل علیہ السلام کو تھپڑ:

محدثین کرام فرماتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ سے عزرائیل علیہ السلام کی آنکھ نور ہونے اور خدا کی طرف سے ڈیوٹی پر ہونے کے باوجود کیوں پھوٹی، ثابت ہوا کہ نبی کے پنجے میں اتنی طاقت ہے کہ ایک تھپر سے زمین و آسمان چور چور ہو جائیں۔ (کیونکہ عزرائیل علیہ السلام کو حضرت موسیٰ نے پورا تھپڑ نہیں مارا تھا بلکہ انگلیوں کے پورے ہی لگے تھے) اور عزرائیل علیہ السلام بچ بھی اس لیے گئے کہ تا قیامت یہ ڈیوٹی سرانجام دینا تھی یعنی تقدیر حائل ہوگئی، نیز اس لیے بھی کہ مارنا مقصد نہ تھا بلکہ آخرالزمان نبی کی بارگاہ کا ادب بتانا مقصود تھا کہ نبیوں کو ایسے نہیں کہا جاتا کہ مرنے کیلئے تیار ہو جاؤ کیونکہ نبی کی بارگاہ سے تو دوسروں کو زندگی ملتی ہے (لما یحییکم) جب بازوئے کلیم میں اتنی طاقت ہے تو انگشت حبیب کے اشارے میں کیوں نہ اتنی طاقت ہو کہ اشارہ کریں تو چاند ٹکڑے ہو کر زمین پہ آ جائے۔ ثابت ہوا کہ ساری دنیا موت کے آگے مجبور ہے لیکن موت نبی کے اختیار میں ہے پھر شان رسالت دیکھو کہ موسیٰ علیہ السلام کو نہیں فرمایا کیا آپ نے میرے بھیجے ہوئے کو مار اہے لہٰذا اس کو راضی کرو بلکہ پھر بھی عزرائیل کو ہی فرمایا کہ جاؤ موسیٰ کو راضی کرو کہ اگر چاہو تو

بیل کی پشت پہ ہاتھ رکھ لو جتنے بال نیچے آئیں گے اتنے سال عمر بڑھا دی جائے گی۔ مقام موسیٰ یہ ہے تو مقام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہوگا یہ موسیٰ سے ہی پوچھ لو۔

فرق مطلوب و طالب میں دیکھے کوئی — قصۂ طور و معراج سمجھے کوئی
کوئی بے ہوش جلووں میں گم ہے کوئی — کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی

آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

صاحبزادہ افتخار الحسن فیصل آبادی کا جلالی نکتہ:

صاحبزادہ افتخار الحسن نے مینارِ پاکستان میں ختمِ نبوت کانفرنس جو پروفیسر طاہر القادری صاحب نے مرزا طاہر کے مباہلہ کے چیلنج کے جواب میں بلائی، جس میں ہر فرقہ کے جید علماء شریک تھے حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین علیہ الرحمۃ کی صدارت تھی پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ، صاحبزادہ غضنفر علی آف کرمانوالہ شریف علیہ الرحمۃ، مولانا سعید احمد مجددی اور اہل سنت کے دیگر کئی علماء کی موجودگی میں بیان کیا کہ اللہ نے عزرائیل علیہ السلام کو حضرت موسیٰ کی روح قبض کرنے بھیجا تو وہ تعمیل ارشاد میں دوڑے دوڑے آئے اور موسیٰ علیہ السلام سے عرض کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جلال آیا، تھپڑ رسید کیا اور آنکھ نکال دی۔ حضرت عزرائیل بارگاہِ خداوندی میں واپس آگئے تو خدا نے پوچھا: جان لے آیا ایں؟ عرض کیا: میں اپنی جان بچا کے آیاں، تو کہنا ایں جان لے آیا ایں۔ ارسلتنی الی رجل لا یرید الموت۔ (بخاری) تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا ہے جو مرنا ہی نہیں چاہتا۔ فرمایا: اچھا میں آنکھ صحیح کر دیتا ہوں، پھر جاؤ۔ عرض" کیا: تو بھاویں کریا نہ کر میں کوئی نہیں جاناں، اوہ تے اُگوں ماردا اے"۔ پھر بیان کیا: عزرائیل کسی کے پاس جاتا ہے تو سلام کرتا ہے، کسی سے اجازت لیتا ہے، کسی سے تھپڑ کھاتا ہے اور "کِسے نوں نٹیوں نہیں نکلن دیندا"۔ مرزائیو! اگر مرزا سچا نبی اے تے ٹٹی وچ واپس لیاؤ، کیونکہ نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہیں اس کی قبر بنتی ہے۔

بجتا ہوا ساز کہاں سے لاؤں
بوڑھا ہوں آواز کہاں سے لاؤں

صلہ وموصول اور اللہ ورسول:

ھو الذی ارسل رسولہ۔ میں ھو ضمیر بھی مبہم الذی اسم موصول بھی مبہم۔ ضمیر کا ابہام مرجع دور کرتا ہے اور موصول کا صلہ۔ صلہ اور مرجع کیا ہے ارسل رسولہ معلوم ہوا کہ اللہ کے بارے اگر ابہام ہو تو اس کا رسول ہی دور کر سکتا ہے لہٰذا اللہ کی پہچان رسول کے دَر سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ موصول صلہ کے بغیر نہیں جانا جاتا خدا مصطفیٰ کے بغیر نہیں پہچانا جاتا۔

پھر صلہ و موصول دونوں ملیں تو کلام بنتی ہے، خدا و مصطفیٰ سے ایمان مکمل ہوتا ہے اور بگڑی ہوئی بات بنتی ہے، نہ موصول و صلہ میں جدائی ہوسکتی ہے نہ خدا و مصطفیٰ میں۔ ان الذین یکفرون باللّٰہ ورسلہ و یریدون ان یفرقوا بین اللّٰہ ورسلہ۔

بس یہی فرق ہے کہ وہ خدا ہے اور یہ رسول ہے ذاتیں دو ہیں باتیں دو نہیں۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمی۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ۔

کائنات کا ذرہ ذرہ خدا کی ذات کی خاموش دلیل ہے اور ہمارے آقا اللہ تعالیٰ کی دلیل ناطق ہیں۔ سورج، چاند اور پتھر، پہاڑ وغیرہ اگر خود بولتے تو لوگ گھبرا جاتے کہ قیامت تو نہیں آ گئی؟ مصطفیٰ نے چاند توڑ کر ڈوبا ہوا سورج موڑ کر پتھروں کو کلمہ پڑھا کے درختوں کو چلا کے اس طرح بلایا کہ کوئی انکار بھی نہ کر سکا۔

دل شکستہ وہ جوڑ دیتے ہیں — بات ان پر جو چھوڑ دیتے ہیں
ان کے جود و کرم کا کیا کہنا — لاکھ مانگو کروڑ دیتے ہیں

لوگ کہتے ہیں علی کی نماز قضا ہوئی تو سورج کو لوٹایا اور اپنی نمازیں خندق کے دن قضا ہوئیں تو نہ لوٹایا۔ میں کہوں گا اس کا یہ مطلب نہیں کہ لوٹا نہیں سکتے تھے کیونکہ غلام کیلئے لوٹ سکتا ہے تو آقا کیلئے کیوں نہیں؟ مگر نہ لوٹایا صرف اس لیے کہ اسوۂ حسنہ نبی کی ذات میں ہے علی کی ذات میں تو نہیں۔ لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ۔

اگر اپنی نماز کیلئے بھی لوٹا لیتے تو قیامت تک جس کی نماز بھی قضا ہوتی سورج لوٹا کے پڑھنا سنت بن جاتا۔ اور علی کیلئے اس لیے لوٹایا کہ علی آقا کا تو غلام ہے مگر

دیکھو تو دنیا و دیں کا سلطان علی ہے
قبر کا اور حشر کا سامان علی ہے
ایمان کے متلاشیو! ایمان کی کہہ دوں
ایماں کی قسم میرا ایمان علی ہے
باغ بہشت کا گل تازہ علی ہے
نبی ہے شہر تو دروازہ علی ہے

خدا کی تلاش کا صحیح طریقہ:

لوگ کہتے ہیں کوئی رام کہے یا رحیم، کوئی مندر میں جائے یا مسجد میں کوئی بت کو سجدہ کرے یا کعبہ کو منہ کرے ایک ہی بات ہے۔ سب اللہ کی تلاش میں ہی ہیں۔ (نعوذ باللہ) مگر یہ بات غلط ہے اس لیے کہ ان کے طریقے (تلاش خدا کے) غلط ہیں اور ہمارا اسلامی طریقہ آزمایا ہوا ہے اور اس طریقے پر بہت ساروں کو خدا مل چکا ہے اور وہی ایجنٹ قابل اعتبار ہے جس کے بھیجے ہوئے لوگ منزل تک پہنچے ہوں۔ (مولانا عبدالتواب صدیقی)

اگر چہ حواس علم کا ذریعہ اور اسباب ہیں (اسباب العلم للمخلوق ثلثة الحواس السليمة والعقل والخبر الصادق) لیکن ذائقے کا پتہ کان، ناک، آنکھ سے نہ چلے گا، اس کیلئے قوت ذائقہ ہی درکار ہے اسی طرح اللہ کی پہچان کا بھی ایک ذریعہ ہے، اگر عقل ذریعہ ہوتا تو سارے عقلاء مسلمان ہوتے اور وہ ذریعہ مخبر صادق ہیں نبی کے قدموں میں آؤ گے تو خدا کو پاؤ گے۔ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ ورنہ

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ان کے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

روح المعانی میں ہے کہ جس طرح رب العالمین کیلئے عالمین سے پہلے ہونا ضروری ہے تاکہ ان کی تربیت کا انتظام کیا جائے کیونکہ محتاج الیہ محتاج سے پہلے ہوتا ہے، ہمیں پیدا

ہونے سے پہلے والدین، ہوا، زمین پانی درکار تھا کیونکہ ہم ان کے محتاج تھے۔ اسی طرح حضور کی رحمت کا چونکہ سارا جہان محتاج ہے لہٰذا اس کا تقاضا ہے کہ رحمۃ للعالمین بھی عالمین سے پہلے ہو کیونکہ

جملہ عالم است محتاج الیہ
زیں سبب فرمود رب صلوا علیہ

علم کیا ہے؟:

حس مشترک، خیال، وہم، حافظہ، متصرفہ یہ سب مل کر کسی مفہوم تک پہنچاتے ہیں، ان کی تعریفات اختصار کے ساتھ اس طرح ہیں۔

حس مشترک: صُور جزئیہ کا ادراک کرنے والی قوت۔

خیال: حس مشترک سے حاصل شدہ صورتوں کیلئے خزانہ بننے والی قوت۔

وہم: معانی جزئیہ کا ادراک کرنے والی قوت۔

حافظہ: وہم سے حاصل ہونے والے معانی کا خزانہ بننے والی قوت۔

متصرفہ: صور جزئیہ اور معانی جزئیہ میں تحلیل اور ترکیب کا تصرف کرنے والی قوت (انہی کو حواس خمسہ باطنیہ کہا جاتا ہے)

یہ سب مل کر کسی مفہوم تک پہنچاتے ہیں جیسے کہا جائے ''پانی'' تو اس کی دو حقیقتیں ہیں۔ حقیقۃ ظاہرہ تو یہ لفظ پانی ہے اور باطنہ اس کا مدلول و مفہوم ہے یعنی جس کو پیا جائے، جب پانی کا لفظ بولا تو یہ لفظ کانوں کے ذریعے حس مشترک میں پہنچا پھر حس مشترک نے خیال میں پہنچایا تاکہ محفوظ رہے پھر اس کے مفہوم کو دماغ کے تیسرے حصے واہمہ نے قبول کیا اور جس طرح لفظ کو دو حصوں نے اپنے اندر محفوظ کیا تھا مفہوم کو بھی حافظہ نے محفوظ کر لیا لیکن ابھی تک مطلب سمجھ نہیں آیا۔ کیونکہ ابھی تک لفظ اور مفہوم اکٹھے نہیں ہوئے اور اکٹھے ہوئے بغیر بات نہیں بنے گی۔ کیونکہ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ جسے پیا جاتا ہے یا جس سے پیاس بجھائی جاتی ہے وہ کیا چیز ہے تو یہ بات سمجھانے کیلئے قوت متخیلہ نے دونوں کو اکٹھا کر کے اپنے اندر محفوظ کر لیا، اب پتہ چلا کہ پانی کیا شی ہے پھر یہ تو عالم عقلیات کی بات تھی ایسے ہی عالم

حسیات کے پانچ ملکے ہیں (سامعہ، لامسہ، ذائقہ، شامہ اور باصرہ) ایسے ہی دل کے بھی پانچ حواس ہیں جن کو لطائف خمسہ کہتے ہیں (لطیفہ، قلب، روح، سرّ، خفی اور اخفی) ظاہری حواس سے عالم حسیات کے لوگ غرض رکھتے ہیں، عقلیات فلسفیوں کا شعبہ ہے اور دل کے حواس کا تعلق اولیاء کرام سے ہے اور دل ان لطائف سے چلتا ہے۔ ڈاکٹرز حضرات جب دل چیک کرتے ہیں تو کبھی غور کرنا وہ بھی پانچ جگہوں میں آلہ لگا کر چیک کرتے ہیں، جب انسان کے ظاہری اور باطنی حواس کی انتہا ہو جاتی ہے تو پھر وہ دل کے لطائف سے پرواز کرتا ہے اور جب یہ لطائف بھی جواب دے جاتے ہیں تو بندہ حیران ہو کر دیکھتا ہے کہ سارے سہارے ختم ہو گئے لیکن طلب ابھی باقی ہے تو اس کو ندا آتی ہے کہ ایک سہارا اور ہے جو صرف میری عطا ہے۔ پہلے تو اپنے کسب سے چلتا رہا اس لیے راستے ہی میں رہا اب میرا عطا کردہ سہارا تجھے منزل پہ پہنچا کے چھوڑے گا اور وہ در نبوت ہے وانك لتهدى الى صراط مستقيم۔ میرا حبیب سیدھا راستہ بتاتا بھی ہے دکھاتا بھی ہے۔ اس پہ چلا کر منزل پہ پہنچاتا بھی ہے توفیق میری ہے باقی ہر کام اس کا ہے۔ پنجابی میں یوں سمجھو کہ

اَساں سنیاں سوہنا اوہدی باں پھڑدا   جہدا کوئی سہارا نہ ہووے
اوہدی کشتی پار لنگھا دیندا   جہدا کوئی کنارا نہ ہووے

انبیاء کرام علیہم السلام اور روحانی کمالات کے اعتبار سے انسانیت کے اعلیٰ ترین افراد ہوتے ہیں۔ امام غزالی فرماتے ہیں۔ نبی کی حقیقت کو نبی کے سوا کوئی دوسرا نہیں جان سکتا۔

(احیاء العلوم 8/3)

امام رازی حلیمی سے نقل کرتے ہیں کہ انبیاء کی حقیقت عام لوگوں سے مختلف ہوتی ہے۔ (تفسیر کبیر 423/2)

ظاہر ہے کہ بشریت کے جس قالب کو اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلیات کا مرکز بنانے کیلئے منتخب کر لیا ہو، وہ عام لوگوں کی مثل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نبی کی آنکھوں میں ایسی صفت رکھتا ہے جس سے وہ غیب و شہادت دونوں کو دیکھ سکے۔ اس کے دل کو ایسی استعداد عطا کرتا ہے جس سے وہ بار وحی کا متحمل ہو سکے۔ اور اس کی فکر کو وہ جرأت دیتا ہے جس سے وہ صفات

الٰہیہ پر کمند پھینک سکے۔

ذیل میں ہم نبی کے حواسِ خمسہ کی جھلکیاں پیش کرتے ہیں جس سے یہ حقیقت روشن ہو جائے گی کہ نبی عام لوگوں کی مثل نہیں ہوتا۔

باصرہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آنکھ سے فرش تا عرش حقائق دیکھے۔ حضور نے فرمایا: میں تمہیں سامنے اور پس پشت یکساں دیکھتا ہوں ایک مرتبہ فرمایا میں نے زمین کے تمام مشارق و مغارب دیکھ لیے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے خدا کو دیکھا۔

سامعہ: نبی وحی سنتا ہے۔ جنات اور فرشتوں کی آواز سنتا ہے سلیمان علیہ السلام نے مسافت بعیدہ سے چیونٹی کی آواز سُن لی اور حضور نے بے پردہ خدا کا کلام سُنا

شامہ: حضرت یعقوب علیہ السلام نے کوسوں دور سے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو ان کے کرتے سے سونگھ لی۔

ذائقہ: حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لقمہ چکھ کر اس میں ملا ہوا زہر معلوم کر لیا۔

لامسہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بدن چھوتے ہی آگ گلزار ہوگئی۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے حلیمی سے نبی کے چھیالیس خواص نقل کیے ہیں ہم ان میں سے بعض کا ذکر کرتے ہیں۔

1- نبی اللہ سے بلا واسطہ کلام کرتا ہے۔

2- فرشتوں، جنوں اور غیب کو دیکھ لیتا ہے

3- حیوانات، نباتات اور جمادات سے ہمکلام ہوتا ہے۔

4- ماضی اور مستقبل کے واقعات کو جانتا ہے۔

5- اس کی عقل کامل ہوتی ہے اور اس کا کیا ہوا فیصلہ خطا سے محفوظ ہوتا ہے۔

6- نبی دلوں کے حال پر مطلع ہوتا ہے۔ (فتح الباری 20/6)

نبی کے خواص میں سے یہ بھی ہے کہ وہ قوانین کی تقویم اور شریعت کی تشکیل کرتا ہے اور وہ صرف قوانین کا واضع ہی نہیں ہوتا بلکہ ان قوانین کو نافذ کرتا ہے اور ایک ایسا معاشرہ

بنا کر جاتا ہے جو اس کے لائے ہوئے دین کی مکمل تعبیر ہوتا ہے۔ اس کی نگاہ سے مزاج بدل جاتے ہیں۔ فطرتیں پلٹ جاتی ہیں وہ راہزنوں کو راہبر اور خائنوں کو امانتدار اور بت پرستوں کو بت شکن بنا دیتا ہے۔ شر بھی نبی کے دامن میں آجائے تو خیر بن کر نکلتا ہے۔ بحر و بر اس کے تابع اور عناصر مسخر ہوتے ہیں۔ دریا اس کے لیے راستہ چھوڑ دیتا ہے اور درخت اس کے حکم پر جڑوں سمیت دوڑے چلے آتے ہیں۔ الغرض

رب نے فرمایا میری قدرت کی حد کوئی نہیں
اور میرے محبوب کی رحمت کی حد کوئی نہیں
جس کو سمجھے نہ ملک پھر آدمی سمجھے گا کیا
آمنہ کے لعل کی عظمت کی حد کوئی نہیں

نبوت سے متعلقہ امور:

اصطلاح شرع میں نبی اس انسان کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کی تبلیغ کیلئے مخلوق کے پاس بھیجا ہو۔ اور اس کی تائید معجزہ سے فرمائی ہو۔ ہر نبی کیلئے معجزہ ضروری ہے۔ اولاً تو اس لیے کہ نبوت صادقہ اور کاذبہ کے درمیان فارق صرف معجزہ ہے اللہ تعالیٰ جھوٹے نبی کے صدق پر کوئی خارق عادت ظاہر نہیں فرماتا۔ اب اگر سچے نبی کے صدق پر بھی کوئی امر خارق ظاہر نہ کیا جائے تو سچے اور جھوٹے نبی کے درمیان امتیاز نہ ہو سکے گا اور یہ مقصد بعثت کے منافی ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ بخاری شریف میں ہے کہ انبیاء میں سے کوئی نبی نہ تھا مگر اسے ایسی نشانیاں دی گئیں جو ایک بشر کے ایمان لانے کیلئے کافی تھیں۔

علماء اصول نے نبی اور رسول میں فرق کیا ہے۔ نبی اس انسان کو کہتے ہیں جس پر وحی اتری...... عام ازیں کہ وہ صاحب کتاب ہو یا نہ ہو اور رسول وہ شخص ہے جو کتاب اور وحی دونوں کا حامل ہو۔ اس جگہ ایک شبہ ہوتا ہے کہ فرشتہ نبی کے پاس جب وحی لے کر آتا ہے تو نبی کو کیسے یقین ہوتا کہ یہ فرشتہ ہے۔ شیطان نہیں ہے۔ امام رازی نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک وصف دیا ہے جس کی وجہ سے ہم انسان اور حیوان کے درمیان امتیاز کر لیتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نبی کو اس وصف کے ساتھ ایک اور

وصف بھی دیا ہے۔ جس سے اس کے نزدیک ملائکہ اور شیاطین میں امتیاز ہو جاتا ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

ان له صفة بها يبصر الملائكة ويشاهدهم كما ان للبصير صفة بها يفارق الا عمى حتّٰى يدرك بها المبصرات۔ (احیاء العلوم 190/4)

ہم چونکہ صرف حواس اور عقل سے ادراک کرتے ہیں، اس لیے ہم پر فقط وہی امور منکشف اور متمیز ہوتے ہیں جو حواس اور عقل کے دائرہ میں ہیں اور نبی حواس کے علاوہ ایک اور صفت سے بھی ادراک کرتا ہے جس سے اس پر امور غیبیہ منکشف ہوتے ہیں۔ اس لیے فرشتہ کی لائی ہوئی وحی اس کے نزدیک ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر اور آفتاب سے زیادہ صاف اور یقینی ہوتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام پر نزول وحی کی کتنی صورتیں ہیں۔ اس کا کسی عدد متعین میں احصاء تو نہیں کیا جاسکتا البتہ علماء کرام نے تتبع اور تلاش سے جس قدر صورتوں کو معلوم کیا ہے وہ یہ ہیں۔

1- خواب کے ذریعے کوئی حکم دیا جائے، جس طرح حضرت ابراہیم کو خواب میں دکھایا گیا کہ وہ اپنے فرزند کو ذبح کر رہے ہیں۔

2- گھنٹی کی آواز کی طرح وحی محسوس ہو۔

3- نبی کے دل میں کوئی بات القا کی جائے۔

4- جبرائیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی معروف انسان کی شکل میں آکر کلام کرے جیسا کہ جبرائیل نے دحیہ کلبی کی شکل میں آکر حضور سے گفتگو کی۔

5- جبرائیل کسی غیر معروف انسان کی شکل میں آکر کلام کرے جیسے جبرائیل نے اعرابی کی شکل میں آکر حضور سے گفتگو کی۔

6- جبرائیل اپنی اصلی شکل میں آکر ہمکلام ہو جیسے حضور سے جبرائیل نے اصلی شکل میں آکر باتیں کیں۔

7- اللہ تعالیٰ پردہ کی اوٹ سے کلام کرے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوا۔

8- اللہ تعالیٰ نبی علیہ السلام سے بیداری میں بے پردہ کلام کرے جیسے حضور سے شب معراج

میں کلام فرمایا۔

9- اللہ تعالیٰ رسول علیہ السلام سے اس کی نیند میں کلام فرمائے جیسے معراج منامی کے واقعات ہیں۔

10- اسرافیل کے ذریعے وحی کی جائے جیسے بعثت سے پہلے اسرافیل حضور ﷺ کے ساتھ رہتا تھا۔ (بروایت شعبی)

11- نیند میں نبی فرشتوں کا کلام سنے اور ایسے متعدد واقعات ہیں۔

معجزے کے ظاہر کرنے میں نبی علیہ السلام بااختیار ہوتا ہے یا نہیں؟:

معجزہ نبی کے اختیار میں ہوتا ہے یا نہیں اس میں بعض متاخرین نے اختلاف کیا ہے اور بعض مبتدعین نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ جس طرح لکھتے وقت کاتب کے ہاتھ میں قلم بے بس اور بے اختیار ہوتا ہے۔ اسی طرح اظہار معجزہ کے وقت نبی بھی بے اختیار اور بے بس ہوتا ہے اور حق یہ ہے کہ معجزے کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو نبی کا فعل ہو جیسے حضور ﷺ کا لعاب دہن لگا کر حضور ابو قتادہ کی نکلی ہوئی آنکھ کو لگا دینا یا سلمہ بن اکوع کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی کو جوڑ دینا معجزہ کی یہ قسم نبی کے اختیار میں ہوتی ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جو نبی کا فعل نہ ہو۔ لیکن اس کا کسی وجہ سے نبی کے ساتھ تعلق ہو۔ جیسے حضور ﷺ پر کلام الٰہی کا نزول یا پتھر کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے بھاگنا یہ معجزے ہیں۔ لیکن ان کے اظہار میں حضور ﷺ یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اختیار کا دخل نہ تھا۔

جو معجزہ نبی کا فعل ہوتا ہے اس کا اختیاری ہونا ایسا ہی ہے جس طرح ہمارے افعال ہمارے اختیار میں ہوتے ہیں کہ ان افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور کاسب ہم ہیں اسی طرح جو معجزات انبیاء علیہم السلام کے افعال ہیں۔ ان کا خالق اللہ ہے اور اس کے کاسب انبیاء علیہم السلام ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح ہماری ایک صفت ہے جس سے ہمیں حرکات اختیاریہ پر قدرت ہوتی ہے۔ اس طرح انبیاء کی ایک صفت ہوتی ہے جس کے سبب معجزات ان کے اختیار میں ہوتے ہیں۔

ان له صفة بهاتتم له الافعال الخارقة للعادات كما ان لناصفة بها تتم الحركات المقرونة بار ادتنا و اختيارنا وهى القدرة۔ (احیاء العلوم 190/4)

اور میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحیح ترین بات یہی ہے کہ معجزہ انبیاء کا مقدور ہوتا ہے۔

ان نفس هذا الحركة معجزة من جهة كونها خارقة للعادة و مخلوقة و ان كانت مقدورة لنبی اللہ تعالٰی وهو الا صح۔

(شرح مواقف صفحہ 666)

نبی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا نائب وخلیفہ ہوتا ہے:

نبی کو اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنا نائب اور خلیفہ بنا کر بھیجتا ہے چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: **وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خلیفة**۔ جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔ لہٰذا نبی زمین پر خدا کا نائب مطلق اور خلیفہ علی الاطلاق بن کر آتا ہے۔ نبی کا قول اللہ کا قول، نبی کا فعل اللہ کا فعل اور نبی کی مرضی اللہ کی مرضی ہوتی ہے۔ اسی لیے فرمایا: **من يطع الرسول فقد اطاع الله** جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کرلی۔ **ان الَّذِیْن يبايعونك انما يبايعون الله**۔ جس نے رسول سے بیعت کی اس نے اللہ سے بیعت کرلی۔ اسی وجہ سے ابن تیمیہ نے کہا:

و قد اقامه الله مقام نفسه فی امره و نهيه و اخباره و بيانه۔

(الصارم المسلول صفحہ 41)

''اللہ تعالیٰ نے نبی کو امرونہی اور خبر و بیان میں اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا ہے''۔

نبی قوانین کا واضع اور احکام کا شارع ہوتا ہے۔ اس کا امر خدا کا امر اور اس کی نہی خدا کی نہی ہوتی ہے۔ نبی کے حکم دینے کے بعد اُمت کیلئے عمل کرنے یا نہ کرنے کا اختیار نہیں رہتا۔ **ما كان لمومن و لا مؤمنة اذا قضى الله و رسوله امرا ان يكون لهم الخيرة**۔ اور نبی کے فیصلے کے بعد اس سے اختلاف تو کجا اس کو ناگوار سمجھنے سے بھی انسان مسلمان نہیں رہتا۔ **فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا**۔ آپ کے رب کی قسم کوئی شخص اس

وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ آپ کو حاکم نہ مان لے اور آپ کا کیا ہوا فیصلہ اُسے ناگوار بھی نہ ہو۔ حیرت ہوتی ہے ان لوگوں پر جو ان صریح احکام کے باوجود منصب نبوت کو مرکز ملت کے مساوی قرار دیتے ہیں سوال یہ ہے کہ کیا مرکز ملت یا سربراہ مملکت سے نفاق رکھنے کے سبب کوئی شخص کافر ہو جاتا ہے جبکہ نبی سے نفاق رکھنے کی وجہ سے تو کوئی شخص مسلمان نہیں رہتا۔ (اذا جاء ك المنافقون الخ) کیا مرکز ملت کے فیصلہ کو ناگوار سمجھنے سے آدمی دین سے نکل جاتا ہے۔ حالانکہ نبی کا فیصلہ جس کو پسند نہ ہو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ (النساء) مرکز ملت کو یہ اختیار نہیں ہوتا کہ جس چیز کو چاہے حلال کرے اور جس کو چاہے حرام کردے۔ اس کے برخلاف نبی کو حلال اور حرام کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ (الاعراف) مرکز ملت کے اقوال وافعال حجت شرعیہ نہیں ہوتے۔ اس کے برعکس نبی کا ہر قول او ہر فعل شرعی ہے۔ نبی کا ہر وقت وحی سے رابطہ قائم رہتا ہے اس لیے اس کی ہر بات مستند ہوتی ہے اور مرکز ملت کی اپنی استقامت پر بھی کوئی سند نہیں ہوتی۔ (حشر)

انکار حدیث کی بنیاد اس امر پر ہے کہ نبی کی حیثیت مرکز ملت کے مساوی ہے جس طرح ایک سربراہ مملکت کے احکام اس کے دور حکومت میں نافذ ہوتے ہیں۔ قیامت تک لاگو نہیں ہوتے۔ اس طرح نبی کی احادیث بھی اپنے وقت میں حجت تھیں، قیامت تک کیلئے سند نہیں ہیں اور اب جب یہ ظاہر ہو گیا کہ نبی کو مرکز ملت پر قیاس کرنا قطعاً باطل اور فاسد ہے تو احادیث نبویہ کا حجت ہونا بھی غبار ہو گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ نبی اللہ کی کتاب کا معلم اور شارح بن کر آتا ہے۔ نبی کی تعلیم سے آیات کے معانی متعین ہوتے ہیں اور احادیث رسول سے صرف نظر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی کتاب کا کوئی مفہوم باقی نہیں رہتا۔ الغرض نبی کتاب کا شارح، ایمان کا منبع اور اللہ کا نائب ہوتا ہے اور مرکز ملت اس میں سے کچھ بھی نہیں ہوتا۔

نبی علیہ السلام کا علم غیب:

نبی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا عارف اور کتاب کے احکام واسرار کا عالم ہوتا ہے۔

افرادامت کے ایمان اور نفاق اور حسنات وسیات سے واقف ہوتا ہے۔ شہادت اور غیب پر یکساں نظر رکھتا ہے۔ امام غزالی حقیقت نبوت کے بیان میں فرماتے ہیں عقل سے آگے ادراک کا ایک اور ذریعہ جہاں سے ادراک کی ایک اور آنکھ کھلتی ہے۔ اس آنکھ سے نبی غیب کے آئندہ ہونے والے واقعات کو اور دوسرے ان حقائق کو دیکھ لیتا ہے جن تک عقل کی رسائی نہیں ہوتی۔ **وراء العقل طور آخر تنفتح فیه عینٌ اُخریٰ یبصر بالغیب وما سیکون فی المستقبل امور اخر العقل معزول عنها المنقذ من الضلال۔**

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں غیب کی دوقسمیں ہیں۔ غیب اضافی اور غیب مطلق، غیب اضافی وہ ہے جو سب کیلئے غیب نہ ہو۔ بعض سے غائب اور بعض پر ظاہر ہو۔ جس طرح صورت اور رنگ غیب ہیں۔ لیکن اندھے کیلئے، بینا کیلئے نہیں۔ اسی طرح جن اور ملائکہ، جنت اور دوزخ غائب ہیں لیکن انسانوں کیلئے، فرشتوں کیلئے نہیں، اور بھوک اور پیاس، شہوت وغضب فرشتوں کیلئے غیب ہیں انسانوں کیلئے نہیں۔ پس یہ تمام صورتیں غیب اضافی کی ہیں او جو چیز تمام مخلوقات کی نظر سے غیب ہو، وہ غیب مطلق ہے اور اس غیب پر اللہ صرف اپنے نبی اور رسول کو مطلع کرتا ہے۔

(تفسیر عزیزی پارہ 29 صفحہ 214)

شاہ عبدالعزیز کی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ غیب کا علم یوں تو عام انسانوں کو بھی ہوتا ہے اور فرشتوں کو بھی لیکن جو غیب نبی کے ساتھ مختص ہے وہ سب سے خاص اور منفرد غیب ہے اور وہی اس آیت کریمہ کا منشاء ہے۔ **عالم الغیب فلا یظهر علیٰ غیبه احدا الا من ارتضٰی من رسول۔** اللہ غیب کا جاننے والا ہے وہ اپنے غیب خاص پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوا ان لوگوں کے جن پر اللہ راضی ہے اور وہ اللہ کے رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے شیطان کو جو علم دیا ہے اس کا ذکر یوں فرماتا ہے۔ **انه یرا کم هو وقبیله من حیث لا ترونهم۔** شیطان اور اس کی ذریات روئے زمین کے تمام بنی آدم کو دیکھتی ہیں۔ پس ضروری ہوا کہ نبی کا علم شیطان سے زیادہ ہو۔ ورنہ شیطان علم کے اعتبار سے نبی پر غالب ہوگا۔ اور یہ سراسر باطل ہے۔ اولاً اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **لا غلبن**

انا و رسلی۔ میں اور میرے رسول غالب ہیں ثانیاً، اس لیے کہ جب شیطان نبی پر غالب ہوا تو جس طرح وہ دوسروں کو گمراہ کرنے پر قادر ہے اسی طرح نبی کو بھی گمراہ کرنے پر قادر ہوگا، حالانکہ شیطان نے خدا کے سامنے خود اعتراف کیا کہ **فبعزتك لا غوينهم اجمعين الا عبادك منهم المخلصين**۔ اے رب تیری عزت وجلال کی قسم میں سب لوگوں کو گمراہ کردوں گا۔ ماسوا تیرے مخلص بندوں کے۔ پس ضروری ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو تمام روئے زمین کے بنی آدم کا علم عطا فرمایا ہے۔ تو انبیاء علیہم السلام کو اس سے زیادہ علم عطا فرمائے۔ حیرت ہوتی ہے کہ ان لوگوں پر جو شیطان کیلئے روئے زمین کا علم مانتے ہیں اور نبی کیلئے پسِ دیوار کا علم بھی تسلیم نہیں کرتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **و كذالك نرى ابراهيم ملكوت السّمٰوٰت و الارض**۔ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو تمام آسمانوں اور زمینوں کی نشانیاں دکھلائیں۔

امام رازی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ **تحت الثرىٰ** سے عرش عظیم تک کوئی حقیقت نہیں تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت ابراہیم کو دکھلایا۔ (تفسیر کبیر 73/4)

اس سے ظاہر ہوگیا کہ شیطان کا علم علومِ نبوت کی عظمتوں کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھا۔ اگر شیطان روئے زمین کے نبی آدم کو دیکھتا ہے تو نبی کی نظر میں بھی فرش سے عرش تک کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہوتی اور شیطان تو کجا فرشتوں کا علم بھی نبی سے بڑھ کر نہیں ہوتا۔

امام غزالی فرماتے ہیں: مخلوقات میں آخری مرتبہ نبی کا ہوتا ہے جس پر تمام حقائق منکشف ہوتے ہیں۔ (احیاء العلوم 8/3)

اور ایک جگہ لکھتے ہیں نبی کی ایک صفت ہے جس سے وہ نیند یا بیداری میں آئندہ ہونے والے واقعات کو غیب سے جان لیتا ہے اور اس صفت سے وہ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے اور غیب کے امور کو دیکھ لیتا ہے۔ (احیاء العلوم 190/4)

(ان له صفة بها يدرك ما سيكون فى الغيب اما فى اليقظة او فى المنام اذبها يطالع اللوح المحفوظ فيرى ما فيه من الغيب)

لوح محفوظ کے علوم کا احاطہ کرلینا غیب مطلق کو جان لینا اور کتاب کے احکام واسرار کا

علم ہونا اگرچہ یہ بھی علوم نبوت کی عظیم اقسام ہیں۔ لیکن نبوت کا اصل کمال اللہ تعالیٰ کی صفات کا عرفان ہے۔ انبیاء علیہم کو اللہ تعالیٰ کی صفات کا عرفان ہے انبیاء علیہم اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے ثمرات کے عارف ہوتے ہیں اور دنیا میں ہونیوالے ہر واقعہ اور حادثہ کا ربط اللہ تعالیٰ کی صفات سے جوڑ لیتے ہیں۔ انہیں پتہ ہوتا ہے فلاں واقعہ فلاں صفت کا ثمرہ ہے۔ وہ صفات شناسائے ربوبیت ہوتے ہیں اور آنیوالے حوادث کا رُخ اشارۂ غیب سے پہچان لیتے ہیں۔

جن جزوی واقعات سے منکرین کمالاتِ نبوت، انبیاء علیہم کے علوم کی نفی کرتے ہیں ان سب کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہاں نفسِ علم کے باوجود بعض حکمتوں کو پورا کرنے کیلئے مثلاً تعلیم دین اور تکمیلِ شریعت کی خاطر اللہ تعالیٰ بعض چیزوں سے نبی کی توجہ ہٹا دیتا ہے یا کوئی اور وجہ ہوتی ہے اور ایسا علم جس پر کسی حال میں غفلت اور نسیان نہ آسکے، صرف اللہ تعالیٰ کے علم لازوال میں ہی ممکن ہے۔

علم غیب کے موضوع پر حضرت قبلہ سید صاحب کی ایک مناظرانہ تقریر:

مناظرہ تلون (انڈیا) منعقدہ 1936ء جو سید ابوالبرکات علیہ الرحمۃ اور مولوی خیر محمد جالندھری کے درمیان ہوا اور اس مناظرہ میں اہل سنت کو عظیم کامیابی نصیب ہوئی اس مناظرہ میں قبلہ سید صاحب کی پہلی تقریر (علم غیب کے موضوع پر) کتاب میں شامل کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

حمد وصلوٰۃ اور خطبہ مسنونہ کے بعد آپ نے اہلِسنّت کا عقیدہ علم غیب کے بارے میں اس طرح بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم کُلی یعنی تمام اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا ہے۔ مشرق سے مغرب تک جنوب سے شمال تک فرش سے عرش تک دکھایا ہے۔ ملکوت السمٰوٰت والارض کا شاہد بنایا۔ ابتداء آفرینش سے دخول جنت و نار تک جملہ ماکان و ما یکون انہیں بتایا۔ کائنات کا ذرہ ذرہ سمندروں کا قطرہ قطرہ، درختوں کا پتہ پتہ قلوب عالم کا خطرہ خطرہ مثل کفِ دست ظاہر فرمایا۔ میرے اس دعوے کے ثبوت میں متعدد آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ موجود ہیں۔ آپ حضرات سے

صرف اس قدر التجا ہے کہ جو کچھ میں عرض کروں ہمہ تن گوش ہو کر استماع فرمائیں۔ میں اردو میں تقریر کروں گا ممکن ہے کہ آپ پوری طرح اردو کو نہ سمجھ سکیں لیکن میں کوشش کروں گا کہ اپنی تقریر میں آسان الفاظ استعمال کروں اور آپ کو اپنا مافی الضمیر سمجھا سکوں۔ انشاء اللہ العزیز العلیم حق واضح ہو کر رہے گا، سنیئے:

حضرات! اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: **وما ھو علی الغیبِ بضنین۔**

(پارہ 30، سورہ التکویر آیت 24)

اور نہیں وہ غیب پر بخیل۔ یہ تو لفظی ترجمہ ہوا۔ اب ھو کا مرجع یا اللہ تعالیٰ ہے یا قرآن حکیم ہے یا جناب نبی کریم ﷺ ہیں ان تینوں احتمالوں میں سے جو بھی احتمال اختیار کیا جائے، ہمارا مدعا ثابت ہے۔ جب ضمیر ھو کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف پھیریئے گا تو معنی یہ ہوں گے کہ **وما اللہ علی الغیب بضنین** اور نہیں ہے اللہ غیب پر بخیل اور اگر ضمیر کو قرآن کی طرف پھیرا جائے تو تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ **ما القرآن علی الغیب بضنین**۔ یعنی قرآن کریم غیب پر بخیل نہیں اور اگر ضمیر ھو کا مرجع آنحضرت ﷺ کو مانا جائے تو عبارت یوں ہوئی۔ **وما محمد علی الغیب بضنین**۔ اور نہیں محمد ﷺ غیب پر بخیل۔ اسی آیہ کریمہ کے تحت تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر خازن میں مرقوم ہے:

ای انه صلی اللہ علیه وسلم یاتیه علم الغیب فلا یبخل به علیکم بل یعلمکم ویخبر کم به ولا یکتمه۔

"نبی کریم ﷺ کو علم غیب حاصل ہے۔ وہ تم کو غیب بتانے سے بخل نہیں فرماتے بلکہ تم کو خبر دیتے ہیں اور غیب کو نہیں چھپاتے"۔

عزیزانِ گرامی! اس آیت سے نبی کریم ﷺ کا مطلع علی الغیوب ہونا روز روشن کی طرح ظاہر ہو رہا ہے اس لیے کہ اس آیت کریمہ میں بخل کی نفی فرمائی گئی ہے اور سب جانتے ہیں کہ بخیل اس شخص کو کہتے ہیں جو سرمایہ دار ہو، دولت وثروت کا مالک ہو اور خرچ نہ کرے۔ بخیل اُس کو نہیں کہا جاتا جو مفلس و قلاش ہو۔ ایک حبہ کا بھی مالک نہ ہو کیونکہ جب وہ نادار و محتاج ہے تو خرچ کیا کرے گا۔ پس آیہ کریمہ نے واضح کر دیا کہ جناب نبی کریم علیہ التحیۃ

والتسلیم اپنے رب کی عطا سے دولتِ علم غیب سے مالا مال ہیں۔ ہر صغیر و کبیر، حقیر و فقیر، ذرہ و قطمیر، برنا و پیر بفیض قدیر ضمیر منیر بشیر و نذیر ﷺ پر روشن و مستنیر ہوا۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

1- **الرَّحمٰنُ علم القرآن۔** اس آیت کریمہ سے بھی صاف ظاہر ہے کہ رب العزت تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صاحبِ لولاک ﷺ کو قرآن کریم کی تعلیم فرمائی۔ اس قدر میں تو کسی کو کلام نہیں۔ اب یہ دیکھنا چاہیے کہ قرآن کریم میں کن کن چیزوں کا بیان ہے، قرآن عظیم سے ہی پوچھئے، فرماتا ہے:

2- **و نزلنا علیك الكتٰب تبیاناً لكلِّ شیءٍ۔**

"اے محبوب! ہم نے تم پر وہ کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے"۔

تو جب قرآن پاک ہر چیز کا روشن بیان ہے اور سرورِ انبیاء ﷺ اس کے عالم تو بے شبہ جملہ اشیاء کے عالم ہوئے، اور فرماتا ہے:

3- **ما کان حدیثا یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیه و تفصیل کل شیءٍ۔**

"قرآن وہ بات نہیں جو بنائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شے کا صاف جدا جدا بیان"۔ (وقال تعالیٰ)

4- **ما فرطنا فی الكتاب من شیءٍ۔**

"ہم نے کتاب (یعنی قرآن کریم) میں کوئی چیز اُٹھا نہ رکھی"۔

تو اے عزیزو! جب فرقانِ مجید ہر شے کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا! روشن اور روشن بھی کس درجہ کا۔ مفصل اور اہل سنت کے مذہب میں شے ہر موجود کو کہتے ہیں تو عرش تا فرش تمام کائنات جملہ موجودات اس بیان کے احاطے میں داخل ہوئی اور منجملہ موجودات کتاب لوح محفوظ بھی ہے یعنی لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا ہے وہ بھی قرآن حکیم میں موجود ہے۔ اب یہ بھی قرآن حکیم سے پوچھئے کہ لوح محفوظ میں کیا کیا لکھا ہے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

5- **و کل صغیر و کبیر مستطر۔**

''ہر چھوٹی بڑی چیز سب لکھی ہوئی ہے''۔

اور ارشاد فرماتا ہے:

6- **و کل شیءٍ احصینٰہ فی امام مبین۔**

''ہر شے ہم نے ایک روشن پیشوا میں جمع فرمادی''۔

نیز ارشاد ہوتا ہے:

7- **ولا حبۃٍ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔**

''کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک مگر یہ کہ سب ایک روشن کتاب میں لکھا ہے''۔

یہ پچھلی آیتیں لوح محفوظ کی صفتیں ہیں اور ظاہر ہے کہ لوحِ محفوظ بھی شی من الاشیاء ہے اور قرآن کریم کی صفت آپ سن چکے۔ **ما فرطنا فی الکتٰب من شیء۔ وَتبیانا لکل شیءٍ۔** تو خوب واضح ہو گیا کہ جو کچھ لوح محفوظ میں ہے وہ قرآن حکیم میں درج ہے اور قرآن حکیم کے سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم عالم۔ تو سرورِ انبیاء ہر ذرہ ہر قطرہ ہر خطرہ ہر پتے ہر تر و خشک کے عالم ہوئے۔ **فالحمد للّٰہ علٰی ذالك۔**

حضرات! علم کلی اور کسے کہتے ہیں۔ اصول میں مبرہن ہو چکا ہے کہ نکرہ حیز نفی میں عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ تو **لاحبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین** میں جملہ حبوب و جملہ رطب و یابس بلا تخصیص مراد ہوں گے اور اگر اس عام قطعی کا کوئی مخصص قطعی ہو تو بیان کیا جائے اور آیہ کریمہ تبیاناً لکل شیءٍ وغیرہ میں لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا اور عام افادہ استغراق میں قطعی ہے۔ **العام کالخاص فی افادۃ القطعی۔** کتب اصول میں یہ امر واضح ہے اور نصوص یعنی آیات و احادیث ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گی۔ بلا دلیل شرعی تخصیص و تاویل جائز نہیں۔ ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے حتیٰ کہ حدیث احاد اگرچہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو۔ عموم قرآن مجید کی تخصیص نہیں کر سکتی۔ بلکہ اس کے حضور مضمحل ہو جائے گی اور نہ تخصیص عقلی عام

کو قطعیت سے نکال سکتی ہے۔ الحمد للہ قرآن کریم کی نصوص قطعیہ صریحہ سے روشن ہو گیا کہ ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ عزوجل نے تمام موجودات جملہ ما کان وما یکون الی یوم القیامۃ جملہ مندرجات لوح محفوظ کا علم عطا فرمایا اور شرق و غرب و سما و ارض وعرش و فرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے خارج نہ رہا۔ ہر صغیر و کبیر حقیر و نقیر ذرہ و قطمیر برناؤ پیر کا تفصیلی علم سمیع و بصیر بشیر و نذیر ﷺ کو بعطائے الٰہی حاصل ہے۔ ہمارے مدِ مقابل فرماتے ہیں کہ علم کلی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اگر ان خوش فہموں نے ملا حسن کا خطبہ بھی پڑھا ہوتا تو علم کلی کو خدا تعالیٰ کی صفت نہ ٹھہراتے۔ سنئے ملا حسن رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کے خطبہ میں فرماتے ہیں: جعل الکلیات والجزئیات۔ یعنی پروردگارِ عالم کلیات اور جزئیات کا خالق ہے تو جزئی و کلی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور ہر مخلوق حادث ممکن جائز الفنا ممکن التبدل والتغیر۔ تو کیا اللہ تعالیٰ کا علم ہمارے مدمقابل کے مذہب میں حادث ممکن جائز الفنا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ مولوی صاحب! اللہ تعالیٰ کی صفت علم قدیم اور قدیم کا محلِ حوادث ہونا محال۔ تو اللہ تعالیٰ کی صفت علم کو کلی و جزئی سے متصف نہیں کر سکتے۔ ہاں نبی کریم ﷺ کی صفات حادث و مخلوق ہیں۔ لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو کلی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

یہ بھی واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم نبی کریم ﷺ کو جملہ موجودات و جملہ ما کان وما یکون کا عالم مانتے ہیں لیکن بایں ہمہ نہ ہم جمیع غیوب غیر متناہیہ کے علم کا دعویٰ کرتے ہیں اور نہ جملہ معلومات الٰہیہ کا۔ بلکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں۔ ذرہ کو آفتاب سے اور قطرہ کو سات سمندروں سے جو نسبت ہے وہ بھی یہاں متصور نہیں۔ کہاں خالق، کہاں مخلوق۔ کہاں قدیم، کہاں حادث۔ کہاں واجب، کہاں ممکن۔ مماثلت و مساوات کا تو ذکر ہی کیا۔ علم الٰہی کے حضور مخلوق کے علوم اقل قلیل ہیں لیکن ہم نہ مساوات و مماثلت کے قائل اور نہ عطائے الٰہی اور فضائل محمدی ﷺ کے منکر۔ مخالفین کا الزام مساوات ہم پر اور ہمارے اکابر اہلسنّت پر افترا و بہتان ہے۔ اب مولوی صاحب میری پیش کردہ آیات کا جواب دیں اور نکرہ حیز نفی میں آ کر عموم کا فائدہ دیتا ہے یا نہیں؟ اور

لفظ کل عام افادہ استغراق میں قطعی ہے یا نہیں؟ اس کا جواب عنایت فرمائیں اور کلیات و جزئیات مخلوق ہیں یا نہیں؟ اور مخلوق وحادث خدا کی صفت ہوسکتی ہے یا نہیں؟

حضرات! آپ نے میری تقریر کا حاصل تو سمجھ ہی لیا ہوگا۔ اب مولوی صاحب میری تقریر کا جواب دیں گے اس کو بھی بغور سنئے اور حق و باطل میں تمیز کیجئے۔ (مگر مولوی صاحب کیا جواب دیتے جب تقریر ہی لاجواب تھی۔ تفصیل مناظرہ تلون نامی کتاب میں دیکھئے)

انبیاء کرام علیہم السلام کا معصوم ہونا:

نبی کا ایک مرکزی وصف عصمت ہے اسی وصف کی اساس پر شریعت تعمیر ہوتی ہے اور اگر نبوت کی حقیقت سے عصمت کو الگ کر دیا جائے تو اس کے لائے ہوئے دین کا کوئی مفہوم باقی نہیں رہتا۔ میر سید شریف جرجانی نے شرح مواقف میں اور سعد الدین تفتازانی نے شرح مقاصد میں عصمت کی جو تعریف کی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ گناہوں کے تمام عقائد اور نیکیوں کے تمام فوائد پر نظر رکھنے کی وجہ سے نبی کو ایک ایسا ملکہ فاضلہ اور وصفِ راسخ حاصل ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ معصیت پر قدرت کے باوجود اس سے بچا رہتا ہے اور جوں جوں ان کے سینہ پر وحی الٰہی کی بارش ہوتی ہے اور اللہ سے اس کا رابطہ قوی ہوتا ہے اس وصف کا رسوخ بڑھتا چلا جاتا ہے۔

عقلی اور نقلی دلائل سے علماء اسلام نے عصمتِ انبیاء کے ثبوت پر متعدد دلائل فراہم کئے ہیں۔ بعض ازاں یہ ہیں:

1- نبی کے تمام افعال واقوال دلیل شرعی ہوتے ہیں۔ اگر اس کے اقوال وافعال میں معصیت آجائے تو ان سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔

2- نبی کے صدق پر معجزہ دلیل ہوتا ہے۔ اگر نبی جھوٹ بولے تو معجزہ سے اعتماد ساقط ہو جائے گا۔

3- اگر نبی فاسق ہو تو اس کی پیروی حرام ہوگی۔ حالانکہ امت پر نبی کی پیروی واجب ہے۔

4- اللہ کو غصہ میں لانے والی چیز یہ ہے کہ انسان وہ بات کہے جس پر خود عمل نہ کرتا ہو۔ (کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون) اب اگر نبی کا اپنا دامن شر سے

آلودہ ہو اور وہ لوگوں کو خیر کی تلقین کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے شدید غضب کا مستحق ہوگا حالانکہ اللہ نبی سے زیادہ کسی پر راضی نہیں ہوتا۔ من ارتضی من رسول جن پر اللہ راضی ہے وہ اس کے رسول ہیں۔

5- اگر انبیاء میں فسق ہوتا تو ان کی گواہی مقبول نہ ہوتی۔ حالانکہ ان کی گواہی کا قبول کرنا واجب ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کی ذات پر گواہ ہوتے ہیں۔

6- قرآن حکیم میں انبیاء کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **کل من الصالحین**۔ یہ سب نیک ہیں۔

7- ایک اور جگہ فرماتا ہے: **انهم عندنا لمن المصطفین الاخیار**۔ یہ ہمارے نزدیک اخیار اور پسندیدہ ہیں۔

8- شیطان نے بھی خدا کے سامنے اعتراف کیا کہ انبیاء کو گمراہ نہ کر سکے گا۔ **لاغوینهم اجمعین الا عبادك منهم المخلصین**۔

9- انبیاء فرشتوں سے برتر ہیں اور جب فرشتے معصوم ہیں تو انبیاء کی عصمت بدرجہ اتم ثابت ہوتی ہے۔

10- العیاذ باللہ اگر انبیاء گنہ گار ہوتے تو مستحق عذاب ہوتے۔ حالانکہ انبیاء نہ صرف یہ کہ خود عذاب سے بری ہوں گے بلکہ ان کی شفاعت سے ہم جیسے لاکھوں گنہ گار نجات پائیں گے۔

بعثت سے قبل اور بعد نبی سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا۔ نہ کبیرہ نہ صغیرہ، نہ سہواً نہ عمداً۔ البتہ نسیان اور اجتہادی خطا نبی کے حق میں جائز ہے۔ قرآن حکیم میں جن زلات انبیاء کا ذکر ہے وہ سب اسی قبیل سے ہیں اور انبیاء کا ان پر استغفار کرنا محض ان کی تواضع اور انکسار ہے۔ (مقالاتِ سعیدی سے)

مولانا نورانی کی تقریر سے عصمتِ نبوت کا نکتہ:

سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے بارے میں یہ قاعدہ ذہن میں رکھیے گا یہ بڑا اہم مسئلہ ہے قرآن مجید کا۔ اسی کو عصمتِ انبیاء کہتے ہیں اس کا ترجمہ انگریزی میں

یہ ہوتا ہے "Innocent" کہ نبی Innocent ہوتا ہے۔ اردو میں ہم کہتے ہیں معصوم یعنی خطا، غلطی، گناہ سے پاک۔ اگر نبی معصوم نہ ہو، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اگر نبی زانی ہو تو نبی کی طرف زنا کا منسوب کرنا کفر ہے۔ چونکہ یہ نبی کی توہین ہے۔ انبیاء کرام و رسل عظام کا گروہ حرام و زنا کاری سے تمام گناہ کبیرہ سے معصوم ہوتا ہے کسی نبی سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ اگر نبی سے گناہ سرزد ہو جائے تو امت اس سے رہنمائی حاصل نہیں کر سکتی اور امت گمراہ ہو جائے گی یہ مسلمانوں کا مسلمہ عقیدہ ہے لیکن عیسائیوں کے نزدیک عصمتِ انبیاء کی کوئی حیثیت نہیں مثلاً Old Testament "جس کا مطلب ہے زبور اور توریت"۔ جو حضرت داؤد اور حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہما السلام پر نازل ہوئیں اس کو Old Testament کہتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو کتاب نازل ہوئی اس کو New Testament کہتے ہیں۔ یعنی اللہ کا کلام قدیم (Old Testament) جو حضرت داؤد اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا اور انجیل کی شکل میں کلامِ جدید (New Tastament) جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا، ان دونوں کو ملا کر (Holy Bible) مقدس بائبل کہتے ہیں۔

Old Testament میں حضرت سیدنا لوط علیہ السلام کا تذکرہ بھی ہے اس میں حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں اور یہودیوں نے یہ لکھا ہے (جس کا جی چاہے حوالہ دیکھ سکتا ہے میرے پاس موجود ہے) کہ لوط علیہ السلام بوڑھے ہو گئے ان کی صاحبزادیاں جوان تھیں ان سے کوئی شادی نہیں کرتا تھا اس لیے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم لواطت کے عذاب میں گرفتار تھی۔ عورتوں کی طرف وہ توجہ نہیں کرتے تھے تو لڑکیوں نے سوچا کہ ہم سے کوئی شادی تو کرتا نہیں اب ہمیں کیا کرنا چاہیے تو انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو یعنی اپنے ابا کو شراب پلائی۔ (ذرا خیال فرمائیے اللہ کی پناہ! کہ ایسی بات بیان کرتے ہوئے اور نقل کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے لیکن افسوس کہ انہوں نے اسی طرح لکھا ہے اور پادری صاحبان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں) لکھتے ہیں کہ جب بیٹیوں نے اپنے باپ لوط علیہ السلام کو شراب پلا کر مدہوش کر دیا (معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ) انہوں نے اپنی بیٹیوں

سے زنا کیا۔توبہ توبہ! اس قسم کی بے شمار خرافات ان کی مقدس کتاب بائبل میں موجود ہیں۔ یہ من گھڑت جھوٹا قصہ جس سے نبی کی عزت وعظمت مجروح ہو رہی ہے ان کی مستند کتاب میں موجود ہے ہم اہلِ اسلام اس واقعہ کے لکھنے والوں اور کہنے والوں کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ یہ نبی پر ایک تہمت اور جھوٹا الزام ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایسے لوگوں پر پھٹکار ہے جو نبی برحق حضرت لوط علیہ السلام کی طرف زنا منسوب کریں کیونکہ نص موجود ہے۔ نبی گناہ میں ملوث ہو ہی نہیں سکتا۔ آدم صفی اللہ سے لے کر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کرام کی جماعت، جماعت معصومین ہے اور ہمارے آقا ومولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سید المعصومین ہیں یعنی تمام معصومین کے سردار۔ (مولانا نورانی کی بارہ تقریریں صفحہ 62,63)

ختم نبوت:

''نبی'' کی تعریف یہ ہے کہ نبی اس انسان کو کہا جاتا ہے جس کو اللہ نے شریعت کی تبلیغ پر مامور کیا ہو۔ چاہے وہ شریعت سابقہ ہو یا جدیدہ (فبعث اللہ النبیین مبشرین و منذرین......) تمام کے تمام نبی مرد تھے عورت کوئی بھی نبیہ نہیں ہوئی۔ (وما ارسلنا من قبلک الا رجالا)

نبی کی شرائط میں سے یہ ہے کہ وہ اپنی سچائی پر معجزہ پیش کرے کیونکہ اس کے بغیر سچی اور جھوٹی نبوت میں فرق محال ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس کو کچھ ایسی نشانیاں نہ دی گئی ہوں جو ایک بشر کے ایمان لانے کیلئے کافی تھیں۔

نبی کیلئے یہ بھی شرط ہے کہ جس قوم کی طرف اسکو مبعوث کیا جائے اس قوم کی زبان کو جانتا ہو۔ (وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ) نبی پر جو وحی نازل ہوتی ہے وہ اس کا مطلب سمجھنے کیلئے کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہوتا۔

نبوت غیر مستقل، غیر تشریعی، ظلی یا بروزی کی اصطلاحات کا دین سے کوئی تعلق نہیں اسی طرح امتی نبی کی اصطلاح بھی خودساختہ ہے جس طرح کوئی غیر مستقل، غیر تشریعی، ظلی، بروزی خدا نہیں ہوسکتا اسی طرح ایسا کوئی نبی بھی نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی ہر شئی کو تدریجاً طبعی کمال تک پہنچایا ہے تا آنکہ ارتقائی

منازل طے کر کے وہ اپنے منتہائے کمال تک پہنچے اس کے بعد اسمیں کوئی کمی بیشی نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح نبوت بھی آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضور علیہ السلام تک اپنے کمال کو پہنچ گئی کیونکہ جس طرح پہلے بیان ہوا کہ پہلے انبیاء کرام جو شریعتیں اور طریقہ ہائے زندگی لے کر آتے رہے وہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر محیط نہ تھے۔ مثلاً دیکھئے عیسیٰ علیہ السلام نے تجرد کی زندگی گزاری ازدواجی زندگی کیلئے ان کی سیرت میں کوئی نمونہ نہیں ہے، سلیمان علیہ السلام نے شاہانہ زندگی گزاری فقیری کیلئے ان کی سیرت میں راہنمائی نہیں ہے اسی طرح پہلی شریعتوں میں سیاست وعبادت کا الگ الگ نظام تھا، تو گویا وہ جزوی شریعتیں تھیں جن کے بعد ایک کامل ومکمل شریعت اور ایسے نبی کی ضرورت تھی کہ جس کی پاکیزہ سیرت میں زندگی کے تمام شعبوں کیلئے رہنمائی موجود ہو چنانچہ اللہ نے دین اسلام کے ذریعے تمام شریعتوں کو مکمل کیا اور پیغمبر اسلام کے ذریعے انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو راہنمائی عطا کر کے فرمایا: **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔**

اسی طرح پہلے انبیاء کرام علیہم السلام یکے بعد دیگرے انسانی راہنمائی کیلئے بعض بعض امور لے کر آتے رہے اور احکام جاری کرتے رہے جبکہ ضابطۂ اخلاق وعادات مکمل نہ ہوا تو آخر میں نبی اکرم علیہ السلام کو بھیج کر اس سارے نظام کی تکمیل فرمائی گئی۔ آپ نے خود فرمایا: **بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔**

پہلے نبیوں کی نبوت خاص علاقوں، قوموں، قبیلوں کیلئے ہوتی تھی پوری نسل انسانیت ان کی ہدایات سے فیضیاب نہ ہوسکتی۔ حضور علیہ السلام ساری کائنات کیلئے رسول بن کر تشریف لائے **(انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ وما ارسلنٰك الا کافۃ للناس بشرا ونذیرا)**

آپ کے دین کو تمام ادیان پر غالب فرمادیا گیا جو ہر قسم کے نسخ وتبدل سے پاک دین ہے۔ **(ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ)** لہٰذا اب کسی نئے نبی کی ضرورت ہی نہ تھی تو ارشاد ہوا: **ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔**

خاتم کا معنی یہی ہے کہ حضور علیہ السلام تمام نبیوں کے آخر میں تشریف لائے یہی لفظ خاتم

کا اجماعی مفہوم ہے، اس کا معنی مہر کرنا اور یہ کہنا کہ میں بھی حضور کی مہر سے نبی بن گیا ہوں یہ وہ ڈکیتی ہے جو ختم نبوت میں مرزا قادیانی نے کی ہے۔ جس طرح ختم اللّٰہ علی قلوبھم کا مطلب یہ ہے کہ کفار کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی کہ اب ان کے دلوں میں ہدایت نہیں آسکتی اسی طرح ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ سلسلۂ نبوت پر حضور علیہ السلام کے ذریعے ایسی مہر لگادی کہ اس دروازے کو ہی سیل کر دیا، اب کوئی نیا نبی آ ہی نہیں سکتا۔

جس طرح آپ کا کوئی دوست کہیں جا رہا ہو اور آپ اس کو جو پیغام دینا چاہتے ہیں دے دیں، چند دنوں کے بعد دوسرا شخص کہے کہ میں بھی وہاں جا رہا ہوں کوئی پیغام ہے تو دے دو میں پہنچا دوں گا آپ کہیں گے پیغام تو میں نے پہنچا دیا ہے۔ بس اب خیر خیریت ہی بتا دینا۔ اللہ نے اپنا مکمل پیغام حضور علیہ السلام کے ذریعے اپنی مخلوق تک پہنچا دیا او دین کو مکمل کرنے کا اعلان فرما کر بتا دیا کہ جو اب نبی ہونے کی بات کرے گا وہ میرے ختم نبوت کے تاجدار کے پیغام کو ادھورا سمجھے گا۔ دین کو نامکمل اور قرآن کو ناقص جانے گا، اب صرف علماء، صلحاء، اولیاء اور دین کے خیر خواہ میری مخلوق کی خیریت کیلئے آئیں گے، زمان و مکاں میں محدود نبوتیں ختم ہو گئیں اور عالمگیر نبوت کا دور تا قیامت چلتا رہے گا، اللہ ساری کائنات کا اکیلا مالک ہے اور آخر الزمان نبی ساری کائنات کا تا قیامت اکیلا رسول ہے۔

دونوں جہاں میں راج ہے ان کا — تخت ہے ان کا تاج ان کا
رب کی خدائی میں ان کی شاہی — جن و ملک ہیں ان کے سپاہی

قرآن مجید میں ایک جگہ حضور علیہ السلام کا ذکر فرمانے کے بعد فرمایا: الذی له ملك السمٰوات والارض لا اله الا هو یحیی ویمیت۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب تک موت و حیات کا سلسلہ قائم رہے گا تب تک صرف ختم نبوت کے تاجدار کی نبوت و رسالت کا ڈنکا بجتا رہے گا۔

حضور علیہ السلام کی نبوت کے چار فرائض قرآن پاک میں متعدد جگہ بیان ہوئے۔ یتلوا علیه آیٰته، ویزکیھم، ویعلمھم الکتٰب والحکمة۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان چاروں فرائض منصبی کو پوری ذمہ داری سے ادا فرماتے رہے آپ کے بعد یہ منصب امت میں بانٹ دیے

گئے۔ تلاوت آیات کا منصب حفاظ وقراء کو سونپا گیا۔ ویزکیھم کا فریضہ اولیاء وصوفیاء نے ادا کیا۔ تعلیم کتاب کی ذمہ داری علماء نے نبھائی اور تعلیم حکمت کی ڈیوٹی مجددین اور حکماء نے سرانجام دی، یہ چاروں گروہ حضور علیہ السلام کے خلفاء ہیں، ایک ہی دریا سے نکلنے والی چار نہریں ہیں جو پورے جہان کو سیراب کر رہی ہیں، ان کے سروں پہ مصطفیٰ کریم علیہ السلام کی شفقت کا ہاتھ ہے، ان پہ اُدھر سے کرم ہوتا ہے تو یہ ادھر کرم کرتے رہتے ہیں۔ جب فیضان نبوت اس قدر زندہ وتابندہ ہے تو کسی اور نبی کی کیا ضرورت ہے؟ یہ چار طبقے بھی آپس میں امن وآشتی سے رہیں، شیر وشکر بن کر رہیں، ایک دوسرے کے خلاف نفرتیں پیدا نہ کریں تا کہ کسی کو ان کے مرکز پہ ڈاکہ ڈالنے کی ہمت نہ ہو سکے۔ اور ہر طبقہ اپنی اپنی ڈیوٹی ختم نبوت کی وجہ سے نبھا تا رہے۔

مرزائیوں کا یہ کہنا کہ نبوت نعمت ہے اس کو ختم نہیں ہونا چاہیے، تو جب نعمت اللہ نے مکمل فرمادی ہے تو اب اس میں اضافہ ایسے ہی ہوگا جس طرح ضرورت سے زیادہ پانی سیلاب بن کر سب کو بہالے جائے گا یا ضرورت سے زیادہ آگ مکان کو جلا دے گی۔ یا اگر ہاتھ پاؤں پہ پانچ پانچ کی بجائے چھ چھ انگلیاں ہوں تو ایک کا اپریشن تو کرنا ہی پڑے گا، تو جب نبوت مکمل ہوگئی ہے تو اب پھر اس کو جاری کرنے والے کا بھی اپریشن ضروری ہے۔ کیونکہ

بزم کونین ساری سنواری گئی
عرش کی چھت زمیں کی صفیں بچھ گئیں
انبیاء آگئے مرسلیں آگئے
مقتدی آچکے تو امام آگئے

الحمدللہ! ہمارا اہلسنّت کا ختم نبوت پہ اتنا پختہ ایمان ویقین ہے کہ ختم نبوت کی آیت کے بغیر تو ہمارا کوئی ختم بھی مکمل نہیں ہوتا۔ ہم تو ختم بھی مانتے ہیں اور نبوت بھی اس لیے ہمارے عقیدے میں کیا شک ہوسکتا ہے، مشکوک تو ان لوگوں کا عقیدہ ہے جو ختم کے منکر ہیں اور خاتم النبیین کا معنی آخر الزمان کرنے کی بجائے افضل نبی کرنے کے چکر میں مرزائیوں کو موقع بھی دے رہے ہیں اور پھر ختم نبوت کے تحفظ کے ٹھیکیدار بن کر چندے وصول کر رہے ہیں۔

؎ خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

اس لیے

؎ دو رنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا
سراسر موم یا پھر سنگ ہو جا

مرزائیت نوازوں اوران کے خیر خواہوں کیلئے:

اہل اسلام کا شروع ہی سے یہ مؤقف رہا ہے کہ قادیانیوں کا اسرائیل اور بھارت سے خفیہ گٹھ جور رہا ہے اور پاکستان کو اکھنڈ بھارت بنانے کیلئے مرزا بشیر الدین محمود نے کئی سال کوششیں کیں۔ 1951ء میں پاکستان کو ختم کرنے کے منصوبے بنائے۔ 1965ء کی جنگ میں جب پورے ملک میں سرکاری حکم پر بلیک آؤٹ کیا جاتا تھا تو ملکی قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے چناب نگر (ربوہ) میں بلیک آؤٹ نہیں کیا جاتا تھا۔ سرگودھا اور کھاریاں وغیرہ کی خفیہ نشاندہی کیلئے کئے گئے بعض اشارات پکڑے بھی گئے تھے۔ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی نے پاکستان کا ایٹمی پلان، اس کے نقشے اور ایٹم بم کا نمونہ تک امریکہ کو پہنچا دیا تھا جس پر اس کو نوبل انعام بھی ملا تھا، ظفر اللہ قادیانی نے پاکستان کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ 1971ء میں مشرقی پاکستان کو ہندوستان کے حوالہ کرنے کیلئے ایم ایم احمد قادیانی نے پلان تیار کیا اور اس کا منصوبہ کامیاب ہوا، اور مشرقی پاکستان میں 90 ہزار پاکستانی افواج کو ہتھیار ڈالنا پڑے۔ مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بنا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کا قتل عام ہوگیا۔ موجودہ حالات میں جس طرح پوری دنیا مسلمانوں کو ختم کرنے کے درپے ہے ان حالات سے فائدہ اٹھا کر ہندوستان نے پاکستان کو دھمکیاں دینی شروع کردی ہیں اور جنگ کی تیاری کر کے پاکستان پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر رہا ہے، اس وقت میں قادیانیوں کے ایک سرکردہ لیڈر اور پاکستانی فضائیہ کے سابق سربراہ ظفر چوہدری نے ہندوستان کی حمایت شروع کردی ہے اور لاہور میں ایک تقریب میں واضح طور پر کہا ہے کہ: ''پاکستان نے سرینگر اور اس کی پارلیمنٹ پر حملہ کردیا''۔ اس بیان کا مقصد دنیا کو پاکستان کے خلاف حملہ کرنے کیلئے تیار کرنا ہے، اس بنا پر

ہم حکومت پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ قادیانیوں کی سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھی جائے تا کہ پھر مشرقی پاکستان کی تاریخ نہ دھرائی جائے اور کہیں قادیانی موجودہ حالات سے فائدہ اٹھا کر اسرائیل اور ہندوستان کی امداد نہ کریں اور مشرقی پاکستان جیسے حالات پیدا کر کے پاکستان کیلئے مزید مشکل حالات پیدا نہ کریں۔ ظفر چوہدری کا بیان خطرے کی گھنٹی ہے اور اس کی ہر شخص کو مذمت کرنی چاہیے۔ پاکستان کے وکلاء قابل تحسین ہیں کہ انہوں نے ظفر چوہدری کے اس بیان کی پرزور مذمت کی۔ اس وقت پاکستانی حکومت کو چاہیے کہ وہ قادیانی کارندوں پر نظر رکھے تا کہ وہ پاکستان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں، اب بھی وقت ہے۔ اگر اس وقت بھی ہماری آنکھیں نہ کھلیں تو پھر ملک کا خدا ہی حافظ ہے۔ (ہفت روزہ ختم نبوت 5 تا 11 ذی قعدہ 1422ھ)

جب سے پاکستان میں قادیانیوں کو حکومتی سطح پر ''غیر مسلم'' اور خارج از امت محمدیہ قرار دیا گیا ہے، قادیانی امت میں کہرام مچ گیا اور ہر کس و ناکس کے آگے چیخ و پکار اور واویلا کیا جا رہا ہے کہ دیکھو جنرل ضیاء الحق مرحوم کی حکومت نے قادیانیوں کو باوجود کلمہ طیبہ پڑھنے کے غیر مسلم قرار دیا ہے اور پھر اپنی مظلومیت کی دہائی دیتے ہوئے اقوام عالم کے تمام دروازے کھٹکھٹاتے اور اپنے سیاسی آقاؤں سے فریاد کی کہ وہ حکومتِ پاکستان پر دباؤ ڈالیں کہ وہ ہمیں مسلمان سمجھے اور اسلامی حقوق عطا کرے لیکن ان کی اب تک کی ساری تگ و دو بے سود اور تمام مساعی رائیگاں چلی گئیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ان کا یہ سارا شور وغل لاحاصل ہے اس لیے کہ حکومتِ پاکستان کا یہ فیصلہ دراصل قادیانیوں کے اپنے مؤقف وفتاویٰ کا طبعی ردعمل ہے۔ ''خود کردہ را علاج نیست'' جب قادیانیوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی بنایا اور نبی منوانے کیلئے روپے کو پانی کی طرح بہایا، ہزاروں کتابیں اور رسالے شائع کیے، مباحثے اور مناظرے کیے اور جوش خطابت میں اشتعال انگیز فتوے جاری کیے، اکابرین اسلام کو برا کہا، ان کے عقائد و اعمال کا مذاق اڑایا اور قادیانی امت کے ایک ایک فرد پر یہ فرض عائد ہوا کہ وہ مسلمانوں کو غیر مسلم اور خارج از اسلام سمجھے، تو ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ ان اشتعال انگیزیوں کا مسلمانوں کی طرف سے کیا جواب دیا جا سکتا تھا، بطور مثال قادیانیوں کے چند فتوے درج ذیل ہیں:

1- کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کی بیعت میں شامل نہیں ہوتے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

(آئینہ صداقت صفحہ 35)

2- جیسے ایک غیر احمدی (مسلمان) کا فرض ہے کہ مسیح موعود (غلام احمد قادیانی) اور اس کے متبعین کو مسلمان نہ سمجھے ایسے ہی ایک احمدی (قادیانی) کا فرض ہے کہ جو مسیح موعود کی بیعت میں نہیں اسے مسلمان نہ سمجھے۔ (الفاروق 12 جنوری 1916ء)

3- ہمارا (قادیانیوں کا) فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں۔ (انوار خلافت)

4- ہر وہ شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا، یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد (ﷺ) کو نہیں مانتا یا محمد (ﷺ) کو مانتا ہے مگر مسیح موعود (مرزا صاحب) کو نہیں مانتا ہو نہ صرف کافر، بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (کلمۃ الفصل صفحہ 160)

ان فتوؤں کے جواب میں قادیانیوں کو بار بار سمجھایا گیا کہ ایسے اشتعال انگیز فتوے جاری نہ کریں، اور مسلمانوں کو یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح غیر مسلم نہ قرار دیں، کیونکہ مسلمان کلمہ گو ہیں، اہل قبلہ ہیں، سیرت رسول ﷺ پر کما حقہ عامل اور ارکان اسلام کے پابند ہیں، محض مرزا صاحب کو نہ ماننے کی وجہ سے وہ کیونکر غیر مسلم ہو سکتے ہیں؟ اور بار بار اپیل کی گئی کہ ان فتوؤں کا شدید ردعمل آپ لوگوں کیلئے خطرناک ہو سکتا ہے، مگر یہ ساری اپیلیں اور مسلم اکابرین کی ساری کوششیں بے سود بے نتیجہ ثابت ہوئیں اور مسلسل ایک صدی کی اشتعال انگیزیوں اور ہٹ دھرمیوں کا طبعی اور لازمی ردعمل وہی رونما ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ (ایضاً)

مرزائیوں کے دو معرکۃ الآراء اعتراض:

یوں تو مرزا صاحب کے پیروؤں کے متعدد شبہات ہیں لیکن ان سب پر گفتگو کرنے کا موقع نہیں بلکہ اس موضوع پر ان کی جو معرکۂ آرادلیل ہے اور جس کو وہ بڑے طمطراق سے پیش کرتے ہیں ہم اسے پیش کیے دیتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔

اس آیت کا صاف اور صریح ترجمہ تو یہی ہے کہ جو شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کرے وہ (آخرت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا جو انبیاء، شہداء اور صالحین ہیں ان کی رفاقت بہت اچھی ہے۔ مع کا معنی لغت عرب میں ساتھ ہونا آتا ہے اور اس معنی کو حسن اولئك رفیقا میں رفاقت کے مفہوم نے اور بھی موکد کر دیا ہے لیکن مرزا صاحب کے پیروکار کہتے ہیں کہ مع کا معنی بننا ہے اور آیت کا مطلب ہے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے لوگ نبی بن جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب اطاعت الٰہی و رسول سے صدیق، شہید اور صالح بن سکتے ہیں تو نبی کیوں نہیں بن سکتے؟ اس کے جواب میں اولاً گذارش ہے کہ اگر مع کا معنی بننا تسلیم کر لیا جائے تو ان اللّٰہ مع الصابرین کا مطلب یہ ہوگا کہ صبر کرنیوالے خدا بن جاتے ہیں اور ان اللّٰہ مع الذین اتقوا کا مطلب ہوگا کہ متقی لوگ خدا بن جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ بداہۃً باطل ہے ثانیاً اگر اللہ اور اس کی اطاعت سے لوگ نبی بن جاتے ہیں تو کیا چودہ سو سال کے عرصہ میں اللہ اور رسول کا اطاعت گذار کوئی نہ تھا۔ یہ کیا سبب ہے کہ اس عرصہ میں صدیق، شہید اور صالحین تو آتے رہے، نبی کوئی نہیں آیا۔ ثالثاً اگر اطاعت رسول سے نبوت ملتی ہو، تو ان لوگوں کو نبی ہونا چاہیے تھا۔ جو اطاعت میں سب سے کامل تھے۔ جنہوں نے نگاہ رسالت سے تربیت پائی۔ جن کے سامنے قرآن اُترا جن کو اپنی زندگی میں رضی اللہ عنہم و رضوعنہ کے ذریعہ اعمال کی مقبولیت کی سند مل گئی اور جب ایسے کامل حضرات اطاعت سے نبی نہ بن سکے تو وہ شخص کیسے نبی بن سکتا ہے جس کے نہ ایمان کی ضمانت ہے نہ اعمال کی گارنٹی۔

اعتراض نمبر 2:

محی الدین ابن عربی اور بعض دیگر صوفیاء کی عبارات میں اولیاء اللہ کیلئے انبیاء الاولیاء کا لفظ ملتا ہے۔ مرزائی حضرات اس قسم کی عبارتوں سے یہ مطلب ثابت کرتے ہیں کہ صوفیاء کرام اولیاء اللہ کیلئے ظلی اور امتی نبوت کے قائل تھے۔ اس بات کا سب سے پہلا اور آخری جواب یہ ہے کہ قرآن و حدیث کی صریح عبارات کے بعد ہمیں ان مبہم اقوال میں الجھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ اقوال ضروریات دین میں سے نہیں ہیں۔ ان میں سے جو چیز کتاب و سنت کے مطابق ہے، وہ مقبول ہے اور جو چیز کتاب و سنت کے مطابق نہیں۔ اس کے

بارے میں حسن ظن یہی ہے کہ یہ بعد کے لوگوں کا الحاق ہے ان کی اصلی عبارت نہیں ہے۔
جس طرح زنادقہ نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں اپنی طرف سے گھڑ کر کلام ملا دیا۔ اسی طرح ملاحدہ نے اکابر صوفیا اور علماء کی عبارات میں مختلف باتیں وضع کر کے شامل کر دیں۔
چنانچہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

واماما حکی عن ابن العربی من خلاف ذالك فحسن الظن به انه من المفتریات علیه المنسوبات الیه۔ (شرح فقہ اکبر صفحہ 122)

(ہر مومن پر ولی کے اطلاق کی جو حکایت ابن عربی سے کی جاتی ہے وہ ان جملہ افتراء آت میں سے ہے جو ان کی طرف منسوب ہیں۔)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عربی کی طرف بہت سی غلط باتیں منسوب کر دی گئی ہیں۔ اسی طرح حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف ایک پوری کتاب غنیۃ الطالبین کے نام سے منسوب کر دی گئی حالانکہ محققین نے تصریح کی ہے کہ وہ ان کی تصنیف نہیں ہے اور دیکھئے امام عبدالوہاب شعرانی کی زندگی میں ان کی تصنیف البحر المورود میں تحریف کر دی گئی جس کا شکوہ انہوں نے المیزان الکبریٰ میں کیا ہے۔ پس صوفیاء کرام کی جو ایسی عبارات منقول ہیں جو صریح قرآن وحدیث کے خلاف ہیں ان کا اس کے سوا کوئی اور محمل نہیں کہ وہ محض جعلی، وضعی اور الحاقی عبارات ہیں۔ انہیں کسی طور پر بھی حجت نہیں مانا جا سکتا۔

قرآن کی آیات صریحہ سے جب ظاہر ہو گیا کہ حضور ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی ہے تو آپ کے بعد جو شخص بھی وحی اور نبوت کا دعویٰ کرے گا، وہ باطل ہوگا۔ اس شخص کو کافر اور مرتد قرار دیا جائے گا۔ اس لیے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ وحی اور نبوت کے بطلان کیلئے اتنا ہی کافی تھا۔ لیکن ہم عمومی دلائل پر اکتفاء کرنے کے بجائے بالخصوص مرزا صاحب کی نبوت پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں تا کہ متلاشیان حق پر حق تمام پہلوؤں سے آشکارا ہو جائے۔

مرزا کی نبوت:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پیروکار انہیں غیر تشریعی اور ظلی نبی مانتے ہیں اور لاہوری حضرات سرے سے نبی ہی نہیں مانتے بلکہ مجدد کہتے ہیں، لیکن یہ دونوں باتیں غلط

ہیں۔ غیر تشریعی اور ظلی نبی کوئی نہیں ہوتا۔ وحی اور تبلیغ وحی ہی نبوت اور تشریع کی حقیقت ہے اور جو شخص وحی پانے اور اس کی تبلیغ کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ مستقل نبوت کا مدعی ہے اور مرزا صاحب نے جب وحی اور اس کی تبلیغ کا دعویٰ کیا۔ تو یہ تجدید کا نہیں نبوت مستقلہ اور تشریع کا دعویٰ تھا اور اگر قادیانی حضرات نہ مانیں تو ہم مرزا صاحب کے کلام سے یہ بات منوائے دیتے ہیں، مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کئے اور اپنی امت کیلئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان هذا لفی الصحف الاولی صحف ابراهیم و موسیٰ یعنی یہ قرآنی تعلیم تورات میں بھی موجود ہے۔ (اربعین نمبر 4 83/7)

اس عبارت کے تیور بتا رہے ہیں کہ صاحب عبارت اپنے آپ کو کس پائے کا اولوالعزم نبی سمجھتا ہے جس پر وحی اترتی ہے جو صاحب شریعت ہے اور جو اپنے لیے ایک مستقل اور متوازی اُمت کا دعویٰ رکھتا ہے۔ آیئے اب ہم مرزا صاحب کی نبوت کا سراپا ان کے کلام کی روشنی میں پیش کرتے ہیں جس سے ان کی ''نبوت'' کی حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائے گی۔

✪ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''اور یہ بالکل غیر معقول اور بے ہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی اور ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہ سکتا ہو۔ کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے''۔ (چشمہ معرفت صفحہ 209)

پھر یہ بھی انہوں نے ہی لکھا ہے کہ ''زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوئے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں ہے، جیسے انگریزی سنسکرت یا عبرانی وغیرہ''۔ (نزول المسیح صفحہ 57)

ایک مکتوب میں شکوہ کرتے ہیں کہ ''چونکہ اس ہفتہ میں بعض کلمات انگریزی وغیرہ

الہام ہوئے ہیں اور اگر چہ بعض ان میں سے ہندو لڑکے سے دریافت کئے۔ مگر قابلِ اطمینان نہیں"۔ (مکتوبات احمد یہ 68/1)

کیا مرزا صاحب کی ان عبارات سے یہ ظاہر نہیں ہو جاتا کہ جس کلام کو انہوں نے وحی کے نام سے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ ان کے اپنے قول کے مطابق غیر معقول اور بیہودہ باتوں کے سوا کچھ نہیں۔ غور فرمایئے کہ کیا نبی کے کلام کی یہی شان ہوتی ہے۔

مرزا کے کلام میں تناقض کی چند مثالیں:

مرزا صاحب نے حق اور باطل کا ایک معیار پیش کیا ہے وہ ہے تنقض۔ چنانچہ لکھتے ہیں:
"جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے"۔ (ضمیمہ براہین احمد یہ حصہ5 صفحہ 112)

اب غور کیجئے کہ مرزا صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں جو کوئی نبی ہوتا تھا۔ وہ کسی گذشتہ نبی کی اُمت نہیں کہلاتا تھا، گواس کے دین کی نصرت کرتا تھا"۔

(چشمہ معرفت ضمیمہ 9)

دوسری جگہ لکھتے ہیں: اس طرح تو ماننا پڑے گا کہ نعوذ باللہ آنخضرت کی قوت قدسی کچھ بھی نہ تھی اور آپ حضرت موسیٰ سے بھی گرے ہوئے، بلکہ ان کے بعد ان کی امت میں سے سینکڑوں نبی آئے۔

(اشتہار مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بجواب سوال مندرجہ اخبار الحکم قادیان مورخہ 17 اپریل 1903ء)

پہلے کلام میں ہے کہ گذشتہ نبیوں میں کوئی اُمتی نبی نہ تھا۔ دوسرے میں ہے:
سینکڑوں امتی نبی تھے وار یہ کھلا ہوا تناقض ہے اور مرزا صاحب کی تحریر کے مطابق یہ صرف جھوٹے شخص کا ہی حصہ ہے۔

✪ ایک اور تناقض ملاحظہ فرمایئے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر اس کا نام محدث رکھنا چاہیے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کا معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے۔ مگر نبوت کا معنی اظہار غیب ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ 7)

اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ محدث پہ اظہارِ غیب نہیں ہوتا۔ اب دوسرا قول ملاحظہ

فرمایئے۔

''اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے گو اس کیلئے نبوت تامہ نہیں۔ مگر تاہم جزدی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا شرف رکھتا ہے اور امور غیبیہ اس پر ظاہر کیے جاتے ہیں''۔ (توضیح مرام صفحہ 18)

مرزا صاحب کا کلام متناقض ہے اور خود ان کی تصریح کے مطابق تناقض جھوٹے کلام میں ہوتا ہے۔ پس سوچنا چاہیے کہ ایک جھوٹا شخص دعویٰ نبوت میں کس طرح سچا ہو سکتا ہے۔

ڈاکٹر مارٹن کلارک نے اگست 1897ء میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے خلاف عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا کہ وہ ایسے الہامات شائع کرتے ہیں جن سے لوگوں کی عزت پر حرف آتا ہے اور ان کی تذلیل ہوتی ہے۔ چنانچہ گورداسپور کے ایک عیسائی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ایسے الہامات شائع نہ کریں لہٰذا انہوں نے عدالت کے روبرو اقرار کیا کہ میں مرزا غلام احمد قادیانی بحضور خداوند تعالیٰ اقرار صالح کرتا ہوں کہ آئندہ میں ایسی پیشین گوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا جس کے یہ معنی ہوں یا ایسے معنی خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو یا عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا''۔ (تریاق القلوب صفحہ 130)

غور فرمایئے کیا نبی ایسا ہی ہوتا ہے کہ وہ ایک کافر حاکم کے خوف سے اپنے الہام اور وحی کا دروازہ بند کر لے۔ یاد رکھیے کہ نبی کی شان ہے فاصدع بما تؤمر یعنی جو آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ اس کا پوری قوت سے اعلان کیجئے جو شخص کفار کے خوف سے اپنی مزعوم وحی کو چھپاتا پھرے وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ (مقالات سعدی)

حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان فرمایا ہوا ایک نکتہ:

برادرانِ اسلام! آپ کو اچھی طرح معلوم ہوگا کہ صادق نبی اور کاذب نبی میں کیا فرق ہے مگر چند ایک امتیازی نشانات میں بھی بیان کئے دیتا ہوں۔

1- سچا نبی کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوتا۔ اس کا علم لدنی ہوتا ہے۔ وہ روح القدس سے تعلیم پاتا ہے اس کی تعلیم و علم بلا واسطہ خداوند قدوس سے ہوتا ہے۔ جھوٹا نبی اس کے خلاف

ہوتا ہے۔

2- ہر سچا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گزرنے کے بعد ایک دم بحکم رب العالمین، مخلوق کے روبرو دعویٰ نبوت کرتا ہے اور اِنِّیْ رسول اللّٰہ کے الفاظ سے دعویٰ کرتا ہے، بتدریج اور آہستہ آہستہ کسی کو درجہ نبوت نہیں ملا کرتا۔ جو نبی ہوتا ہے وہ پیدائش سے نبی ہوتا ہے جھوٹا نبی اس کے برخلاف آہستہ دعوؤں کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔

3- حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تک جتنے نبی ہوئے۔ تمام کے نام مفرد تھے۔ کسی سچے نبی کا نام مرکب نہ تھا۔ اس کے برعکس جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا۔

4- سچا نبی کوئی ترکہ نہیں چھوڑتا۔ (لقوله عليه السلام نحن معاشر الانبياء لا نرث ولا نورث...... او كما قال عليه الصلوة والسلام) جھوٹا نبی ترکہ چھوڑ کے مرتا ہے۔ (جیسا کہ مرزائے دجال لعین کا حال سب کے سامنے ہے)

نکاتِ مختلفہ

دنیائے سنیت کی حالت زار:

زمانہ میں روشنی کے نام پر الحاد کی تاریک آندھیاں چلیں، دین فروشوں نے دین کے نام کو پیٹ کا دھندا بنایا، کھلے بازار میں ملت فروشی کی جارہی ہے ضمیر فروشی، قوم فروشی کا بلیک مارکیٹ قانون کی زد سے بھی آزاد ہے۔ نام دار العلوم رکھا اور کام ودیا مندر کا کیا۔ نام پوچھو تو احرار بتائیں، اور کام دیکھو تو غلاموں کی غلامی پر اِترائیں۔ یارسول اللہ سن کر گھبرائیں اور بندے ماترم کا ترانہ گائیں۔ نعرہ تکبیر سے الجھیں اور اپنے باپوں کی جے منائیں۔ مسلمانوں سے بیزار اور مشرکوں کے علمبردار، اب تو تھنڈ کا رنگ ایسا چڑھا ہے کہ پہچاننا دشوار ہے کہ مولوی جی ہیں یا مالوی جی ہیں۔ سب کچھ ہے۔ مگر اے خواجہ تیری خواجگی کے قربان کہ تیرے مست تیرے ہی رہے، تیری تعلیم، تیرے پیغام سے ایک انچ نہ ہٹے، چودہ سو برس کی پرانی لکیر کے فقیر بنے رہے، مشرک کے پاؤں پر توحید کو کھڑا نہیں کیا اور کسی قیمت پر اپنے دین کو نہیں بیچا، نہ یورپ کی چال ان پر چلی، نہ اکثریت کی سرمایہ داری کا جال ان کو پھانس سکا۔ یہ خواجہ کی دہائی دینے والے یہ عرس وفاتحہ والے، یہ میلا دو قیام والے، یہ نعرۂ تکبیر ونعرہ رسالت والے اسی مقام پر رہے جہاں خواجہ کی کرامت نے ان کو کھڑا کر دیا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ کیسے اچھے ستھرے خواجہ والے، غوث والے اخوان میرے سامنے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارا مقصد بھی نہایت بلند پایہ ہے۔ آج ہمارا اجمیر میں وہی مقصد ہے جو چشت کے راجہ کو صدیوں پہلے اجمیر ہی لا چکا ہے، جس نے جیلان والے غوث کو بغداد پہنچایا ہے۔ جس کیلئے اللہ کا حبیب مکہ سے مدینہ اور پھر مدینہ سے

فاتحانہ شان کے ساتھ مکہ پہنچا۔ جس مقصد کا مختصر اور صاف نام خدا کے دین کے پیغام اور اُس دینداری کی آزادی ہے۔ ذرہ ذرہ کو مسلم بنانا اور اسلام کے پرچم کو آزاد رکھنا ہے۔ انسان کو پاک کرنا اور انسانی آبادی کو پاکستان بنانا ہے۔

ہمیں اپنے خواجہ سے یہی کہنا ہے کہ زمانہ اب روشنی کی اہلیت واستعداد کو نہیں، بلکہ کیڑے مکوڑوں کی کثرت تعداد کو دیکھتا ہے۔ گوبر پیشاب والوں کو پوتر اور اللہ کے پاک بندوں کو ملچھ کہا جاتا ہے۔ جن غداروں کو زمین پر قدم رکھنے کا حق نہیں۔ اُن کو دیسی، اور جن کیلئے زمین پیدا کی گئی ان کو بدیسی کا لقب دیا جاتا ہے۔ فلسطین میں ذلّت کے ماروں اور بے مسکن آواروں کو مسلمانوں کے سینہ پر بسایا جارہا ہے۔

کعبہ میں فریضہ حج پر ایک ایک ہزار کا ٹیکس لگایا جارہا ہے۔ انڈونیشیا کے مسلمانوں پر بے رحمی آزمائی جارہی ہے۔

اور بڑا غضب یہ ہے خواجہ! کہ آپ کا پڑھایا ہوا کلمہ پڑھتے ہوئے کچھ ملت فروش دستار کے شملوں کو چوٹیوں پر، شلواروں کو دھوتیوں پر، صرف چند ٹکوں کیلئے نچھاور کر چکے ہیں۔

نہروانیوں نے دوبارہ اپنا ایک نہرو بنالیا ہے۔ اب ایک چپال نہیں، بلکہ چپالوں کی پلٹن ہوگئی ہے اور ان سب کا مقصد یہ ہے کہ خواجہ والے مسلمان یعنی سُنّی مسلمان کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔

(السید محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سے۔ یہ تقریر آپ نے 1365ء میں ال انڈیا سُنّی کانفرنس کے خصوصی اجلاس درگاہِ معلّٰی اجمیر شریف میں فرمائی جس کی صدارت سجادہ نشین اجمیر شریف دیوان سیدی ال رسول علی خان صاحب نے فرمائی اور اس تقریر کو مولانا ظفر الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی)

عقیدے کی اہمیت:

عجیب دور ہے کہ نماز، روزہ اور اعمال صالحہ کی تبلیغ تو بہت ہوتی ہے لیکن عقیدے کی بات کرنیوالوں کو فرقہ پرست کہا جاتا ہے حالانکہ قرآن مجید میں بے شمار جگہ پر ان الذین

امنوا وعملوا الصٰلحٰت فرما کر عقیدے کو پہلی اور اعمال صالحہ کو ثانوی حیثیت دی گئی ہے اور ایمان کے بغیر اعمال کو ھباء منثورا قرار دیا گیا ہے۔ پنجگانہ نماز بمعہ تہجد اشراق، چاشت اور اوابین پڑھیں اور سو سال تک پڑھتے رہیں لیکن اس وقت تک عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکیں گے جب تک کہ ایمان وعقیدہ درست نہیں کرلیں گے کیا اس طرح کے اعمال منافقین کے پاس کم تھے مگر اس کے باوجود ان المنافقین فی الدرك الاسفل من النار۔

مکان اگر انتہائی خوبصورت، سنگ مرمر اور دیگر لوازمات سے مزین ہو لیکن اس کی بنیاد ہی مضبوط نہ ہو تو کسی وقت بھی زمین پہ آ گرے گا۔ اگرچہ بنیاد نظر نہیں آتی لیکن مکان کی مضبوطی کا مدار اسی بنیاد پر ہے اسی طرح اگرچہ عقیدہ نظر نہیں آتا مگر اعمال صالحہ کے محل کا انحصار عقیدے پر ہی ہے۔

؎ خشت اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

حضور علیہ السلام نے جو ناجی فرقے کی علامت بتائی کہ ما انا علیه و اصحابی اس سے صحابہ کرام کا عقائد حقہ پہ ہونا مراد ہے، خالی اعمال مراد نہیں۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ جب صحابی نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے پوچھا: تو نے قیامت کی کیا تیار کر رکھی ہے؟ عرض کیا: انی احب الله ورسوله۔ (اور تو کوئی خاص تیاری نہیں ہے اور نہ ہی اعمال صالحہ پہ بھروسہ ہے ہاں مگر) میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں اس کے جواب میں آپ نے فرمایا: المرء مع من احب بندہ اپنے محبوب کے ساتھ ہی ہوگا۔

؎ اگر جنت میں جانے کا ارادہ ہے تمامی کا
گلے میں ڈال لو پٹکا محمد کی غلامی کا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایمان قبول کرنے کے بعد مجھے سب سے زیادہ خوشی حضور علیہ السلام کا یہ فرمان سن کر ہوئی کہ جو جس سے دنیا میں محبت کرتا تھا قیامت کے دن وہ اسی کے ساتھ ہوگا کیونکہ انی احب الله ورسوله و ابابکر و عمر و ارجوا ان

اکون معھم۔ میں اللہ، رسول، ابوبکر اور عمر سے محبت کرتا ہوں، مجھے امید ہے کہ میں انہی کے ساتھ ہوں گا۔ کیا خوب کہا کسی نے

؎ نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اور زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

ابلیس کا حشر دیکھ لو اس کے پاس اعمال کی کوئی کمی نہ تھی عقیدے میں نبی کی بے ادبی کی خرابی آئی سب کچھ دھرے کا دھرا رہ گیا اور جنت سے نکال دیا گیا اس کو گستاخی کی پاداش میں جنت میں ہوتے ہوئے نکال دیا گیا صرف ایک گستاخی اور کروڑوں سال کی عبادت۔ شاید تمہیں چند سالوں کی بستر کشی اور لوٹا برداری پر کئی گستاخیوں کے ہوتے ہوئے جنت میں بلا لیا جائے مگر

؎ ایں خیال است و محال است و جنون

نجات چاہتے ہو تو نیک اعمال کے ساتھ سچے عقیدے سے مدینے کی طرف منہ کر کے عرض کیا کرو جس طرح ہم عرض کرتے ہیں کہ

؎ ہم پر یونہی حضور نظر آپ کی رہے
جیسے بنی ہوئی ہے ہماری بنی رہے
ہم عاصیوں کی اور کوئی آرزو نہیں
ہم پر نگاہ لطف سدا آپ کی رہے
یہ آئے ہیں جتنے محفل میلاد میں حضور
ان سب کی جھولی آپ کے کرم سے بھری رہے
میری یہی دعا ہے سجائیں جو محفلیں
ان کی لحد میں آقا! سدا روشنی رہے

عظمتِ مصطفیٰ کے دس نکات

خالقِ کائنات نے نفوس وارواح کی تخلیق میں تفاوت رکھا ہے بعض اپنے جوہرِ حقیقت میں نہایت لطیف اور بعض کثیف۔ پھر لطافت وکثافت میں بھی مختلف درجات رکھے گئے۔

انبیاء کرام کا مقدس گروہ نہایت درجہ لطافت وطہارت کا مالک ہے ان کے اَبدان و اَجساد عیوب ونقائص سے منزہ پیدا کئے گئے جس کی بنا پر ان میں ارواحِ طیبہ اور نفوسِ قدسیہ کاملہ کا محل بننے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔

ارشادِ ربانی ''ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی'' کے مطابق انبیاء کرام کے مقام ومرتبہ میں بھی باہم تفاوت ہے۔

نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تمام انبیاء کرام میں سے مزاج اور طبیعت کے اعتبار سے کمالِ اعتدال پر ہیں اور بدن مبارک کے لحاظ سے بھی کامل واکمل اور روح ونفس کی رُو سے سب سے زیادہ مصفّٰی ومنزہ ہیں۔

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے وہ تمام وجوہ اظہر من الشمس ہوکر سامنے آتی ہیں جن سے رسول اکرم ﷺ کے افضل الانبیاء ہونے پر روشنی پڑتی ہے۔ جو درج ذیل ہیں:

1-اوّل کائنات:

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو تمام ارواح ونفوس سے پہلے پیدا فرمایا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تخلیق وایجاد میں تمام انبیاء کرام سے اول اور بعثت میں سب سے بعد میں ہوں۔

2-امام الانبیاء:

اللہ تعالیٰ نے ازل میں تمام انبیاء کرام سے اس بات کا وعدہ لیا کہ جب میں تمہیں کتاب وحکمت دے دوں پھر تمہارے دورِ نبوّت میں وہ رسول کریم ﷺ تشریف لے آئیں جو تمہاری تصدیق کرنے والے ہیں تو تمہیں ان پر ایمان لاکر ان کی مدد کرنا ہوگی ......

اسی پر اکتفا نہ کیا گیا بلکہ انبیاء کرام سے پکا وعدہ لیا گیا اور انہیں اس بات پر گواہ بنا کر خود اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی گواہی کو ان کی گواہی کے ساتھ ملایا۔

اس وعدے کا پسِ منظر یہ ہے کہ نبوت کے آخری تاجدار کی موجودگی میں کوئی دوسرا تاجِ نبوت سے سرفراز نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے بغیر چارہ کار نہ ہوتا۔

3-ذکر میں اول:

احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے افضل الانبیاء ہونے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ قرآن پاک نے انبیاء کرام کا ذکر کرتے ہوئے سب سے پہلے آپ کا تذکرہ فرمایا۔ ارشاد ہوتا ہے اور ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی۔ سب سے پہلے نبی جن کو شریعت دی گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ ہوا لیکن خاتم النبیین ﷺ کا ذکر، ذکرِ نوح پر بھی مقدم ہے۔

4-وصف کے ساتھ ندا:

تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو ان کے ناموں سے پکارا گیا لیکن سرورِ انبیاء ﷺ کو اوصاف کے ساتھ پکارا گیا۔ کہا گیا اے نوح! ہماری برکات اور سلامتی کے ساتھ کشتی سے نیچے اترو۔ اے ابراہیم! قومِ لوط کیلئے نجات کی دعا کرنے سے باز رہو۔ اسی طرح دیگر انبیاء کرام کو خطاب کا ذکر قرآن پاک کے مختلف مقامات پر موجود ہے۔ اے موسیٰ! اے داؤد! اے عیسیٰ! اے زکریا! وغیرہ لیکن نبی کریم ﷺ کو کہیں اے نبی! کے الفاظ سے خطاب کیا گیا کہیں فرمایا گیا اے مزمل! اے مدثر! اے رسول! ﷺ!

5-ذکرِ مصطفیٰ بوصفِ رسالت:

قرآن پاک میں جہاں بھی آپ کا ذکر ہوا کسی وصف کے ساتھ ہوا۔ البتہ بعض مقامات پر جہاں آپ کا اسمِ گرامی لانا لازمی تھا وہاں اسمِ مبارک کے ساتھ تذکرہ کیا گیا لیکن وصفِ نبوت و رسالت کا ذکر ضرور ہوا۔ ارشادِ ربانی ہے ”محمد ﷺ نہیں ہیں مگر رسول“۔

6- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسمِ مبارک کے ساتھ پکارنا جائز نہیں:

امم سابقہ اپنے انبیاء کرام کو ان کے نام لے کر پکارتی تھیں۔ قوم ہود نے کہا: ''اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل نہیں لائے''۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے پکارا: اے صالح! تم اس سے پہلے ہمارے درمیان امیدوں کا مرکز تھے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر پکارنا ناجائز قرار دے دیا گیا اور امم سابقہ کا اندازِ تخاطب اختیار کرنے سے منع کرتے ہوئے پیارے پیارے القابات وخطابات سے ندا کرنے کا حکم دیا گیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے نہ پکارو جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ یعنی ''یا محمد'' نہ کہو، ''یا رسول اللہ'' کہو۔

7- ناموسِ مصطفیٰ کا تحفظ:

قرآنِ پاک کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ جب کفار کی طرف سے انبیاء کرام علیہم السلام پر طعن و تشنیع کیا گیا تو انہوں نے خود اپنا تحفظ کیا اور کفار کے اعتراضات کا جواب دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام سے کہا گیا: ''اے نوح! ہم تمہیں (معاذ اللہ) کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں''۔ آپ نے خود جواب دیا: ''اے میری قوم! میں گمراہ نہیں ہوں بلکہ میں رب العالمین کی طرف سے بھیجا گیا رسول ہوں''۔ اسی طرح دیگر انبیاء کرام پر الزامات اور ان کی طرف سے جوابات قرآن مجید میں مرقوم ہیں۔

لیکن جب محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے ہوئے دشمنانِ اسلام نے کہا: ''یہ شاعر ہیں''۔ تو آپ نے خود جواب نہ دیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا دفاع کرتے ہوئے فرمایا: ''ہم نے انہیں شعر نہیں سکھائے اور نہ ہی وہ ان کی شان کے لائق ہیں''۔ ضلالت و گمراہی کا الزام لگایا گیا تو باری تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا: ''تمہارے نبی نہ بے راہ ہوئے اور نہ بھٹکے ہیں''۔

8- حیاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم:

ہمیشہ باعظمت چیز کی قسم کھائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کی قسم کھا کر آپ کے افضل البشر ہونے کا اعلان فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نفس تخلیق نہیں فرمایا اور نہ کوئی ایسی چیز ظاہر فرمائی جو اللہ تعالیٰ کے ہاں نبی اکرم ﷺ سے زیادہ معظم ومکرم ہو اور میں نے نہیں سنا کہ ربِ کائنات نے آپ کی حیاتِ طیبہ کے سوا کسی پیغمبر کی حیاتِ مبارکہ کی قسم یاد فرمائی ہو صرف آپ کے متعلق فرمایا ''مجھے تمہاری حیاتِ طیبہ کی قسم! تمہارے مخالفین اپنی بدمستی میں بھٹک رہے ہیں اور وہ تمہیں پہچان نہ سکے۔

9-وسیلۂ مصطفیٰ ﷺ:

حضرت آدم علیہ السلام جنت سے دنیا میں اُترے تو اپنی لغزش پر روتے رہے بالآخر آپ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو جنت کے پتوں پر عرش کے پایوں پر غرضیکہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ حضور علیہ السلام کا اسمِ گرامی لکھا ہوا دیکھا اور یہ معلوم کرتے ہوئے کہ جس ذاتِ مقدس کا اسمِ مبارک اللہ تعالیٰ کے مبارک نام کے ساتھ ملا ہوا ہے وہ کائنات کی سب سے عظیم شخصیت ہے، آپ کے وسیلہ سے بارگاہِ خداوندی میں دست بدعا ہوئے۔ اسی طرح یہود ونصاری جنہوں نے تورات وانجیل میں خاتم النبیین ﷺ کا ذکر مبارک پڑھا تھا آپ کی تشریف آوری سے پہلے مشرکین کے مقابلہ میں آپ کے وسیلہ سے فتح کی دعائیں مانگتے تھے۔ اگرچہ آپ کی تشریف آوری پر وہ حسد کرتے ہوئے ایمان نہ لائے۔

10-جامعِ کمالاتِ انبیاء علیہم السلام:

انبیاء سابقین کی امامت وسیادت کا سہرا خاتم الانبیاء ﷺ کے سر باندھا گیا اس کی جہاں دیگر وجوہات تھیں ایک اہم سبب یہ بھی تھا کہ آپ کو جامعِ کمالاتِ انبیاء بنایا گیا۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑ کر بت پرستوں کو توحیدِ خداوندی کی طرف بلایا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے پہلے گھر کو بتوں سے پاک صاف کیا ہُبل بت کو کعبۃ اللہ کی بلندی سے نیچے پھینکا۔ اگر ہود علیہ السلام کو فضیلت بخشتے ہوئے آندھی کے ذریعے ان کے منکرین کو نیست ونابود کیا گیا تو غزوۂ خندق کے موقع پر بادِ صبا کے ذریعے آپ کی نصرت وامداد کا سامان فراہم کیا گیا۔

اگر حضرت صالح علیہ السلام کو اونٹنی کا معجزہ عطا فرمایا گیا تو نبی اکرم ﷺ کے سامنے

اونٹ سربسجود ہوئے۔

اگر حضرت یوسف علیہ السلام میں حسن صورت اور صباحتِ رخسار تھی تو نبی اکرم ﷺ کا چہرۂ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے پتھر سے چشمے پھوٹے تو حبیبِ خدا ﷺ کی مقدس انگلیوں سے پانی کے چشمے اُبلے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ پتھروں سے پانی کا نکلنا اتنا تعجب خیز نہیں جتنا انگلیوں سے پانی نکلنا عجیب ہے۔

اگر موسیٰ علیہ السلام کا عصا مبارک سانپ کی صورت اختیار کر گیا تو دوسری جانب کھجور کے خشک ستون کا آوازِ حزیں نکالنا اور حبیبِ خدا ﷺ کے فراق میں آہ و بکا کرنا بھی تو مسلم ہے۔ پہاڑوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ مل کر تسبیح خداوندی کے نغمے الاپے تو کنکریوں نے دستِ مصطفیٰ ﷺ میں تسبیح خداوندی کہی۔

طِوالت کی وجہ سے چند مثالوں پر اکتفا کیا گیا ورنہ یہ وہ موضوع ہے جس کو لکھنے کیلئے درختوں کے قلم، سمندر کی سیاہی اور ایک عمر طویل چاہیے پھر بھی وصفِ مصطفیٰ ﷺ کا احاطہ ناممکن ہے۔ (تفصیلاً یہ موضوع پڑھنا ہو تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا رسالہ تجلی الیقین دیکھئے) ضرورت اس امر کی ہے کہ خیر الانبیاء ﷺ کی نسبت سے خیرِ امم کہلانے والی امت کو اپنے مقام سے آگاہ ہو کر اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کی سعی کرنی چاہیے۔

(خطبات و مقالات از مولانا محمد صدیق ہزاروی)

جذبۂ اطاعت رسول ﷺ

قرآن و سنت پہ نظر رکھنے والا ہر شخص اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کے ارشادات میں تضاد نہیں ہو سکتا لیکن اگر بظاہر کبھی ایسا نظر آئے تو حضور علیہ السلام ہی کے ارشاد پہ عمل کیا جائے گا اگرچہ بظاہر وہ عمل قرآن پاک کی کسی نص کے عموم پر پورا نہ اترتا ہو حالانکہ حضور علیہ السلام کا ارشاد حدیث ہی ہو گا لیکن اس کے باوجود بھی من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ اور امتی کی تو پہچان ہی نبی کے حوالے سے ہے ناں اور اگر حضور ہمیں نہ بتاتے تو ہم کیا جانتے خدا کی ذات کے بارے میں الغرض!

دنیوی واخروی نجات حضور ہی کی نسبت سے ہے۔

تیرے نام سے مجھ کو پہچانتے ہیں
مری تم سے نسبت بڑی چیز ہے
محمد کی الفت بڑی چیز ہے
خدا دے، یہ نعمت بڑی چیز ہے

اس کی کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں ایک ان میں سے یہ ہے کہ قرآن میں ہر نماز کو اس کے وقت پر پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ **ان الصلوٰة کانت علی المومنین کتابا موقوتا۔** لیکن تمام دنیا کے حاجی عرفات ومزدلفہ میں ایک ہی وقت میں دو دو نمازیں ادا کرتے ہیں، اس سے خدا کے حکم کی خلاف ورزی لازم نہیں آتی بلکہ **من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ** کا جلوہ نظر آتا ہے۔

تیرا حُسن حُسنِ کمال ہے تیری دید رب کا جمال ہے
تیری یاد میری نماز ہے تو بڑا غریب نواز ہے

اسلام کا کوئی رکن اطاعت رسول کے بغیر ادا نہیں ہوسکتا چاہے وہ نماز ہو یا زکوٰۃ، حج ہو یا روزہ۔ نماز کو ہی لے لیجئے جو سب سے اہم عبادت ہے۔ اور خاص الخاص اللہ کی عبادت ہے مگر اس کی ادائیگی کے سلسلہ میں بھی ہم اللہ کے رسول کے محتاج ہیں۔ ہمیں کس نے بتایا کہ نماز کا آغاز اللہ اکبر سے اور اختتام السلام علیکم ورحمۃ اللہ پہ ہے؟ کس نے بتایا کہ سجدے رکوع میں کیا پڑھنا ہے، ہاتھ کہاں باندھنے ہیں، نگاہ کہاں رکھنی ہے، بھول جائیں تو مافات کا ازالہ کیسے کرنا ہے، خدا تعالیٰ نے تو **اقیمو الصلوٰة** پر بات ختم کردی۔ شاید اس لیے کہ کوئی اپنے آپ کو میری عبادت کے حوالے سے بھی میرے محبوب سے مستغنی نہ سمجھ بیٹھے۔ ہم اس نبی کے قدموں پہ کیوں نہ قربان ہوجائیں جس نے ہمیں خدا کی بارگاہ میں کھڑے ہونے کے قابل بنادیا۔ جو یہ کرسکتے ہیں اور کیا کچھ نہیں کرسکتے۔

اپنے دکھ درد سناؤں میں کسے تیرے سوا
بن تیرے کون سنے حال مدینے والے

عیب محشر میں کہیں کھلنے نہ پائیں مرے
رکھنا دامن میں بہرحال مدینے والے

حکم خدا کا مانو مگر اطاعت مصطفیٰ کی روشنی میں مانو، مصطفیٰ کا حلال وحرام کیا ہوا ایسے ہی ہے جیسے خدا کا حلال وحرام کیا ہوا ہے۔

تکمیل معرفت ہے محبت حضور کی
عبادت خدا کی ہے اطاعت حضور کی

حضور علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو لشکر سپرد کیا کہ فلاں مقام پہ لے جاؤ انہوں نے لشکر کو بھیج دیا اور سوچا کہ جمعہ کا دن ہے حضور کے پیچھے جمعہ ادا کر کے لشکر کو جا ملوں گا تا کہ دونوں ثواب حاصل ہو جائیں مگر بعد میں معلوم ہوا کہ آپ کے ارشاد کی تعمیل سے بڑھ کر کوئی ثواب نہیں ہے۔

ایک صحابی نے نماز عید سے پہلے قربانی ہی تو کی تھی اور وہ بھی خدا کے نام پر مگر آیت آ گئی۔ لا تقدموا بین یدی اللّٰہ و رسولہ۔ مصطفیٰ کریم علیہ السلام سے آگے بڑھنا اور آپ کی بات نہ ماننا گویا خدا سے آگے بڑھنا اور اللہ کی نافرمانی کرنا قرار دیا گیا۔

بادشاہوں کے درباروں کے قانون ان کے ماتحت بناتے ہیں اور آداب ان کے ملازم سکھاتے ہیں مگر دربارِ مصطفیٰ کا ادب خود خدا سکھاتا ہے اور قانون بھی خود ہی بناتا ہے کیونکہ اگر حدیث کے ذریعے بنتا تو ضعیف عقیدے والے حدیث کو ضعیف کہہ دیتے۔ خدا نے قرآن کی آیات نازل فرما کر دربار رسالت کے آداب سکھائے۔

قصر مَر مَر سے شہنشاہ نے از راہِ غرور
تیری کٹیا کو جو دیکھا تو بہت شرمایا

یاد رکھو! اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ایمان کا پہلا درجہ ہے اور اس کا محبوب ہو جانا ایمان کا آخر درجہ ہے اور باقی درجات سارے کے سارے انہی دو حدوں کے درمیان ہیں اور یہ دونوں درجے محبوب خدا کی غلامی سے نصیب ہوتے ہیں۔ ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ۔ اور ہاں ہاں مزید براں ویغفر لکم ذنوبکم۔ پھر کیوں نہ کہا جائے۔

ے اوہ اکھیاں بھلا کوئی اکھیاں نیں
جھڑیاں نال محبوب دے جُودیاں نہیں
جُڑ جاون جھڑیاں اک واری
بھاویں لکھ موڑ و کدی مُڑدیاں نہیں

ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کی غلامی کے بغیر نہ ایمان کے سفر کی ابتداء ممکن ہے نہ انتہا تک پہنچا جاسکتا ہے کیونکہ یہ سارا سفر ہی غلامی مصطفیٰ کا سفر ہے۔ اس لیے حکم ہوا وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ کہ رسول ہوتا ہی پیروی کیلئے ہے۔ تو اگر تمہارا سب کچھ رسولوں کے رسول امام الانبیاء کا ہو گیا تو پھر خدا اپنا محب بننے کیلئے آنے والے کو صرف محبّ ہی نہیں بلکہ اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ یحببکم اللہ۔

اور یہ اطاعت کس درجہ کی ہونی چاہیے حضرت عمر فاروق سے پوچھو۔ آپ فرماتے ہیں: لئن امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بضرب عنقھا (عنق حفصۃ) لاضربن عنقھا۔ (مسلم شریف 480/1)

اگر حضور علیہ السلام مجھے میری بیٹی حفصہ (ام المومنین) کی گردن اتارنے کا حکم دیں تو میں اس کی گردن کاٹ کر حضور کے قدموں میں رکھ دوں۔ خواجہ غلام فرید نے کیا خوب کہا ہے:

ے الف ایہہ تن میرا کنگھی ہووے
میں زلف محبوب دی واواں
پوش میرے دی بن جائے جُتی
میں آقا دی پیری آواں
جے سوہنا میرے دُکھ وچ راضی
میں سکھ نوں چُلھے ڈاواں
یار فریدا کدی مل جائے سوہنا
تے میں رو رو حال سُناواں

غور کرو! خدائے کل کو محبوب کی ادائے دلنواز سے کتنا پیار ہے کہ ایک بندے نے اگر

امام کو حالت رکوع میں پایا ثنا بھی نہ پڑھ سکا مگر اس کی رکعت ہوگئی (من وجد الرکوع فقد وجد الرکعة) اس لیے کہ خدا کی ثنا اگرچہ رہ گئی مگر محبوب کی ادا تو ادا ہوگئی لہٰذا ''رکات'' بھی ہوگئی، نجات بھی ہوگئی۔

جس محبوب کی غلامی میں آنا دنیوی واخروی نجات کا باعث ہے ہم اُن کے قدموں سے دور ہوکر کہاں سے عزت تلاش کر رہے ہیں؟ خدا توفیق دے تو حضور کی اطاعت کو دل و جان سے قبول کرو اور لہو ولعب کی زندگی ترک کر کے بامقصد زندگی گزارو۔ **فلا تموتن الا وانتم مسلمون۔**

عمر گزری ساری قیل و قال میں
کچھ فرق آیا نہ تیرے حال میں

دن لہو میں کھونا تجھے اور رات بھر سونا تجھے
شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

امن وسکون اور عدل وانصاف کا داعی پیغمبر:

عرب کی سرزمین پر ایک پیغمبر جلوہ گر ہوتا ہے جو دنیا کو امن دیتا ہے، جو دنیا کو سکون دیتا ہے جو دنیا کو پیار دیتا ہے جس کی تعلیمات یہ ہیں۔

من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا فلیس منا۔ جو ہمارے چھوٹے کے اوپر رحم نہ کرے۔ ہمارے بڑی کی تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

حسین جنت کے پھول ہیں۔ جنہیں میں سونگھا کرتا ہوں۔ یہ حسین ہی سے پیار نہیں تھا۔ تعلیم تھی کہ ہر باپ اپنے بیٹے سے پیار کرے۔ انہیں پھول ہی تصور کرے۔

عزیزانِ ملت اسلامیہ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حضور رحمت عالم تاجدارِ مدینہ سرورِ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد پھر دنیا میں ایک عدل کا انقلاب نمودار ہوا۔ اب میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کالے اور گورے کے امتیاز کی بات دیکھو۔ آج

کالی دنیا جاگ رہی ہے اور قدرت نے بھی کالوں کی زمینوں کو خزانوں سے معمور کر دیا ہے اور گوروں کی زمینوں کو بانجھ کر دیا ہے۔ آج کالی دنیا اپنا حق لینے کیلئے آگے بڑھ رہی ہے۔ وحشت ناک آنکھوں میں تمدن کی روشنی پھیل رہی ہے اور آج گورے بھی کہہ رہے ہیں۔ ہمیں کالوں کو اُن کا حق دینا چاہیے۔ مگر اے کالے کے حق کو پہچاننے والے۔ تم کہتے ہو کہ یہ عقل جدید کا کرشمہ ہے۔ جس نے کالوں کے حق کو ہمارے ضمیر سے وابستہ کر دیا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں اگر تمہارے پاس ایسا کوئی مصلح ہو جس نے کالوں کو رسول اللہ ﷺ سے پہلے کلیجے سے لگایا ہو۔ تو یقیناً کالوں کو حق دلانا تمہارا کام ہوگا۔ لیکن اگر رسول اللہ ﷺ سے پہلے کوئی ایسا انسان نہیں ملتا جو ابو بکر ہاشمی کو بلال حبشی کے برابر کھڑا کر دے تو آج اگر دنیا میں کالوں کو حق ملے گا تو یہ کرم رسول باللہ ﷺ کا ہوگا۔ یہ انصاف انیس بیکساں کے قدموں سے لگے گا۔

عزیزانِ ملت اسلامیہ! دنیا میں جب بھی کبھی انصاف کی آواز بلند کی جاتی ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ یہ لیا کہاں سے گیا ہے۔ یہ حاصل کہاں سے کیا گیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ عقل جدید کی پیداوار ہے۔ نئے انقلابی زمانے میں یہ محسوس کیا گیا کہ ان کے کچھ اپنے انقلابی حقوق بھی ہوتے ہیں۔ اس کی زندگی کے حقوق، اس کی خواہشات کے حقوق، اس کی تنہائیوں کے حقوق، اس کے خون کے حقوق، اس کے شکم کے حقوق، یہ حقوق آج پہچانے جائیں گے۔ لیکن میں دعوے کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ انسان کے بنیادی حقوق کو لاؤ میں اس کے ہر حق کو قرآن کریم میں دکھادوں گا۔ پتہ چلا تمہیں یہ طریقہ چودہ سو سال بعد آیا اور رسول اللہ ﷺ نے حقوق کی بنیاد چودہ سو سال پہلے رکھی تھی۔ پتہ چلا کہ آج انسانی حقوق کی بات کہی جا رہی ہے۔ تو یہ بھی احسان ہے محمد ﷺ عربی کا۔ یہ بھی احسان ہے انیس بے کساں کا۔ یہ بھی احسان ہے چارہ ساز دردمنداں کا ﷺ۔ آج کہا جا رہا ہے کہ سرمایہ دار اور مزدور کی جنگ دور کر دی جائے۔ یہ پست اور بلند کے تصورات نکال دیئے جائیں۔ یہ طبقاتی دیواریں ڈھادی جائیں۔

(مولانا قمر الزمان (سیکرٹری ورلڈ اسلامک مشن کی یورپی ممالک کے دورے پر رحمت عالم کے موضوع پہ کی گئی ایک تقریر کا اقتباس)

محبت محبوب خدا علیہ الوف التحیۃ والثناء:

✿ محبت کا لغوی معنی ہے میل الطبع الی شی۔ طبیعت کا کسی شی کی طرف مائل ہونا۔ اس کی دو قسمیں ہیں: طبعی اور شرعی۔ والدین کی محبت مثلاً شرعی ہے اور کسی حسین وادی کا منظر یا کوئی بھی حسین منظر دیکھ کر محبت ہو جانا طبعی محبت ہے جبکہ نبی علیہ السلام کی محبت طبعی بھی ہے شرعی بھی۔

کسی سے محبت چند وجوہ سے ہوتی ہے۔ کمال کی وجہ سے، جمال کی وجہ سے اور نوال (جود وسخا) کی وجہ سے۔ اور ہمارے آقا وہ ہیں کہ ان تینوں میں آپ کا کوئی ثانی نہیں۔ اس کی جتنی تفصیل چاہیں احادیث کی کتابوں سے حاصل کر لیں۔ جمال ایسا کہ ان کے چہرے اور زلفوں کی قسمیں قرآن بیان کرے، گویا

ان کی زلفیں نہیں رحمت کی گھٹا چھائی ہے
ان کے ابرو نہیں دو قبلوں کی یکجائی ہے

کمال ایسے ایسے ہیں کہ جانور اور پتھر و درخت حکم مان رہے ہیں، ڈوبا ہوا سورج واپس آ رہا ہے، چاند ٹکڑے ہو رہا ہے۔ اور سخاوت کا عالم یہ ہے کہ

منگتے تو منگتے ہیں کوئی شاہوں میں دکھا دو
جس کو میری سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو

(ان ساری باتوں کی تفصیلات درکار ہوں تو ہماری کتاب شانِ مصطفیٰ بزبانِ مصطفیٰ کا مطالعہ فرمائیں)

✿ ایک انگریز جب مسلمان ہوا اور اس نے قرآن وسنت کا مطالعہ کرنے کے بعد انگریزی زبان میں اسلام کا خلاصہ یوں بیان کیا کہ لفظ اسلام انگریزی کے پانچ حروف کا مجموعہ ہے۔ (ISLAM) I یعنی میں۔ S: بمعنی Shall۔ L سے مراد

A-Love کا معنی ہے Always-اور M سے مراد محمد ﷺ۔ یعنی

I shall love always Mohammad (Peace be upon him)

"میں ہمیشہ حضور علیہ السلام سے محبت کروں گا"۔

کسی نے پنجابی میں اس کو یوں بیان کیا:

؎ سراں دے سودے ہو جاندے جدوں سردار مل جاون
تے دل دینا ای پیندا اے جدوں دلدار مل جاون

✿ ایک ہندو سے پوچھا گیا کہ حضور ﷺ کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے تو اس نے بیساختہ کہا:

I did not know that was the Prophet of God but I know he was a very truth man.

"میں یہ تو نہیں جانتا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں یا نہیں مگر یہ ضرور جانتا ہوں کہ وہ ایک بڑے سچے انسان تھے"۔

؎ میرے گھر کے اندھیرے جانتے ہیں
تیرے گھر میں کہاں کی روشنی ہے

بازارِ مصطفیٰ ﷺ

اور بازاروں میں جو چیز بک جاتی ہے اس چیز کی بھرمار ہو جاتی ہے، ہر طرف اسی شی کے انبار دکھائی دیتے ہیں مگر بازار محبت رسول میں بکنے والا ایسا نایاب اور انمول ہو جاتا ہے کہ دنیا کی نگاہوں میں وہ اگر کوئی حیثیت بھی نہ رکھتا ہو مگر اللہ کی نگاہوں میں وہ اتنا سربلند ہو جاتا ہے کہ کوئی بلال بنتا ہے کوئی سلمان بنتا ہے۔

؎ اس شہر میں بک جاتے ہیں خود آ کے خریدار
یہ مصر کا بازار نہیں شہر نبی ہے

دوسرے بازاروں میں ایک ہی شی بار بار بکتی ہے مگر بازار مصطفیٰ ﷺ میں جو ایک بار

بک جائے پھر سارا جہان بھی اس کو خرید نہیں سکتا۔

چلو بازارِ مصطفیٰ کو چلیں

کھوٹے سکے جہاں پہ چلتے ہیں

ماں، بہن، بیوی اور اولاد کی محبت جن کو اللہ نے عطا فرما رکھی ہے وہ جانتے ہیں کہ ان محبتوں میں کتنا سرور ہے تو وہ محبوب خدا جو سراپا نور ہے ان کی محبت میں نور بھی ہے اور سرور بھی ہے۔

کمرے میں اندھیرا ہو تو لاکھ دھکے مارنے سے بھی نہ نکلے گا ایک بتی جلا دو اندھیرا بھاگ جائے گا اور اگر دل کی اندھیری کوٹھری میں کفر، گمراہی، جہالت کا اندھیرا چھا جائے تو محبت مصطفیٰ کی بتی جلانے سے سارے اندھیرے کافور ہو جاتے ہیں اور سینہ پر نور ہو جاتا ہے۔

رسول پاک کی محبت کا ایمان کے پودے میں پیوند لگا لو ورنہ تمہارے ایمان کے درخت کا پھل بے قیمت رہے گا۔ دیکھو، کاٹھے آم کا درخت بڑا ہوتا ہے مگر خریدار اُدھر نہیں جاتا اور لنگڑے آم کا درخت چھوٹا سہی مگر خریدار بھاگ بھاگ کر جاتا ہے اور وہ پیوند معمولی سی لکڑی ہوتی ہے جو اس کی قیمت کو بڑھا دیتی ہے۔ لیکن اس کی قدر کسی قدر دان کو ہی ہو سکتی ہے۔

یہ معاملہ ہے عجیب تر کہ جدا ہے دل تو جدا نظر

اسے دیکھتا کوئی اور ہے اسے مانتا کوئی اور ہے

اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ السلام کی محبتیں دو نہیں ہیں بلکہ ان میں آپس کے اندر اتنا گہرا تعلق ہے کہ ذاتیں دو ہونے کے باوجود محبت ایک ہی ہے۔ جس طرح قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس کی صفت ہونے کی وجہ سے قدیم بھی ہے یعنی کلام نفسی نہ وہ کہ جس کو ہم پکڑتے اور چومتے ہیں کیونکہ یہ تو ہمارے سامنے شہید بھی ہو جاتا ہے کبھی نہ تھا پھر ہوا پھر نہ ہوگا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی صفت فنا سے پاک ہے اور چونکہ اس کتابی قرآن کو اللہ کی صفت کلام نفسی سے گہرا تعلق ہے کہ اس کے بغیر وہ سمجھا ہی نہیں جا سکتا، تو اس تعلق کی بنا پر ہم چومتے ہیں ادب بھی کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ السلام میں ایسا گہرا تعلق ہے کہ ایک دوسرے کے بغیر پہچانا ہی نہیں جا سکتا اس وجہ سے دونوں کی محبت ایک ہو گئی۔ بات خدا کی ہو تو قدم مصطفیٰ

کے چومے جاتے ہیں عطا خدا کرتا ہے تو شکریہ مصطفیٰ کا ادا کرتے ہیں کہ حضور! جو کچھ ملا ہے آپ کا صدقہ ہی تو ملا ہے اور قیامت کے دن جنت کا دروازہ بھی اللہ ہی کھولے گا لیکن فیفتح اللہ لی فید خلنیھا۔ کھلے گا مصطفیٰ کیلئے اور مصطفیٰ کے صدقے میں ہی جنت بھی ملے گی۔

روزہ نماز و حج، سب ارکان دین ہیں
ایمان صرف ان کی غلامی کا نام ہے
یہ بارگاہ مصطفوی ہے ادب سے چل
ناداں یہاں نظر کی بھی جنبش حرام ہے
رحمت نہیں ہے مسجد نبوی پہ منحصر
سارا مدینہ پاک ہے دارالسلام ہے
دوزخ ملی تھی وہ تو آقا حضور نے
فرما دیا کہ یہ بھی ہمارا غلام ہے

ریڈیو ٹی وی کی آواز تو فضا میں ہوتی ہے مگر سیٹ پہ تبھی آتی ہے کہ جب سوئی کو سیدھا اسٹیشن پہ کیا جائے، ہماری پکار کا جواب بھی آقا ضرور دیتے ہیں مگر ضروری ہے کہ غلامی کی سوئی کا رخ سوئے مدینہ کیا جائے، اگر تیرے عقیدے کا سیٹ ٹھیک ہو گا تو آواز بھی آئے گی تصویر بھی آئے گی۔ ورنہ

جو تیری نظر میں نہ آسکا تو تیری نظر کا قصور ہے
ہے نظر نظر میں جلوہ گر وہ نور آنکھ کا نور ہے

سیٹ اپنا خراب ہو اور کہنا کہ تصویر آ ہی نہیں سکتی، حماقت ہے اپنے دل کے سیٹ کی صفائی کیلئے کسی مکینک (ولی اللہ) کے پاس جا اور پھر دیکھ تصویر کیسے نظر آتی ہے۔

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ یا ایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم۔ استجیبوا اجواب سے ہے اور جواب اَجُوبٌ سے ہے۔ جس کا معنی ہے مکان سے

گرنے والا پرنالہ جو زمین میں گڑھا بنا دیتا ہے اور زمین کا اتنا حصہ کٹ جاتا ہے۔ (پانی کے زور کی وجہ سے) تو آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اے ایمان والو ساری دنیا سے کٹ کر (بڑھ کر) میرے حبیب کی بات کی اہمیت سمجھو کہ ان کا بلاوا میرا ہی بلاوا ہے۔ اور جو میرا ہے وہ سب کچھ انہی کا ہے۔ یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

جو کن سے ہے پیدا تمام آپ کا ہے
کہ آغوش رحمت مقام آپ کا ہے
قیامت کا میں اس لیے منتظر ہوں
کہ اس روز دیدار عام آپ کا ہے
یہ سنتے ہیں جنت ہے میراث اس کی
جو ادنیٰ سے ادنیٰ غلام آپ کا ہے

(اکبرالہ آبادی)

ایمان کی گارنٹی:

گھڑی بڑی خوبصورت تھی میں نے سمجھا ہزاروں کی ہوگی مگر پوچھنے پر معلوم ہوا کہ پچاس روپے کی ہے اس لیے کہ گارنٹی نہیں ہے۔ نمازیں لمبی لمبی، روزے، حج زکوٰۃ کی پوری پوری لائن ہے مگر مسلمان ہونے کی گارنٹی تو محبت رسول ﷺ ہے۔ **لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین۔** نماز میں آپ سارے ارکان صحیح صحیح ادا کرلیں جب تک باادب بیٹھ کر قبلہ رو ہو کر محبوب خدا پہ صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ محبت پیش نہیں کریں گے نماز کی گارنٹی نہیں ہے۔ حج کے سارے ارکان صحیح صحیح ادا کیے مگر حج کے بعد قبولیت کیلئے دربارِ مصطفیٰ میں حاضری نہ دی تو بمطابق حدیث **من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی۔** گارنٹی نہیں ہے۔ (علامہ عبدالوحید ربانی)

دوسری طرف صحیح بخاری میں ہے کہ ایک شخص بار بار شراب پیتا اس پر حد لگتی تو کسی نے اس پر لعنت کی کہ کیسا شخص ہے بار بار سزا ملتی ہے مگر پھر بھی باز نہیں آتا تو حضور علیہ السلام نے

فرمایا کہ اس پر لعنت نہ کر کیونکہ انه یحب الله و رسوله۔

ایک امام نماز کی ہر رکعت میں (دوسری سورت کے ساتھ ساتھ) قل شریف کی تلاوت کرتا، مقتدیوں نے شکایت کی، حضور نے پوچھا: ایسا کیوں کرتے ہو؟ عرض کیا مجھے اس سورت سے محبت ہے، فرمایا اس کی محبت تجھے جنت میں لے جائے گی۔ باقی اعمال صالحہ کی جزا علیحدہ ہے یہ جنت تو صرف سورۂ اخلاص کی محبت کا صلہ ہے، قرآن کی ایک سورت کی محبت یہ مقام رکھتی ہے تو صورت مصطفیٰ کی محبت کیا مقام رکھتی ہوگی۔

دل میں چاہت ہو پیمبر کی تو دوزخ کیسی
پھر سر حشر یہ دوزخ کا لبادہ کیا ہے
اے فرشتو! میرے اعمال نہ تولو ٹھہرو
پہلے دیکھو میرے آقا کا ارادہ کیا ہے

ستون حنانہ سے حضور علیہ السلام کتنے دور گئے ہوں گے کہ وہ رونے لگا کبھی کسی کی محبت میں درخت بھی روئے ہیں۔ اقبال نے کیا خوب کہا:

من چہ گویم از تو لایش کہ چیست
خشک چوبے در فراقِ او گریست
ہستیِ مسلم تجلّی گاہِ او
طور ہا بالا زگردِ راہِ او

مہر غلام رسول (شارح کلام اقبال) لکھتے ہیں کہ وہ تنا اس لیے رویا تھا کہ پہلے ذکر خدا سنتا تھا جس سے وہ اب محروم ہو گیا۔ اور مرشد اقبال رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اُستن حنانہ از ہجر رسول
نالہ می زد ہمچو ارباب عقول

مسندت من بودم از من تاختی
برسر منبر تو مسند ساختی

مرشد اقبال کہتا ہے کہ محبت رسول میں رویا اور شارح صاحب فرماتے ہیں ذکر خدا کی وجہ سے۔ اب دو ہی باتیں ہیں یا تو یہ کہ محبت رسول ہی ذکر خدا ہے اور یا پھر شارح صاحب کو شاعر کا کلام سمجھنے کی توفیق ہی نہیں ملی۔

معذور دارمت کہ تو او را نہ دیدہ ای

''میں تجھے معذور سمجھتا ہوں اس لیے کہ جو استن حنانہ پر بیتی ہے تیرے اوپر نہیں بیتی''۔

تو ان کو جانتا ہی نہیں جن کی محبت میں ابوبکر صدیق نے اپنے سگے بیٹے کو کہہ دیا تھا کہ میں تو تیری تلوار کی زد میں کئی مرتبہ آیا اور تو نے ہر بار باپ سمجھ کر مجھے چھوڑ دیا لیکن قسم بخدا! اگر تو میری تلوار کی زد میں ایک بار بھی آجاتا تو بیٹا سمجھ کر چھوڑ نہ دیتا رسول کا دشمن سمجھ کر ٹکڑے کر دیتا۔

جس کی محبت میں ام حبیبہ (ام المومنین) نے اپنے سگے باپ کو بستر مصطفیٰ پہ نہ بیٹھنے دیا کہ یہ محبوب خدا کا بستر ہے اور تو ابھی کافر ہے اور انما المشر کون نجس۔

پھر مجھے یہ بتاؤ کہ اگر کسی کا باپ لنگڑا ہو تو وہ اس کو لنگڑا کہے گا؟ ہرگز نہیں۔ یا کوئی دوسرا کہے تو برداشت کرے گا؟ نہیں۔ کیوں؟ اس میں یہ عیب ہے تو سہی مگر غیرت کا تقاضا یہی ہے کہ برداشت نہ کیا جائے۔

تو اس سے بڑا بے غیرت کون ہوگا کہ جو بے عیب رسول میں عیب نکالے اور کہے یہ نہیں جانتے تھے وہ نہیں جانتے تھے، وہ کسی شی کے مالک و مختار نہیں ہیں۔ اور پھر اس سے بڑا بے غیرت کون ہوگا جو ان کہنے والوں کو اپنا امام و پیشوا مانے۔

بہت سادہ سا ہے اپنا اصولِ زندگی کوثر
جو ان سے بے تعلق ہو ہمارا ہو نہیں سکتا

ارے وہ محبوب جس سے احد پہاڑ بھی محبت کرے، استن حنانہ بھی محبت کرے، جس سے خدا بھی محبت کرے اور ساری خدائی بھی محبت کرے۔

محبوب دو عالم ہیں ادھر آ کے تو دیکھو
مشتاق نگاہیں اِدھر بھی ہیں اُدھر بھی

دنیا کا ہر محبوب ایسا ہے کہ جس سے کوئی ایک محبت کرتا ہے، دوسرا کرے تو جنگ شروع، مگر یہ کیسے محبوب ہیں کہ جن سے ہر کوئی محبت کرتا ہے اور محبین کی آپس میں محبت بھی بڑھتی جاتی ہے۔

میں کشتی میں اکیلا تو نہیں ہوں
میرے ہمراہ دریا جا رہا ہے

محبت والے تو یوں اندازے لگاتے ہیں کہ یہ سورج بھی حضور کی محبت میں دوڑ رہا ہے اور یہ چاند ستارے بھی آقا کی محبت میں سرگرداں ہیں اور انہی کو تلاش کر رہے ہیں۔ امید لگتی ہے تو دوڑنے لگتے ہیں اور جب محبوب ہاتھ نہیں آتا تو افسوس کے سمندر میں ڈوب جاتے ہیں، ہوا بھی انہی کی تلاش میں ہے کبھی آہستہ چلتی ہے کبھی آندھی بن جاتی ہے، کچھ نظر نہیں آتے تو آہستہ چل کر سانس لے لیتی ہوں، اور جب دکھائی دیتے ہیں تو تیز ہو کر آندھی ہو جاتی ہوں، اور جب نہیں پا سکتی تو کہتی ہے۔

تو کہاں؟ وہ کہاں؟

ایک بیدم ہی نہیں تیار مرنے کیلئے
جو تیرے کوچے میں ہے وہی کفن بردوش ہے

میں ہوا تم ہوئے میر ہوئے
ان کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

محبت کے مُحرّکات ثلٰثہ:

(حسن و جمال، فضل و کمال اور جود و نوال) اگر کسی ذات میں اکٹھے بطریق اتم جلوہ گر دیکھنے ہوں تو وہ ذات مصطفیٰ کو دیکھے۔ ساری کائنات کا حُسن و جمال ایک طرف اور حضور کی زلف کا صرف ایک بال ایک طرف۔ (علامہ خدا بخش اظہر رحمۃ اللہ علیہ)

انسان اپنے جسم کو آرام پہنچانے کیلئے ہر تکلیف سے بچنے کی پوری کوشش کرتا ہے مگر

یہی انسان حسن و جمال کیلئے ہر تکلیف برداشت کر جاتا ہے، سورۂ یوسف پڑھ لو کہ ہاتھ کاٹنے گوارا کر لیے مگر حسن دیکھنے سے باز نہ آئیں۔ اس لیے ہم نے

زیارت کی یہ گھر بیٹھے نئی صورت نکالی ہے
مدینے کی حسیں دنیا نگاہوں میں بسا لی ہے
میری حالت نہ پوچھو کون ہوں کس دھن میں رہتا ہوں
میرا سینہ مدینہ ہے میری دنیا نرالی ہے
ہے دوزخ کیا؟ میری سرکار کی نظروں میں گر جانا
جسے کہتے ہیں جنت وہ نگاہ لطف عالی ہے

ہر کسی کی محبت کے شرکاء آپس میں دشمن و رقیب ہوتے ہیں اور حضور سے محبت کرنیوالے آپس میں حبیب و حلیف ہوتے ہیں، دنیا والوں سے محبت کرو تو لوگ شک کرتے ہیں، حضور سے محبت کرو تو لوگ پیار کرتے ہیں۔ دنیا والوں کی تعریف کرو تو خوشامد کے زمرے میں آتی ہے حضور کی تعریف کرو تو محبت کے زمرے میں آتی ہے۔

نہ یہ ممکن کہ ہو کچھ حمد ہی اللہ کی کامل
نہ یہ آساں کہ ہو نعت نبی کا شرف ہی حاصل
نہ یہ آساں نہ وہ آساں یہ دونوں کام مشکل ہیں
بس اے شاغل بقول پاک حضرت میرزا بیدل
زلاف حمد و نعت اولیٰ ست برخاک اَدب خفتن
سجودے میتواں بردن درودے میتواں گفتن

وسیلہء عظمیٰ:

اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان وسیلۂ عظمیٰ حضور علیہ السلام کی ذات بابرکات ہے اللہ تعالیٰ تو مخلوق کو براہِ راست دے سکتا ہے مگر مخلوق لے نہیں سکتی، جس طرح پھول، پھل، پتے اور شاخیں جڑھ سے ہی فیض لیتے ہیں مگر تنے کے واسطے سے بلا تشبیہ مخلوق خالق سے ہی لیتی

ہے مگر نبوت کے واسطے سے، تنا جوں جوں جڑ کے قریب آتا جاتا ہے سخت سے سخت تر ہوتا چلا جاتا ہے اور جوں جوں ٹہنی کے قریب آتا جاتا ہے نرم ہوتا جاتا ہے ہمارے آقا علیہ السلام کی بھی دو جہتیں ہیں خدا کے قرب میں ہوں تو فرماتے ہیں انا من نور اللہ اور مخلوق کے پاس آتے ہیں تو فرماتے ہیں انا بشر مثلکم پھر یہ تو آپ کی حالتیں ہیں حقیقت کیا ہے؟

اللہ ہی کو معلوم ہے کیا جانیے کیا ہو

فلک پر چاند کی پہلی کا اپنا ہی نظارہ ہے
جہاں سمجھا کسی نے یار کا ابرو سنوارا ہے
مگر ناصر مجھے تو اس طرح معلوم ہوتا ہے
شب معراج آقا نے کہیں ناخن سنوارا ہے

دل کا رنگ کیسے اُترے گا!

اولیاء اللہ ہم میں رہے مگر ہماری طرح نہیں رہے۔ ہم دل بدلی میں لگے رہے اور یہ دل بنانے میں رہے۔ یہ مقام و مرتبہ انہیں صرف کپڑا پہننے سے حاصل نہیں ہو گیا۔ بلکہ اس دل کو عشقِ الٰہی کی بھٹی میں سلگایا ہے۔ یہ دنیا مقامِ عبرت ہے مگر اس سے ہم سبق حاصل نہیں کرتے۔

دیکھئے ہمارے گھروں میں تانبے کی پتیلی ہوتی ہے۔ مدتوں بغیر قلعی پڑی رہتی ہے۔ ہمارے یو۔پی کا رواج یہ ہے کہ بچیوں کی شادی میں تانبے کے برتن بغیر قلعی ہی دیئے جاتے ہیں۔ اس میں مصلحت یہ ہے کہ اگر اس پر قلعی کر دی جائے تو یہ صحیح اندازہ نہ ہو سکے گا کہ یہ نیا برتن ہے یا پرانا اس لیے اس پر قلعی نہیں کراتے۔

برسوں کی زنگ آلود پتیلی گھر میں رکھی ہے۔ اب اسے استعمال کی ضرورت پڑ گئی تو آپ بغیر قلعی کے اسے استعمال نہیں کر سکتے۔ ورنہ کھانے میں زہر آ جائے گی یعنی زہر کا اثر آ جائے گا۔ لہٰذا آپ کہاں گئے؟ قلعی گر کے یہاں۔ قلعی گر پتیلی کو لے کر فوراً قلعی نہیں کر دیتا بلکہ اس کے یہاں چند جوان بچے ملازم ہیں یہ پتیلی ان کو دے دیتا ہے اور لڑکا اس میں

''جھاواں'' زیادہ پکی ہوئی اینٹ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو ڈال کر اور اس پر وہیں کپڑے کو بچھاتا ہے، پھر اس میں دونوں پاؤں ڈال کر اسے پاؤں سے رگڑتا اور مانجتا ہے۔ گویا پتیلی دیدہ وروں کیلئے مقام عبرت بن کر اپنی خاموش زبان میں یہ کہہ رہی ہے کہ اے لوگو مجھ سے سبق حاصل کرو کہ جب میں نے یہ چاہا کہ میں چمک جاؤں تو مجھے کسی کے پاؤں کی ٹھوکر میں آنا پڑا۔ پائمال کی جارہی ہوں روندی جارہی ہوں، ٹھکرائی جارہی ہوں، چونکہ مجھے چمکنا ہے پھر وہ جوان بچے اس پتیلی کو قلعی گر کے سپرد کرتے ہیں۔ قلعی گر واپس کر دیتا ہے کہ ابھی اس کا زنگ نہیں چھوٹا۔ زنگ اور قلعی اکٹھے نہیں ہوتے۔ اس کو اور مانجو۔ پھر پاؤں کی ٹھوکر میں گئی۔ اب قلعی گر چھومنتر کے ذریعہ اسے نہیں چمکاتا بلکہ آگ کی بھٹی میں ڈال دیتا ہے وہ دیر تک انگاروں اور شعلوں پہ سلگتی ہے۔ جب خوب دہک جاتی ہے تو قلعی گر تھوڑا سا اِنگا پھیر دیتا ہے۔ اور اس کو اور جلا دینے کیلئے آمیزش کر دیتا ہے۔ اب وہی جو زنگ آلود تھی اس کی آب وتاب پر آنکھ نہیں ٹھہرتی۔

آپ جیسے دانشوروں نے سمجھ لیا ہوگا کہ پتیلی جب چمکنا چاہتی ہے تو ہزار ہا مصیبتوں سے گذرنے کے بعد تب کہیں قابلِ استعمال ہوتی ہے۔

کتنے عالم ہیں کہ غنچوں پہ گذر جاتے ہیں
تب کہیں جا کے وہ رنگین قبا ہوتی ہے

(علامہ مشتاق احمد نظامی کی ایک تقریر سے)

ادب کرو! گستاخی سے بچو:

جب نمرود وفرعون نے دعوائے خدائی کیا اس وقت اللہ تعالیٰ نے نہیں پکڑا مگر جب ابراہیم وموسیٰ کے مقابلے میں آکر گستاخی کے مرتکب ہوئے نمرود کے دماغ میں مچھر ڈال کر اس کا سر جوتوں سے پٹوایا اور فرعون کو دریائے نیل کی لہروں کے حوالے کر دیا حالانکہ اس سے پہلے کبھی ان کو سر درد تک نہ ہوئی تھی۔

ابولہب نے ساری عمر شرک کیا مگر موقع دیا جاتا رہا لیکن جب حضور علیہ السلام کی گستاخی کی اور کہا: تبالك يا محمد الهذا جمعتنا۔ تو فوراً پوری سورت اتر آئی ابوجہل ساری زندگی

عیش کرتا رہا لیکن بدر میں جب حضور کے مقابلے میں آیا اللہ نے بچوں کے ہاتھوں مروا دیا۔

یوسف علیہ السلام کو مصر والوں نے جب غلام کہنا شروع کیا کہ زلیخا غلام پہ عاشق ہوگئی ہے اللہ تعالیٰ نے گوارا نہ فرمایا وار مصر کے بچے بچے کو یوسف علیہ السلام کا محتاج و غلام بنا کے چھوڑا، یعنی قحط پڑا تو لوگ اپنے بچے لے کر آئے کہ ان کو غلام بنا لو اور ہمیں کھانے کو دے دو، اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں مقام نبوت کیا ہے۔ لہٰذا کسی بھی آڑ میں توہین رسالت کا ارتکاب نہ کرنا ورنہ ۔ تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

؎ مقدّر یا خدا! بیدار کردے
سگِ کوئے محمد یار کردے

یقیناً جن کے دل میں ایمان کی کلی ہے اور ادب کا پودا ہے تو جس طرح بادِ صبا کا ایک جھونکا غنچے کو پھول بنا دیتا ہے اسی طرح مدینے کی ہوا کا جھونکا تیرے دل کی کلی کو پھول بنا کے چھوڑے گا۔

؎ نظر والیاں نوں صاف نظر آیا
کملی والے دا چہرہ قرآن وچوں
بوسے سوہنے دے روضے نوں دین خاطر
نوری اوندے نیں باغ۔ جنان وچوں
میری جان دی جان ہے درد اُسدا
جانِ جان میں دیواں کیوں جان وچوں
حافظ آقا نوں جدوں پکاریا میں
بیڑی نکل گئی میری طوفان وچوں

دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں:

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ

؎ دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

تو ہمارے پیش نظر قرآن پاک کی یہ آیت ہوتی ہے: **ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم**۔ تو جب مصطفیٰ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے تو خدا کے ہاتھ میں کیا کچھ نہیں؟ جب سب کچھ خدا کے ہاتھ میں ہے تو پھر اس عقیدے میں خرابی ہی کیا ہے کہ

؎ دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

غیرت کا تقاضا:

یاد رکھو! غیرت مند امتی بنو! اپنے نبی سے پیار کرو اور ان کی گستاخی کی بات جس سے بھی سنو! اس کو مٹا دو، اس سے ٹکرا جاؤ یا خود فنا ہو جاؤ یا اس کو پاش پاش کر دو۔ کیا تم نے پڑھا نہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق نے اپنے باپ کی زبان سے (جبکہ وہ مسلمان نہ ہوا تھا) گستاخی رسول کا جملہ سُنا تو باپ کے منہ پہ تھپڑ رسید کر دیا اور حضور کی بارگاہ میں عرض کیا آقا یہ تو تھپڑ تھا قسم بخدا اگر اس وقت میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو میں آپ کے مقابلے میں اپنے باپ کا سر تن سے جُدا کر دیتا۔

؎ عشق بڑھتا رہا سوئے دار و رسن
زخم کھاتا ہوا مسکراتا ہوا
راستہ روکتے روکتے تھک گئے
زندگی کے بدلتے ہوئے زاویے

بی بی آسیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو محبت کی نگاہ سے دیکھا اور فرعون سے کہا **قرۃ عین لی ولک**۔ ہوسکتا ہے یہ بچہ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بن جائے فرعون کی بیوی ہو کر موسیٰ علیہ السلام کی منظور نظر ہوگئی اور جنت کی سرداری مل گئی۔ ثابت ہوا جو اللہ کے کسی بھی نبی کو محبت سے دیکھے اس پر نبی اللہ کی نگاہ کرم ہو جاتی ہے چاہے وہ فرعون کے گھر میں ہی ہو۔ **(ھل جزاء الاحسان الا الاحسان)**

بی بی مریم پہ تہمت لگی تو آپ نے تہمت لگانے والوں سے بات کرنا پسند نہ فرمایا **(فاشارت الیہ)** اور عیسیٰ علیہ السلام فوراً بول اٹھے **(انی عبد اللہ)** فرمایا میں کوئی بے غیرت نہیں ہوں کہ میری ماں پہ تہمت لگے اور میں چپ رہوں۔

لہٰذا غیرت کا تقاجا ہے کہ ہمارے بے عیب آقا پہ کوئی انگلی اٹھائے تو اس کی انگلی سلامت نہ رہے۔ (علامہ عبدالرشید جھنگوی)

ایک نومسلم کے ایمان لانے کی ایک وجہ:

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون پی ایچ ڈی (نومسلم) نے اپنے اسلام لانے کی وجوہات بیان کرتے ہوئے ایک وجہ یہ بھی لکھی کہ کوئی حضرت موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام اور تورات وانجیل کی توہین کرتا پھرے تو عیسائی یہودی ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ لیکن شعائر اسلام میں سے کسی کی اگر کوئی توہین کرے تو پوری دنیا کے مسلمان آگ بگولا ہو جاتے ہیں ان کی اس غیرت مندی نے بھی مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ اور اسلام قبول کرنے میں میری مدد کی ہے۔

ہمت کرو جوانو! کشتی بھنور سے نکلے
ایسا نہ ہو کہ بلبل روتا چمن سے نکلے

عظمت مصطفیٰ کا اندازہ یوں لگایا جاسکتا ہے کہ کاغذ پہ اگر قرآن کی آیت لکھی جائے تو اب وہ صرف کاغذ نہیں ہے بلکہ قرآن ہے تو جس کے دل پہ پورا قرآن نازل ہوا ہے اس صاحب قرآن علیہ السلام کی عظمت کیا ہوگی۔

جس انجمن میں ذکر رسالت مآب ہے
اس انجمن میں سانس بھی لینا ثواب ہے
ختم الرسل ہے حاصل ام الکتاب ہے
اس پر سلام جس کا پسینہ گلاب ہے

دلیل کی پانچ قسمیں:

دلیل کی پانچ قسمیں ہیں:

1- صدق محض
2- کذب محض
3- صدق غالب
4- کذب غالب
5- دونوں جہتیں برابر۔ (امام راغب)

اور برہان سب سے اوپر کا درجہ رکھتی ہے جو یقینی مقدمات سے بنتی ہے اور تشکیک مشکک سے زائل بھی نہیں ہوتی اور ہمارے حضور کی شان یہ ہے کہ آپ کا نعم (ہاں) کہنا بھی دلیل ہے اور لا (نہیں) کہنا بھی دلیل ہے۔ آپ کا امر بھی دلیل ہے، نہی بھی دلیل ہے بلکہ بولنا بھی دلیل ہے اور چپ رہنا بھی دلیل ہے۔ (ایضا)

لکھوں اگر حضور کے احسان کم سے کم
صفحہ فلک بنیں میرا دیوان کم سے کم
دریا درخت سب ہوں قلم کم سے کم
پھر جا کے لکھا جائے گا عنوان کم سے کم
(صلی اللہ علیہ وسلم)

شیطان و مسلمان میں کم سے کم یہ فرق تو ہونا چاہیے کہ اگر شیطان نے خالی عبادت کی ہے اور تعظیم نبی کا منکر ہوا ہے تو مسلمان عبادت بھی کرے اور تعظیم رسول بھی کرے، ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ شیطان آدم کے آگے جھکنے کو تیار نہ ہو اور یہ (آج کا مسلمان) تعظیم مصطفیٰ کیلئے اٹھنے (قیام برائے سلام بر خیر الانام) کیلئے تیار نہ ہو، طریقہ بدلنے سے دفعہ نہیں بدلتی چاہے گولی سے مارو یا ڈنڈے سے دفعہ تین سو دو ہی لگے گی بات تو ایک ہی ہے نہ اُس نے تعظیم نبی کی نہ یہ کرتا ہے بلکہ یہ بڑا مجرم ہے جو امام الانبیاء کی تعظیم نہیں کرتا۔ جس نے صرف نبی کی تعظیم نہ کی وہ جنت سے نکال دیا گیا اور یہ نبیوں کے امام کی تعظیم نہ کر کے کیا جنت میں بلا لیا جائے گا۔ ان کو عبات کرنا آتا ہے عبادت کو بچانا نہیں آتا کیونکہ عبادت خدا تو تعظیم مصطفیٰ سے بچتی ہے اور یہ اس کو شرک سمجھتے ہیں اور عقیدہ کچھ اس طرح کا رکھتے ہیں کہ جس کا نام محمد و علی ہو وہ کسی شی کا مالک و مختار نہیں جبکہ اپنا یہ عقیدہ ہے اور ڈنکے کی چوٹ پر ہے کہ

صدقہ ہے مصطفیٰ کا جو بَن میں بہار ہے
گل پہ شجر پہ شمس و قمر پہ نکھار ہے
مختار کل بنا کے خدا نے یہ کہہ دیا
جس کو جو چاہو دو تمہیں اختیار ہے

اور جو نبی علیہ السلام کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ وہ بڑے بھائی کی طرح ہوتا ہے تو میں اس سے صرف اتنا کہوں گا کہ جب تم باجماعت نماز پڑھتے ہوتو اگر تمہارا بڑا بھائی جماعت کرا رہا ہوتو تم دو تین رکعت نماز میں پیچھے اس امام کے کہنے کی بجائے پیچھے اس بڑے بھائی کے کہنے سے نماز نہیں بچا سکتے تو امام الانبیاء کو بڑا بھائی کہہ کر ایمان کیسے بچا سکتے ہو۔ ہاں ایک صورت ہے کہ نماز سے نکل جاؤ (تو اپنے امام بھائی کو) بڑا بھائی کہہ لو اور رسول کی غلامی سے نکل جاؤ تو پھر نبی کو بھی بڑا بھائی کہتے پھرو۔ اور بروز قیامت جب ہم اپنے آقا کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو آپ ادب کرنیوالے اپنے غلاموں کو دیکھ کر تو فرمائیں گے کہ جب تم نے میرے حسین حضرت غوث، خواجہ اجمیر کی شان کو نہیں بھولے تو بھلا میری تعظیم کو بھلا کیوں بھولتے اور بے ادبوں کو دیکھ کر فرمائیں گے کہ جب تم نے مجھے کچھ نہ سمجھا تو میرے حسین کو کیا سمجھتے اور غوث اعظم کو کیا جانتے۔ جاؤ آج کسی بڑے بھائی کی تلاش کرو میں کوئی بڑا بھائی ہوں؟ میں تو نبیوں کا نبی، رسولوں کا امام اور محبوب خدا ہوں۔ (سید محمد ہاشمی میاں)

خود کو جو عشق شاہ دیں میں مٹا لیتے ہیں
وہ بیاباں کو چمن زار بنا لیتے ہیں
تم ابھی ناپ نہ پائے کہ سورج ہے کہاں
جس کو سرکار سرِ شام بلا لیتے ہیں

تم زباں رکھ کے بھی سچ نہ پائے لوگو
بے زبانوں کو نبی کلمہ پڑھا لیتے ہیں

(ہاشمی میاں نے اس تقریر میں یہ بھی کہا کہ بعض عورتیں کہتی ہیں کہ خاوند کا نام لینے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے ایک عورت جس کے خاوند کا نام رحمت اللہ تھا وہ اس خطرے کے پیش نظر نماز سے سلام پھیرتے ہوئے کہتی السلام علیکم منے کے ابو۔ ارے نام لینے سے نکاح ٹوٹتا ہوتا تو طلاق کی کیا ضرورت تھی۔ تین بار کہو عبداللہ، عبداللہ، عبداللہ اور گھر جاؤ بات ختم)

تعریف اس رسول کی کیا کر سکے کوئی
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

صلوٰۃ وسلام قبل الاذان:

آذان کی فضیلت میں حدیث پاک کے اندر آتا ہے کہ آذان کی آواز سُن کر شیطان گوز مارتا ہوا چھتیس میل دور بھاگ جاتا ہے اس کی وجہ علماء نے یہ بیان فرمائی ہے کہ آذان ایک نور ہے اور نور میں ٹھنڈک ہے جبکہ شیطان نار سے ہے جس میں تپش ہے جو کہ ٹھنڈک سے ختم ہو جاتی ہے اس لیے شیطان مقام آذان سے بھاگ جاتا ہے۔

(الابریز: شیخ عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ)

نیز آذان کی یہ بھی فضیلت ہے کہ جہاں جہاں تک آذان کی آواز جاتی ہے قیامت کے دن ہر شئی مؤذن کے ایمان کی گواہی دے گی اور مؤذن کی گردن قیامت کے دن سب سے بلند ہوگی یعنی اس کی شان وعظمت بہت اونچی ہوگی جب آذان اتنا بابرکت کام ہے تو ہر بابرکت کام سے پہلے جس طرح بسم اللہ شریف پڑھنی چاہے (کل امر ذی بال لم یبدء ببسم اللہ فھو اقطع) اسی طرح ہر بابرکت کام سے پہلے اپنے آقا علیہ السلام پر درود وسلام بھی پڑھنا چاہیے جن کے صدقے ہمیں یہ عظیم نعمت ملی ہے۔ جیسا کہ جامع صغیر میں حدیث بھی ہے۔

القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع میں علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ ابن کثیر کے وہ ابن قیم کے وہ ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں اور ابن تیمیہ ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ ہیں مخالفین کے) فرماتے ہیں آذان سے پہلے سلام پڑھنا جائز ہے ویو جر بحسن نیتہ۔ حُسن نیت پہ ثواب بھی ملے گا۔ یہی درود وسلام جو آذان سے پہلے صدیوں سے پڑھا جا رہا ہے اورادِ فتحیہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو چودہ سو اولیاء کا وظیفہ قرار دیا اور فرمایا جو اس کو پڑھے گا چودہ سو اولیاء کا فیض پائے گا۔

شکر النعمہ میں مولوی اشرف علی تھانوی کا واقعہ ہے کہ کانپور میں وعظ کے دوران ایک شخص نے خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت کی اور آپ نے فرمایا: ''اشرف علی کو میرا سلام دینا'' اس شخص نے بیدار ہونے کے بعد مجلس وعظ میں ہی سلام عرض کیا تو تھانوی صاحب کہنے لگے: ''آج تو میرا دل چاہ رہا ہے کہ کثرت کے ساتھ حضور کی بارگاہ میں ان لفظوں سے سلام عرض کروں: ''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ''۔

ضیاء القلوب میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور علیہ السلام کی زیارت کیلئے یہی درود شریف بتایا ہے۔

الشہاب الثاقب میں حسین احمد مدنی (ٹانڈوی) نے لکھا ہے کہ ہمارے علماء تو کثرت سے یہ درود شریف پڑھتے ہیں جبکہ وہابیہ منع کرتے ہیں۔

تبلیغی نصاب میں لکھا ہے کہ میرے نزدیک دور ہو یا قریب یہی درود شریف پڑھنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں صلوٰۃ بھی ہے اور سلام بھی۔ (اور اللہ تعالیٰ نے صلوا علیہ وسلموا تسلیما میں صلوٰۃ وسلام دونوں کے پڑھنے کا حکم دیا ہے) خدام الدین ستمبر 1963ء میں لکھا ہے کہ اس درود سے منع نہیں کرنا چاہیے کیونکہ حاجی امداد اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ اس کے جواز میں شک نہیں۔ (مولانا محمد صدیق ملتانی)

؎ نظر جو آئی میرے دل میں آرزوئے رسول
خدا نے کردیا ہے مجھ کو روبروئے رسول
خدا جو پوچھے گا دنیا سے کیا تو لایا ہے
درود پڑھ کے کہوں گا کہ آرزوئے رسول
(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضور علیہ السلام کی نماز جنازہ:

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نماز جنازہ کس طرح پڑھی گئی بعض روایات میں ہے کہ صحابہ کرام ٹولیوں کی شکل میں آتے گئے اور درود وسلام پڑھتے گئے جبکہ بعض دیگر روایات میں ہے کہ آپ کی نماز جنازہ موجودہ اور معروف طریقے سے پڑھی گئی لیکن اس میں امام کوئی نہیں تھا اور اللّٰھم اغفر لحینا و میتاوالی دعا کی بجائے آپ کی تعریف وتوصیف کے کلمات عرض کیئے گئے۔

(تحقیق النصرۃ للشیخ زین الدین بن الحسین الراغی، شرح علامہ زرقانی 292/8، فتاویٰ رضویہ 54/4 قدیم، شمائل ترمذی صفحہ 34، الطبقات الکبیر جلد 2 جزء 2 صفحہ 527، الخصائص الکبریٰ 394/3، سیرت حلبیہ 478/3، ماثبت بالسنہ صفحہ 101، اشعۃ اللمعات 603/4)

ان تمام کتب میں مندرجہ بالا دونوں مؤقف بڑی شرح وسبط کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ میں امام کیوں نہیں تھا اور اللھم اغفرالخ دعا کی جگہ کون سے کلمات ادا کئے گئے ان کو بیان کرنے سے پہلے اس موضوع پہ چند نکات کا مجموعہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

- مذکورہ دعا اس لیے نہ پڑھی گئی کہ اگر امت نے بھی اپنے نبی کیلئے بخشش کی دعا ہی مانگنا تھی تو وہ نبی اپنی امت کو کیا بخشائے گا جو خود ان کی دعائے مغفرت کا طالب ہے، جبکہ آپ کی شان تو یہ ہے کہ اگر آذان کے بعد سو کروڑ امتی بھی ات محمد ن الوسیلة کی دعا کرے گا تو سب پر وجبت له شفاعتی کا حکم لاگو ہوجائے گا اور اکیلے آقا سب کو جنت میں لے جائیں گے۔

رنگیں اتنی چڑھیں رنگ تمہارا لے کر
کیا سے کیا ہوگئے ہم تیرا سہارا لے کر

- تین دنوں کے بعد تدفین کا راز یہ تھا کہ حجرہ مبارک چھوٹا تھا جیسا کہ پیچھے گذرا کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں تہجد کی نماز کے وقت حضور علیہ السلام سجدہ میں جاتے وقت مجھے ہٹا کر سجدہ کرتے، اور صحابہ کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب تھی اور اصول کافی میں ہے: لم یبق من المهاجرین و الانصار الا صلوا علیه۔ مہاجرین وانصار میں سے ہر ایک نے نماز جنازہ میں شرکت فرمائی۔ ثابت ہوا (اور دشمنان صحابہ کی بخاری شریف یعنی اصول کافی، جس کے بارے میں ان کے امام معصوم کا ارشاد ہے هذا کاف لشیعتنا۔ ہمارے شیعوں کو یہی ایک کتاب ہی کافی ہے) کہ خلافت کے چکر میں جنازہ تین دن نہ پڑا رہا بلکہ درود وسلام کے جلووں کی تین دن بارش ہوتی رہی۔ جبکہ انہی صاحبوں کے تیرہویں کشمیری امام آیت اللہ خمینی کی تدفین بھی تیسرے دن ہوئی اور چودہ سو سال کے بعد اس مسئلہ پر اللہ نے ان کی زبانوں کو صحابہ کرام پر طعن کے سلسلہ میں بند کردیا۔

جگر صد چاک، دل ٹکڑے شکستہ ساز رکھتا ہوں

بڑا دیوانہ ہوں وحشت کے سب انداز رکھتا ہوں
زباں خاموش لیکن بر بنائے راز رکھتا ہوں
مگر ان تک پہنچ جاتی ہے وہ آواز رکھتا ہوں
مدینے تک رسائی کے بھی کچھ انداز رکھتا ہوں

شیعہ حضرات کے اعتراضات اوران کے جوابات:

یہ حضرات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے غیرارادی طور پر مندرجہ بالا عمل کے صدور پر بھی اعتراض کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سجدہ کرنے جاتے تو وہ آگے ٹانگیں کر دیتیں مگر یہ ساری کاروائی اپنے عقیدے پر پردہ ڈالنے کیلئے کرتے ہیں جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس عمل سے بھی ہمیں تو دین کا بہت بڑا مسئلہ مل گیا کہ ایسی حالت میں نماز کے اندر کسی قسم کا خلل واقع نہیں ہوتا (جیسا کہ علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر میں گذر چکا) کبھی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو حضرت عمر نے علی کے بارے میں وصیت نہ لکھنے دی، اگر نہیں لکھنے دی تو پھر تمہارے نزدیک حضرت علی وصی رسول کیسے بن گئے، عجیب بات ہے کہ عمر نے نبی کو بھی چپ کرادیا اور علی کو بھی کیا یہی علی شیر خدا، حیدرِ کرار اور فاتح خیبر ہیں۔

۔ پیر علی نوں بزدل آکھن حال ویکھو حبداراں دا

- کبھی اپنے لمبے کلمے کا ڈھونگ رچاتے ہیں جو قرآن وحدیث سے تو کیا ثابت کریں گے عدالت میں اپنی کتابوں سے بھی ثابت نہ کرسکے اور جب اس دنیا کی عدالت میں ثابت نہیں کر سکے تو اللہ کی عدالت میں کیسے ثابت کریں گے، ان کے علماء نے تسلیم کیا جو آج بھی پرنٹ شدہ موجود ہے کہ ہم علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفته بلا فصل کو کلمہ کا جز نہیں مانتے بلکہ تعظیم ومحبت کی وجہ سے ساتھ ملاتے ہیں ہمارے علماء نے کہا: پھر کیا قرآن سے محبت نہیں ہے؟ کیا حضرت فاطمہ کی تعظیم نہیں کرو گے؟ کعبہ معظمہ کی عزت دل میں نہیں ہے؟ حسن وحسین کا احترام دل میں نہیں ہے؟ پھر محمد رسول اللہ اور بلا فصل کے بعد یہ الفاظ بھی ملالیا کرو: وان الفاطمة بنت رسول الله وان الكعبة بيت الله وان القران كتاب الله وان الحسن

والحسین ابنا رسول اللّٰہ۔ فرماتے ہیں اس طرح تو کلمہ بہت لمبا ہو جائے گا؟ میں نے کہا: ہوتا ہے تو ہو جائے کم از کم احترام تو سب کا ہو جائے گا۔ ارے ایک نبی (موسیٰ علیہ السلام) کے زمانے میں دوسرا نبی (ہارون علیہ السلام) بھی اپنا کلمہ نہیں پڑھتا پڑھاتا، امام الانبیاء کے زمانے میں حضرت علی نے دوسرا کلمہ کیسے بنالیا۔

روح میں تازگی نہیں قلب میں روشنی نہیں
عشق نبی اگر نہ ہو تو آدمی آدمی نہیں

جب حضرت موسیٰ کا کلمہ پڑھ کر ہارون علیہ السلام اور شعیب علیہ السلام کی نبوت قائم رہ سکتی ہے تو حضور کا کلمہ پڑھ کر حضرت علی کی ولایت بھی قائم رہ سکتی ہے۔ (علامہ الٰہی بخش قادری ضیائی)

✿ کبھی ارشاد ہوتا ہے کہ اے سنیو! تم ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہو ہاتھ تو مجرموں کے باندھے جاتے ہیں یا جرم کر کے معافی مانگنی ہو تو لوگ ہاتھ باندھ کر معافی مانگتے ہیں، جبکہ پیدا ہوتے ہو تو کھول کر، مرتے ہو تو کھول کر یہ درمیان میں کیوں باندھ لیتے ہو۔ یہ وہ ڈھکوسلے ہیں جو ان کے علماء و ذاکرین فاضل قم و تہران و مشہد گھڑتے ہیں اور یہ بات صحیح ہے کہ جب تک یہ لوگ ایسے "یکڑ" نہ ماریں ذاکرین کی صف میں آ ہی نہیں سکتے۔ ارے خدا کے بندو! پیدا ہونا اور مرنا تو اضطراری حالتیں ہیں اور اضطراری حالت یہ دوسری حالت کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ اضطراری حالت میں تو خنزیر اور شراب بھی کھانا پینا جائز ہو جاتا ہے اور اگر تم بضد ہو تو پھر نہ ختنہ کراؤ، نہ ساری عمر بال کٹاؤ، نہ کپڑے پہنو، پیدا ہوتے وقت جیسے تھے ویسے ہی رہو اگر یہ سب کچھ تم اپنے امام کے حکم سے کرتے ہو تو ہم بھی یہ سب کچھ امام الانبیاء کے حکم سے کرتے ہیں اور تحت السرۃ ہاتھ باندھنے کی حدیث بھی حضرت علی المرتضیٰ سے ہی مروی ہے اور اس لیے بھی کہ ہاتھ کھلے رکھنا بندے کی فطرت اور عادت ہے اور باندھنا عبادت ہے یہ فرق ہمارے ہاں ہے تمہارے ہاں نہیں ہے۔ (سید محمد یعقوب شاہ رحمۃ اللہ علیہ آف پھالیہ)

وفا کی راہ میں ایسے بھی زخم کھاتے ہیں
یہ حوصلہ کہ ہم پھر بھی مسکرائے ہیں

یہی نہیں کہ کیا ہم نے اپنا گھر روشن
چراغ ہم تو سرِ راہ بھی جلاتے ہیں

بیشمار نبی آئے کلمہ کا پہلا جز نہ بدلا دوسرا بدلتا رہا کبھی نوح نجی اللہ کبھی موسیٰ کلیم اللہ۔ پہلا جز تب بدلے جب الہ بدلتا مگراب تا قیامت نہ لا الہ الا اللّٰہ بدلے گا نہ محمد رسول اللہ ہر نبی کے خلفاء ہوئے مگر کسی کے خلیفہ کا نام کسی نبی کے کلمہ میں نہ آیا اس لیے کہ یہ کلمہ ہے کلام نہیں ہے کلمہ کو نہ ولی بناتا ہے نہ صحابی بلکہ اللہ کا نبی بناتا ہے اگر نبی نے علی ولی اللہ کلمہ کا جز نہیں بنایا تو ہم کیوں بڑھائیں۔ (علامہ الٰہی بخش)

حضور علیہ السلام کی نماز جنازہ میں امام کیوں نہ تھا؟:

حضور ﷺ کی نماز جنازہ میں امام مقرر نہ کرنے کی علمائے کرام نے متعدد وجوہات بیان کی ہیں۔ امام شافعی نے اس کو حضور ﷺ کی عظمت اور خصوصیت قرار دیا اور یہ بھی فرمایا کہ کسی ایک کے امام بن جانے سے ترجیح بلا مرجح لازم آتی علاّمہ بیجوری نے بیان کیا کہ اس وقت تک کسی ایک کی امامت پر اتفاق نہیں ہوا تھا۔ بعض نے کہا آپ کا جنازہ مبارکہ حجرہ شریفہ میں موجود تھا اور وہاں اتنی گنجائش نہ تھی کہ تمام صحابہ جماعت کے ساتھ ایک امام کے پیچھے نماز پڑھ لیتے۔

شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ آپ کی نماز جنازہ کی ولایت کا استحقاق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیلئے ثابت تھا لیکن حضرت ابوبکر دوسرے معاملات میں مصروف تھے اس لیے لوگوں نے فرداً فرداً نماز جنازہ پڑھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ حضور ﷺ حالت حیات و وفات دونوں میں مسلمانوں کے یکساں امام تھے پس آپ کی موجودگی میں کسی اور کی امامت کا سوال نہ تھا اور ملا علی قاری نے جمع الوسائل میں یہ روایت بھی نقل فرمائی ہے کہ حضور ﷺ نے علیحدہ علیحدہ نماز جنازہ پڑھنے کا خود حکم دیا تھا۔

جنازہ میں "دعا" کی جگہ کون سے الفاظ پڑھے گئے؟:

عام طور پر نماز جنازہ میں درود شریف کے بعد اللھم اغفر لحینا والی دعا پڑھی جاتی

ہے۔ لیکن سرکار کی نماز جنازہ میں اس دعا کی جگہ مخصوص دعا و ثناء کے کلمات طیبات عرض کیے گئے جو مختلف الفاظ کے ساتھ منقول ہیں۔

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی 923ھ نے یہ کلمات نقل کیے ہیں:

لبیک اللھم ربنا و سعدیک صلوۃ اللہ البر الرحیم و الملئکۃ المقربین والنبین والصدیقین والشھداء والصالحین وما سبح لک من شیء یا رب العلمین علی محمد بن عبداللہ خاتم النبین وسید المرسلین و امام المتقین ورسول رب العالمین الشاھد البشیر الداعی الیک باذنک السراج المنیر و علیہ السلام۔ (المواہب الدنیہ مع شرح الزرقانی 291/8)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ کلمات منقول ہیں:

السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اللھم انا نشھد ان قد بلغ ما انزل الیہ ونصح لامتہ وجاھد فی سبیل اللہ حتی اعز اللہ دینہ ونصح لامتہ وجاھد فی سبیل اللہ وتمت کلمتہ اللھم فاجعلنا ممن یتبع ما انزل الیہ وثبتنا بعدہ واجمع بیننا وبینہ۔

(بحوالہ بزار خصائص کبریٰ 395/3)

اللہ کی پہچان کا ذریعہ:

ہر چیز کی معرفت و پہچان کے مختلف ذرائع ہیں رنگ کی پہچان چھونے یا سننے سے نہیں بلکہ دیکھنے سے ہی ہو گی، ذائقہ کی پہچان سمع و بصر سے نہ ہو گی اسی طرح اللہ کی پہچان بھی محض عقل سے نہیں بلکہ حضور علیہ السلام کے ذریعے سے ہو گی کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف حضور علیہ السلام کے ذریعے سے کروایا ہے۔ (ھو الذی ارسل رسولہ)

عقل کے نارسا ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اکثر اہل عقل ہی اللہ کو نہ پہچان سکے اور کافر ہو کر مرے، علم کے نارسا ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آج بھی علم کی معراج پر پہنچنے والے ایمان سے محروم ہیں، تجربات و مشاہدات کر کے بھی جہاں تھے وہیں رہے۔ (اہل یورپ)

کوئی اگر یہ کہے کہ اللہ تو نور ہے اور نور تو خود چمکدار ہوتا ہے پھر اس کی پہچان کیلئے

ذریعے کی کیا ضرورت؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نور کی پہچان بھی دوسرے نور سے ہوتی ہے دیکھو قرآن نور ہے وانزلنا الیکم نورا مبینا۔ مگر آنکھ میں نور نہ ہو تو کس طرح پڑھ سکتے ہیں شہ رگ کے قریب ہونے کے باوجود بھی ذریعہ ضروری ہے۔

ایک حکایت:

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو شخص سفر میں تھے ایک کے پاس قیمتی ہیرا تھا اور اس کو دوسرے شخص سے چوری کا خطرہ تھا جب رات ہوئی تو ہیرے والے نے سوتے میں ہیرا اس کی جیب میں ڈال دیا وہ رات کو اٹھ کر ہیرے والے کی تلاشی لیتا رہا مگر ہیرا تو خود اس کی اپنی جیب میں تھا تھک ہار کر سو گیا اور ہیرے والے نے صبح اٹھ کر اس کی جیب سے ہیرا نکال لیا۔ تو پاس ہونے کے باوجود اس کو پتہ نہ چل سکا، معرفت نہ ہونے کی وجہ سے کوئی سورج چاند کی پوجا کر رہا ہے اور کوئی ستاروں اور پتھروں کی۔ بچے کے سامنے سانپ چھوڑ دو تو وہ اس سے کھیلنے کی طرف لپکے گا کیونکہ معرفت نہیں اور سمجھدار بندہ دور بھاگے گا کیونکہ معرفت ہے یہی وجہ ہے کہ اہل علم سے زیادہ اہل معرفت اللہ سے ڈرتے ہیں کیونکہ علم نارسا ہے۔

(مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ)

اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان موسیٰ علیہ السلام کو درخت کے ذریعے سے کرائی۔ یموسیٰ انی انا اللہ رب العالمین۔ پہلے زمانوں میں شاید یہ حقیقت سمجھنا مشکل ہو مگر آج کے دور میں بہت آسان ہو گیا ہے کہ میں اگر مائیکروفون میں بولتا ہوں کہ ''میں الٰہی بخش ہوں'' تو اگر ہزار ہارن ہوں تو ہر ہارن سے آواز آئے گی ''میں الٰہی بخش ہوں'' اب ہارن میں نہیں اور میں ہارن نہیں۔ درخت خدا نہیں اور خدا درخت نہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی تجلی درخت پہ ڈالی اور فرمایا: انی انا اللہ رب العالمین۔ تو درخت کا پتہ پتہ ہارن بن گیا اور اس سے نور بھی نکلنے لگا اور انی انا اللہ کا جلوہ بھی صادر ہونے لگا۔ (علامہ الٰہی بخش)

؎ اگر دنیا میں رہنا ہے تو کچھ پہچان پیدا کر

ایک مرتبہ حضرت حلیمہ کے بیٹے سے بھیڑیا بکری چھین کر لے گیا، حضور علیہ السلام نے حضرت حلیمہ کو فرمایا: میں جاتا ہوں اور بھیڑیئے سے بکری واپس لے کر آتا ہوں۔ حضرت

حلیمہ نے کہا: بیٹا آپ تو بہت چھوٹے ہیں اور وہ خونخوار درندہ ہے آپ کیسے لائیں گے؟ فرمایا: امی جان جنگل کے جانور بھی مجھے پہچانتے ہیں۔ (انسان پہچانے یا نہ پہچانے) چنانچہ آپ تشریف لے گئے اور پہاڑی کے اوپر چڑھ کر آواز دی۔ سارے جانور اکٹھے ہو گئے اور آپ کے پاؤں چومنے لگے۔ دیکھا تو ایک بوڑھا بھیڑیا وہی بکری لے کر آ رہا تھا۔ اس نے بکری پیش کر دی۔ آپ نے پوچھا: تو نے ایسا کیوں کیا ہے اور پھر بکری کو کھایا بھی نہیں۔ عرض کیا: آپ پرسوں یہاں تشریف لائے تھے ہم نے آپ کی زیارت کی، کل نہیں آئے ہم پوری رات دن جدائی میں تڑپتے رہے۔ اگر آج یہ بہانہ نہ بناتا تو دیدار کب ہوتا۔ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ سوچا کہ

؎ کتے ویکھن توں پہلوں مر نہ جاواں یارسول اللہ

اس نے وہ بہانہ بنایا ہم نے محفل میلاد کا بہانہ بنایا، اس کو دیدار ہو گیا ہمیں بھی ضرور ہوگا۔ انشاء اللہ۔ (مولانا خدا بخش اظہر)

؎ کون کہتا ہے بے نشان ملتا نہیں
ڈھونڈنے والا ہو اس کو وہ کہاں ملتا نہیں
رو کے مانگ اللہ سے جو دل کی ہے تیری مراد
شیر دایہ طفل کو بھی بے فغاں ملتا نہیں
اپنی بے دردی کا صابر کچھ نہ کر دل میں ملال
بار ور ہونا شجر کو بے خزاں ملتا نہیں

اتحاد امت اور عالم کفر:

ویسے تو ہر دور میں ہی مگر بالخصوص آج کے دور میں عالم کفر کو دو چیزوں سے بہت ڈر ہے ایک تو امت مسلمہ کے اتحاد سے اور دوسرا اس بات سے کہ مسلمان اپنے اصلی اور اسلامی روشن کردار کو اپنا لیں، بس یوں سمجھیں کہ ان کو ایٹم بم سے اتنا خطرہ نہیں جتنا ان دو چیزوں سے ہے اور اس میں مسلمانوں کو ناکام کرنے کیلئے بین الاقوامی ادارے قائم کر رکھے ہیں اور اربوں روپیہ ان دو کاموں میں مسلمانوں کو ناکام کرنے کیلئے لگایا جا رہا ہے۔ بس ذرا سر جوڑ کر مسلمان

بیٹھنے لگتے ہیں تو وہ لوگ متحرک ہو جاتے ہیں، بارہ سو سال پوری دنیا پہ مسلمانوں کی حکومت رہی، اس وقت آپس کے اختلافات کا اتنا نقصان نہ ہوتا تھا جتنا کہ اب ہے اس وقت اسلام سیاسی طور پر بھی حاکم تھا اور اب ایسا نہیں ہے، دنیا کے کسی ایک کونے میں مسلمان ذرا بیدار ہوتے ہیں چاہے وہ کشمیر و فلسطین ہو یا افغانستان و عراق، فوراً سرکوبی کی جاتی ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر یہ سارے متحد ہو گئے تو ہماری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں جبکہ مسلم حکمرانوں کو خبر ہی نہیں کہ ان کے ساتھ کیا دھوکہ ہو رہا ہے اور یہ نام نہاد سپر طاقتیں ہمارے مقدر سے کس طرح کھیل رہی ہیں۔ (اس موضوع پہ چند اشعار ملاحظہ ہوں)

مقید کر دیا سانپوں کو یہ کہہ کر سپیروں نے
یہ انسانوں سے انسانوں کو ڈسوانے کا موسم ہے

نوک خنجر کی عبارت آپ پڑھیے تو سہی
خون کے دھبے بتائیں گے کہ قاتل کون ہے

تمہیں کالی گھٹاؤں کا نہیں پہچانا آیا
نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو بادل ہے

اڑائے کچھ ورق لالہ نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

میں کس کے ہاتھ میں اپنا لہو تلاش کروں
تمام شہر تو پہنے ہوئے ہے دستانے

محبوبانِ خدا اور ان کی لڑاکی بیویاں:

نماز میں تشہد کے اندر "السلام علینا وعلی عباد اللّٰہ الصالحین" کا ذکر ہے۔ شب معراج حضور علیہ السلام نے علینا کہہ کر گنہ گاروں کو بھی اپنے کھاتے میں ڈال لیا۔

علینا پہلے فرمایا اور علی عباد اللہ الصالحین بعد میں فرمایا تاکہ پتہ چلے کہ بات خالی اعمال صالحہ سے ہی نہیں مصطفیٰ کی نگاہ کرم سے بنتی ہے۔ اسی لیے اولیاء کرام کی تعلیمات میں یہ ہے کہ گناہ گار سے پیار کرتے ہیں اور گناہ سے نفرت کرتے۔ اور گناہ گار بھی اولیاء کاملین کے ساتھ ہر دور میں محبت کرتے آئے ہیں اور ان کی بارگاہوں میں حاضر ہو کر دعا خیر کی بھیک مانگتے آئے ہیں۔ بعض بزرگ کبھی دعا کی درخواست پر دعا کرنے سے انکار کر دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ لوح محفوظ یہ دعا کا قبول نہ ہونا پڑھ لیتے ہیں کیونکہ لوح محفوظ کا علم ہر وقت ان کے پیش نظر ہوتا ہے اور وہ اس کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں جیسا کہ قرآن پاک میں ہے یشھدہ المقربون۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لوح محفوظ است پیش اولیاء
آنچہ محفوظ است محفوظ از خطا

تاکہ اگر ان کا مسئلہ حل نہ ہو تو وہ اولیاء کے بارے بدگمان نہ ہو جائیں جبکہ بعض اولیاء دلجوئی کیلئے قبول نہ ہونے کا علم رکھنے کے باوجود بھی دعا کر دیتے ہیں۔ یہ دعا فریقین کیلئے آخرت کا ذخیرہ بن جاتی ہے کیونکہ اگر سائل خود دعا کرتا اور قبول نہ ہوتی تو یہ اللہ کے بارے میں بدگمان ہو جاتا تو اللہ کا نیک بندہ یہ بدگمانی اپنے کھاتے میں ڈال لیتا ہے کہ کہیں سائل اللہ تعالیٰ کی رحمت پہ شک نہ کرنے لگ جائے چونکہ اللہ کے بارے یہ خیال کفر ہوتا تو بزرگ نے دعا کر کے یہ خیال اپنی طرف منتقل کر لیا تاکہ میری عزت پہ حرف آئے تو آئے سائل کفر سے بچ جائے اور اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عزت بھی اس کی نظر میں مجروح نہ ہو۔ الابریز۔

(مدنی میاں آف انڈیا)

اولیاء کرام اپنے دل پہ ہزاروں ملامتوں اور سختیوں کا بوجھ برداشت کر کے بھی راضی برضا رہتے ہیں۔ چنانچہ بعض اولیاء کرام کو ان کے اپنے گھروں میں بھی سخت حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ مثلاً

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کو دوستوں نے شادی پہ مجبور کیا کہ آپ اب تک اس سنت سے محروم پھر رہے ہیں آپ نے دوستوں کی بات مان کر شادی کر لی، ایک دفعہ بیوی نے

ہانڈی لینے بھیجا آپ باہر نکلے تو کسی نے مسئلہ پوچھ لیا آپ نے گھنٹہ بھر تقریر فرمائی جب گھر پہنچے تو بیوی نے غصے میں آ کر وہی ہانڈی جو چولہے پہ رکھی ہوئی تھی دے ماری ہانڈی ٹوٹ گئی اور اس کا حلقہ گلے میں پڑ گیا۔ گھبرا کر باہر نکلے تو انہی دوستوں میں سے ایک نے پوچھا: یہ کیا؟ تو فرمانے لگے:

حالِ من از دست خاتوں ابتر است

''یہ میرا حال بیوی کے ہاتھوں ہوا ہے''۔

اس نے عرض کیا: دفع کرو طلاق دے دو۔ فرمایا:

من چہ گوئم سنت پیغمبر است

''کیا کروں پیغمبر کی سنت جو ہوئی''۔

ایک ولی اللہ کو اس کی بیوی نہیں مانتی تھی جو کرامت دکھاتے وہ رد کر دیتی۔ ایک دفعہ سوچا کہ اسکو منوانا چاہیے۔ چنانچہ ہوا میں پرواز کرتے کرتے اپنے گھر کے چکر لگانے لگے۔ بیوی پہچان نہ سکی، گھر آئے تو آتے ہی بیوی نے کہا: تم بھی ولی بنے پھرتے ہو میں نے آج ولی دیکھا ہے جو ہوا میں اڑ رہا تھا۔ انہوں نے فرمایا: وہ تو میں ہی تھا۔ کہنے لگی: تبھی ٹیڑھے ہو کر اُڑ رہے تھے۔

قرآن پاک میں حضرت نوح اور لوط علیہم السلام کی بیویوں کے متعلق ہے کہ اللہ نے مثال قائم فرمائی ہے کہ فرعون کی بیوی مسلمان ہے اور نوح و لوط علیہم السلام کی بیویاں کافر ہیں۔ (سورۃ التحریم) یہ اللہ کی شان ہے۔ **قل اللھم ملک الملک...... تولج الیل فی النھار و تولج النھار فی الیل**...... (ال عمران)

یہ نہیں کہنا چاہیے کہ نبی اپنی بیویوں کو ہدایت نہ دے سکے تو دوسروں کو کیا دیں گے۔ اللہ جس کیلئے ہدایت تخلیق کرتا ہے نبی اس کو ہی ہدایت دیتا ہے۔ **وانک لتھدی الی صراط المستقیم**۔

تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ بہت سارے اولیاء کرام کی بیویاں بھی ولیہ کاملہ ہوئی ہیں اس ضمن میں ایک واقعہ تذکرۃ الاولیاء میں اس طرح ہے کہ ایک ولی اللہ کی شادی ایک

عورت سے ہوئی رات ہوئی تو دونوں نے مشورہ کیا کہ اتنی زندگی پڑی ہے کیوں نہ آج کی رات اللہ کا شکر ادا کر لیں کہ اللہ نے ہمارا ساتھ بنایا ہے چنانچہ ساری رات عبادت میں مصروف رہے، دوسری رات آئی تو پھر باہم مشورہ ہوا کہ کل رات جتنی لذت عبادت میں آئی ہے وہ دنیا کے کس کام میں ہوسکتی ہے پھر ساری رات عبادت میں گذار دی ہر رات یہی معمول بن گیا آخر مع تراضی الطرفین طے یہ پایا کہ شادی کے مزے اگلے جہاں میں جا کر لوٹیں گے اس جہان میں مرتے دم تک یہی معمول رکھا جائے چنانچہ ساری عمر عبادت میں ہی صرف کر دی۔ (قاری احمد حسن روہتکی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کی کیسٹ سے)

عاشقان اوز خوباں خوب تر

عورت کا مقام:

یہی وہ عورت ہے جس کے حُسن کو چاند سے تشبیہ دی جائے تو بجا۔ یوں کہا جائے کہ اس کی وجہ سے دنیا آباد ہے تو بجاء مرد ختم ہو جائیں تو فرق نہ پڑے کہ حالات سے اور پیدا ہو جائیں۔ عورت ختم ہو تو کائنات ختم، جب یہ ماں بنے تو اس کے قدموں میں جنت سمٹ کر آجائے، بہن بنے تو اس کو زینب ہمشیرۂ حسنین ہونے کی نسبت نصیب ہو جائے، بیٹی بنے تو فاطمہ بنت رسول اللہ کے ساتھ نسبت حاصل ہو جائے، بیوی بنے تو گھر کی رونق اور محبت کا چراغ بن کر اپنے خاوند کیلئے باعث سکون و راحت جان ہو جائے اور لیسکن الیھا کی پوری تصویر بن جائے۔ استاد بنے تو نور کا ہالہ، میدان جنگ میں مجاہدین کی خدمت پہ مامور ہو تو مسیحا۔ یہ سارے مراتب اس کو اسلام نے ہی تو دیے ہیں، کیا یہ بے وفائی نہ ہوگی کہ بال کٹا کر، دوپٹہ اتار کر نت نئے فیشن تو کرے مگر اپنے رب کی بارگاہ میں جھکنے کی بجائے مال روڈ پہ سینہ تان کر اسلام کی مخالفت میں جلوس نکالے، انگریزی لہجے میں انگلش تو فر فر بولے مگر نماز اور قرآن نہ پڑھ سکے۔ کیا اسے موت بھول گئی ہے؟

قطرۂ ناپاک، مشت خاک، اکڑے بر زمیں
دیکھ تو ہستی کو اپنی کچھ خبر ہے یا نہیں

قیدیوں کی طرح تجھ پہ اک یسار واک یمیں
دو سپاہی رہتے ہیں ہر دم کراماً کاتبیں
لکھتے ہیں اعمال تیرے نیک و بد وہ بالیقیں
ہوگا سب معلوم جب تو جائے "گی" زیرِ زمیں

حقوق زوجین اور اصلاحِ معاشرہ:

اس موضوع پہ چند بنیادی باتیں یاد رکھنے کی ضرورت ہے، مثلاً حدیث میں ہے:
حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ "جانوروں کی پیٹھ کو منبر مت بناؤ"۔ (ابوداؤد 347/1)
یعنی گفتگو کرنی ہو تو جانور کی پیٹھ سے اتر کر بات کرو، یہ نہیں کہ جانور کی پیٹھ پر بیٹھے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں حالانکہ بعض جانور سواری کیلئے ہی بنائے گئے ہیں۔ اسلام جانوروں پر بھی جب رحم کرنے اور ان کو ستانے سے ممانعت کرتا ہے تو میرے دوستو! جو بیویوں کو ستاتے ہیں وہ کس قدر عذاب مول لے رہے ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

اکمل المؤمنین ایمانا احسنهم خلقا وخیارکم خیارکم لنساء هم۔ (مشکوۃ صفحہ 282)

"کامل الایمان وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جن کے برتاؤ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہیں"۔
معلوم ہوا! اخلاق کا معیار یہ ہے کہ مردِ مسلم کا سلوک اپنی بیوی کے ساتھ اچھا ہو۔
علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی (14/5) میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شوہر کریم ہوتے ہیں ان پر عورتیں غالب آجاتی ہیں۔ غالب ہونے کے معنی یہ ہیں کہ تیز باتیں کر لیتی ہیں، نازنخرے دکھا لیتی ہیں کیونکہ عورتوں کو ناز دکھانے کا بھی حق حاصل ہے۔ (مگر اپنے خاوند کے سامنے)
حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اے عائشہ! جب تُو مجھ سے خوش ہوتی ہے اور جب روٹھی ہوتی ہے تو مجھے پتہ چل جاتا ہے۔ عرض کیا کہ آپ کیسے جان لیتے ہیں؟ فرمایا کہ جب تو مجھ سے

خوش رہتی ہے تو کہتی ہے: وَرَبِّ مُحَمَّد۔ محمد ﷺ کے رب کی قسم اور جب روٹھی ہوتی ہے تو کہتی ہے: ورَبِّ ابراھیم۔ ابراہیم کے رب کی قسم۔ (صحیح بخاری 787/2)

معلوم ہوا کہ عورتوں کو تھوڑا سا روٹھنے کا حق ہے، یہ ان کا ناز ہے لہٰذا اس کو بھی شریعت نے رعایت دے رکھی ہے۔ دیکھئے حدیث میں فرمایا: یغلبن کریما۔ یہ عورتیں غالب آجاتی ہیں کریم شوہر پر۔ ویغلبھن لئیمٌ۔ اور جو لوگ بداخلاق ہیں وہ ان پر ڈانٹ ڈپٹ مار پیٹ کر کے غالب آجاتے ہیں۔

بعض علاقوں کے بارے میں معلوم ہوا کہ پہلی رات عورت کو رُعب میں لانے کیلئے بڑی پٹائی کرتے ہیں۔ استغفر اللّٰہ۔ کیا جہالت اور ظلم ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں:

فاحب ان اکون کریما مغلوبا۔

''میں محبوب رکھتا ہوں کہ میں کریم رہوں چاہے مغلوب رہوں''۔

ولا احب ان اکون لئیما غالبا۔

''اور میں بداخلاق ہو کر ان پر غلبہ نہیں حاصل کرنا چاہتا''۔

اور بخاری کی روایت ہے (779/2) حضور ﷺ نے فرمایا:

عورت مثل ٹیڑھی پسلی کے ہے۔ دیکھئے ٹیڑھی پسلیاں کام دے رہی ہیں یا نہیں، اس کو سیدھی کرو گے تو ٹوٹ جائیں گی۔ لہٰذا عورت کے ساتھ شفقت، محبت اور رحمت سے معاملہ کیا جائے تو زندگی جنت نظیر ہو جاتی ہے۔

جس عورت نے سالن میں نمک تیز کر دیا تھا اس کے شوہر نے اللہ تعالیٰ سے معاملہ کر لیا کہ اے خدا ہاتھ ہی تو ہے نمک تیز ہو گیا۔ اگر میری بیٹی نمک تیز کر دیتی تو میں یہی چاہتا کہ میرا داماد اس کو معاف کر دے۔ لہٰذا اے خدا! میں تیری رضا کیلئے اس کو جو میری بیوی ہے لیکن تیری بندی بھی ہے یعنی اس کی نسبت تیرے ساتھ بھی ہے، اس کو معاف کرتا ہوں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ عجیب ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی سفارش وعاشرُوھنَّ بالمعروف کو رد کرتے ہیں۔ ابھی ایک ڈی آئی جی یا کمشنر سفارش لکھ دے کہ اپنی بیوی کا

خیال رکھنا۔ تو بتائیے کہ ہم لوگ کتنا خیال کریں گے اور اللہ تعالیٰ سفارش نازل فرما رہا ہے کہ ان سے بھلائی کے ساتھ پیش آؤ۔ یہاں ہمارا کیا معاملہ ہے اور کیا ہونا چاہیے ہر شخص اپنی حالت پر غور کر لے۔

لہٰذا اس شخص نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے معاملہ کر لیا اور بیوی کو معاف کر دیا اور اس کو کچھ نہیں کہا۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو ایک بزرگ نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ اللہ نے کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا کہ میاں معاملہ تو بڑا خطرناک تھا۔ بڑے گناہوں کا معاملہ پیش ہو گیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری ایک بندی نے جس دن سالن میں نمک تیز کر دیا تھا اور تم نے میری اس بندی کی خطا معاف کر دی تھی جاؤ اس کے صلہ میں آج میں تم کو معاف کرتا ہوں۔

بس غصہ کو پی جانا ایک بہت بڑا مجاہدہ ہے کیونکہ غصہ آگ ہے اس کو روکنے میں سخت تکلیف ہوتی ہے اس لیے اس پر اجر بھی عظیم ہے اور مجاہدہ کے بقدر مشاہدہ ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کو اس مجاہدہ کی بدولت بڑی کرامت حاصل ہو گئی اور اولیاء کی کرامات برحق ہیں۔ کرامات الاولیاء حق اسلامی عقائد میں سے ہے اس لیے کرامتِ اولیاء کا انکار بڑی گمراہی کی بات ہے۔

جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے:

امام بخاری باب کفالت کے اندر اولیاء اللہ کی کرامت کی حدیث لائے ہیں اور اولیاء اللہ کی کرامت کو بیان کرنیوالے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ولی کی کرامت کو بیان فرما رہے ہیں۔ پیغمبر ایک امتی کی کرامت کو بیان فرما رہے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص کو جو اللہ تعالیٰ کے مقبول اور ولی تھے ایک ضرورت پیش آئی انہوں نے ایک شخص سے ایک ہزار دینار قرضہ مانگا، قرض دینے والے نے کہا کہ کیا تمہارے پاس کوئی گواہ ہے؟ انہوں نے کہا: کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا اللہ تعالیٰ باعتبار شاہد کے کافی ہیں یعنی شاہد کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ کی ذات کافی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ کوئی کفیل اور ذمہ دار لاؤ کہ اگر تم نہ دو تو ہم کس سے

وصول کریں؟ تب اس نے جواب دیا: کفٰی باللّٰہ و کیلاً اللہ تعالیٰ ہی ہمارا وکیل اور کارساز ہے وہی ہمارا کفیل ہے۔ یہ دو مضمون سن کر اس نے کہا: صدقت۔ تم نے سچ کہا: تم اپنے قول میں صادق ہو اور فوراً ایک ہزار دینار قرض دے دیا اور وہ دریا پار کر کے چلا گیا اور اپنی ضرورت کو پورا کیا۔

جس دن قرض ادا کرنے کا وعدہ تھا اس دن وہ دینار لے کر دریا پر آیا لیکن کوئی سواری نہ ملی، بے چارہ بے چین تھا کہ کوئی کشتی ملے تو دریا پار جا کر اس کا قرض دے دوں۔ جب کوئی سواری نہ ملی تو اس نے لکڑی کا ایک موٹا سا ٹکڑا لیا، اس میں سوراخ کیا اور ایک ہزار دینار اس میں رکھ دیئے اوپر سے کیل لگا کر مضبوطی سے بند کر دیا اور اللہ کے بھروسہ پر دریا میں ڈال دیا اور کہا: یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں نے فلاں شخص سے قرضہ لیا تھا اور میں نے بہت کوشش کی کہ مجھے کوئی سواری مل جائے لیکن نہ ملی۔ بس اب اس کو حفاظت سے اس تک پہنچادے جس سے میں نے قرض لیا تھا۔ اب ہواؤں کے تھپیڑوں میں لکڑی کا وہ بڑا سا ٹکڑا چل رہا ہے کہیں اور بھی جا سکتا تھا۔ یہ کرامت تھی کہ ہواؤں کے تھپیڑوں سے اس بستی میں پہنچ گیا، ادھر وہ صاحب انتظار کر رہے تھے کہ شاید کسی کشتی سے وہ شخص میرا مال لے کر آجائے کہ اچانک دیکھا کہ ایک لکڑی کا ٹکڑا بہتا ہوا آرہا ہے وہ اس نے اپنی بیوی کیلئے پکڑ لیا کہ چلو چولہا گرم کرنے کا سامان اللہ نے بھیج دیا۔ بس اس پر کلہاڑی جو ماری تو ایک ہزار دینار اس میں سے نکل آئے۔ اور ایک پرچہ بھی اس میں رکھا ہوا تھا کہ اے شخص مجھے سواری نہیں ملی لہٰذا مجبوراً میں اللہ کے بھروسہ پر یہ بھیج رہا ہوں۔ اس کے بعد اس بھیجنے والے کو کشتی بھی مل گئی۔ کشتی پر بیٹھ کر وہ پھر ایک ہزار دینار لایا کہ ممکن ہے کہ پہلے دینار نہ ملے ہوں۔ لہٰذا جب اس مقروض نے پیش کیے تو قرض خواہ نے کہا کہ آپ نے تو پہلے ہی بھیج دیئے تھے اور سارا واقعہ بیان کیا کہ لکڑی کے اندر سے اس طرح سارا روپیہ مل گیا۔ فانصرف بالالف دینار راشدًا۔ پس نہایت ہی خوش اور اللہ تعالیٰ کے اس فضل اور کرامت پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے وہ اللہ کا بندہ واپس چلا گیا۔ (بخاری شریف کتاب الکفالۃ 306/1)

کیا ولی کیلئے کرامت ضروری ہے؟:

اس لیے اولیاء اللہ کی کرامت برحق ہے لیکن لوازم ولایت میں سے نہیں ہے۔ بعضے

بے وقوف سمجھتے ہیں کہ ہر ولی کیلئے کرامت لازم ہے ولی کیلئے اہتمامِ تقویٰ، اتباعِ سنت، اتباعِ شریعت یہ چیزیں تو لازم ہیں لیکن عصمت بھی لازم نہیں ہے کہ کبھی ان سے خطا ہی نہ ہو۔ نبوت کیلئے تو عصمت لازم ہے لیکن ولایت کیلئے کبھی خطا کا صدور منافی ولایت نہیں بشرطیکہ وہ اس کی تلافی کرے معافی مانگ لے۔ اللہ سے توبہ کر لے استغفار کر لے۔

حضرت جُنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دس سال تک ایک ایسا شخص رہا تھا۔ اس نے حضرت سے کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ یعنی ہوا پر اڑتے ہوئے، پانی پر بغیر کشتی کے چلتے ہوئے نہیں دیکھا تو مایوس ہو کر واپس ہونے لگا اور کہا کہ حضرت دس سال تک میں نے آپ کے اندر کوئی کرامت نہیں پائی۔ لہٰذا واپس جا رہا ہوں۔

حضرت جنید نے فرمایا کہ اے شخص تو نے دس سال کے اندر مجھ سے کوئی کام خلافِ شریعت اور خلافِ سنت ہوتے ہوئے دیکھا۔ اس نے کہا کہ حضرت دس سال تک میں نے آپ کا کوئی کام خلافِ شریعت اور خلافِ سنت نہیں پایا۔ اس پر حضرت جنید بغدادی نے ایک آہ کھینچی اور فرمایا: آہ جس غلام نے دس سال تک اپنے مالک کو ایک لمحہ کیلئے بھی ناراض نہیں کیا اس سے بڑھ کر تُو کیا کرامت چاہتا ہے؟

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں: **الاستقامۃ فوق الف کرامۃ** سنت و شریعت پر استقامت ایک ہزار کرامت سے افضل ہے۔

بیوی کی بدمزاجی پہ صبر کا انعام:

میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ غصہ کو ضبط کرنے سے اور مخلوق کی ایذاؤں کو برداشت کرنے سے بعض بزرگوں کو بڑی کرامت عطا ہوگئی۔ حضرت شاہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ شیر پر چلتے تھے اور جنگل کی لکڑی کاٹ کر شیر پر رکھتے تھے۔ اور اگر کبھی شیر شرارت کرتا تھا تو زندہ سانپ کا کوڑا تھا اس سے شیر کی پٹائی کرتے تھے۔ خراسان سے ایک شخص ان سے بیعت ہونے خرقان گیا۔ لیکن ان کی بیوی بڑی تیز مزاج تھیں۔ پوچھا: کیسے آئے...... کہا کہ حضرت سے مرید ہونے آیا ہوں۔ کہنے لگیں: **لا حول ولا قوۃ الا باللہ** مجھ سے زیادہ اس پیر کا حال دنیا کیا جان سکتی ہے؟ رات دن میں اس کے ساتھ ہوں بالکل بنا ہوا مکار ہے تم کہاں چکر

میں آ گئے؟ تمہارے دماغ میں عقل بھی ہے یا نہیں؟ ایسی باتیں سُنائیں کہ وہ تو رونے لگا کہ میرا ہزار میل کا سفر بے کار ہو گیا۔ محلہ والوں نے کہا کہ ان کی بیوی مزاج کی تیز ہے خبردار بدگمانی مت کرو، جاؤ شیخ جنگل سے لکڑیاں لے کر آ رہے ہوں گے۔ وہاں دیکھا کہ شیر پر بیٹھے ہوئے حضرت شاہ ابوالحسن خرقانی تشریف لا رہے ہیں۔

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ کو کشف ہو گیا کہ بیگم کی باتیں سن کر پریشان آ رہا ہے یعنی غمگین ہے۔ شیخ ہنسے اور فرمایا کہ بھائی کچھ پریشان نظر آ رہے ہو کیا بات ہے۔ کہنے لگا کہ حضرت آپ کے گھر میں تو بڑی تلخ مزاجی ہے، ایسی بیوی سے آپ نے کیوں شادی کی۔ تو شیخ نے فرمایا کہ یہ جو مجھے شیر کی سواری ملی ہے اور زندہ سانپ کا کوڑا ملا ہے یہ کرامت اسی خاتون کی تکلیفوں پر صبر کا انعام ہے۔

اور اب مولانا رومی کی زبانی سنئے کہ شاہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

گر نہ صبرم می کشیدے بارِ زن
کے کشیدے شیرِ نر بے گار من

اگر میرا صبر اس بدمزاج بیوی کا بوجھ نہ اٹھاتا تو یہ ببر شیر میری غلامی کیسے کرتا۔

اللہ تعالیٰ سے سودا کر لیا:

عادت اللہ یہی ہے کہ جس کو کوئی نعمت دیتا ہے مجاہدہ کرا کے دیتا ہے۔ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں کتنے نازک مزاج تھے۔ دشمن نے جب ان کو گولی ماری کسی نے پوچھا حضرت مزاج کیسے ہیں؟ فرمایا کہ گولی سے تو کوئی تکلیف نہیں، لیکن گندھک کی بدبو سے سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ دہلی کی جامع مسجد سے نماز پڑھ کر واپس ہوتے تھے اگر راستہ میں کوئی پلنگ ٹیڑھا پڑا ہوا دیکھ لیا تو سر میں درد ہو گیا۔ رضائی میں اگر دھاگے ٹیڑھے ڈال دیئے تو ساری رات نیند نہیں آئی۔ دہلی کا بادشاہ حاضرِ خدمت ہوا اور پانی پی کر کٹورا صراحی پر ترچھا رکھ دیا۔ حضرت کے سر میں درد ہو گیا۔ پھر اس نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی خدمت کیلئے میں ایک خادم دینا چاہتا ہوں تو فرمایا کہ اب تک تو میں خاموش تھا تم نے پانی پی کر کٹورا صراحی پر ترچھا رکھ دیا جس سے میرے سر میں درد ہو گیا تمہارا خادم میں کیا قبول کروں جیسے تم

ہوا ایسا ہی تمہارا خادم ہوگا۔

ان مرزا مظہرِ جانِ جاناں کو الہام ہوا کہ دلی میں ایک نہایت بد مزاج، غصہ والی اور بداخلاق عورت ہے اگر تم اس سے نکاح کرلو تو سارے عالم میں ہم تمہارا ڈنکا پٹوا دیں گے۔ اہل اللہ کو الہام ہو جاتا ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ بس صرف آواز نہیں آتی ورنہ ہر وقت دل میں باتیں ہوتی رہتی ہیں کہ یہ کرلو، یہ نہ کرو۔ قولِ اُورَ الحن نے آواز نے

تم سا کوئی ہمدم کوئی دمساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے
ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں نے اللہ تعالیٰ سے سودا کرلیا۔ اہل اللہ تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی مرضی پر اپنے دل و جان قربان کرنے کی راہیں تلاش کرتے رہتے ہیں۔

ان کی مرضی پر مری قربان جاں
اللہ اللہ میں تھا اس قابل کہاں
جو تُو مشتری ہے تو اے جانِ عالم
بہ نوک سنانت جگر می فروشم
بہ تیغ ادائے تو سَری فروشم

ایک کابلی آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جاؤ گھر سے کھانا لے آؤ۔ آواز دے کر کہا کہ حضرت نے کھانا منگایا ہے کھانا دے دو، بس پھر کیا تھا حضرت کو خوب برا بھلا کہنا شروع کردیا کہ پہلے سے کیوں نہیں منگایا۔ ایک گھنٹہ سے کھانا لیے بیٹھی ہوں اور وہاں مجلس ملفوظات و ارشادات ہو رہی ہے بڑے پیر بنے بیٹھے ہیں اور ہمیں اذیت پہنچا رہے ہیں بندوں کے حقوق کا خیال نہیں۔ پھر کہا ہے مکار ہے، دھوکے باز ہے، فلاں ہے وغیرہ وغیرہ، کابلی نے تو چھرا نکال لیا مگر پھر خیال آیا کہ یہ تو میرے شیخ کی بیوی ہے اس لیے فوراً رکھ لیا اور اپنی زبان میں کہا! ”تم ہمارے شیخ کا بی بی ہے اس لیے چھوڑ دیا ورنہ ابھی کام تمام

کر دیتا" اور آ کر عرض کیا: حضرت ایسی کڑوی عورت سے آپ نے کیوں شادی کی۔ فرمایا کہ بیوقوف یہ سارے عالم میں مظہر جانِ جاناں کا جوڈنکا پٹ رہا ہے یہ اسی عورت کی برکت سے ہے اس کی ایذاؤں پر صبر کرتا ہوں اور اس صبر پر اللہ تعالیٰ نے مجھے استقامت عطا فرمائی ہے یہ اسی کا انعام ہے۔

دوستو! ایمان لانے کے بعد اللہ کے راستہ پر جمے رہنا اسی کا نام استقامت ہے۔

ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا۔

غصہ آگ ہے جو شیطان لگاتا ہے:

گھڑی میں اولیاء اور گھڑی میں بھوت بننے والے تو بہت سے ہیں کچھ دن تو بالکل فرشتے بن گئے اور جب نفس کا غلبہ ہوا تو سب چھوڑ چھاڑ کر بالکل شیطان بن گئے۔ جب غصہ چڑھا تو پھر یہ بھی نہیں دیکھتے کہ میں کون ہوں اور میرا اللہ کون ہے۔ پھر ان کو پتہ ہی نہیں رہتا کہ میں ابھی تلاوت کر رہا تھا اور رات کو تہجد بھی پڑھی ہے اور اشراق بھی پڑھی ہے غصہ میں بس ایک دم شیطان ہو گئے اور پٹائی شروع کر دی، جو منہ میں آیا بکنا شروع کر دیا۔

اس وقت آدمی بالکل شیطان ہو جاتا ہے کیونکہ شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور حدیث میں ہے کہ غصہ بھی آگ سے پیدا ہوتا ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی (95/1) میں حدیث نقل کرتے ہیں:

اِتَّقُوْا الْغَضَبَ فَاِنَّہٗ جَمْرَۃٌ تَتَوَقَّدُ فِیْ قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ۔

"غصہ سے بچو کیونکہ یہ آگ کا شعلہ ہے جو ابنِ آدم کے دل میں سُلگتا ہے"۔

اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دلیلیں بیان فرمائیں کہ غصہ کا مادہ اور اس کے اجزاء آگ سے بنے ہیں۔

الم تروا الی انتفاخ اوداجہ وحمرۃ عینیہ۔

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ جس پر غصہ چڑھتا ہے اس کی گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں اور اس کی آنکھیں لال سُرخ ہو جاتی ہیں۔ آنکھیں بتاتی ہیں کہ اندر آگ ہے آگ مل جائے تو شیشہ کے باہر سے لال لال آگ نظر آتی ہیں۔ آنکھیں شیشہ ہیں یہ بتاتی ہیں کہ

دل میں آگ لگی ہوئی ہے اور دوسری دلیل انتفاخ اوداجہ بیان فرمائی یعنی اس کی گردن کی رگیں بھی پھول جاتی ہیں۔

لہٰذا غصہ میں جو شیطانی کام بھی پیدا ہو جائے وہ بعید نہیں ہے۔ فرق یہ ہے کہ ہم جیسے لوگ غصے میں پاگل ہو کر اس غصے کو اپنی اخروی تباہی کا باعث بنا لیتے ہیں جبکہ مقبولانِ بارگاہِ خدا غصے کو پی کر اللہ کی بارگاہ میں مقام عزت کو پا لیتے ہیں۔ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین۔ کیسی شان ہے ان اہل اللہ کی آج جن کو دیکھنے کیلئے آنکھیں ترس رہی ہیں۔

تجھے لاکھ بار دیکھا نہیں روح سیر ہوتی
تیرے حُسن سرمدی کا ہے عجیب تر نظارہ

اولیاء اللہ کا اخروی مقام:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ قرآن پاک کی آیت فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر کے بارے میں فرماتے ہیں مدح المکان بالصدق فلا یقعد فیه الا اهل الصدق۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس جگہ کو صفت صدق سے موصوف فرمایا ہے اس لیے وہاں اہلِ صدق ہی کو بیٹھنے کی جگہ ملے گی۔ اس نشست گاہ کو مقعدِ صدق اس لیے فرمایا گیا ہے وھو المقعد الذی یصدق اللہ تعالٰی مواعید اولیاء بانه یبیح عزوجل لھم النظر الٰی وجھه الکریم۔ (روح المعانی) کہ یہ وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کے ساتھ جو وعدے فرمائے ہیں وہ پورے فرمائے گا۔ اس وقت ان عاشقانِ دلفگار کو اذنِ عام ہوگا کہ اے آتشِ عشق میں جلنے والو! اے شوقِ دیدار میں ماہی بے آب کی طرح عمر بھر تڑپنے والو! محبوبِ ازل اپنے رُخِ زیبا سے پردہ اٹھا رہا ہے۔ آنکھیں اٹھاؤ اور سیر ہو کر شاہدِ رعنا کا دیدار کرلو۔

علامہ قرطبی خالد بن معدان سے نقل کرتے ہیں ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ قیامت کے روز فرشتے مومنین کے پاس حاضر ہوں گے اور کہیں گے یا اولیاء اللہ انطلقوا۔ اے اللہ کے دوستو! تشریف لے چلو۔ وہ پوچھیں گے کدھر؟ فرشتے کہیں گے: جنت کی طرف۔ اہلِ ایمان جواب دیں گے: انکم تذھبون بنا الی غیر بغیتنا۔ اے ملائکہ! تم ہمیں ادھر تو

نہیں لے جا رہے جو ہماری آرزو و تمنا نہ تھی۔ فرشتے پوچھیں گے تمہاری آرزو کیا تھی؟ فیقولون مقعد صدق عند ملیك مقتدر۔ ہم تو قدرت والے بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔

جن کو مل کر زندگی سے پیار آجائے وہ لوگ
آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں مگر ایسے بھی ہیں

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات کسی مسجد میں گیا۔ کچھ وقت گزرا تو مجھے خیال آیا کہ صبح ہوگئی لیکن پتہ چلا ابھی آدھی رات ہے۔ وہاں میرے سوا کوئی نہ تھا۔ چنانچہ میں پھر سو گیا۔ میں نے اپنے پیچھے کوئی حرکت سُنی۔ میں گھبرا گیا۔ میں نے سنا کوئی کہہ رہا ہے: ایھا الممتلی قلبه فرقا لا تفرق وقل اللهم انك مليك مقتدر ما تشاء من امريكون ثم سل ما بدالك۔ قال فما سالت الله تعالىٰ شيئا الا استجاب لی۔ یعنی اے شخص جس کا دل خوف سے بھر گیا ہے مت گھبرا۔ بلکہ پہلے یہ کہہ اللهم انك مليك مقتدر ما تشاء من امريكون۔ اے اللہ! تُو بادشاہ ہے۔ بڑی قدرت والا ہے جو کام تو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ یہ کہنے کے بعد جو تیرے جی میں آئے وہ مانگ۔ سعید کہتے ہیں جو بھی میں اپنے رب سے مانگتا ہوں وہ مجھے عطا فرماتا ہے۔ (پیر محمد کرم شاہ الازہری)

رسوا کریں نہ حشر وچ عیب میرے
تینوں جگ دے پیراں دا واسطہ ای
جہڑیاں عرش تے جا کے کیتیاں سن
اونہاں پاک تحریراں دا واسطہ ای
ٹریا پہن سجاد جو کربلا وچ
اونہاں کڑیا زنجیراں دا واسطہ ای
منگے فضل سردار نہ عدل منگے
تینوں زینب دے ویراں دا واسطہ ای

مجبوری کمال نہیں:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

تواضع ز گردن فرازاں نکوست
گدا اگر تواضع کند خوئے اوست

عاجزی بڑے لوگوں کی طرف سے ہو تو کمال ہے گداگر بے چارہ عاجزی نہیں کرے گا تو کیا کرے گا۔

بہت سارے لوگ فاقوں سے مر جاتے ہیں، مزدوری کرتے ہیں، جوتے گانٹھتے ہیں یہ ان کی مجبوری ہے کوئی بھی اس کو کمال نہیں کہہ سکتا۔ ہاں اگر تو مالدار یا بادشاہ یہ کام کرے اور محنت کی عظمت اجاگر کرنے کیلئے بڑا ہو کر چھوٹے کام کرے یعنی بادشاہ ہو مگر مزدور کی عظمت بڑھانے کیلئے ٹوکری اٹھائے، جوتا گانٹھے، طاقت ہونے کے باوجود انتقام نہ لے، کمخواب کا بستر موجود ہے مگر چٹائی پر سوئے تو اس کو کمال سمجھا جائے گا۔ بات یہ غور کرو ہمارے آقا وہ ہیں کہ قبضے میں ساری خدائی ہے مگر جو کی روٹی کھاتے ہیں، تین تین دن فاقوں میں رہتے ہیں، پیٹ پہ پتھر باندھتے ہیں، ہاتھ سے جوتا گانٹھتے ہیں، عرش کی سیر کرنیوالے ہیں مگر طائف کے بازاروں میں اللہ کے دین کی خاطر پتھر کھاتے ہیں چاند توڑنے اور ڈوبے ہوئے سورج کو واپس موڑنے کا اختیار رکھتے ہیں مگر جان کے دشمنوں کو معاف فرماتے ہیں۔ **لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء**۔ وہ مقام مصطفیٰ ہے اور یہ نظام مصطفیٰ ہے پہلے مقام مصطفیٰ کے تحفظ کی بات کرو جب لوگوں کے دلوں میں مقام مصطفیٰ کی عظمت اتر جائے گی تو خود ہی نظام مصطفیٰ کی راہیں ہموار ہو جائیں گی محبت ہو جائے تو عیب ہونے کے باوجود نظر نہیں آتا۔ **حبك الشئ یعمی ویصم**۔ اور یہ بارگاہ تو وہ ہے جہاں عیب نام کی کوئی شی ہی نہیں۔

ہے یہ وہ نام خاک کو پاک کرے نکھار کر
ہے یہ وہ نام خار کو پھول کرے سنوار کر

ہے یہ وہ نام ارض کو کردے سما ابھار کر
اکبر اس کا ورد تو ہر دم بے شمار کر

ایک شخص کو کسی کُبڑے سے محبت ہوگئی دوستوں نے اس پر ملامت کی تو کہتا ہے کبڑا ہونا اس کا عیب نہیں بلکہ ایسے ہے کہ جس ٹہنی پہ زیادہ پھل ہو وہ نزاکت کی وجہ سے جھک جاتی ہے، میرے محبوب میں حُسن اتنا زیادہ ہے کہ اس کا بوجھ نہ برداشت کرتے ہوئے نزاکت کی وجہ سے جھک گیا ہے۔

اور کسی کو بھینگے سے پیار ہوگیا تو اس نے بھینگے محبوب کے عیب پہ پردہ ڈالتے ہوئے یوں اپنی تسکین کی۔

"وہ شوخ اگر بھینگا ہے تو کیا؟ میں اسی میں خوش ہوں کہ جب وہ غیر کی طرف دیکھتا ہے تو مجھ پہ بھی نظر ہو جاتی ہے"۔

کہاں یہ مثالیں اور کہاں ہمارے آقا صرف بات سمجھانے کیلئے مثال دینا پڑتی ہے ورنہ ہرگز ہرگز دل نہیں مانتا کہ محبوب خدا اور ان کی عظمت کو بیاں کرنے اور ان کی محبت کا چراغ دل میں روشنی کرنے کیلئے ایسے سہارے لیے جائیں۔

گر دل میں رہے سودا ان کا دل عرش معلیٰ ہو جائے
گر سر میں کھچے نقشہ ان کا سر "گنبد خضریٰ" ہو جائے
گلشن میں ہم نے دیکھا ہے پھولوں میں خار بھی رہتے ہیں
اے شاہ عرب مجھ بَد کا بھی طیبہ میں گذارا ہو جائے

صحبت کا اثر:

وقت کے بدلنے کے ساتھ دعا کی تاثیر بھی مختلف ہو جاتی ہے۔ دوپہر کو دعا کا اثر اور ہے، رات تہجد کے نفل پڑھنے کے بعد دعا کی تاثیر اور ہوتی ہے، بے توجہی سے کرو اور تاثیر ہے رو رو کر کرو اور اثر، ایسے ہی جگہ بدلنے سے دعا کا اثر مختلف ہو جاتا ہے یہاں کرو تو اور تاثیر ہے ولی اللہ کے مزار کے پاس کرو تو دوسرا اثر، بیت اللہ شریف میں جا کر کرو تو اور رنگ، مسجد نبوی میں روضہ پاک کی جالیوں کے سامنے کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھ کے، بارگاہ

رسالت میں آنسوؤں کا نذرانہ پیش کر کے دعا اور نتیجہ لاتی ہے، پھر مجھ جیسا گنہگار دعا کرے تو بات اور ہے اور ولی اللہ دعا کرے تو مزہ اور ہے نبی اللہ اور نبی الانبیاء دعا فرمائیں تو بات ہی کچھ اور ہے۔

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی شان سے جو دعا محمد

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: ففروا الی اللّٰہ۔ دوڑو اللہ کی طرف۔ اللہ تعالیٰ تو جگہ اور مکان سے پاک ہے تو کہاں دوڑیں؟ فرمایا: اللہ کا ٹھکانہ قلب مومن ہے ولی اللہ کی صحبت میں آؤ کہ جس کا بولنا خدا کا بولنا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

جو خدا کے قرب میں اس قدر فنا ہو گیا کہ اس کے اعضا کو اللہ نے اپنی طرف منسوب فرمالیا۔ کنت سمعه الذی یسمع به......

اللہ تعالیٰ کو رازق ماننے کا مطلب یہ نہیں کہ ہل چلانے والے کی محنت کا انکار کر دیا جائے۔ اللہ کو ''اولاد دینے والا'' ماننے کا مطلب یہ نہیں کہ ازدواجی تعلقات کو تسلیم نہ کیا جائے، جو بغیر محنت کے اجرت مانگے یا بغیر نکاح کے جائز اولاد مانگے وہ بے وقوف ہے اسی طرح جو بغیر نبی کے وسیلے کے ہدایت مانگے احمق ہے حالانکہ اللہ نے بغیر نکاح کے بی بی مریم کو اولاد دی مگر بغیر رسول کے کسی کو ہدایت نہ دی۔ لہٰذا اولیاء کرام کی عظمت کا انکار کر کے خدا کو ماننے کی بات کرنا اس سے بڑی دنیا میں جہالت ہی کوئی نہیں۔

شیطان کا مکر (ان کید الشیطان کان ضعیفا) کمزور ہونے کے باوجود (یجری مجری الدم) اتنا طاقتور ہے کہ اللہ کی مدد کے بغیر اس سے بچنا ناممکن ہے اور اولیاء کرام کا وجود اللہ کی مدد ہے کیونکہ شیطان اگر گمراہ کرتا ہے تو یہ اولیاء اس کی گمراہی سے بچاتے ہیں اور وہ اگر انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے تو اللہ کا محبوب مومن کی جان کے قریب رہ کر مؤمن کے ایمان کی حفاظت کرتا ہے۔ النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم۔ یہاں بالمؤمنین فرمایا ہے کیونکہ جو مومن نہیں ہیں وہ انما المشرکون نجس ہیں اللہ نے اپنے

محبوب کو ان کے قریب کرنا گوارہ نہ فرمایا۔

دامانِ مصطفیٰ پہ مجرم مچل رہے ہیں
دارالاماں میں پہنچے اب اضطراب کیسا

ثابت ہوا جو حضور کے قریب ہوتا ہے وہ نجس رہتا نہیں اور جو قریب جاتا نہیں وہ پاک ہوتا نہیں تو صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کے پاک ہونے میں کس ناپاک کو شک ہو سکتا ہے جو آج بھی مصطفیٰ علیہ السلام کے قرب میں روضہ پاک کے اندر جلوہ گر ہیں۔

عرب میں سب سے پہلے کس نے تصدیق رسالت کی
صداقت میں کوئی صدیق اکبر ہو نہیں سکتا
حبیب کبریا کے جانشیں فاروق و عثماں ہیں
کوئی ان خاصگان حق کا ہمسر ہو نہیں سکتا
نبی کے یار اور انصار سب افضل ہیں عالم میں
مگر مثل علی کوئی برادر ہو نہیں سکتا
کوئی ہو متقی اور عالم و زاہد زمانے میں
مگر اٰل محمد کے برابر ہو نہیں سکتا

(ہمشکل غوث اعظم جد امجد محدث کچھوچھوی سید علی حسین اشرفی رحمۃ اللہ علیہ)

اہلِ اقتدار کی توجہ کیلئے:

سیدنا عمر بن عبد العزیز خلیفۃ المسلمین رضی اللہ عنہ جب خلیفۃ المسلمین بنے رات کو بیٹھے ہوئے کام کر رہے تھے۔ چراغ جل رہا ہے دفتری کام ہو رہا تھا خلافت کے فرامین لکھ رہے تھے کہ اچانک ان کی زوجہ کمرے میں تشریف لے آئی۔ بیوی صاحبہ نے کہا کہ گھر کے اخراجات کیلئے آپ سے بات کرنی تھی۔ کچھ خرچہ زائد چاہیے تو آپ نے فوراً پھونک مار کر چراغ بند کر دیا کہا کہ اب بات کرو۔ کہا! یہ کیا کیا آپ نے؟ میں آپ سے بات کر رہی ہوں اور آپ نے چراغ بجھا دیا اندھیرا ہو گیا۔ کہا کہ دراصل بات یہ ہے کہ میں حکومت کا کام کر رہا تھا آپ گھر کی بات کر رہی تھیں۔ اگر تجھ سے گھر کی بات کرتے وقت چراغ جلتا رہتا تو

اس کا حساب بھی مجھ کو دینا پڑتا۔ اس لیے چراغ بند کر دیا اب آپ بات کریں۔

کہا کہ بات اصل میں یہ ہے کہ عید آرہی ہے۔ بچوں کے کپڑے بنانے ہیں اور بھی کئی اشیائے ضرورت لینی ہیں۔ آپ ایک ماہ کی تنخواہ پیشگی لے لیں۔ پھر ہم آہستہ آہستہ اس کو ادا کرتے رہیں گے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ آپ لکھ کر دیں کہ میں ایک مہینہ تک زندہ رہوں گا۔ یہ ہے تقویٰ یہ ہے ایمان اور یہ ہے قومی خزانے کی حفاظت اور یہ ہے سادگی کہ خلیفۃ المسلمین کی بیوی کہہ رہی ہے کہ گھر کا خرچہ پورا نہیں ہوتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ایک دن حلوہ پکایا اور پیش کر دیا فرمایا کہ حلوہ کیسے پکایا آپ نے ؟ جتنی تنخواہ ہم کو ملتی ہے اس میں تو حلوہ نہیں پک سکتا کہا کہ کچھ پیسے میں نے بچالیے تھے۔ بچا بچا کر آج ان سے حلوہ پکایا ہے۔ فرمایا کہ اچھا اب ہر مہینے تم کو تنخواہ میں سے اتنے پیسے کم ملیں گے معلوم ہوا جو بچ سکتا ہے وہ گھر مین نہیں بلکہ قومی خزانے میں جمع ہونا چاہیے۔ یہ ہے وہ نظامِ زندگی اور نظامِ بندگی جو قرآن نے بیان فرمایا۔ ولا تسرفوا۔ ایمان والو! اسراف یعنی بے جا خرچ مت کرو، فضول خرچی مت کرو جو فضول خرچی کرتا ہے۔ اللہ اس کو دوست نہیں رکھتا اور فضول خرچی کرنیوالوں کو بڑا ہی لمبا حساب دینا ہوگا۔ قیامت کے دن جتنی ہی زیادہ آمدنی ہوگی اتنا ہی لمبا حساب ہوگا اور قیامت کے دن تانبے کی زمین ہوگی سوا نیزے پر آفتاب ہوگا اور اس پہ پھر حساب و کتاب ہوگا۔ ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ روز حشر ہمیں سرخرو فرمائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس روزِ حساب سے سرخرو فرمائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حکمرانوں کو عقل عطا فرمائے تا کہ وہ حضور پرنور ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدین کے نقشِ قدم پر چل کر اس ملک کو نظامِ مصطفیٰ کی منزل سے آشنا کر دیں۔

(مولانا شاہ احمد نورانی خطاب موچی دروازہ)

قرب بغیر معرفت کے نہیں ہوسکتا:

پھر قرب بھی معرفت کے بغیر نہیں ہوتا، بچپن کے بچھڑے ہوئے اگر ایک گاڑی میں سفر کر رہے ہوں اگر چہ سارے راستے میں باتیں کرتے جا رہے ہوں مگر معرفت نہیں لہذا

ساتھ ساتھ بیٹھے بھی دور دور ہیں، ایسے قرب کا فائدہ نہیں جو صرف جسمانی ہو، فرمایا میرا محبوب قریب تو سب کے ہے مگر فائدہ صرف مؤمنین کو ہے جو ان کو جانتے مانتے اور پہچانتے ہیں ان رحمة الله قريب من المحسنين۔ (علامہ حامد سعید کاظمی)

ایسا تجھے خالق نے طرح دار بنایا
یوسف کو تیرا طالب دیدار بنایا
کونین بنائے گئے سرکار کی خاطر
کونین کی خاطر تجھے سرکار بنایا
بے یار و مددگار جنہیں کوئی نہ پوچھے
ایسوں کا تمہیں یار و مددگار بنایا

(مولانا حسن رضا خان)

کوالٹی (Quality) اور کوانٹٹی (Quantity):

اللہ تعالیٰ نے انسان اور جن کو اپنی عبادت کیلئے بنایا اور نیکی کو عام کرنے کا، برائی کو ختم کرنے کا حکم دیا اور اللہ چاہتا ہے کہ نیکی کا چرچا ہو اور برائی کا خاتمہ ہو۔ پھر کیا وجہ ہے کہ برائی نیکی سے زیادہ کیوں ہے۔ (اس میں خدا کا تو قصور نہیں ہے، بنانے والے نے قلم بنادیا مگر آپ اس سے حق سچ نہیں لکھتے تو آپ کا قصور ہے نہ کہ بنانے والے کا) سوال کا جواب یہ ہے کہ کبھی تھوڑی چیز سے مقصد پورا ہو جائے تو کوالٹی دیکھ کر کوانٹٹی کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

دیکھو! کسان ہل چلاتا ہے، بیج بوتا ہے، پانی لگاتا ہے، دھوپ برداشت کرتا ہے فصل کاٹتا ہے کس کیلئے؟ حصول گندم کیلئے۔ حالانکہ گندم سے زیادہ تو بھوسا نکلتا ہے مگر قبول ہے اس لیے کہ جتنی گندم مل گئی اگرچہ بھوسے سے کم ہے مگر کوالٹی کے لحاظ سے اتنی ہی کافی ہے۔

دہی جماتے ہیں مکھن نکالنے کیلئے مگر مکھن سے زیادہ لسی اور چھاچھ نکل آتی ہے مگر قبول ہے کہ مکھن تھوڑا بھی کوالٹی کے لحاظ سے لسی چھاچھ سے کہیں بہتر ہے۔ لہٰذا اس کا مقصد پورا ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جنوں کو اپنی عبادت کیلئے بنایا، اگرچہ نافرمان زیادہ ہیں مگر

محبوب کی عبادت سے لولاک لما خلقت الافلاک کا مقصد پورا ہو گیا، کوالٹی کا لحاظ کرتے ہوئے کوانٹٹی کو نظر انداز کر دیا گیا۔ کائنات کو محبوب کی خاطر بنایا گیا اور کام اپنی عبادت کا بھی لے لیا گیا، جس طرح گاڑی بچوں کی سہولت کیلئے لی مگر کام سفر کا بھی لے لیا گیا۔ (ایضاً)

زبان حال سے کہتے تھے آدم
جسے سجدہ ہوا ہے میں نہیں ہوں

موت بھی نعمت ہے:

جس کام کو جہان میں آیا تھا تو نظیر
خانہ خراب! تجھ سے وہی کام رہ گیا

ارشاد باری تعالیٰ ہے: قتل الانسان ما اکفرہ من ای شئ خلقہ...... (انداز تخاطب کو ترجمہ میں بیان کرنا مشکل ہے) انسان قتل ہو جائے (جس طرح کوئی محسن اپنے بے وفا نوکر کو کہے ارے تجھ پر قہر کی بجلی گرے، تو نے میرے ساتھ ہی بے وفائی کرنی تھی) انسان کتنا ناشکرا ہے، دیکھتا نہیں کس شئ سے اللہ نے اس کو بنایا ہے، پانی کے ایک ناپاک قطرے سے، اس کو پیدا کیا، پھر اس (کے تمام اعضاء) کو ایک خاص اندازے سے بنایا، پھر اس کیلئے راہ (ہدایت) آسان کر دی، پھر اس کو موت دی، پھر اس کو قبر میں دفن کیا (تا کہ جس طرح ماں کے پیٹ میں دنیا میں آنے کیلئے تیار ہوا تھا آغوش قبر میں آخرت کیلئے تیار ہو) پھر جب اللہ چاہے گا اس کو زندہ کر دے گا۔

انسان اللہ کے احسانات پر اگر غور کرے تو شرم کے مارے جھک جائے، جواب دیتے ہوئے اور زبان ہلاتے ہوئے بھی شرمائے اس لیے اللہ نے ما اکفرہ کے بعد خود ہی فرمایا تو نے کیا جواب دینا ہے مجھ ہی سے سن لے۔ یہاں پہ انسان کی موت اور اس کا قبر میں جانا بھی بطور نعمت شمار کیا۔ کیونکہ اگر اس کو موت ہی نہ آتی تو کیا حال ہوتا ہم نے دیکھا ہے کہ باپ ذرا لاغر ہوا تو خود اولاد نے یٰسین پڑھنی شروع کر دی کہ جلدی جان چھوٹے اور اگر سینکڑوں سال بستر مرگ پہ پڑا رہتا اور پڑی پیشاب پاخانہ ہوتا تو کیا حشر ہوتا۔ لہٰذا وقت مقررہ پر موت آنا بھی اللہ کا احسان ہے۔ پھر بوقت موت بھی اس کو عزت دی کہ اعزہ و

اقرباء پاس بیٹھے ہیں کوئی منہ میں پانی ڈال رہا ہے، کوئی منہ کو صاف کر رہا ہے، کوئی پیار بھری باتیں کر رہا ہے، اس کی جدائی کے غم میں سب کی آنکھیں تر ہیں۔ پھر جس طرح جانور مرنے کے قریب ہو تو اس کو ذبح کر کے کھا لیا جاتا ہے اور چمڑا بیچ دیتے ہیں، انسان کو ایسا نہ بنایا اس کا گوشت کھانا، ذبح کرنا چمڑا رنگنا حرام، مرنے کے بعد جانوروں کی طرح پھینکوا نہ دیا کہ چیل کوے کھا جائیں بلکہ عزت سے غسل دلوایا، نیا لباس پہنایا اور کلمہ پڑھتے ہوئے چار افراد کے کندھوں پہ اُٹھوا کر اس کا آخری سفر مکمل کروایا، جنازہ آگے آگے باقی سب پیچھے پیچھے۔ راستہ میں جو دیکھتا ہے تعظیماً کھڑا ہو جاتا ہے۔

پھر اس پر نماز پڑھائی جاتی ہے (چاہے اس نے خود ساری عمر نہ پڑھی ہو) اس سے بڑھ کر اس کی عزت کیا ہوگی پھر صحیح تو فرمایا کہ "تو مرے تو کتنا ناشکرا ہے" کہ جو اللہ مرنے کے بعد بھی تیری اتنی عزت کرواتا ہے تو زندگی میں اس کی بات نہیں مانتا۔ حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

ایتھے آیا سیں لعل خریدنے نوں
ڈھیر ہنگ اجوائن دے لا بیٹھوں

برائے بیداریٔ غافل انسان ایک پنجابی رباعی آپ کے ذوق سماعت کی نذر کر رہا ہوں ہوسکتا ہے کوئی غافل اس درد بھری آواز پہ غور کر کے غفلت کی چادر اتار دے اور بارگاہ رب العزت کی طرف متوجہ ہو جائے۔

الف اَجدی رات سُہاگ والی — بَھلکے اللہ جانیں کہڑا رنگ ہوسی
کدوں تساں جہے سجن فیر ملسن — کدوں بھل بھلوڑا سنگ ہوسی
گلاں یاد رکھیں میرے سجناں اوئے — جدو تساں باجھوں دل تنگ ہوسی
میلے نور محمدا قسمتاں دے — کِتے شمع تے کتے پتنگ ہوسی

قبر والوں کی مدد:

اشعۃ اللمعات میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر خوب بحث فرمائی ہے کہ مرنے کے بعد اللہ کا ولی زندوں کی مدد کر سکتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ جید اولیاء اللہ کا

یہ مذہب ہے کہ مرنے کے بعد ولی اللہ مدد کر سکتا ہے۔ کر سکنے میں اختلاف نہیں اختلاف اس بات پر ہے کہ زندہ زیادہ مدد کر سکتا ہے یا مردہ۔ فرماتے ہیں اولیائے کاملین فرماتے ہیں کہ موت کے بعد ولی اللہ زندگی کی بہ نسبت زیادہ مدد کر سکتا ہے اس لیے کہ وہ بدن کے پنجرے سے آزاد ہو جاتا ہے تو جس طرح باز پنجرے میں رہ کر شکار نہیں کر سکتا، چیر پھاڑ نہیں کر سکتا، آزاد ہوگا تو جوہر دکھائے گا۔ یہی حال بندۂ مومن کا ہے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ زندہ ولی گویا تلوار میان میں ہے اور موت کے بعد تلوار میان سے باہر آ جاتی ہے۔

یوں سمجھو کہ جو فون کر کے صدر سے کام کرا سکتا ہے وہ اگر خود ایوانِ صدر میں چلا جائے تو کیوں نہ کام ہوگا۔ تو جو دعا کرے تو اس کی دعا رد نہ ہو جب وہ خود اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا تو باقی کیا رہ گیا۔

بانی دیوبند مولوی قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں کہ اگر کہا جائے کہ قبروں والے نہیں سنتے تو عیسائیوں اور یہودیوں کے پاس اسلام کے خلاف یہ بہت بڑا ہتھیار ہوگا کہ وہ کہیں گے کہ اگر سنتے نہیں تو مٹی کے ڈھیروں پہ جا کر السلام علیکم یا اہل القبور کیوں کہتے ہو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسلام پاگلوں کا مذہب ہے کہ ایسا تو پھر کوئی پاگل ہی کر سکتا ہے۔

(علامہ محمد اشرف سیالوی بر موقع سالانہ عرس مولانا سعید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ خطیب داتا دربار، لاہور)

آخر جو سلام سُنے گا اسی کو سلام کیا جائے گا اور وہی جواب دے گا، بہرہ بندہ سنتا ہی نہیں تو جواب کیسے دے گا لیکن قبر والا تو تمہارا اسلام سُن رہا ہے مگر تم اس کا جواب نہیں سن رہے تو وہ تم سے زیادہ طاقتور ہوا اور تم اس سے کمزور ہوئے کیونکہ حدیث صحیح بخاری و مسلم کی ہے:

انہ لیسمع قرع نعالھم (او خفق نعالھم) کہ وہ (قبر والا) ان (زندوں) کے جوتوں کی آہٹ کو بھی سنتا ہے حالانکہ ہم (زندہ) خود وہ نہیں سُن رہے ہوتے، تو جب وہ ہم سے زیادہ طاقت رکھتے ہیں اور ہم کمزور ہیں تو کمزور ہی تو طاقت ور سے مدد مانگتا ہے اس سے ایک مسئلہ اور بھی معلوم ہو گیا کہ جب قبر والے کی طرف سے جواب سنے بغیر اس کو سلام کہتے ہو تو نبی کی طرف سے سلام کا جواب سنے بغیر سلام پڑھتے ہوئے تمہیں کیوں موت

پڑتی ہے اور جب تم امتی کا جواب سننے کی طاقت نہیں رکھتے تو نبی کا جواب سننے کی صلاحیت تم میں کہاں؟ (علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ آف انڈیا)

چمک دمک میں وہ ماہ تمام ہو جائے
ہلال کو جو تیرے آستاں کی دھول ملے

اللہ تعالیٰ اور بندے کے اختیارات (مسئلہ تقدیر):

اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے، نیکی پھیلانے اور برائی کو روکنے کا حکم دیتا ہے اور اس کو پسند بھی کرتا ہے پھر گناہ کیوں ہونے دیتا ہے؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں انسان بنایا ہے گدھا نہیں بنایا کہ ڈنڈے مار مار کر سیدھی راہ پہ چلائے ہمیں نیکی و بدی کرنے کا اختیار دیا ہے اور ساتھ مہلت بھی دی ہے، دونوں راہیں دکھا دی ہیں، نیکی کرنے پر جنت اور اپنی رضا کا وعدہ بھی فرمایا اور گناہ کرنے پر دوزخ اور اپنی ناراضگی کی وعید سنائی ہے، اگر زبردستی وہ ہم سے نیکی کرائے اور طاقت سے برائی نہ ہونے دے تو انسان اور جانور میں فرق کیا رہ جائے؟ حالانکہ وہ ایسا کر بھی سکتا ہے۔ **لو شاء ربك لامن من فی الارض جمیعا۔** اگر اللہ چاہتا تو سارے لوگ ایمان لے آتے۔ **ولو شاء اللّٰہ ما اشر کوا۔** اگر اللہ چاہے تو لوگ کبھی شرک نہ کرتے۔ یہ ذہن کافرانہ ہے کہ اللہ چاہتا ہے تبھی ہم گناہ یا کفر و شرک کرتے ہیں۔ **وقال الذین اشر کوا لو شاء اللّٰہ ما اشر کنا۔** حالانکہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ کفر و شرک کیا جائے تبھی تو اس نے اس کام کے روکنے کیلئے رسول بھیجے ہیں اور فرمایا: **فهل علی الرسل الا البلاغ المبین۔** رسولوں پہ صرف میرا پیغام پہنچا دینا ہے۔

احکام الٰہی سے جان چھڑانے کا بہانہ:

ہم یہ بہانہ بناتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم نماز پڑھتے، روزہ رکھتے فلاں نیکی کرتے، ہم جو نیکی نہیں کرتے تو اللہ نے چاہا ہی نہیں تو جو خدا نہیں چاہتا وہ ہم کیوں کریں۔ نعوذ باللہ۔

یا کہتے ہیں جب اللہ نے ہماری قسمت میں لکھ دیا ہے کہ ہم یہ کام کریں گے وہ نہیں کریں گے تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے۔ (استغفر اللہ)

ارے نادانو! اس میں کیا شک ہے کہ خدا نیکی کو چاہتا ہے اس لیے تو اس نے نیکی کرنے اور نیکی کی تبلیغ کرنے کا حکم دیا ہے باقی رہا یہ کہ اللہ نے ہماری قسمت میں کیا لکھا ہے، ہمیں کیا معلوم کہ کیا لکھا ہے، ہم اس کے مکلف نہیں جو اس نے لکھا ہے بلکہ اس کے مکلف ہیں جس کا اس نے ہمیں حکم دیا ہے۔ جس شی کا ہمیں علم ہی نہیں ہے اس کے پیچھے کیوں پڑتے ہو، اس کے حکم کی طرف کیوں نہیں جاتے ہو جس کیلئے اس نے قرآن نازل فرمایا اور انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔

آدم علیہ السلام کو زمین پہ اتارا تو فرمایا: **فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔** جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا اس کو کوئی خطرہ نہ ہوگا۔ مگر اس بے نیاز نے اپنی بے نیازی کو قائم رکھا اور دونوں راستے دکھا کر، اختیار دے کر، وعدہ وعید سُنا کر ساتھ یہ بھی فرمایا کہ میں تمہیں (اشرف المخلوقات کو) جانوروں کی طرح زبردستی صراط مستقیم پر نہیں لاؤں گا۔ جب تم سب کچھ جان چکے ہو تو اپنے خالق و مالک کے حکم پر بے چون و چرا تمہیں عمل کرنا چاہیے اور اگر نہیں کرتے ہو تو سُن لو **فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔** چاہو تو ایمان لاؤ چاہو تو کفر کرو۔ **اما شاکرا واما کفورا۔** چاہو تو شکر گزار بن جاؤ چاہو تو ناشکرے بن جاؤ۔ مگر یاد رکھو **فمن اھتدی فانما یھتدی لنفسہ ومن ضل فانما یضل علیھا۔** جو ہدایت قبول کرے گا اس کا اپنا فائدہ ہے اور جو گمراہ ہو جائے گا اس کا اپنا نقصان ہے۔ **ما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم وامنتم۔** مجھے شوق نہیں ہے کہ تمہیں ضرور ہی عذاب دوں چاہے تم شکر گزار اور ایمان دار ہی بن جاؤ۔ **قد جاء کم بصائر من ربکم۔** تمہارے پاس دلائل آ چکے ہیں، جان بوجھ کر اگر حق کو قبول نہ کرو گے تو جہنم میں جاؤ گے اور چیخ و پکار کرو گے اور کہو گے کہ کاش ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے اب ہم اللہ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ (**وھم یصطرخون فیھا...... فاطر**) **تلفح وجوھم النار وھم فیھا کالحون...... قال اخسئو فیھا ولا تکلمون۔** (المؤمنون) یہ آخری موقع ہے جو تمہیں دے دیا گیا ہے۔

جنت میں دنیا کی ہر شئی کا نعم البدل موجود ہے:

دوسری طرف دیکھو کہ اللہ نے جو بھی ہمیں حکم دیا ہے اگر اس پر عمل کرنا مشکل ہے تو اللہ تعالیٰ نے ترغیبات سے بھی نوازا ہے مثلاً دیکھو جہاد ایک مشکل حکم تھا اور موت سے ڈرنے کے تین موٹے موٹے اسباب تھے۔

1- دنیا کے تعیشات، خوبصورت رہائش، کھانے پینے کی لذّات اللہ تعالیٰ نے ان کا نعم البدل جنت کو قرار دیا۔ **ان لھم جنت تجری من تحتھا الانھٰر۔**

2- زندگی کا فنا ہو جانا، اس کے بدلے **ھم فیھا خالدون** فرمایا کہ مرنے کے بعد تمہیں ہمیشہ کی زندگی مل جائے گی۔

3- خوبصورت تابعدار بیوی اس کی جگہ **حور عین کامثال اللؤلؤ المکنون۔ حور مقصورات فی الخیام۔ ولھم فیھا ازواج مطھرۃ۔** فرمایا کہ تمہیں جنت میں پاکیزہ بیویاں اور چھپے ہوئے موتیوں کی طرح حوریں ملیں گی، جن کو نہ کسی نے آج تک دیکھا ہے نہ چھوا ہے۔ ریشمی لباس اور **شرابا طھورا** کی نہریں کیا دنیا کی انہی چیزوں کا نعم البدل نہیں؟

اب بھی اگر خدا کی نافرمانی میں زندگی گزارو گے تو بتاؤ کس کا قصور ہے؟

لکھیا لیکھاں وچ ازل توں جو ساڈے — اوہو توں لینا اوہو میں لینا
تیریاں میریاں آکڑاں کس کاری — توں وی ڈھ پیناں میں وی ڈھ پینا
سدّا آیا تے بکلاں مار ٹرناں — نہ کجھ توں کہنا نہ کجھ میں کہنا
تیرا میرا پھر رہ گیا کی جھگڑا — ایتھے توں رہنا تے نہ میں رہنا

اسلامی سزائیں اور نظام مصطفیٰ کی برکات:

قرآن پاک کی متعدد آیات میں اہلِ ایمان کو نظام اسلام کی طرف متوجہ فرمایا گیا ہے اور کئی جگہ اس کی برکات بیان فرما کر اس کی طرف رغبت دلائی گئی اور بعض مقامات پہ صاحبانِ اقتدار جو نظام مصطفیٰ کا نفاذ کرنے میں لیت ولعل سے کام لیتے ہیں ان کی مذمت فرمائی گئی۔

چند آیات ملاحظہ ہوں:

1- یہود و نصاری جن کا دین اور جن کی کتابیں منسوخ ہونے والی تھیں ان کے بارے فرمایا:

ولو انهم اقاموا التوراة والانجيل وما انزل اليهم من ربهم لاكلوا من فوقهم ومن تحت ارجلهم۔ (المائدہ:66)

''اگر وہ تورات وانجیل اور اپنے رب کے نازل کیے ہوئے پر قائم رہتے تو انہیں اوپر سے بھی رزق ملتا اور نیچے سے بھی۔ یعنی ان پر رزق کے دروازے کھول دیے جاتے''۔

جب منسوخ ہونے والی کتابوں اور دینوں میں اتنی برکات تھیں تو ہمارا دین اور قرآن تو ہمیشہ قائم رہنے والا ہے اس پر اگر عمل ہو جائے تو ہم اللہ کے انعامات کے زیادہ حقدار ہوں گے۔ اے اہلِ اسلام! خدارا سمجھ جاؤ تم نے سارے نظام آزما لیے آؤ اب نظامِ مصطفی کو بھی آزمالو۔

یہ ہے دامن یہ ہے گریباں آؤ کوئی کام کریں
موسم کا منہ تکتے رہنا کام نہیں فرزانوں کا

2- **فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم......** (النساء)

3- **وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم۔** (الاحزاب)

4- **ومن لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الكفرون۔**

5- **ومن لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الظلمون۔**

6- **ومن لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الفسقون۔** (المائدہ)

اگر کسی مسلمان حکمران کے دل میں خوف خدا ہو تو یہ آیات اس کو جھنجھوڑنے کیلئے کافی ہیں۔ پاکستان بننے سے پہلے تو خیر ہم غیر مسلم حکومتوں کے زیرِ سایہ رہتے تھے مگر پاکستان بننے کے بعد تو ہم خود مختار ہو گئے لیکن اس کے باوجود آج تک مجموعی حیثیت سے ہمنے اللہ و رسول کے فیصلوں کو تسلیم نہیں کیا، جن کے پاس طاقت نہیں مگر نفاذ اسلام کی مخلصانہ کوشش کر رہے ہیں ان کا تو عذر شاید بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہو جائے گا مگر نصف صدی حکومت کرنے

والے مسلمان حکمران بتائیں کہ

جب سرِ محشر وہ پوچھیں گے بُلا کر سامنے
کیا حساب جرم دو گے تم خدا کے سامنے

چونکہ عوام الناس بادشاہوں کے پیچھے ہوتے ہیں۔ (الناس علی دین ملوکھم) اور حکمرانوں کی اسلام دشمنی کی وجہ سے اب عوام بھی اسلام سے دور ہوتے جا رہے ہیں، حالانکہ ابھی ہم نے اسلام کو آزمایا ہی نہیں ہے تو آزمانے سے پہلے اس سے بدظن ہونے کا گناہ کس کے کھاتے میں جا رہا ہے؟ مگر یاد رکھو اسلام کے خلاف تمہاری یہ بدمعاشی اب زیادہ دیر نہیں چلے گی۔ ہم نے اسلام کے دشمن تمام سورماؤں کو دیکھ لیا ہے کہ یہ انسانیت کے کتنے خیر خواہ ہیں اب وقت آنے والا ہے کہ اسلام کا سورج ہی چمکے گا اور نبی کا جھنڈا ہی اونچا رہے گا۔ سب دم دبا کر بھاگنے ہی والے ہیں۔

یہ لاکھ روٹھیں ہزار بگڑیں
غضب میں آئیں کہ دل میں آئیں
خدا کی اس پاک سرزمیں پر
خدا کا قانون ہی چلے گا

کاش ہم نے ایک بار اسلام کو آزمایا ہوتا پھر اگر مسائل حل نہ ہوتے تو یہ کہنے میں حق بجانب تھے کہ اسلام موجودہ دور کے مسائل کو حل نہیں کر سکا (خاکم بدہن) یہ ظلم نہیں تو کیا ہے کہ کافروں کو اسلام کے بارے میں مطمئن کرنے کیلئے اگر بحث مباحثے ہوتے تو بات سمجھ میں آتی مگر یہاں تو کلمہ گو "کافروں" کو اسلام اچھا نہیں لگتا اور ان کو اسلام کی برکات پر قائل کرنے کیلئے بحثیں ہوتی ہیں۔ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

آگ دی صیاد نے جب آشیانے کو میرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

اقوام عالم میں جو ہماری حالت ہو چکی ہے (دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا) کی مثال ہم پہ سو فیصد صادق آ رہی ہے کیا یہ سب اسلام سے دوری کا نتیجہ نہیں ہے؟ جن ملکوں میں

آج بھی تھوڑا بہت اسلام موجود ہے دیکھ لو وہ چند سال پہلے پانی اور کھجوروں پر گذارکرتے تھے مگر آج ادھورے اسلام کی برکت سے زمین سونے کے انبار اور تیل کے دریا اُگل رہی ہے، ادھورے اسلام کی یہ برکات ہیں تو پورے اسلام کی کیا برکات ہوں گی۔ اگر ہمارے ملک میں بھی اسلام کی بہاریں آجائیں تو رزق سنبھالا نہ جائے گا۔ ولن تجد لسنۃ اللّٰہ تبدیلا۔ جو خدا وہاں ہے وہی یہاں ہے۔ کاش کہ کوئی ان باتوں پہ غور کرنیوالا ہوتا۔

کوئی ایسا اہل دل ہو کہ فسانۂ محبت
میں اسے سنا کے روؤں وہ مجھے سنا کے روئے

(سیف الدین سیف)

اسلامی نظام میں سزاؤں کی سختی کا رونا رونے والے کیا یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اسلام نے کسی بے گناہ کو بھی سزا دی ہے؟ جس نے چوری نہ کی ہو اس کے ہاتھ کاٹے ہوں اور جس نے زنا نہ کیا ہو اس کو کوڑے لگائے ہوں یا سنگسار کیا ہو؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو پھر تم چوروں، زانیوں اور شرابیوں کی کیوں حمایت کرتے ہو، کیا تم ان کو کھلی چھٹی دینا چاہتے ہو کہ جس کی چاہیں عزت لوٹ لیں اور جس کے مال پر چاہیں ہاتھ صاف کر لیں یا پھر تم خود چور، ڈاکو، زانی، شرابی ہو کہ ڈر رہے ہو اگر اسلام آگیا تو ہمارا حشر ہو جائے گا، آخر دال میں کچھ کالا کالا تو ہے۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

جب اللہ فرماتا ہے: ولا تاخذکم بھما رحمۃ فی دین اللّٰہ۔ کہ مجرموں سے نرمی ہرگز نہ برتو۔ تو تم مجرموں کے بارے کیوں نرم گوشہ رکھتے ہو کیا مظلوم پر تمہیں ترس نہیں آتا کہ ظالم کی خیر خواہی کر رہے ہو۔

سنو! دین اسلام کو اس سے دلچسپی نہیں کہ ضرور ہی لوگوں کے ہاتھ کٹیں اور زیادہ سے زیادہ کوڑے لگیں بلکہ سزائیں اس لیے ہیں کہ ان سے ڈر کر کوئی کسی کا گھر نہ لوٹے اور کوئی کسی کی عصمت کو تار تار نہ کرے۔

کیا تم سمجھتے نہیں ہو کہ عدالت اسلامی میں ملزم کو ہی شک کا فائدہ ملتا ہے اور ہمارے آقا نے فرمایا جہاں تک ہو سکے لوگوں کو سزاؤں سے بچاؤ۔ (الحدود تندرأ بالشبھات)

اسلامی سزا دینے میں احتیاط کی ایک مثال:

تمہیں کچھ معلوم بھی ہے کہ سزا کے نفاذ کیلئے کس پائے کی شہادت کی ضرورت ہے فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ اگر تین عاقل بالغ مسلمان مرد گواہی دیں کہ ہم نے فلاں مرد وعورت کو اپنی آنکھوں سے اس حال میں دیکھا کہ جس طرح ڈول کنویں میں یا مکحل (سُر مچو) سرمہ دانی میں۔ اور ایک کہے کہ میں نے اس طرح تو نہیں دیکھا لیکن یہ دیکھا ہے کہ دونوں ایک چارپائی پہ کپڑے اتار کر سوئے ہوئے تھے، تو حد مرد وعورت پہ نہیں لگے گی بلکہ ان چاروں کو حدّ قذف (اسی کوڑے) لگیں گے۔

کیا دنیا میں کوئی ایسا خیر خواہ قانون آپ نے دیکھا ہے سوائے اسلام کے باقی قوانین کی حالت تو یہ ہو چکی ہے کہ

چراغ جلانے کی رسم پرانی ہو چکی
اب میرے دیس میں انساں جلائے جاتے ہیں

تو ایسے منحوس اور ظالمانہ نظاموں کو اسلام کے خیر خواہانہ اور پاکیزہ نظام سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔

کہاں مہدی کہاں دجّالِ ناپاک
چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

ہمارا دین خالی ہاتھ کاٹنے کا دین نہیں اسلام تو اپنی برکات دکھانا چاہتا ہے کہ نہ کوئی چوری کرے اور نہ کسی کے ہاتھ کٹیں۔

مراد ما نصیحت بود و گفتیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم

(شیخ سعدی)

اس ضمن میں دو واقعات ملاحظہ ہوں۔

اسلام کی رحمت ورأفت کے دو واقعات:

ایک بندہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا: طھّرنی یا رسول اللہ۔ یا

رسول اللہ مجھے پاک کر دیجئے، ضمیر اتنا صاف تھا کہ ایک گناہ کا بوجھ بھی نہ اٹھا سکا اور فوراً بارگاہ نبوت میں حاضر ہو گیا۔ ہم ہزاروں جرم کر کے ڈکار بھی نہیں لیتے۔ مگر اس نے سوچا کہ کل اپنے رب کے سامنے کونسا منہ لے کر جاؤں گا۔ حضور علیہ السلام نے چہرۂ اقدس دوسری طرف کر لیا، وہ ادھر سے آگیا تین بار ایسا ہوا تو چوتھی بار آپ نے فرمایا: اس کا منہ سونگھو کہیں نشے میں بدمست ہو کر گناہ کا اقرار تو نہیں کر رہا؟ صحابہ نے تعمیل ارشاد کی اور عرض کیا: حضور نشے کی بو تو کوئی نہیں آرہی۔ فرمایا: ذرا سوچ کر بتا شاید تو نے زنا نہ کیا ہو فقط ہاتھ لگایا ہو یا بوسہ لیا ہو؟ شاید صرف تیرا جسم ساتھ لگا ہو۔ (لعل لعل فرما کر ٹالنے کی کوشش فرماتے رہے) تا کہ انکار کر دے اور سزا سے بچ جائے۔ مگر اس کا ایمان اتنا کامل تھا کہ ہر موقع ہاتھ سے نکالتا گیا۔ چنانچہ سنگساری کا حکم ہوا۔ پہاڑ کے دامن میں لے جایا گیا، اس کا اقرار بڑھتا گیا حضور کی بے قراری بڑھتی گئی۔ آپ خود تشریف نہ لے گئے۔ بتانے والوں نے آکر بتایا کہ یا رسول اللہ! جب اس کے منہ پہ چند پتھر لگے تو اس نے بھاگنا چاہا مگر ہم نے بھاگنے نہ دیا اور سنگسار کر دیا۔ آپ نے فرمایا: تم نے اس کو بھاگنے کیوں نہ دیا شاید وہ اپنے اقرار سے پھر رہا ہو گا اور گویا رجوع کر رہا تھا کیونکہ ثبوت گواہوں سے تو نہ تھا صرف اقرار ہی تھا اس سے انکار کا اس کو حق تھا۔

اسلام دشمن بزعم خویش۔ کلمہ گو مسلمانوں کو شاید اس واقعہ میں کچھ نظر نہ آرہا ہو گا مگر کافروں سے پوچھو وہ تمہیں بتائیں کہ اس میں انسانیت کی خیر خواہی کے کیا کیا جلوے ہیں۔

یہ گلہ جفا وفا نما جو حرم کو اہل حرم سے ہے
کسی بتکدے میں کروں بیاں تو صنم پکاریں ہری ہری

- اسی طرح کا ایک واقعہ دور رسالت مآب علیہ السلام میں مدینہ پاک کے اندر ایک عورت کے ساتھ بھی ہوا جو کہ حاملہ تھی۔ آپ نے فرمایا: وضع حمل کے بعد آنا۔ بچہ پیدا ہوا تو بچہ گود میں اٹھا لائی کہ اب میرے اوپر حد جاری کر دیں۔ آپ نے پھر ٹالا اور فرمایا: اس کو کھلائے پلائے گا کون؟ جب خود کھانے پینے کے قابل ہو جائے تب آنا۔ چند ماہ کے بعد بن بلائے اس حال میں حاضر ہوئی کہ بچے کے ہاتھ میں روٹی تھی اور وہ کھا رہا تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ حضور اب یہ خود کھا پی لیتا ہے۔ اب تو میرے اوپر حد

جاری کیجئے۔ جانتی تھی سزائے موت ہے مگر آج ہم مرد ہو کر جرم کر کے گواہوں سے ثابت ہو جانے کے باوجود سزائے موت سے بچنے کی اپیلیں کرتے ہیں اور وہ عورت ہو کر موت کے منہ میں جانے کی اپیلیں کر رہی ہے تا کہ قیامت کے دن میرے سر پہ یہ گناہ نہ ہو۔

وہ تھے کس منزل میں اور تو کونسی منزل میں ہے
شرم سے گڑ جا! اگر احساس تیرے دل میں ہے

حضور علیہ السلام نے ایک موقع اور دیا کہ تیرے اس بچے کا اگر کوئی کفیل بننے کو تیار ہو تو تجھے سزا دے دیتا ہوں۔ چنانچہ کفیل بھی بن گیا حضور نے سزا نافذ کی اور فرمایا:

انھا تابت توبة لو قسمت علی اھل المدینة لکفت۔

"اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر پورے مدینہ میں تقسیم کر دی جائے تو سب کو کافی ہو"۔

نظر جب اٹھتی ہے سرکار کی رحمت کی طرف
دیر تک دل کے دھڑکنے کی صدا آتی ہے
پیش سرکار میں لب نہیں کھلتے حافظ
مجھ کو اس ذات گرامی سے حیا آتی ہے
ان کی یادوں سے مجھے یادِ خدا آتی ہے

چیلنج سے کہتا ہوں کہ حضور علیہ السلام کے دور اقدس سے لے کر آج تک زنا کا ایک کیس بھی گواہوں سے ثابت نہیں ہوا، کیونکہ شرائط ہی اتنی سخت ہیں کہ محال نہیں تو مشکل ضرور ہے، پوری ذمہ داری سے عرض کر رہا ہوں۔ ثابت ہوا اسلام جرائم کا سدِ باب کرنے کیلئے آیا ہے۔ اس کو سزائیں دینے کا شوق نہیں ہے۔

معاملات میں مثلاً نکاح میں سینکڑوں گواہ بنائے جا سکتے ہیں مگر صرف دو کو کافی سمجھا گیا۔ اور یہاں (زنا میں) ایک بھی شرعی گواہ لانا مشکل ہے تو چار کا حکم ہوا، اب ظاہر ہے کہ یہ کام کوئی شاہراہ عام پہ تو نہیں ہوتا کہاں سے گواہ آئیں۔ (لیکن ہائے افسوس کہ اگر مزید

تاخیر کی گئی تو سرعام بھی ایسے گناہ ہونے کا خطرہ پیدا ہو رہا ہے)

اور اگر کوئی کسی کو سزا میں پھنسانے کیلئے جھوٹے گواہ بنالائے تو اسی کوڑے کھائے بمعہ گواہان اور و لا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا۔ ساری عمر کیلئے گواہ بننے سے محروم ہو جائے۔ اس کے بعد توبہ کر کے ولی بھی بن جائے مگر گواہی قبول نہیں۔ کیونکہ ایک بار ایک مسلمان کی عزت سے تو کھیل چکا ہے۔ اب اس طرح کی سزا کے بعد بھی کوئی کسی پر جھوٹی تہمت لگائے گا؟

ہم امتی ہیں اپنے رسول کریم کے
جو کچھ انہیں پسند ہے وہ ہے ہمیں پسند
ان عاشقوں کا میں ہوں ادنیٰ نیاز مند
جن کو میرے حضور کی ہے ہر ادا پسند

دوسری دنیا میں سزائیں غیر اسلامی ہیں جو جرم پہ آمادہ کرنیوالی ہیں جبکہ اسلامی سزائیں جرم کا قلع قمع کرتی ہیں۔

اہل مدینہ اور اہل امریکہ کی مثال:

امریکہ میں ایک مرتبہ اہلِ دانش و بینش نے مشورہ کیا کہ کسی طرح شراب پہ پابندی عائد کی جائے، جب اس مشورے کی بھنک باہر نکلی تو اسی دن امریکہ میں تیس قسموں کی شراب چلنے لگی اور لوگ احتجاجاً زہر کھانے لگے، ادھر مدینہ شریف میں حضور علیہ السلام نے آرڈر کیا کہ آج سے شراب بند ہے تو مدینہ کی گلیاں شراب سے ایسے بہنے لگیں جیسے سیلاب آگیا ہے ان برتنوں کو بھی توڑ دیا گیا جن میں شراب رکھی جاتی تھی (ثابت ہوا کہ ایمان ہر برائی سے بچاتا ہے اور جو مومن ہو کر بھی ایمان کے تقاضے پورے نہیں کرتا اور خباثتیں نہیں چھوڑتا وہ اپنے ایمان کی خبر لے)

مجھ کو پانا ہے تو پھر مجھ میں اتر کر دیکھو
یوں کنارے سے سمندر نہیں دیکھا جاتا

ادب و علم کا گہوارہ لندن کو مانا جاتا ہے مگر سب سے زیادہ جرم بھی وہیں پہ ہوتے ہیں اور سب سے کم جرائم ان عرب ممالک میں ہوتے ہیں جہاں کچھ نہ کچھ اسلام کی روشنی موجود

ہے۔ یورپین ممالک میں ایک آدمی چوری کرے تو اس کو چھ ماہ قید کی سزا بمع روٹی، کپڑا، مکان اور دیگر اخراجات دیے جاتے ہیں، اگر باہر رہتا تو مزدوری کر کے اتنا نہ کما سکتا وہ بھلا دوبارہ چوری کیوں نہ کرے گا کہ باہر رہ کر محنت بھی کروں اور پیٹ بھر کر کھانا بھی نہ کھا سکوں۔ لہٰذا جیلیں بھری ہوئی ہیں چوری کے مجرموں کے ساتھ۔ اور جن ممالک میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا نافذ ہے کوئی مجھے بتائے کہ وہاں بھی کسی نے ٹنڈوں (ہاتھ کٹوں) کی کوئی ٹولی دیکھی ہے؟ اگر اسلام خالی ہاتھ کاٹنے کا مذہب ہوتا تو اکثریت ہاتھ کٹوں کی ہوتی۔ مشینی دور ہے کبھی کبھار تو مشین میں بھی ہاتھ آ کر کٹ جاتا ہے اگر خدا کے حکم پہ عمل کر کے ایسا کیا جائے تو ادھر ہاتھ کٹے اور ادھر رب کی بارگاہ میں تعلق جڑ جائے۔ ہاں ان (عرب) ممالک میں یہ دیکھا ہے کہ بازار کھلے ہیں، قیمتی چیزیں بلکہ سونا چاندی کھلا پڑا ہے اور خود مسجد میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ رات کو بھی پانچ پانچ کلو کے تالے لگانے کی بجائے پردہ لٹکا کے چلے جاتے ہیں اور سکون کی نیند سو جاتے ہیں، صبح آئے کپڑا ہٹایا اور ایک تنکا بھی اپنی جگہ سے ہٹا ہوا نہ پایا۔

؎ جا جا کے اس سے مانگتے ہیں زندگی کی بھیک
جس نے کسی کو چین سے مرنے نہیں دیا

ایک شخص نے سوال کیا کہ سنگساری کا طریقہ اس دور میں تھا جبکہ کسی اور طریقے سے مارا نہیں جا سکتا تھا۔ اب گولی مار کر یا بجلی کا جھٹکا دے کر مارا جا سکتا ہے۔ میں نے عرض کیا: وہی طریقہ خیر خواہی کا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے دو چار پتھر پڑیں تو رجوع کرے اور بچ جائے، گولی والے طریقے میں یہ رعایت تو نہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ اس دور میں کوئی اور طریقہ نہ تھا یہ درست نہیں کیونکہ تلوار تو اس دور میں بھی تھی، پہاڑ سے بھی گرایا جا سکتا تھا۔ ثابت ہوا کہ تم اس کو ضرور ہی مارنا چاہتے ہو جبکہ اسلامی طریقہ اس کو بچانا چاہتا ہے۔ ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب۔ یہ ایک جھلک ہے اسلامی نظام کے اس شعبے کی کہ جس کو آج کل کے مسلمان حکمران وحشیانہ سزاؤں کا نام دیتے ہیں، مگر افسوس کہ اس ملک میں مسلمانوں کی واضح اکثریت کے باوجود کسی بھی مسلمان حکمران کو اس رحمت بھرے نظام کے نفاذ کی توفیق نہیں ملی۔ کیا یہ ہماری اور ہمارے ملک کی بدقسمتی نہیں ہے؟

(مفتی محمود کی ایک تقریر سے "مع التصرف" گیارہ ربیع الاول بروز جمعہ، طلباء سے خطاب)

؎ یہ روگ تو ایسا نہیں جس کی دوا ممکن نہ ہو
لیکن میرے تیمارداروں کی صلاح کچھ اور ہے

مگر ہاں امید پر دنیا قائم ہے اور مجھے اپنے رب کی رحمت پہ پوری امید ہے کہ میری ہاں میں ہاں ملانے والے اور اسلام کے نام پہ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنیوالے بڑھتے ہی رہیں گے اور ایک دن آئے گا کہ اس دھرتی کی پیاس نظامِ مصطفیٰ آ کر بجھائے گا۔

؎ میری خاک آرزو سے نئے سر پھرے اٹھیں گے
یہ قلندروں کا ڈیرہ میرے بعد بھی رہے گا

اختیارات اعزازی اور نفع ونقصان کی بحث:

مسلمان کہلانے والے بلکہ اسلام کے ٹھیکیدار بننے والے اس طرح کی باتیں کرتے نظر آتے ہیں کہ جس کا نام محمد وعلی ہو وہ کسی چیز کا مالک ومختار نہیں ہوسکتا اس موضوع کو دو بحثوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلی بحث ایک حدیث کے ضمن میں اختیارات کی ہوگی اور دوسری بحث میں اس غلط فہمی کو دور کیا جائے گا کہ "کوئی کسی کو نفع ونقصان نہیں دے سکتا" کا صحیح مفہوم کیا ہے۔ (یہ ساری محنت اپنے بھولے بھالے لوگوں کی تسلی کیلئے ہے دوسروں نے نہ ماننا ہے نہ ہمیں ان سے کوئی مطلب ہے)

؎ عاشق روئے خدا ہوں غیر سے مطلب نہیں
سالک راہِ ھدیٰ ہوں غیر سے مطلب نہیں
ایک ہوں اور ایک خواہ ہوں ایک جو ہوں ایک گو
سب کو اس کا دیکھتا ہوں غیر سے مطلب نہیں
گرچہ شاہ کشور کونین ہوں لیکن فرید
فخر عالم کا گدا ہوں غیر سے مطلب نہیں

✿ عن انس بن مالك ان رسول الله صلّى الله عليه وسلم طلع له احدٌ فقال "هٰذَا جَبَلٌ يحبُّنا ونحبه، اللهم ان ابراهيم حرم مكة وانا

احرم ما بین لابتیھا۔

"کہ رسول اللہ ﷺ نے کوہِ اُحد کو دیکھ کر فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اے اللہ! ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور میں دونوں کناروں کے درمیانی جگہ (مدینہ) کو حرم بناتا ہوں"۔

وحدثنی مالك عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب، عن ابی هريرة انه كان يقول لو رايت الظِّباءَ بالمدينة ترتع ما ذعرتها۔ قال رسول الله صلی الله عليه وسلم۔ "ما بين لابتيها حرام"۔

"سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ اگر میں مدینہ منورہ میں ہرنوں کو چرتے دیکھوں تو انہیں نہیں چھیڑوں گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ان دونوں کناروں کی درمیانی جگہ حرم ہے"۔

(مؤطا امام مالک: باب ماجاء فی تحریم المدینۃ)

اس حدیث میں حرم بنانے کی زبان رسالت سے نسبت قابل غور ہے۔ نبی کریم ﷺ بارگاہِ خداوندی میں عرض کر رہے ہیں کہ مکہ مکرمہ کو میرے جدِّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حرم بنایا اور میں مدینہ منورہ کو حرم قرار دیتا ہوں یہ اعزازی اختیارات ہیں جو پروردگار عالم اپنے مقبول بندوں کو عطا فرماتا ہے اور اسی اعزازی اختیار کی بنا پر مجازاً ان کی طرف بھی ایسے امور کی نسبت کر دی جاتی ہے جس کی قرآن وحدیث میں اتنی مثالیں موجود ہیں جنہیں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

مبتدعین زمانہ میں سے بعض لوگ مقربین بارگاہِ الٰہیہ کے علوم واختیارات کے نام سے ہی جل بھن جاتے ہیں اور ایڑھی سے چوٹی بلکہ اپنے مہاتما گاندھی کی لنگوٹی تک کا زور اس بات پر لگا دیتے ہیں کہ کسی بڑی سے بری ہستی کو ایک عام انسان سے ذرا بھی کسی بات میں مختلف نہ سمجھا جائے اور اگر فرق بھی کیا جائے تو صرف اتنا ہی جتنا کہ چھوٹے بڑے بھائی میں ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک نبی اس ہستی کا نام ہے جس نے دینی مسائل کسی کتاب یا استاد سے نہیں سیکھے بلکہ اسے وحی کے ذریعے بتا دیئے گئے اور ان کی تبلیغ پر مامور فرما دیا گیا۔ گویا ان

کی اصطلاح کے مطابق ایک نبی اور کسی مسجد کے ملاں جی میں وحی کے سوا اور کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔

اگرچہ قرآن وحدیث کی واضح نصوص ان حضرات کے اس غیر اسلامی نظریہ کی قطعاً تائید نہیں کرتیں بلکہ صاف صریح طور پر اسے کلمۂ طیبہ سے انحراف اور عقیدۂ رسالت کا انکار قرار دیا گیا ہے کیونکہ انبیائے کرام ہرگز خدا نہیں لیکن یقیناً خدا نما ہیں۔ یہ حضرات مظہر خدا ہوتے تھے جن کے کمالات سے خدا کی ذات وصفات کا تصور انسانوں کے ذہن میں سماتا تھا۔ ان اعزازی علوم واختیارات کو شرک قرار دینا حقیقت میں اسلام سے مذاق، عقیدۂ رسالت کے خلاف ابلیسی شرارت اور عقیدہ توحید کو مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں سے نکالنے کی خاطر پُراسرار شیطانی سازش کے شوگر کوٹڈ کیپسول ہیں جن کو استعمال کرنے سے اسلامی عقیدہ توحید وعقیدۂ رسالت کو آدمی آہستہ آہستہ اپنے ہاتھ سے دے بیٹھتا ہے غرضیکہ یوں دین کے نام پر آدمی ایمان جیسی متاع عزیز کو ضائع کر کے اپنے آپ کو مکمل بے دین بنالیتا ہے اور یہ سوچنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتا کہ یہ تو وہ مرض ہے جو شیطان کو لاحق ہوا تھا اور کہیں وہ دینداری کے پردے میں مجھے اپنے جیسا بنانے کی کوشش نہ کر رہا ہو توحید کی نام نہاد علمبرداری نے اسے منصب نبوت کو نہ سمجھنے دیا اور گلے میں لعنت کا طوق پڑا۔ شیطان کے اسی نقش قدم پر چلنا حقیقت میں شیطان کے انجام کو اپنا مقدر بنانا نہیں تو اور کیا ہے؟

مقربین بارگاہ خداوندی کے اعزازی اختیارات:

مقربین بارگاہِ الٰہیہ کے عطائی واعزازی اختیارات ایک ایسی مسلمہ حقیقت ہے جس کے انکار کی اسلام کے اندر قطعاً گنجائش نہیں ہے خود قرآن کریم کے اندر ایسی درجنوں آیات موجود ہیں جن کے اندر غیر خدا کی طرف ایسے اختیارات کی نسبت کی گئی ہے۔ یہاں ایسی تمام آیات کو نقل کرنے کی گنجائش نہیں بلکہ خاص اسی تحریم وتحلیل کے سلسلے میں دو آیتیں پیش کی جاتی ہیں۔ ایک مقام پر پروردگار عالم نے اپنے حبیب سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے یوں فرمایا ہے:

الذین یتبعون الرسول النبیَّ الامیَّ الّذی یجدونہٗ مکتوبا عندھم فی التورٰۃِ وَالْانجیل یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم الخبٰئث ویضع عنھم اصرھم والاغلٰل التی کانت علیھمط(اعراف:157)

''وہ جو غلامی کریں گے اس رسول، غیب کی خبریں دینے والے بے پڑھے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کیلئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا''۔

اس آیت میں حلال وحرام کرنے کی نسبت خود پروردگار عالم نے اپنے حبیب کی طرف فرمائی اور بتایا کہ میرا محبوب لوگوں کے سروں سے بوجھ اور گلوں سے پھندے اتار کر ان کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کرے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے جو فرمایا تھا دوسرے مقام پر قرآن کریم نے ان کے ارشادات کو یوں نقل فرمایا ہے:

انی اخلق لکم من الطین کھیئَۃِ الطّیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللّٰہ وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللّٰہ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکمط ان فی ذٰلک لاٰیۃ لکم ان کنتم مؤمنینo ومصدقا لما بین یدی من التورٰۃِ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم وجئتکم باٰیۃٍ من ربکم فاتقوا اللّٰہ واطیعون۔ (اٰلِ عمران:50-49)

''میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرندہ ہو جاتی ہے۔ اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اور میں مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے اور میں تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو۔

بیشک ان باتوں میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو اور تصدیق کرتا آیا ہوں اپنے سے پہلے کتاب توریت کی اور اس لیے کہ حلال کر دوں تمہارے لیے کچھ وہ چیزیں جو تم پر حرام تھیں اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو"۔

ان دونوں آیتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے جن عطائی و اعزازی اختیارات کو بیان فرمایا اور قرآن مجید نے انہیں نقل کیا وہ چشم بصیرت سے دیکھنے والے ہیں کہ اللہ کے ایک نبی جلیل القدر پیغمبر اور اولوالعزم رسول نے کیا فرمایا جبکہ وہ حضرات توحید کا علم بلند کرنے اور کفر و شرک کی جڑیں اکھاڑ پھینکنے کیلئے اس دنیا میں تشریف لاتے رہے۔ اگر ان عطائی و اعزازی نسبتوں میں کفر و شرک کا ذرا بھی شائبہ ہوتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسی باتوں کی ہرگز اپنی جانب نسبت نہ کرتے اور نہ قرآن کریم میں ایسی نسبتوں کو برقرار رکھا جاتا جبکہ انہوں نے بنی اسرائیل سے فرمایا:

1- میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی مورت تخلیق کر کے اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔

2- میں مادرزاد اندھے کو بینائی عطا کر دیتا ہوں۔

3- میں کوڑھی کو شفا بخش دیتا ہوں۔

4- میں خدا کے حکم سے مُردے کو زندہ کر دیتا ہوں۔

5- میں تمہیں بتا دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو۔

6- میں تمہیں بتا دیتا ہوں جو تم گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو۔

7- میں تمہارے لیے بعض چیزوں کو حلال کرنے آیا ہوں جو پہلے تم پر حرام تھیں۔

ان نسبتوں کی حقیقت چشم بینا کو بھی ایمان کی روشنی میں ہی نظر آ سکتی ہے کیونکہ حضرات انبیائے کرام کی شان کو وہی لوگ علی قدر مراتب دیکھ سکتے ہیں جو منصب نبوت کے قائل ہوں ورنہ جو سرے سے منصب نبوت و رسالت ہی کے قائل نہیں اور جنہیں ایک عام آدمی اور نبی کے اندر کوئی خاص فرق نظر ہی نہیں آتا وہ تو یہی سمجھیں گے کہ جس طرح سے ہمیں خدا

کی طرف سے کوئی خاص علم واختیار نہیں ملا اسی طرح انبیائے کرام کو بھی کچھ نہیں ملا ہوگا۔ دریں حالات قرآن کریم کے بار بار فرمانے، احادیث مطہرہ کے سینکڑوں بار دہرانے بتانے کے باوجود ان کا ذہن ان نسبتوں کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوگا کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو ایسی باتوں کو دیکھنے والی آنکھوں سے محروم کرلیا ہوتا ہے لہٰذا وہ ان نسبتوں کی من مانی اور دور از کار تاویلیں گھڑیں گے اور اللہ اور رسول پر اپنے معانی مفہومہ کی تہمت دھریں گے اور کسی طرح بھی تسلیم کرنے کی جانب رُخ سیدھا نہیں کریں گے کیونکہ

؎ آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دریدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

حرم مکہ ومدینہ:

مندرجہ بالا حدیث میں نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ کو حرم بنانے کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف فرمائی اور مدینہ منورہ کو حرم بنانے کی نسبت اپنی جانب۔ لہٰذا مناسب نظر آتا ہے کہ مدینہ طیبہ کو حرم بنانے کی چند دیگر حدیثیں اور پیش کردی جائیں جن سے اہلِ ایمان کی آنکھوں کو نور اور دلوں کو سرور ملے۔ ان کی کشت دین لہلہائے اور گلشن ایمان بہاروں سے ہمکنار ہوجائے۔ اَقُوْلُ بِعَوْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔

؎ قلب و نظر مریض تھے صحت انہیں ملی
اس ستھرے بے مثال کی آب و ہوا کے بعد
دل تو کچھ اور کہتا ہے لیکن میں کیا کروں
سجدہ روا نہیں کسی کو خدا کے بعد

1- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بارگاہِ خداوندی میں عرض گزار ہوئے:

اللّٰھم ان ابراھیم حرم مکة وانی احرم ما بین لابتیھا۔

(بخاری، مسلم، احمد، طحاوی)

اے اللہ! بیشک حضرت ابراہیم نے مکہ معظمہ کو حرم کردیا اور میں (مدینہ طیبہ کے) ان

دونوں سنگستانوں کی درمیانی جگہ کو حرم بناتا ہوں۔

باغ جنت میں نرالی چمن آرائی ہے
جا مدینے پہ فدا ہو کہ بہار آئی ہے

2- حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان ابراهیم حرم مکة و دعا لاهلها وانی حرمت المدینة کما حرم ابراهیم مکة وانی دعوت فی صاعها ومدها بمثلی ما دعا به ابراهیم لاهل مکة۔ (بخاری ومسلم)

"بیشک حضرت ابراہیم نے مکہ معظمہ کو حرم بنادیا اور اس کے باشندوں کیلئے دعا فرمائی اور بیشک میں نے مدینہ طیبہ کو حرم کر دیا جس طرح انہوں نے مکہ مکرمہ کو حرم کیا اور میں نے اس کے پیمانوں میں اس سے دگنی برکت کی دعا کی جو انہوں نے اہلِ مکہ کیلئے کی تھی"۔

دوران سینہ مدینہ اٹھائے پھرتا ہوں
کہ ایک لمحہ گوارا نہیں جدائی تیری

3- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: الٰہی! بیشک حضرت ابراہیم تیرے خلیل اور تیرے نبی ہیں اور تو نے ان کی زبان پر مکہ معظمہ کو حرم کیا۔

اللّٰهم انا عبدك ونبيك وانی احرم ما بین لابتیها احرم ما بین لا بتیها۔ (بخاری ومسلم)

"الٰہی! اور میں تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں۔ میں مدینہ طیبہ کی ان دونوں حدوں کے درمیان والی ساری جگہ کو حرم بناتا ہوں"۔

4- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی احرم ما بین لابتی المدینة ان یقطع عضاهها او یقتل صیدها۔

(بخاری، مسلم، احمد، طحاوی)

"بیشک میں حرم بناتا ہوں۔ مدینہ طیبہ کے دونوں سنگستانوں کی درمیانی جگہ کو اس کے کیکر کے درخت نہ کاٹے جائیں اور اس کا شکار نہ مارا جائے"۔

5- حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان ابراهیم حرم مکة وانی احرم ما بین لابتیها۔ (مسلم، طحاوی)

"بیشک حضرت ابراہیم نے مکہ معظمہ کو حرم کردیا اور میں مدینہ منورہ کے دونوں سنگلاخ کی درمیانی جگہ کو حرم کرتا ہوں"۔

6- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرض گزار ہوئے:

اللهم ان ابراهیم حرم مکة فجعلها حرما وانی حرمت المدینة حرما ما زمیها انِ لا یهرقَ فیها ادم ولا یحمل سلاح لقتال ولا یحبط فیها شجرة الا لعلف۔ (صحیح مسلم)

"الٰہی! بیشک حضرت ابراہیم نے مکہ معظمہ کو حرام کر کے حرم بنادیا اور بیشک میں نے مدینہ منورہ کے دونوں کناروں کی درمیانی جگہ کو حرم بنا کر حرام کردیا ہے کہ اس میں کوئی خون نہ بہایا جائے اور نہ لڑائی کیلئے ہتھیار اٹھائے جائیں اور نہ کسی درخت کے پتے جھاڑے جائیں مگر جانوروں کے چارے کو"۔

7- حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ خداوندی میں عرض گزار ہوئے:

اللّٰهم انی قد حرمت ما بین لابتیها کما حرمت علی لسان ابراهیم الحرم۔ (صحیح مسلم، مسند احمد)

"الٰہی! بیشک میں نے سارے مدینہ منورہ کو حرم کردیا جیسے تو نے (مکہ مکرمہ کو) زبان ابراہیم پر حرم محترم بنایا"۔

8- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان ابراهیم حرم بیت الله وامنهٗ وانی حرمت المدینة ما بین لابتیها لا یقطع عضاها ولا یصاد صیدها۔ (صحیح مسلم، طحاوی)

"بیشک حضرت ابراہیم نے بیت اللہ کو حرم بنادیا اور امن والا کر دیا اور میں نے مدینہ طیبہ کو حرم کیا کہ اس کے کانٹے دار درخت بھی نہ کاٹے جائیں اور نہ اس کے وحشی جانور شکار کیے جائیں"۔

9- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حرم رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ما بين لابتى المدينة و جعل اثنى عشر ميلا حول المدينة حمًى۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند احمد)

"مدینہ طیبہ کی دونوں سنگستانوں کے درمیان والی ساری جگہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم کر دیا اور اس کے گرداگرد بارہ بارہ میل تک کے سبزہ و درختوں کو لوگوں کے تصرف سے اپنی حمایت میں لے لیا"۔

10- حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم حرم ما بين لابتى المدينة۔ (صحیح مسلم، طحاوی شریف)

"بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے مدینہ طیبہ کو حرم بنادیا"۔

11- عاصم احول سے روایت ہے:

قلت لانس بن مالك احرم رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم المدينة قال نعم۔ (صحیح مسلم، طحاوی شریف)

"میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا حضور علیہ السلام نے مدینہ کو حرم بنایا؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں"۔

12- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم حرم هذا الحرم۔ (سنن ابوداؤد)

"بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مدینہ منورہ کے) اس حرم محترم کو حرم بنادیا"۔

13- راوی کہتے ہیں کہ ہم مدینہ طیبہ میں چند جال لگا رہے تھے۔ حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ تشریف لائے جال پھینک دیے اور فرمایا:

الم تعلموا ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم حرم صیدھا۔

(طحاوی شریف)

”کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ کا شکار حرام فرمادیا ہے“۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت زید بن ثابت نے فرمایا:

ان النّبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم حرم ما بین لابتیھا۔

(ابن ابی شیبہ)

”بیشک نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کے دونوں سنگلاخ کے مابین کوحرم کردیا ہے“۔

14- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم حرم ما بین لابتی المدینة ان یعضد شجرھا او یحبط۔ (طحاوی شریف)

”بیشک رسول اللہ ﷺ نے سارے مدینہ منورہ کوحرم بنادیا ہے کہ اس کے درخت نہ کاٹیں اور نہ پتے جھاڑیں“۔

15- ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک چڑیا پکڑ لی تھی اسے لیے ہوئے باہر گیا تو والد ماجد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مل گئے۔انہوں نے شدت سے میرا کان ملا۔ چڑیا کو لے کر چھوڑ دیا اور فرمایا:

حرم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم صید ما بین لابتیھا۔ (طحاوی)

”رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کا شکار حرام فرمادیا ہے“۔

16- حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان رسول اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم حرم البقیع وقال لاحمیٰ الا للّٰہ ولرسولهٖ۔ (طحاوی شریف)

”بیشک رسول اللہ ﷺ نے بقیع کوحرم بنادیا اور فرمایا کہ چراگاہ کو کوئی اپنی

حمایت ونگرانی میں نہیں لے سکتا سوائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے"۔
(الامن والعلیٰ)

یہ سولہ حدیثیں مذکور ہوئی ہیں۔ یعنی آٹھ میں خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم نے مدینہ طیبہ کو حرم بنادیا پچھلی آٹھ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے حرم کر دینے سے مدینہ منورہ حرم ہوگیا۔ پہلی آٹھ حدیثوں میں سے پانچ کے اندر اپنے جدِ امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی جانب بھی یہی نسبت ارشاد فرمائی کہ مکہ معظمہ کو انہوں نے حرم کر دیا نیز جائے امن بنادیا۔ یہ سب اسی عطائی اور اعزازی اختیارات کے جلوے ہیں جس کے باعث قرآن و حدیث میں ایسی باتوں کی نسبت مقربین بارگاہِ الٰہیہ کی جانب فرمائی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اختیارات دیئے اور اپنے مقبول بندوں کی جانب خود ان کی نسبت مقربینِ بارگاہِ الٰہیہ کی جانب فرمائی۔ مقربینِ بارگاہِ خداوندی جنہیں یہ اختیار ملا انہوں نے خود اپنی جانب ایسے امور کی نسبت کی اور صاحبِ اختیار دوسرے بزرگوں کی جانب بھی نسبت کرتے رہے۔ ان عطائی اور اعزازی اختیارات سے پروردگارِ عالم کے حقیقی وذاتی اختیار پر قطعاً کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ ایسا اختیار مرحمت فرما دینے کے باوجود صاحب اختیار اپنے تمام اختیارات سمیت پروردگارِ عالم کے اختیار سے ایک بال برابر بھی علیحدہ یا باہر نہیں ہوسکتا۔ اس کے باوجود شرک کا خطرہ سوجھنا دین سے بے خبر ہونے کے ساتھ عقلِ سلیم سے بھی محروم ہونے کا ثبوت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ)

تیرے نام دے ذکر لئی میں کجھ چر ہور دی جیواں
زک زک نام لواں میں تیرا گھٹ گھٹ شہد پیواں

دوسری بحث (نفع ونقصان):

اب دوسری بحث کی طرف آتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نفع یا نقصان پہنچ سکتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ اس پر میں مختلف علماء کرام کی تقریر سے حاصل شدہ نکات کا ایک حسین گلدستہ اس وقت قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں، ملاحظہ فرمائیں:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الٓرٰ کتب انزلنه الیك لتخرج الناس من الظلمت الی النور باذن ربھم الی صراط العزیز الحمید۔ (ابراہیم:۱)

اس آیہ مبارکہ میں حضور علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں کو (جہالت و گمراہی کے) اندھیروں سے نکال کر اپنے رب کے اذن سے (علم وایمان کے) اجالے کی طرف لے جاتے ہیں۔

گمراہی کی کئی اقسام ہیں مثلاً عمل کی گمراہی، عقیدے کی گمراہی، جہالت و بداخلاقی کی گمراہی مگر ہدایت کی راہ ایک ہی ہے۔ تو جو اتنی گمراہیوں سے نکال کر ہدایت کی طرف لاتا ہے کیا اس نے کوئی نفع نہ پہنچایا؟

یتلو علیھم ایاته۔ جو ان پر اللہ کی آیات کی تلاوت فرماتے ہیں اور تلاوت سے ایمان میں برکت اور تازگی پیدا ہوتی ہے جس کو ایمان کا بڑھنا قرار دیا گیا۔ واذا تلیت علیھم ایاته زادتھم ایمانا۔ جو تیرے ایمان کے اضافے کا سبب بن رہا ہے کیا وہ تجھے فائدہ نہیں پہنچا رہا؟

ویز کیھم۔ جس نے تیرے گندے دل کو صاف کر کے یادِ الٰہی کا مرکز بنایا ہے اس نے تجھے کوئی نفع نہیں دیا؟

اس طرح کون محبت کا صلہ دیتا ہے
اس کا بندہ ہوں جو بندے کو خدا دیتا ہے

ویعلمھم الکتٰب والحکمة۔ جو کتاب وحکمت کی تعلیم عطا کرتا ہے وہ کوئی نفع نہیں پہنچا رہا؟

ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللّٰه۔ جو تیرا ہاتھ پکڑ کر رب کے ہاتھ میں دے رہا ہے وہ تجھے کوئی نفع نہیں دے رہا؟

ارے ڈسپرین کی گولی تجھے سر درد میں نفع دے، پانی یا شربت کا ایک گلاس پیاس کی شدت میں تجھے نفع دے اور نہ دے تو نبی ولی ہی نہ دے۔

ظالمو! محبوب کا تھا حق یہی

عشق کے بدلے عداوت کیجئے

سجدۂ شکر بجالانا چاہیے کہ اللہ نے ہمیں ایسے ایسے مددگار عطا فرمائے ہیں، حسد کی آگ میں نہیں جلنا چاہیے۔ کسی کے باپ کو حکومت انعام دے تو اس کو خوش ہونا چاہیے نہ کہ حسد کرنا چاہیے آخر اس کا ہی تو باپ ہے۔ خدا نے اگر اپنے محبوبوں کو اختیارات و کمالات عطا فرمائے ہیں تو ہم حسد کیوں کریں آخر وہ کمالات ہمارے ہی تو فائدے کیلئے ہیں۔

حضور جنت کے مالک بھی ہیں اور جنت پہ قابض بھی:

اگر حضور علیہ السلام کو زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں، اگر حضور کے دو وزیر زیر آسمانوں پہ ہیں دو زمین پہ۔ حضور علیہ السلام نے پوری جنت عثمان غنی کو کئی مرتبہ بیچی حالانکہ بغیر ملکیت کے بیع باطل ہوتی ہے اور بغیر قبضہ کے بیع فاسد ہوتی ہے اور جب حضور نے جنت بیچی اور حضرت عثمان نے خریدی تو معلوم ہوا کہ حضور جنت کے مالک بھی ہیں اور جنت پہ قبضہ بھی آپ کا ہے۔ تو ہم ان اختیارات کو کیوں نہ تسلیم کریں اور کیوں نہ بیان کریں آخر خدا نے اپنے محبوب اور ہمارے نبی ہی کو دیے ہیں ناں؟ کوئی ہمارے دشمنوں کو تو نہیں دیے کہ ہم حسد کی آگ میں جل جائیں۔ آخر حضور نے ہمیں ہی تو جنت کی بشارتیں عطا فرمائی ہیں پھر آپ کے کمالات و اختیارات کا کیوں انکار کیا جائے۔ (علامہ زاہد صدیقی مرحوم)

مرقات شرح مشکوٰہ میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے: **ان اللہ تعالیٰ ملکہ الجنۃ فلہ الخیار ان یقطع ما شاء لمن شاء**۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو جنت کا مالک بنا کر اختیار دے دیا ہے کہ جنتی جنت جس کو چاہیں دے دیں، اور نفع کس بلا کا نام ہے؟

مانگو مانگو سب کچھ مانگو سرکار سے بنام خدا مانگو
جو مانگو گے مل جائے گا مختار ہیں وہ مجبور نہیں
نادار سہی میں اے زاہد، اتنا تو سمجھتا ہوں میں بھی
وہ تیری سنیں میری نہ سنیں سرکار کا یہ دستور نہیں

کیا امام غزالی جیسے لوگ دین کے ستون تھے یا نہیں اور توحید و شرک کو سمجھتے تھے یا نہیں؟ پھر کیوں ایسی باتیں کرتے رہے۔ ثابت ہوا کہ اللہ کے محبوبوں کے کمالات و اختیارات درحقیقت خدا ہی کے کمالات واختیارات ہوتے ہیں اس لیے اس میں شرک والی کوئی بات نہیں ہوتی۔ وہ عطا کرنیوالا ہے یہ لینے والے ہیں، اپنے ایمان خراب نہ کرو اور اللہ نے جس کو جو دیا ہے اس کو تسلیم کرو۔ کیا اللہ نے اپنے نام اپنے بندوں کو عطا نہیں فرمائے؟ تو پھر یہ شرک ہوگیا؟ کیا قرآن میں **ان العزۃ للّٰہ جمیعا** اور **العزۃ للّٰہ ولرسولہ وللمؤمنین** نہیں ہے؟ تو کیا یہ شرک ہوگیا؟

تمہاری آنکھیں اس وقت کھلیں گی جب بروز قیامت تمام جہانوں کی سرداری کا تاج میرے آقا کے سر پر سجے گا، آدم سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام نبیوں کو بھی پناہ میرے آقا علیہ السلام کے جھنڈے تلے ملے گی مگر اس وقت تمہارا ماننا بھی کسی کام کا نہ ہوگا۔ (پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ)

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے قیامت کو اگر مان گیا

خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسُ:

"لوگوں میں بہترین وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے"۔

سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ چھیڑیں داستاں کیسے
رُلائیں تو بغاوت ہے ہنسائیں تو بغاوت ہے
حریفان چمن کے تلخ نعرے مژدۂ راحت
اگر ہم اتفاقاً گنگنائیں تو بغاوت ہے

بعض لوگوں نے یہ وطیرہ بنا رکھا ہے کہ جب تک انبیاء و اولیاء کی توہین نہ کرلیں، ان کی شان نہ گھٹالیں، ان کے کمالات کا انکار نہ کرلیں ان کے معجزات و کرامات کا انکار نہ کرلیں، ان کے خداداد اختیارات کا مذاق نہ اُڑالیں۔ اس وقت تک ان کے خیال کے مطابق کماحقہ توحید بیان ہی نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ نے جو بھی شے پیدا فرمائی ہے اس میں نفع یا نقصان کا پہلو ضرور رکھا ہے ورنہ اس کی تخلیق عبث قرار پائے گی۔ **ھو الذی خلق لکم**

ما فی الارض جمیعا میں تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ اللام للانتفاع۔ یعنی کائنات کی ہر شی تمہارے نفع کیلئے ہے۔

جبکہ ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ بغیر اللہ کے اذن، توفیق اور چاہت کے کوئی شی نہ نفع دے سکتی ہے نہ نقصان چاہے وہ نبی ہوں یا ولی۔ بلکہ خدا کی چاہت کے بغیر اپنے آپ کچھ کرنا ہم ان نفوس قدسیہ کی توہین سمجھتے ہیں کیونکہ خدا کی مرضی سے یہ لوگ سب کچھ کر سکتے ہیں اور اللہ نہ چاہے تو یہ بھی نہیں چاہتے۔ اتنا واضح عقیدہ رکھنے کے باوجود پھر بات بات پہ کفر و شرک کے فتوے لگانا کہاں کی شریعت اور خدمت دین ہے؟ ایسی بے جواز کاروائی ان کے سینوں میں خوف خدا کے نہ ہونے کی علامت ہے، جہاں تک نفع و نقصان کا تعلق ہے تو مثلاً مچھر کے بارے میں آپ ماہرین حیوانات سے پوچھیں کہ یہ ایسے مضر جراثیم کو ختم کرتا ہے جو کوئی اور نہیں کر سکتا اور اگر ان جراثیم کو ختم نہ کیا جائے تو مخلوق میں کئی قسم کی بیماریاں پیدا ہونے کا خطرہ ہے، یہ اس کا فائدہ ہے اور اس (مچھر) کے نقصانات کو تو ہر شخص جانتا ہے چاہے وہ عالم ہو یا جاہل یہ قانون ہے کہ جو چیز جتنی افضل ہو اتنی ہی نافع ہوتی ہے اور نبی اللہ چونکہ ساری مخلوق سے افضل ہوتا ہے لہٰذا نبی ہر شی سے زیادہ نفع دیتا ہے۔ جب ادنٰی سے ادنٰی شی نفع دیتی ہے تو اعلیٰ سے اعلیٰ کیوں نفع نہیں دیتی۔ اس طرح پانی، روٹی، حلال و حرام جانور، ان کی اون، چمڑا، ہڈیاں الغرض ہر چیز میں نفع یا نقصان کا پہلو موجود ہے۔ مکھی ایک حقیر سا جانور ہے لیکن مشروب میں گر جائے تو حدیث میں آتا ہے اس کو ڈبو کر پی سکتے ہو کیونکہ وہ بیماری والا پر ڈبوتی ہے اور شفاء والا اوپر رکھتی ہے، کیا یہ ظلم نہیں کہ مکھی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اس کے ایک پر میں نفع اور دوسرے میں نقصان ہے اور نبی کے بارے میں کہا جائے کہ وہ نفع اور نقصان نہیں دیتے۔ اور پھر ستم بالائے ستم یہ ہے کہ منبروں پہ چڑھ کر وہ آیات پڑھتے ہیں کہ جن میں ذاتی طور پر بغیر اذن الٰہی کے نفع نقصان پہنچانے کی نفی ہے اور ان تمام آیات کو چھوڑ دیتے ہیں جن میں اللہ کے اذن سے مخلوق کی نفع رسانی اور نقصان پہنچانے کا ذکر ہے۔ مثلاً دیکھئے۔ لتؤمنن به ولتنصرنه۔ نبیوں کو حکم ہے کہ تم ضرور آخر الزمان نبی پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔ اگر کوئی کسی کی مدد کر ہی نہیں سکتا تو اللہ

تعالیٰ خود نبیوں کو کیوں حکم دے رہا ہے۔ ولینصرن اللّٰہ من ینصرہ۔ اللہ اس کی ضرور مدد کرے گا جو اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا۔ استعینوا بالصبر و الصلوٰۃ۔ نماز اور صبر سے مدد حاصل کرو۔ آخر نماز اور صبر خدا تو نہیں ہیں۔ وتعاونوا علی البر و التقویٰ و لا تعاونوا علی الاثم و العدوان۔ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور نافرمانی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ حضرت ذوالقرنین نے فرمایا: اعینونی بقوۃ۔ طاقت کے ساتھ اے لوگو! میری مدد کرو۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو فرمایا: کونوا انصار اللّٰہ۔ اللہ کے (دین کے) مددگار بن جاؤ۔

تجارت میں نفع ہی ہے تبھی کی جاتی ہے، حکومت کے تمام محکمے عوام کے نفع کیلئے بنائے جاتے ہیں، ایک لمحہ گرمیوں میں بتی، پانی بند ہو جائے تو پتہ چل جاتا ہے کہ ان میں کتنا فائدہ ہے، ذرائع ابلاغ، رسل و ترسیل، ریلوے ٹرانسپورٹ نہ ہو اور لاہور سے کراچی کا سفر پیدل کرنا پڑے تو معلوم ہو جائے کہ ان سہولیات میں کیا کیا فائدہ ہے۔ کیا صرف نبی ولی کی ذات ہی رہ گئی ہے کہ جن میں نفع مانا جائے تو شرک لازم آتا ہے۔ ان اللّٰہ ھو مولاہ وجبریل و صالح المومنین۔ انما ولیکم اللّٰہ ورسولہ والذین امنوا۔ آیاتِ قرآنی کیا اہلِ ایمان کے نافع ہونے پر واضح دلالت نہیں کرتیں۔

استاد نے شاگرد کو تعلیم دی تو اس کو نفع پہنچایا، امیر نے غریب کی مدد کی تو اس کو نفع پہنچایا، ڈاکٹر نے کسی کا صحیح علاج کیا تو اس کو نفع دیا اور غلط ٹیکہ لگایا تو ڈاکٹر نے یا ٹیکے نے نقصان پہنچایا، کسی نے کسی پر ظلم کیا تو اپنا بھی نقصان اور مظلوم کا بھی نقصان ہوا۔ وکیل مقدمہ میں جیتا تو نفع، ہارا تو نقصان، الصدق ینجی و الکذب یھلك۔ سچ نے نجات دلا کر نفع دیا جھوٹ نے ہلاک کر کے نقصان دیا۔ یوم ینفع الصدقین صدقھم۔ واضح الفاظ ہیں کہ سچوں کو ان کا سچ قیامت کے دن نفع دے گا۔ چوری بظاہر چور کو نفع دیتی ہے مگر جس کی ہوئی اس کا نقصان ہوا، شراب و جوا کے بارے فرمایا: فیھا اثم کبیر و منافع للناس، ان میں نفع بھی ہے اور نقصان بھی۔ لوہے کے بارے میں فرمایا: فیہ منافع للناس۔ اس میں لوگوں کیلئے بہت منافع ہیں۔ وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین۔

نصیحت اہل ایمان کو نفع دیتی ہے۔ سیدھی سی بات ہے جو کہے کوئی بھی اللہ کے سوا نفع اور نقصان نہیں دیتا تو اس سے کہو ذرا بجلی کی ننگی تار کو ہاتھ لگا کر دکھا اگر تیرا عقیدہ صحیح ہوا تو بچ جائے گا ورنہ ہماری جان تو چھوٹے گی۔ کتابیں پڑھتے ہو نفع ہوتا ہے تو پڑھتے ہو تو جس نبی نے سب سے افضل کتاب دی ہے وہ کیا نفع نہیں دے سکتا؟

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وعزروہ ونصروہ۔ من ینصرہ و رسلہ بالغیب۔ اہل ایمان جب اللہ کی اللہ کے دین اور اللہ کے رسولوں کی مدد کرتے ہیں جو کہ درحقیقت اللہ ہی کی طرف سے مدد ہوتی ہے جس طرح قرآن پاک کا محافظ اللہ ہے مگر حفاظ وقراء کے سینوں میں محفوظ کر کے اس کو اپنی حفاظت قرار دیا ہے یعنی اگر اللہ مدد کر سکتا ہے تو کروا بھی سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے سارے کام اپنی مخلوق سے ہی کرواتا ہے مثلاً بعض فرشتوں کو ہواؤں، بادلوں پہ مقرر کر دیا بعض کو رزق پہ بعض کو ارحام میں شکلیں بنانے پہ اور ان کاموں کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء۔ عزرائیل جان نکالتے ہیں مگر فرمایا: اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا۔ تو کیا ان سارے کاموں کو شرک کہو گے۔ اللہ رسول نے ان کو اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ ان اغنھم اللّٰہ ورسولہ من فضلہ۔ کیا اللہ رسول کا فضل ہے کہنا شرک ہو گیا؟ تو جو رسول غنی کرتا ہے وہ نفع نہیں دیتا۔ اس نے تمہیں قرآن دیا ایمان دیا، صداقت دی، شرافت دی، کیا وہ کسی کو کچھ نہیں دے رہا۔ اس کا مطلب ہے ان نعمتوں میں سے تمہارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

تم جنازہ پڑھو تو مردے کو نفع ہو، اور نبی تمہیں دوزخ سے بچا کر کوئی نفع نہیں دے رہا۔ (فانقذکم منھا) جس نے گونگوں کو بلا دیا، پتھروں کو کلمہ پڑھا دیا، درختوں کو چلا دیا، جو دعا کرے تو پورا ہفتہ بارش ہوتی رہے، تمہارے کونسلر سے لے کر وزیر اعظم تک تمہیں کچھ نہ دیں تب بھی تم ان کو ووٹ دو تو جس نبی کی حکومت زمین و آسمان پہ ہے۔ وزیر ای فی السماء و وزیر یرای فی الارض (او کما قال) وہ کچھ نہ دے۔

؎ حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دے
مردود! یہ مراد کس آیت، خبر کی ہے

جو عثمان غنی کو جنت بیچ رہے ہیں، ربیعہ کو جنت میں اپنا قرب دے رہے ہیں، عشرہ مبشرہ کو اسی دنیا میں جنت کا سرٹیفکیٹ دے رہے ہیں، ابو ہریرہ کے دامن میں عقل کے خزانے ڈال رہے ہیں۔ حضور نے تو کبھی کسی کو نہیں فرمایا کہ میں کچھ نہیں دے سکتا مجھ سے نہ مانگا کرو بلکہ خدا نے فرمایا: **واما السائل فلا تنهر۔ واذ سالك عبادى عنى فانى قريب۔** صحابی رسول نے عرض کیا: **اسئلك مرافقتك فى الجنة۔** کیا ان تصریحات میں حضور علیہ السلام سے مانگنے کی ترغیب نہیں دی گئی۔ اگر ترغیب نہ ہوتی تو خدا فرماتا جو آپ سے مانگے اس کو جھڑک دو کہ مجھ سے کیا مانگتا ہے میں تو دے کچھ نہیں سکتا جا خدا سے مانگ، آخر میں نے بھی تو رب ہی سے مانگ کر تجھے دینا ہے۔ ارے جس طرح رسول کی اطاعت، محبت، رضا، بیعت اللہ کی اطاعت، محبت، رضا، بیعت ہے اسی طرح رسول سے مانگنا بھی خدا سے مانگنا ہے اور رسول کا دینا بھی خدا کا دینا ہے۔

سدا صحرا نشیں کی بات ہوگی
فلک پر بھی زمیں کی بات ہوگی

ہمارے آقا کے لعاب دہن میں جب ہزاروں فائدے ہیں کہ دکھتی آنکھ پہ لگے تو شفا ہو، ٹوٹے بازو پہ لگے تو جڑ جائے، کڑوے کنویں میں پڑے تو میٹھا ہو جائے۔ تیری تھوک وبا پھیلائے نبی کی تھوک شفا دے۔ تیری جس شی میں نقصان ہے جب نبی کی اس شی میں بھی نفع ہے تو تیری جس شی میں نفع ہے نبی کی اس شی میں کتنے منافع ہوں گے؟ نبی کا خون مبارک بلکہ بول مبارک بھی پیٹ کی تمام بیماریوں اور دوزخ کی آگ سے نجات دیتا ہے تو باقی اشیاء کا حال کیا ہوگا، اگر کوئی اندھا ہو جائے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔

انھے نوں بازار پھرایا سارا شہر وکھایا
پچھو جیکر کی تو ڈٹھا آکھے کجھ نہیں نظریں آیا

سوال: **قل لا املك لنفسى نفعا ولا ضرا۔** میں اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں۔

جواب: **الا ما شاء الله۔** ہاں مگر جو اللہ چاہے۔ بس اتنی سی بات ہے **لا تقربوا الصلوة** پڑھتے ہو اور سوال کر دیتے ہو **وانتم سكرى** بھی پڑھا کرو تو جواب مل جائے گا۔ کبوتر کی طرح

آنکھیں بند کر لینا کہ بلی سے محفوظ ہو گیا ہوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور افتؤمنون ببعض الکتب وتکفرون ببعض۔ میں ایمان کی بربادی ہے۔ ساری آیت پڑھنے سے زبان کیوں گنگ ہو جاتی ہے یوں سمجھتے ہیں کہ جیسے اور کسی کو قرآن آتا ہی نہیں کہ اگر ہم نے آیت کا اگلا حصہ چھوڑ دیا تو کوئی پڑھ ہی نہ سکے گا۔

رسول نے چاہا قبلہ بدل جائے خدا نے بدل دیا، رسول نے چاہا امت بخش دی جائے خدا نے فرمایا آپ کو اس بارے میں راضی کر دیا جائے گا، یہ نفع نہیں تو کیا ہے۔

تاہم ان اندھیروں کی بھی ضرورت ہے تاکہ روشنی کی قدر معلوم ہوتی رہے۔ عیسائی اگر یہ کہیں کہ ہمارا نبی تمہارے قرآن کے مطابق مردے زندہ کرتا ہے، اندھے بینا کرتا ہے، کوڑھی کو تندرست کرتا ہے، مٹی کا پرندہ بنا کر اُڑا دیتا ہے، تو عیسائیوں کو یہ عقیدے کے اپاہج جواب نہیں دے سکیں گے جو کہتے ہیں جس کا نام محمد و علی ہو وہ کسی شی کا مالک و مختار نہیں ہو سکتا۔ عیسائی کو ہم جواب دیں گے کہ اگر تمہارے نبی نے مردہ زندہ کیا ہے تو ہمارے نبی نے درختوں، پتھروں اور لکڑیوں میں جان ڈالی ہے۔ اقبال کہتے ہیں:

اے فروغت صبح آثار و دہور
چشم تو بینندۂ ما فی الصدور

اگر عیسیٰ علیہ السلام گھروں میں پڑی اشیاء کے بارے جان لیتے تھے (وانبئکم بما تاکلون وما تاخرون فی بیوتکم) تو ہمارے نبی دلوں کے اندر چھپے ہوئے بھیدوں کو دیکھ لیتے تھے۔

ویسے تو ہر کسی کے بارے میں سوچ کر بولنا چاہیے۔ زبان اس لیے نہیں کہ جو اس پر آئے بکتے چلے جاؤ پھر کم از کم نبی علیہ السلام کے بارے میں تو سوچ سمجھ کر بات کرنی چاہیے۔

کیونکہ یہ تو وہ بارگاہ ہے کہ۔ نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

محمد سے محبت کی ادا کچھ اور ہوتی ہے
یہ ایسا عشق ہے جس کی عطا کچھ اور ہوتی ہے

یہ وہ دریا ہے جس میں ڈوبنا بھی زندگی ٹھہرا
یہی وہ عشق ہے جس میں بقا کچھ وار ہوتی ہے
صحابہ کی وفاداری نے ہم پر راز یہ کھولا
کہ ان کے جاں نثاروں کی وفا کچھ اور ہوتی ہے

کیونکہ اس طرح کی باتیں نبی علیہ السلام کے بارے میں کر کے بھی اگر تم بندر سور نہیں بن رہے اور تمہاری شکلیں (کما حقہ) مسخ نہیں ہو رہیں تو یہ بھی حضور ہی کا صدقہ ہے کہ عذاب ٹلا ہوا ہے۔ ما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم۔ اندھے نہ بنو آنکھیں کھول کر فیصلہ کرو کہ جو ایک بندے کا پیٹ بھرے وہ تو کچھ دے رہا ہے اور جو ایک بندے کا کھانا سارے لشکر کو کھلا دے وہ کچھ نہیں دے رہا؟ (حافظ خان محمد قادری خطیب ملکوال کا ایک جمعہ کا خطبہ بتصرف)

وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر
اے تجھ کو کھائے تپ سقر تیرے دل میں کس سے بخار ہے

نیز یہ عقیدہ ضرور ہونا چاہیے کہ جس طرح اللہ عزوجل مدد پر قادر ہے غیر اللہ اس طرح ہرگز مدد نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو اُن کا بھی مددگار ہے جو مخلوق کی مدد کرتے ہیں۔

استمداد و استعانت کے متعلق اہل سنت و جماعت کا عقیدہ:

اِستمداد و اِستعانت خواہ بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ، ہر طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، حقیقی مُستعان و مددگار وُہی ہے، باقی سب عونِ الٰہی کے مظہر ہیں لہٰذا مُقرّبانِ بارگاہِ اِلٰہی کی اِمداد، امدادِ الٰہی ہی ہے غیر اللہ سے استعانت اُس وقت حَرام ہے جب صرف اُسی پر بھروسہ کرے اور اُس کو مددِ الٰہی کا مَظہر نہ جانے لیکن اگر توجُّہ محض اللہ عزوجل کی طرف ہو اور غیر اللہ کو مَظہرِ اِمدادِ الٰہی سمجھ کر اسباب و حکمتِ الٰہی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے غیر اللہ سے اِستمداد و اِستعانت کرے تو یہ جائز ہے اور جن سے زندگی میں استمداد کی جاتی ہے، اُن سے بعد وفات بھی استعانت کی جا سکتی ہے لہٰذا انبیاء و اولیاء سے اُن کی زندگی میں اور وفات کے بعد بھی مدد حاصل کرنا جائز ہے۔ یہی اہلِسنّت و جماعت کا عقیدہ ہے۔

(تفسیر عزیزی، خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، اشعۃ اللمعات ملخصاً)

نبی علیہ السلام کی برکت:

حدثنی عن مالك عن اسحق بن عبدالله بن ابی طلحة انه سمع انس بن مالك يقول، قال ابو طلحة لام سليم لقد سمعت صوت رسول اللّٰه صلی الله عليه وسلم ضعيفا اعرف فيه الجوع۔ فهل عندك من شيءٍ فقالت نعم فاخرجت اقراصا من شعير ثم اخذت خمارا لها۔ فلفت الخبر ببعضه؟ فثم دسته تحت يدی وردتنی ببعضهٖ ثم ارسلتنی الی رسول اللّٰه صلی الله عليه وسلم قال فذهبت بهٖ فوجدت رسول اللّٰه صلی الله عليه وسلم جالسا فی المسجد ومعه الناس۔ فقمت عليهم۔ فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم ارسلك ابو طلحة؟ قال فقلت نعم قال للطعامِ؟ فقلت نعم فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم لمن معه "قوموا" قال فانطلق وانطلقت بين ايديهم۔ حتی جئت ابا طلحة: (فقلتُ) يا ام سليم قد جاء رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم بالناس۔ وليس عندنا من الطعام ما نطعمهم فقالت: اللّٰه ورسوله اعلم۔ قال فانطلق ابو طلحة، حتی لَقی رسول اللّٰه صلی الله عليه وسلم۔ فاقبل رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم وابوطلحة معه حتی دخلا۔ فقال رسول اللّٰه صلی الله عليه وسلم هَلُمِّی يا ام سليم۔ ما عندك؟" فاتت بذلك الخبر۔ فامر بهٖ رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم ففتَّ، وعصرت عليه ام سليم عكة لها۔ فآدمته۔ ثم قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم ما شاء الله، ان يقول، ثم قال "ائذن لعشرة" فاذن لهم فاكلوا حتی شبعوا ثم خرجوا، ثم قال "ائذان لعشرة" فاذن لهم فاكلوا

حتی شبعوا ثم خرجوا۔ ثم قال "ائذن لعشرة" حتی اکل القوم کلهم و شبعوا۔ والقوم سبعون رجلا، او ثمانون رجلاً۔

''حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت ابو طلحہ نے حضرت اُمّ سلیم سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی آواز دھیمی سنی ہے جس سے میں نے بھوک محسوس کی ہے تو کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ پھر اُنہوں نے جَو کی چند روٹیاں نکالیں اور اپنا دوپٹہ لے کر اس کی ایک جانب لپیٹ دیں۔ پھر میری بغل میں دبا کر باقی دوپٹہ میرے اوپر ڈال دیا اور مجھے رسول اللہ ﷺ کی جانب روانہ کر دیا۔ میں انہیں لے گیا تو رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ساتھ مسجد میں جلوہ افروز تھے۔ میں ان کے پاس کھڑا ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟ میں عرض گزار ہوا کہ ہاں۔ فرمایا کہ کھانے کیلئے؟ میں نے عرض کی ہاں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حاضرین سے فرمایا کہ کھڑے ہو جاؤ۔ پس وہ چل پڑے اور میں ان کے آگے آگے چل دیا، یہاں تک کہ میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جا پہنچا اور انہیں بتایا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اُمّ سلیم! رسول اللہ ﷺ لوگوں کو لے کر آ گئے اور ہمارے پاس (اتنے لوگوں کا) کھانا نہیں کہ انہیں کھلائیں۔ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول جانے۔ پس حضرت ابو طلحہ چل دیئے کہ رسول اللہ ﷺ تک جا پہنچے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو طلحہ کو ساتھ لے کر اندر داخل ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اُمِ سلیم! جو تمہارے پاس ہے لے آؤ۔ انہوں نے وہی روٹیاں پیش کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا مالیدہ بنانے کا حکم دیا اور حضرت ام سلیم نے اس پر اپنی کُپی نچوڑ دی اور سب کو ملا دیا گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے (دعا کرتے ہوئے) کہا: جو اللہ نے چاہا پھر فرمایا: کہ دس آدمیوں کو اندر آنے کی اجازت دے دو۔ انہیں اجازت دی گئی اور انہوں نے کھایا یہاں تک کہ شکم سیر ہو کر چلے گئے۔ پھر فرمایا کہ مزید

دس آدمیوں کو اجازت دے دو۔ پس انہیں اجازت دے دی گئی تو انہوں نے کھایا یہاں تک کہ شکم سیر ہو کر چلے گئے۔ تیسری مرتبہ فرمایا کہ دس آدمیوں کو مزید اجازت دے دو۔ انہیں اجازت دی گئی اور انہوں نے کھایا یہاں تک کہ شکم سیر ہو کر چلے گئے۔ پھر فرمایا کہ دس کو مزید اجازت دو۔ یہاں تک کہ تمام لوگ کھا کر شکم سیر ہو گئے۔ کھانے والے ستر یا اسی افراد تھے۔

(مؤطا امام مالک: کتاب صفۃ النبی ﷺ)

نبی کریم ﷺ نے چند روٹیوں کے ملیدے سے ستر اسی حضرات کو شکم سیر کر دیا۔ یہ تکثیر طعام کے معجزات میں سے آپ کا ایک معجزہ ہے جو خدا کے رازق ہونے کا تصور انسان کے ذہن میں بٹھاتا ہے تمام معجزات کی حالت یہی ہے کہ ان سے ایک تو صاحبِ معجزہ کے نبی ہونے کا پتہ لگتا ہے اور دوسری جانب معجزہ خدا کی اس صفت کا تصور انسان کے ذہن نشین کرتا ہے۔ نبی کے معجز نما علم خدا کے علیم وخبیر ہونے اور نبی کے معجز نما تصرفات خُدا کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں کہ جس کام کے کرنے سے سارے انسان عاجز ہیں وہ کام کر دکھانے والا بھی یہی کہتا ہے کہ میں خدا نہیں ہوں بلکہ خدا وہ ہے جس نے مجھے یہ کمال عطا فرمایا ہے اور میں بھی اسی کا ایک بندہ ہوں۔ اب غور کرو کہ میرا پروردگار کتنی قدرت والا ہوگا؟ غرضیکہ انبیائے کرام کے معجزات سے ایک جانب تو شرک وکفر کی جڑ کٹ جاتی ہے کہ جن ہستیوں کو خدا مانا جا رہا ہے وہ ایک بندے کے برابر بھی کمال نہیں دکھا سکتے تو خدا کہاں سے ہوئے حالانکہ خدا کو تو بندے سے بڑھ کر کمال دکھانا چاہیے لہٰذا اس کائنات ارضی و سماوی میں ایسی کوئی ہستی نہیں ہے جس کو خدا کہا جائے، جس کو معبود مانا جائے یا جس کو سچے خدا کی خدائی میں شریک ٹھہرایا جائے۔ دوسری جانب نبی کے معجزات خدا کی صفات پر دلالت کرتے ہیں۔ لہٰذا نبی خدا نہیں ہوتا اور نہ خدا کی ذات وصفات میں شریک ہوتا ہے بلکہ وہ خدا نما ہوتا ہے۔ عام انسانوں کے ذہن میں چونکہ خدا کی صفات کا تصور نہیں سماتا بایں وجہ بندوں کی مجبوری کے باعث اللہ تعالیٰ نبی کو اپنی صفات کا مظہر بنا کر بھیجتا ہے تاکہ اس کے کمالات کو دیکھ کر وہ خدا آشنا ہو جائیں اور اس واحد ویکتا معبود کے سوا اور کسی کی پرستش نہ

کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری)

؎ دھیرے دھیرے پھیلتا رہتا ہے سچ گھٹتا نہیں
آنکھ سے اوجھل تو ہوتا ہے مگر ہٹتا نہیں
ابتداء سے آج تک کا حال اٹھا کر دیکھ لو
جھوٹ کی تلوار سے سچ کا گلا کٹتا نہیں

عورت کی حکمرانی قیامت کی نشانی:

قرآن پاک کی آیت الرجال قوامون علی النساء اور احادیث مبارکہ لن یفلح قوم ولو امرهم امرة۔ جب تمہارے مالدار بخیل ہو جائیں اور عورتیں تم پر حکومت کرنے لگیں تو تمہارا زمین کے نیچے رہنا اوپر رہنے سے بہتر ہے۔ (مشکوٰۃ) کے ہوتے ہوئے بھی عورت سے حکمرانی اور ملازمت کی بھیک مانگنے والو! مجھے بتاؤ ٹکھٹو کس کو کہتے ہیں؟ عورت کا صحیح مقام یہی ہے کہ وہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی لونڈی بن کر گھر میں زندگی گزارے۔ آج عورت اپنے جس مقام کو عزت سمجھتی ہے درحقیقت یہ اس کی توہین کی جا رہی ہے، عورت اگر مردوں کی امامت شروع کر دے یا جمعہ کا خطبہ دینا شروع کر دے تو اگرچہ ہر جمعہ جمعۃ الوداع کا منظر پیش کرے مگر یہ اس کی عزت نہیں ہوگی بلکہ توہین ہوگی کیونکہ یہ نبی علیہ السلام کی تعلیمات کے خلاف ہوگا تو جب ایسا پاکیزہ کام اس کی توہین ہے تو اس سے بڑھ کر اور کون سا کام اس کی عزت کا باعث ہوگا؟ کیا اس کو دفتروں کے چکر لگوانا اور حکمران بنا کر دنیا کے دورے کروانا، غیر مردوں سے تنہائی میں ملاقاتیں کرانا اس کو تم اس کی عزت سمجھتے ہو؟

؎ جو تیری سمجھ میں نہ آسکا تو تیری سمجھ کا قصور ہے

اس کی عزت کی جگہ اس کا اپنا گھر ہے، اگر اپنے گھر میں اسوۂ فاطمہ پہ عامل بنی رہے تو اس کو کعبہ کا ثواب بھی اپنے گھر میں ہی ملے گا۔ اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب بھی اپنے گھر میں ملے گا۔

دین کے دشمنوں کا یہ کہنا کہ اگر عورت اپنے گھر میں حکومت کر سکتی ہے تو ملک بھی تو گھر ہی ہوتا ہے اس میں کیوں نہیں کر سکتی؟

ایسے بکاؤ بیل، خوشامدی اور دین کے غداروں کو میں اسی بات سے جواب دوں گا کہ جب عورت گھر میں حکمران نہیں ہوسکتی تو پورے ملک کی حکمران کیسے ہوسکتی ہے۔ (الرجال قوامون علی النساء) کیونکہ تم لوگوں نے اپنے گھروں میں ان کو حاکم تسلیم کرلیا ہے ناں اس لیے ایسی بات کرتے ہو عورت کی حکمرانی کے نعرے لگانے والے وہی ہیں جنہوں نے گھر میں اس کی حکمرانی مان رکھی ہے اور اس سے ڈر کر بزدلوں کی طرح ملک پہ بھی اس کی حکمرانی کے نعرے لگا رہے ہیں یعنی صنف نازک کی غلامی کے دباؤ کا شکار ہیں حدیث شریف میں ہے: جب تمہارے مالدار بخیل ہوجائیں اور عورتیں تم پہ حکمران ہوجائیں تو تمہارا زمین کے اندر رہنا، باہر رہنے سے بہتر ہے یعنی زندہ رہنے سے مرجانا بہتر ہے۔ (علامہ الٰہی بخش)

عقیدہ و عمل کی اصلاح کے نکات:

کر محنت کجھ حاصل ہووی، عمرا چار دہاڑے ہو
تھی سوداگر کر لے سودا جاں تک ہٹ نہ تاڑے ہو
جے جانیں دل ذوق منیسی، موت مریندی دھاڑے ہو
چوراں سادھاں پورلچا بھریا، رب سلامت چاہڑے ہو

(حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ)

زمانے کی قسم:

والعصر ۝ ان الانسان لفی خسر ۝ زمانے کی قسم ہے بیشک انسان گھاٹے میں ہے (مگر وہ جو ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے ہیں) اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم یاد فرما کر اس کی اہمیت کو واضح کردیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی معمولی شی کی قسم یاد نہیں فرماتا، ہر نعمت اگر چھن جائے تو دوبارہ مل سکتی ہے لیکن وقت ایسی چیز ہے کہ جو لمحہ ایک بار گذر گیا وہ قیامت تک واپس نہیں آئے گا۔ کتنا بدنصیب ہے وہ شخص جو اس عظیم نعمت کی قدر نہیں کرتا اور زندگی کے ان قیمتی لحات کو اپنے رب کی یاد میں نہیں گذارتا۔ رات کو سوتے ہوتے بھی اللہ کی عبادت کو بھول جاتا ہے اور صبح اٹھ کر بھی یاد خدا نہیں کرتا، اس فانی زندگی کو پرسکون بنانے کیلئے کیا کچھ کرتا ہے اور کیا کچھ نہیں کرتا، جھوٹ بولتا ہے، فراڈ کرتا ہے، غیبت و وعدہ

خلافی کرتا ہے، دولت کمانے کیلئے دوسرے ملکوں کے سفر کرتا ہے لیکن آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی جس کا صرف پہلا ایک دن پچاس ہزار سال کا ہے۔ (فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنة)

جبکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی نہیں فرمایا کہ ہر وقت ہی میری عبادت میں جتے رہو بلکہ کاروبار کرنے کیلئے بھی کھلا وقت دیا ہے، دنیا بھر میں کاروبار کرنے کیلئے ایک ملازم کی ڈیوٹی آٹھ گھنٹے ہے، اللہ نے صبح کی نماز سے ظہر تک کاروبار کیلئے آٹھ گھنٹے عطا فرمائے ہیں تاکہ رزق حلال بھی کمالو اور ظہر کی نماز بھی پڑھ لو تاکہ تمہاری آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی بھی عبادت ہو جائے، لیکن ہم صبح کی نماز بستر پہ ضائع کر کے گیارہ بجے اُٹھتے ہیں اور رات گیارہ بجے تک بس پیسا ہو اگرچہ کیسا ہو، پھر بھی پوری نہیں پڑتی، اور نمازوں کے اوقات فضولیات میں ضائع کر دیتے ہیں اور امتی اس رسول کے کہلاتے ہیں جو رات کو تین تین بار اٹھ کر ہر بار نئے وضو مسواک کے ساتھ لمبی لمبی چھ رکعت ادا کرتے (ایک ایک رکعت میں پوری سورۂ بقرہ، ال عمران اور النساء کی تلاوت فرماتے) ہیں، جبکہ ہم فرض نماز کا بھی اہتمام نہیں کر پاتے، دن گناہوں میں اور راتیں غفلت و سستی میں بسر ہوتی ہیں۔

غافلو! گر نیند میں یوں سوتے ہی رہو گے
جب نیند سے جاگو گے تو پھر روتے ہی رہو گے

اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم یاد فرمائی، اس ضمن میں علماء فرماتے ہیں کہ زمانے کی تین قسموں (ماضی، حال، مستقبل) میں سے ماضی تو ویسے ہی گذر گیا، مستقبل کا کیا پتہ ہمارے ہاتھ آئے یا نہ آئے۔ پس ایک حال کی گھڑی ہے اس میں جو کمانا ہے کما لیا جائے۔ زمانہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا مظہر ہے اس لیے اپنی نالائقیوں کو اس پر تھوپنا اور کہنا زمانہ بہت برا آ گیا ہے اس سے منع فرمایا گیا: (لا تسبوا الدهر فان الدهر هو الله) اس زمانے میں اگر فرعون آیا تو موسیٰ علیہ السلام بھی آئے دونوں کیلئے ایک ہی زمانہ تھا، ابو جہل آیا تو ابو بکر بھی آیا، یزید آیا تو حسین بھی آیا مگر زمانہ کتنا انصاف پسند ہے اس نے فرعون، ابو جہل اور یزید کو مٹا دیا اور موسیٰ، ابو بکر اور حسین کو زندہ کر کے بتا دیا کہ جو مجھے اپنی بدکرداریوں سے گندا کرنا چاہتے تھے ان کا

انجام بھی دیکھ لو اور جو میری عظمت کو تسلیم کرنیوالے تھے ان کی عظمتوں کو بھی ملاحظہ کرلو۔ اُن کی ناکامی کی قرآن نے گواہی دی۔(ان الذین کفروا وماتوا وھم کفار) اور اِن کی کامیابی کی رب نے گواہی دی (الا الذین امنوا وعملوا الصلحت) اُن جیسے کام کرو گے تو ان کی طرح مٹ جاؤ گے ان جیسے کام کرو گے تو ان کی طرح زندہ وتابندہ ہو جاؤ گے۔

ناز ہے تم کو کہ بدلا ہے زمانے نے تجھے
مرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں

اٹھو جلدی کرو کہ زمانہ چال قیامت کی چل رہا ہے، سال مہینوں کی طرح اور مہینے دنوں کی طرح گذر رہے ہیں، شہر خاموشاں میں جاؤ اور پوچھو کہ کہاں ہیں وہ جو اپنے بدن پہ مکھی نہیں بیٹھنے دیتے تھے، جن کے دروازوں پہ دربان ہوتے تھے آج کوئی ان کی قبر پہ دعا کرنیوالا بھی ہے یا نہیں۔

؎ تم شوق سے کالج میں پھلو پارک میں پھولو
جائز ہے غباروں میں اڑو عرش پہ جھولو
بس اک سخن بندۂ عاجز کا رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

الاستقامة فوق الكرامة:

ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملائكة......

"بیشک وہ کہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم ہو گئے، ان پر اللہ کے فرشتے اترتے ہیں"۔ (جو ان کو کہتے ہیں غم نہ کرو، بے خوف ہو جاؤ اور ان کو جنت کی بشارت دیتے ہیں)

نہ بدلنے والے کو اللہ تعالیٰ قیمتی بنا دیتا ہے اس لیے اہلِ عشق ومحبت استقامت کے ساتھ قائم رہتے ہیں اور "یک در گیر محکم گیر" کا پورا مصداق ہوتے ہیں۔

؎ دنیا نے اپنے آپ کو بدلا گھڑی گھڑی
اک اہلِ عشق ہیں جہاں تھے وہیں رہے

چاندی اور لوہا پانی میں ڈالو تو خود بھی بدل جاتے ہیں اور پانی کے رنگ وذائقے کو بھی بدل دیتے ہیں، چاندی کو کپڑے پہ رگڑو خود سفید رہتی ہے کپڑا سیاہ کر دیتی ہے لیکن سونے کو رگڑو یا پانی میں ڈالو نہ خود بدلے گا نہ پانی کا رنگ بدلے گا اللہ نے سونے کی قیمت کو بڑھا دیا، بدلنے والوں کی قیمت کو گھٹا دیا، اس لیے کہ بدلتے رہنا منافقوں کا کام ہے اور نہ بدلنا عاشقوں کا کام ہے۔

قلندر کون ہے؟:

انسان بھی اک سکندر ہے — اور سب کچھ اس کے اندر ہے
اس اندر میں اک مندر — اور مندر میں اک بندر ہے
جو بندر کو ناچ نچائے — وہی تو مرد قلندر ہے

مگر آج کل قلندر اس کو کہا جاتا ہے جو اندر کا بندر (نفس امارہ) نچانے کی بجائے خود ہی ناچتا ہے، کیونکہ وہ نشے کا یار ہے اور اللہ کی عبادت سے بے زار ہے علم دشمن اور جہالت پسند ہے، گھر والوں سے تنگ ہے، پیتا بھنگ ہے، اللہ سے اس کی جنگ ہے اور یہ نام نہاد علی کا ملنگ ہے، حالانکہ

نہ علی نے بوٹی پیتی نہ چھنکائیاں ونگاں
ایویں جھوٹی تہمت لائی گُتی قوم ملنگاں

ایک نام نہاد قلندر کا ''علمی نکتہ'':

ایسے ہی کسی قلندر کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ کسی نے پوچھا یہ زمین وآسمان اور سورج چاند ستارے کیسے بنے؟ تو اس نے کہا: پہلے دیکھ لے یہاں کوئی ملاں تو نہیں ہے کیونکہ وہ میرے ''عاشقانہ'' جواب کو وہ ضرور رد کرے گا۔ تو سائل نے کہا: اے ''مفتی عشق'' یہاں کوئی ملاں ملوانا نہیں ہے آپ کھل کر ارشاد فرمائیں۔ تو ''قلندر'' نے کہا: علی نے ''مچ'' لگایا (آگ جلائی)، دھواں اُٹھا تو اس کا آسمان بن گیا، آگ جلی تو سورج بن گیا، شعلہ اٹھا تو چاند بن گیا، چنگاریوں کے ستارے بن گئے اور جب آگ راکھ ہوئی تو اس کی زمین بن

گئی۔ سائل کے اندر بھی تھوڑی سی عقل تھی اس نے کہا: اگر زمین راکھ کی بنی ہے تو علی نے آگ تیری ماں کے سَر پہ جلائی تھی۔ (مولانا شمس الزمان قادری رحمۃ اللہ علیہ)

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً آج کل کے اولیا سے

علم نافع کی ضرورت:

حضرت خواجہ مودود چشتی علیہ الرحمۃ ظاہری علم نہ پڑھے ہوئے تھے مگر سجادہ نشین بن گئے، بہت بڑے پیر کے صاحبزادے تھے ہزاروں لوگ بیعت ہو گئے، اپنے مریدین کے ہمراہ حضرت شیخ الاسلام احمد جام علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ باطن کی تکمیل فرمادیں، آپ نے ارشاد فرمایا:

"اول مصلی بر طاق بنہ و برو علم بخواں کہ زاہد بے علم مسخرۂ شیطان باشد و متعبد بے فقہ ہمچو خر"۔

پہلے یہ سجادگی اور پیری کا مصلّٰی طاق میں رکھ اور جا کر علم دین حاصل کر کیونکہ علم کے بغیر ریاضت کرنے والا شیطان کا مسخرہ ہے اور بغیر دین کی سمجھ کے عبادت کرنے والا گدھے کی طرح ہے۔

یاد رکھو! تمام اولیاء کرام! اور ان کے خلفاء اجلّہ علماء ہوئے ہیں کسی سلسلہ کو لے لو اور پڑھ لو، جس نے ظاہراً نہ پڑھا اللہ تعالیٰ نے اس کو علم لدنی سے مالا مال فرمادیا۔ جس طرح حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا حال ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لاتکونوا من الجہال الصوفیۃ فانہم لصوص الدین وقطاع الطریق۔

"جاہل صوفیوں کی طرح نہ ہو جاؤ کیونکہ وہ دین کے چور اور (طریقت کے) ڈاکو ہیں"۔

ہاں ایسا علم بھی نہ ہو جو تکبیر پیدا کر دے کیونکہ ایسا علم بھی حجاب اکبر ہے اور غیر نافع ہے جس سے پناہ مانگی گئی ہے اور علم نافع کی دعا کی گئی ہے۔ اللّٰھم ارزقنا علما نافعا۔

مولانا روم فرماتے ہیں:

اے بسا عالم زدانش بے نصیب
حافظ علم است آں کس بے حسیب
علم آں باشد کہ جاں زندہ کند
مرد را باقی و تابندہ کند

(فقیر محمد ارشد پناھوی قادری سروری۔ درسِ تصوف)

انسان کو علق سے پیدا کیا گیا:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو علق سے بنایا۔ علق علاقہ و تعلق سے ہے اور عربی میں علق کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ الشیٔ النفیس الذی یتعلق بہ القلب ای یحبہ ویمیل الیہ۔ وہ عمدہ و نفیس چیز کہ جس کے ساتھ دل متعلق ہو جائے یعنی دل میں اس کی محبت آجائے اور دل اس کی طرف مائل ہو جائے۔ کہا جاتا ہے: لی فی ھذا المال علقۃ۔ مجھے اس مال سے محبت ہو گئی ہے۔ گویا اس کا حقیقی معنی تعلق و لگاؤ یا محبت و شغف ہوا اور جو مترجمین نے جما ہوا خون یا لوتھڑا ترجمہ کیا ہے یہ مجازی معنی ہے۔ کیونکہ پیدائش کا رحم مادر میں خون کے لوتھڑے سے یا اس خون سے جو مرد و عورت کے باہمی تعلق یا شغف و محبت سے پیدا ہوتا ہے، اس سے تعلق ہوتا ہے اس لیے یہ معنی کیا گیا۔

انسان کے لفظ میں بھی اگر انس (بضم الھمزہ) سے ہو تو معنی محبت والا ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے جس کے دل میں محبت نہیں وہ انسان نہیں کیونکہ

عشق جس دل میں نہیں وہ دل نہیں
یار کے رہنے کی وہ منزل نہیں

انسان کو محبت کیلئے ہی پیدا کیا گیا جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے:

کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت خلقا یا فخلقت محمدا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اگر لفظ انسان نسیان (بھولنا) سے بھی بنے تو کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ محبت میں محبوب

کے سوا ہر شئی سے نسیان ہو جاتا ہے۔ (اللہ نے چاہا کوئی دل ایسا ہو جو میری محبت میں دھڑکے)
اور چونکہ انسان میں اپنی محبت کو رکھنا تھا اس لیے اس کو عمدہ صورت (لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم، (القرآن) خلق اللہ آدم علی صورتہ۔ الحدیث) عطا فرمائی۔

لیکن اللہ سے محبت کا یہ مطلب نہیں کہ رہبانیت اختیار کرلی جائے اور ہڈ حرام بن جائے بیوی بچے کاروبار سب چھوڑ دے اور دوسروں پہ بوجھ بن جائے اللہ سے محبت کا مطلب تو یہ ہے کہ اللہ کی ساری مخلوق سے اللہ ہی کیلئے محبت کرے اور کسی سے دشمنی کرے تو وہ بھی اللہ ہی کیلئے (الحب للہ و البغض فی اللہ) یہی معنی ہے اس شعر کا کہ

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

بھاگو اللہ کی طرف:

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنی طرف بھاگنے (متوجہ ہونے) کا حکم دیا ہے۔ اے کاش کہ ہم اپنے رب کے احکام پر اتنا تو یقین رکھتے جتنا ایک ڈاکٹر اور حکیم کی بات پہ رکھتے ہیں اگر ڈاکٹر ہمیں کہے کہ تمہارے جسم کی اصلاح کیلئے ورزش اور صبح کی سیر بہت ضروری ہے تو ہم ہر کام چھوڑ کر بھی اپنے جسم کو درست کرنے کیلئے یہ مشکل کام کریں گے مگر روح اور ایمان کی اصلاح کیلئے صبح کی نماز اور پنجگانہ نمازیں جن کا حکم خدا و مصطفیٰ نے دیا ہے، ہم کہاں تک بجالاتے ہیں۔

جب میں کہتا ہوں کہ اے اللہ میرا حال دیکھ
حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامۂ اعمال یدکھ

حکیم ہمیں زہر کی پڑی ہی دے دے تو ضرور کھائیں گے چاہے کھاتے ہی مر جائیں اور خدا تعالیٰ ہمیں حیات بخش حکم دے (استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم) تو ٹال مٹول کرتے ہیں، حکیم پر اتنا اعتماد ہے کہ دوائی یقین سے کھاتے ہیں کیونکہ ہمارا فیملی حکیم و ڈاکٹر ہے ہمیں غلط دوائی کیسے دے سکتا ہے، میں پوچھتا ہوں کہ کتنی نسلوں سے تیرا ڈاکٹر ہے دو یا تین نسلوں سے ہوگا اور وہ خدا جو سینکڑوں نسلوں سے تیرا

خالق، مالک اور رب ہے کبھی اس کے احکام کی طرف بھی توجہ کی ہے؟

رہا سکندر یہاں نہ دارا نہ ہے فریدوں یہاں نہ جم ہے
نسیم جاگو! کمر کو باندھو اٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے

یاد رکھو! تیرے ڈاکٹر و حکیم کا ہاتھ صرف تیری نبض پر ہے اور جس کی نظر ساری کائنات کی نبض پر ہے اور وہ فرما رہا ہے: **ففروا الی اللّٰہ**۔ جتنا وہ ہم پہ مہربان ہے اتنا ڈاکٹر نہیں ہوسکتا پھر تو نے اس کریم کو کیوں بھلا دیا ہے۔

یا ایھا الانسان ما غرّک بربک الکریمo الذی خلقک فسوّٰک فعدلک۔

موت سے غافل نہ ہو اے بے خبر
چل پڑے گا تو یہاں سب چھوڑ کر
ہاتھی جیسے بھی پچھاڑے موت نے
کیسے کیسے گھر اُجاڑے موت نے
پہلوانوں کو پچھاڑا موت نے
کھیل کتنوں کا بگاڑا موت نے
قبر میں میت اترنی ہے ضرور
جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور

ذرا اپنے اوپر ہوانے والے انعامات الٰہیہ پہ تو غور کر کہ نعمتیں دینے والا خود فرما رہا ہے: **وان تعدوا نعمة اللہ لا تحصوھا**۔ کہ تم میری نعمتوں کا شکر تو کیا ادا کرو گے ان کو گن بھی نہیں سکتے ہو۔ اور تم سے فیس صرف شکر کی طلب فرما رہا ہے۔ لئن شکرتم لازیدنکم۔ کیا کوئی حکیم ڈاکٹر اتنا مہربان ہوسکتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ذرا غور تو کر خدا تعالیٰ نے آنکھ کا پانی کھاری بنایا ہے تاکہ تیری آنکھ کی چربی محفوظ رہے، کان کا پانی کڑوا بنا دیا تاکہ تیرے کان میں کیڑے مکوڑے نہ داخل ہوں، تیرے نتھنوں میں گرمائش رکھ دی ہے تاکہ ہوا صاف ہو کر دماغ میں جائے اور اس کے مضر جراثیم جل کر مر جائیں (خدا کی شان دیکھو کہ ناک کا باہر

والا سامنے کا حصہ پورے جسم میں ٹھنڈا ترین حصہ ہے اور اندر والا حصہ پورے جسم کا گرم ترین حصہ ہے۔ فتبارك الله احسن الخالقين)(مراۃ شرح مشکوۃ 298/2 بحوالہ مرقاۃ)

؎ انداز بیاں بات بدل دیتا ہے
ورنہ دنیا میں کوئی بات نئی بات نہیں

تقدیر کا بہانہ:

لیس للانسان الاما سعی۔ بعض لوگ تقدیر کا بہانہ بنا کر کہتے ہیں کہ ہمارے مقدر میں ہی گناہ یا بے نمازی ہونا لکھا ہے ہم کیا کریں، قرآن مجید کی یہ آیت ان کے اس باطل خیال کی بھرپور طریقے سے مذمت کر رہی ہے کہ انسان کو اس کی کوشش کا پھل ضرور ملتا ہے۔ تقدیر کے بہانے اور وہ بھی نیکی سے بچنے کیلئے؟ شیطان صفت اور ہڈ حرام لوگوں کا وطیرہ ہے۔ دیکھو اللہ نے ہمیں تقدیر کا نہیں بلکہ اپنے احکام کا پابند و مکلف بنایا ہے ہمیں کیا معلوم تقدیر میں کیا لکھا ہے اور کیا نہیں لکھا، ہمیں تو اللہ کے حکم پر عمل کرنے کیلئے جان کی بازی لگا دینی چاہیے اور نتیجہ اللہ کی ذات پہ چھوڑ دینا چاہیے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں نیکی و بدی کرنے کا اختیار دیا ہے اور بدی سے بچنے اور نیکی کرنے کا حکم دیا ہے تو پھر ہم کیوں خواہ مخواہ بدی کی طرف جاتے ہیں اور تقدیر کا بہانہ بنا کر اپنے رب کو اپنے اوپر ناراض کر لیتے ہیں۔ یہ تو احکامات الٰہیہ کا مذاق اڑانے والی بات ہوئی اور نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کو منہ چڑھانے والی حرکت ہوئی۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مجبور کر دیا ہوتا کہ تم نیکی کر ہی نہیں سکتے کیونکہ تمہاری تقدیر میں گناہ لکھا ہے تو پھر ایسے گناہ پر سزا دینا جرم قرار پائے گا جس سے اللہ کی ذات پاک ہے وما ربك بظلام للعبيد۔

؎ میرا اللہ بھی کریم اس کے محمد بھی کریم
دو کریموں میں گنہ گار کی بن آئی ہے

مگر ہم اس قسم کے باطل نظریات کو اپنا کر خود فریبی کا شکار ہو گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ، رسول پاک اور دین اسلام کی خیر خواہی اور رحیمی و کریمی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں یاد رکھو اللہ کی مخلوق کو تو دھوکہ دیا جا سکتا ہے اور اس طرح کی فضول اور شیطانی

باتیں کر کے کسی انسان کو تو چپ کرایا جا سکتا ہے مگر

جب سر محشر وہ پوچھیں گے بُلا کر سامنے
کیا حساب جرم دو گے تم خدا کے سامنے

امام حسین رضی اللہ عنہ کا ارشاد:

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب باب 8 میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ایک خوبصورت، حقائق و معارف سے لبریز قول نقل فرماتے ہیں جو اس طرح کے نام نہاد "قلندرانہ" ذہن رکھنے والوں کی ذہنی غلاظت کو دور کرنے کیلئے کافی و وافی ہو سکتا ہے۔

چنانچہ داتا صاحب لکھتے ہیں کہ امام عالی مقام ارشاد فرماتے ہیں:

اَشفق الاخوان علیك دینك۔

"تمہارا سب سے زیادہ مشفق دوست تمہارا دین ہے"۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی نجات دین میں ہے اور اس کی ہلاکت دین کی مخالفت میں ہے۔ پس عقلمند انسان وہ ہے جو اپنے مشفق دوست کے فرمان پر چلتا ہے اور اس کی متابعت کے بغیر کوئی کام بھی نہیں کرتا اور بھائی ہوتا ہی وہ ہے جو نصیحت کرے اور شفقت کا دروازہ بند نہ کرے۔

نام نہاد بے نمازی، کتوں کے شوقین بے نمازی پیر اور ان کے اندھے مرید، امام پاک کے مندرجہ بالا فرمان پہ غور کریں جس کو داتا صاحب جیسی عظیم ہستی نے نقل فرمایا ہے۔ اور پھر قلندر لاہوری کے مندرجہ ذیل اشعار پہ توجہ کر کے اپنے بارے میں خود ہی فیصلہ کر لیں۔

میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرّف میں عقابوں کے نشیمن

قُم باذن اللہ کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

(اقبال)

مذکورہ آیت میں للانسان کے اندر ''لام'' بمعنی عَلی ہے یعنی جو جرم کرے گا سزا بھی اسی کو ہوگی، لہٰذا عیسائیوں کی طرح یہ عقیدہ نہ رکھو کہ ہمارے گناہوں کی سزا عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پہ لٹکا کردے دی گئی۔ ہم جن جاہل پیروں کو نذرانے دے کر نماز روزہ معاف کروا لیتے ہیں وہ جانے اور نماز روزہ جانے ہم بَری ہو گئے۔ نعوذ باللہ۔

یا للانسان میں لام بمعنی انتفاع ہے کہ جو نیک کام کرے گا اس کا نفع اسی کو ہوگا لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ وہ نفع آگے کسی کو پہنچا نہیں سکتا کہ ایصال ثواب، دعا اور صدقہ جاریہ کی نفی ہو۔

دیکھو ڈاکٹر محنت خود کرتا ہے مگر فائدہ اس کو بھی اور عوام کو بھی ہوتا ہے، عالم علم پڑھتا ہے فائدہ اس کو بھی ہوتا ہے اور عوام الناس کو بھی یہی دونوں معانی دوسری آیت کے اندر یوں بیان فرمائے: لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت۔

یا معنی یہ ہے کہ کوشش کرنے میں جیسی نیت کرے گا ویسا ہی اجر پائے گا اگر کام نیک ہے اور نیک ریاکاری کی ہوگی تو بجائے ثواب کے گناہ ہوگا۔ اگرچہ نماز ہی پڑھے یا جہاد کرتا پھرے یا سخاوت اور دینی تعلیم دیتا رہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ تین بندے سب سے پہلے دوزخ میں جائیں گے ریاکار عالم، مجاہد اور سخی۔ اور اگر نیت اچھی ہے تو بظاہر کام اچھا نظر نہیں بھی آتا مگر عبادت ہے جس طرح کہ بخاری شریف میں جہاد کیلئے گھوڑا پالنے اور اس کی لید صاف کرنے کو ثواب فرمایا گیا ہے۔ لکل امرأ مانوی۔ یا پھر اس آیت میں عدل کی بات ہو رہی ہے جبکہ فضل میں کمی بیشی ہوسکتی ہے جیسا کہ ایک شخص ساری رات جاگے مگر کچھ حاصل نہ ہو یہ بھی عدل ہے اور ایک کو سوتے میں ولایت عطا کر دی جائے یہ اللہ کا فضل ہے۔

؎ جاگنے والے کو محروم تمنا رکھا
سونے والے سے کہا ساری خدائی تیری

مگر فضل ہر کسی پر نہیں ہوتا بلکہ ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

مسئلہ تقدیر کی مزید وضاحت:

جیسے ایک انجینئر کوئی عمارت بنانے سے پہلے اس کی تمام جزئیات کا جائزہ لیتا ہے،

میٹریل کا جائزہ لیتا ہے، نقشہ تیار کرتا ہے، پھر یہ اندازہ لگاتا ہے کہ یہ عمارت کتنی دیر تک کارآمد رہے گی، یا جیسے کسی مشین کی گارنٹی دیتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ یہ اتنی دیر تک کام کرتی رہے گی چونکہ یہ مخلوق کا علم ہے اس لیے اس کا خلاف بھی ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ کا علم چونکہ نقص سے پاک ہے اس لیے اس کے اندازے غلط نہیں ہوسکتے قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔ انا کل شیٔ خلقناه بقدر۔ (القمر) قد جعل اللّٰہ لکل شیٔ قدرا۔ (الطلاق) ہر شئی کو ایک اندازے (تقدیر، علم سابق) سے بنایا گیا ہے یہ تمام کائنات کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا اس کائنات کے بارے میں جو جامع علم ہے اسی کو تقدیر کہا جاتا ہے۔

چونکہ علم، معلوم اور واقع کے مطابق ہوتا ہے نہ کہ واقعہ علم ومعلوم کے مطابق اس لیے یہ کہنا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے بارے لکھ دیا ہے تو تمہاری کوشش لاحاصل اور بے فائدہ ٹھہری، ایک فضول بات ہے، جس طرح کی عمارت بنانے والا انجینئر اپنے علم سے اندازہ لگاتا ہے کہ یہ بلڈنگ سوسال تک چلے گی تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب ضرور اس عمارت کو سو سال کام کرنا ہی پڑے گا بلکہ اس نے اس عمارت کے میٹریل کی استعداد اور صلاحیت کے پیش نظر ایک انداز لگایا ہے اگر چہ اس کا انداز پوری طرح حقائق کا علم نہ ہونے کی وجہ سے غلط بھی ہوسکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا علم چونکہ غلطی سے پاک ہے اس لیے بلاتشبیہ وتمثیل یوں سمجھنا چاہیے کہ اس کو اپنے علم ازلی وابدی کی وجہ سے انسان کی عقل، اس کی کارکردگی، ذہنی رجحانات، نیکی وبدی اور اس کے اختیار وارادہ کو جان کر اس کو لوح محفوظ میں لکھ دیا بس یہی تقدیر ہے۔ وکل شیٔ فعلوه فی الزبر۔ ہر وہ کام جو وہ (لوگ) کرتے ہیں (اپنے اختیار وارادے سے) وہ لوح کے اندر (لکھا جاچکا) ہے۔

اسی طرح امور تکوینیہ (جو لفظ کن سے وجود میں آئیں اور ان میں انسان کے ارادے اور اسکی چاہت کا دخل نہیں ہے جیسے بارش، مصیبت، موت، آندھی، صحت، بیماری وغیرہ کا آنا) میں انسان مجبور محض ہے اور امور تشریعیہ (جن کے کرنے کا انسان کو اللہ نے حکم دیا، مکلّف بنایا) میں انسان کو پورا پورا اختیار دیا ہے جس پر قرآن پاک کی متعدد آیات گذر چکیں اور وھدیناه النجدین۔ (ہم نے انسان کو خیر وشر کے دونوں راستے دکھادیے۔) بھی انسان

کے اس اختیار پر دلالت کر رہی ہے اور اما شاکروا ما کفورا۔ کا بھی یہی مفہوم ہے لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا کا بھی یہی مطلب ہے۔ کیونکہ ان امور میں اگر انسان کو کُلّی اختیار نہ ہو تو اس کو گناہوں پر سزا دینا ظلم قرار پائے گا کہ ایک کام وہ کر ہی نہیں سکتا تو اس کا حکم اس کو کیوں دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے۔

جب انسان ان امور میں مجبور محض یا پتھر کی طرح بے اختیار نہیں تو گناہ پر مواخذہ نہ خلاف عقل ہے اور نہ ہی ظلم۔

جس طرح ایک بچہ مثلاً کھیلنا چاہتا ہے اور والدین اس کو اس کی مرضی کے خلاف زبردستی سکول چھوڑ آتے ہیں تو یہ تو اس پر جبر ہوا جو سمجھ میں آتا ہے جبکہ انسان کی حالت یہ نہیں ہے کہ وہ مسجد میں جانا چاہے تو کوئی قوت زبردستی اس کو شراب خانے لے جائے بلکہ وہ جب چاہے بلا روک ٹوک نیکی کر سکتا ہے اور کوئی قوت اس کو روک نہیں سکتی لہٰذا اس کو نیکی بدی کرنے کا پورا اختیار ہے اور اس پر بھی قرآن پاک کی متعدد آیات سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً

1- ومن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔

"جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کا صلہ پالے گا اور جو ذرہ برابر گناہ کرے گا وہ اس کی سزا بھگتے گا"۔

2- ام حسب الذین اجترجوا السیات ان نجعلھم کالذین امنوا وعملوا الصلحت سواء محیاھم ومماتھم ساء ما یحکمون۔

جس کا مفہوم یہ ہے کہ نیکو کاروں اور بدکاروں کی زندگی اور موت کو ایک جیسا سمجھنے والے بہت برا حکم لگاتے ہیں۔

3- والوزن یومئذٍ الحق...... بما کانوا بایٰتنا یظلمون۔

"بروز قیامت اعمال کا وزن ہوگا، جس کا نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا وہ کامیاب اور جس کا ہلکا ہوگا وہ نقصان میں ہوگا کیونکہ اس نے ہماری آیات کے ساتھ ظلم کیا"۔

اور اس ضمن میں آخری بات یہ ہے کہ جبر کا بہانہ آخرت میں بھی نہیں چلے گا کیونکہ قیامت کے دن کافر یہی بہانہ بنائیں گے۔ لو شاء الرحمٰن ما عبدناھم۔ کہ جب ان

سے پوچھا جائے گا کہ تم فرشتوں کی عبادت کیوں کرتے تھے تو وہ کہیں گے اگر اللہ چاہتا تو ہم نہ کرتے۔ فرمایا: **مالھم بذلك من علم ان هم الا يخرصون**۔ ان کو حقیقت کا علم ہی نہیں بس ایسے ہی اندازے سے باتیں بناتے ہیں۔ اس کے بعد کافر اپنے کفر کو شیطان کے ذمے لگانے کی کوشش کریں گے تو شیطان پکار اٹھے گا۔ **وما كان لي عليكم من سلطان الا ان دعوتكم فاستجبتم لي فلا تلوموني ولوموا انفسكم**۔ تم پر میرا کوئی زور تو نہ تھا، بس میں نے تو تم کو برائی کی دعوت دی جو تم نے قبول کر لی لہٰذا مجھے ملامت کرنے کی بجائے اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ تم مجبور تھے نہ میں نے تم پر کوئی زبردستی کی تم نے اپنی مرضی و اختیار سے خدا کے احکام ٹھکرا دیے اور میری بات مان لی۔ **ما انا بمصرخكم وما انتم بمصرخي**۔ نہ آج میں تمہاری کچھ مدد کر سکتا ہوں اور نہ تم میری مدد کر سکتے ہو۔ لہٰذا دونوں اپنے اپنے کیے کی سزا بھگتیں گے۔

نوازشیں تو بروز حشر دیکھنا اس کی
ابھی تو دیکھا نہیں تم نے "اختیار کرم"

اللہ تعالیٰ کی کرم نوازیاں اور بندوں کی حماقتیں:

الحمد للہ رب العالمین۔ شیطان کی مکاریاں تو تم نے ملاحظہ کر لیں اب اپنے رب کی مہربانیاں بھی دیکھو کہ اس نے قرآن مجید کی سب سے پہلی آیت میں اپنے دو نام ذکر فرمائے ہیں ایک ذاتی اور دوسرا صفاتی۔ حالانکہ ایک بھی کافی تھا مگر وہ جانتا تھا کہ کہیں میری مخلوق شیطان کے چکر میں آ کر ایسا نہ ہو کہ اللہ مجھے مانتی رہے اور رب العالمین کسی اور کو مانتی پھرے۔ بتایا کہ جو اللہ ہے وہی رب العالمین ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ اسی آیت کی روشنی میں فرماتے ہیں۔

مریدی لا تخف اللہ ربی
"اے میرے مرید! خوف نہ کر اللہ ہی میرا رب ہے"۔

اور جو اللہ کو رب مان چکا ہے اس کو کسی سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے اور اس کی ہر ضرورت اللہ ہی پوری فرماتا ہے اور جو اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو رب بنا لے وہ پھر در در کے

دھکے نہ کھائے تو کیا کھائے۔ علامہ اقبال کی ایک رباعی اس مسئلہ کی خوب وضاحت کر رہی ہے۔ فرماتے ہیں چیونٹی نے عقاب کو کہا:

میں پائمال و خوار و پریشان و دردمند
تیرا مقام کیوں ہے ستاروں سے بھی بلند

عقاب نے جواب دیا:

تو اپنا رزق ڈھونڈتی ہے خاک راہ میں
میں نوسپہر کو نہیں لاتا نگاہ میں

یاد رکھو! قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ذو عدل کہنے کی بجائے ذو فضل کہنا پسند فرمایا ہے اور نہ ہی اپنی مخلوق کو اپنی بارگاہ سے عدل مانگنے کا حکم دیا ہے بلکہ فرمایا: و اسئلو اللہ من فضلہ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو۔ کیونکہ عدل یہ ہے کہ کسی سے کچھ لیا تو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے۔ جبکہ انسان کے پاس اپنا ہے کیا جو اللہ کو دے وہ اور اس کا سب کچھ تو پہلے ہی سے اللہ کا ہے، جب اس کا وجود اپنا نہیں تو اور کیا اپنا ہوگا۔ ہم دنیا میں آئے ہیں تو اس کے فضل سے اور جنت میں جائیں گے تو اس کے فضل سے۔ جو اتنا رحیم و کریم ہے اس کے در پر کیوں نہ جھکا جائے جو خود بندوں کو مانگنے کا سلیقہ بھی سکھاتا ہے اور عطا بھی فرماتا ہے، لہٰذا اس رب کی بارگاہ میں سراپا نیاز بن جاؤ اور اس کی مخلوق کیلئے پیکر لطف و کرم بن جاؤ اور کسی کا دل دُکھانے سے پہلے ہزار بار سوچو کہ جب وہ تیرے اوپر مہربان ہے تو تو جس پر ظلم کر رہا ہے اس پر ہو سکتا ہے اس سے زیادہ مہربان ہو جتنا کہ تم پر ہے۔

جہیز کا مسئلہ اور دوسروں کی دل آزاری:

یاد رکھو! شریف لوگوں کو ستانا اور ان کی خیر خواہی کرنے کی بجائے ان پر ظلم کرنا اور ان کی شرافت سے ناجائز فائدہ اٹھانا یہ ابوجہل جیسے لوگوں کا طریقہ ہے۔ جس نے ہجرت کی رات تین سو غنڈے حضور علیہ السلام کے کاشانہ اقدس پہ جمع کئے تھے اور ان غنڈوں کے سامنے ڈٹ جانا ہمارے آقا علیہ السلام کی سنت ہے اور باطل کے سامنے سینہ سپر ہو جانے والے کے شامل حال ہی اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت ہوتی ہے۔

معمولی باتوں پہ خدا کے بندوں کا دل دکھا کر اللہ و رسول کو اپنے اوپر ناراض کر لینے والو! تم کس منہ سے اللہ تعالیٰ کو رب العالمین ماننے کا دعویٰ کر سکتے ہو۔ وہ ذات جو سارے جہانوں کو محبت سے پال رہی ہے، تمہارے شکنجے میں کوئی ایک ہی پھنس جائے تو جب تک پوری طرح سے اس کا صفایا نہ کر لو تمہیں چین ہی نہیں آتا۔ اس جملے کے ساتھ میں ایک گھناؤنے جرم کی طرف اشارہ کر رہا ہوں اور وہ یہ کہ آج کے دور میں بچی کا باپ ہونا کس قدر مشکلات پیدا کر رہا ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بیٹی کو جہیز میں سب کچھ دیا مگر وی سی آر نہ دے سکا تو داماد کہنے لگا کہ جمعہ کو چھٹی ہوتی ہے میں گھر میں مکھیاں مارتا رہوں وی سی آر لاؤ تا کہ کسی دھیان تو لگا رہوں۔ ایسے لوگ جہنم کے خنزیر نہیں تو کیا ہیں؟ جس کو کسی کے جگر کے ٹکرے کا لحاظ کم ہے اور وی سی آر کا خیال زیادہ ہے، اس کو دھکے دے کر نکال باہر کرو کہ ان کو تیری بیٹی نہیں وی سی آر چاہیے۔ ارے ظالمو! جمعہ کا دن کیا ان کاموں کے لیے رہ گیا ہے؟

جہیز کا مطالبہ کر کے اپنے نبی کا دل دُکھانے والو! اگر ہمارے حضور چاہتے تو اپنی بیٹی کا جہیز عرش سے منگوا سکتے تھے لیکن ایسا نہ کیا تا کہ کسی غریب پر بوجھ نہ پڑے اور بتا دیا کہ جو اپنے دل کا ٹکڑا تمہیں دے رہا ہے تو اس سے اور کیا لینا چاہتا ہے؟ دنیا کے مال و اسباب کی فکر کرنے والو! کبھی اپنے عقیدے اور دین کی حفاظت کا بھی سوچ لیا کرو، گھر بسانے کے فکر مندو! کبھی دل کی دنیا آباد کرنے کی فکر بھی کر لیا کرو۔

دین کی حفاظت:

حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس جب یوسف علیہ السلام کی بشارت سنانے والا آیا (فلما ان جاء البشیر) اور عرض کیا قمیص لایا ہوں اور خوشخبری لایا ہوں کہ آپ کی آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گی اور دوسری خوشخبری یہ کہ آپ کا بیٹا مصر کا حاکم ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: پہلے مجھے یہ بتا کہ اس نے اپنا دین بھی سلامت رکھا ہوا ہے یا نہیں۔ عرض کیا: اتنا جانتا ہوں کہ جس نے بادشاہ ہو کر آپ کے علاج کیلئے مصر کے کسی طبیب کو نہیں بھیجا، کوئی دوائی سرمہ نہیں بھیجا بلکہ اپنی قمیص کا تبرک بھیجا ہے اس کا دین صحیح ہے تبھی اس نے ایسا کیا ہے اگر دین خراب ہوتا تو تبرکات والا ذہن نہ ہوتا۔

اے لوگو! ہوشیار رہو اور اپنے دین کی فکر کرو، دنیا کے چکروں میں پڑ کر دین ضائع کر لینا عقل مندی نہیں اس لیے کہ قبر میں ساتھ دنیا نہیں دین جائے گا اور وہاں شاہ و گدا سب ایک ہی لباس میں جائیں گے۔

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو پڑ گیا
ناگاہ وہ استخوان شکستہ سے چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر
میں بھی کبھی کسی کا سرِ پُرغرور تھا

ہر دیگ کے چمچے نہ بنو:

لوگ دنیا کی خاطر دین برباد کر لیتے ہیں ہمارے آقا علیہ السلام نے ایک شخص کا جنازہ اس لیے نہ پڑھا کہ وہ حضرت عثمان غنی کا بغض اپنے دل میں رکھتا تھا اور ہم اسی آقا علیہ السلام کے دشمنوں مرزائیوں تک کے جنازے پڑھ رہے ہیں صرف دنیار کھنے کیلئے اور انہی باتوں پہ لوگ ہمیں متعصب کہتے ہیں۔ یاد رکھو! تمہارا ''مصلح'' ہونا قرآن نے بیان کر دیا ہے۔ قالوا انما نحن مصلحون۔ اور ہمارا یہ تعصب انشاء اللہ کل بروز قیامت ہمیں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے دامن میں پناہ دلائے گا۔ تمہارا کیا ضمیر ہے کہ وزیر بننے کیلئے داتا صاحب کی چوکھٹ کو بوسے دیتے ہو اور وزیر بن کر ننکانہ صاحب بھی حاضری دے لیتے ہو۔ ہر دیگ کا چمچہ بننے کی کوشش کرو گے تو ایمان کا جنازہ نکل جائے گا۔

اچھی اور بُری صحبت:

دوستو! کسی کی صحبت میں بیٹھنے سے پہلے دیکھ لو کہ وہ کیسا ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ دنیا کے پردے میں تمہارا دین برباد کر دے۔ آگ کے پاس سے گزرو گے تو گرمائش ضرور محسوس کرو گے، برف نہ بھی خریدو، صرف پاس سے گذر جاؤ ٹھنڈک پہنچ جائے گی، عطار کی دوکان میں جاؤ عطر نہ بھی خریدو معطر ہو جاؤ گے اور بدبو کو دیکھتے ہی حواس باختہ ہو جاؤ گے، اچھا پھل اگر خراب پھل میں ملے گا تو وہ بھی خراب ہو جائے گا۔ دودھ میں پانی ملاؤ گے تو پانی

کا کچھ نہیں جائے گا بلکہ اس کی قیمت بڑھ جائے گی اور دودھ کی لسی بن جائے گی، جب بھی اعلیٰ شی ادنی سے ملتی ہے تو نقصان اعلیٰ کا ہی ہوتا ہے، بدعقیدہ بدعمل لوگوں کے پاس بیٹھنے سے پہلے نوح علیہ السلام کے بیٹے کے حالات کا جائزہ لے لیا کرو اور نیک لوگوں کی صحبت کا اثر دیکھنا ہے تو اصحابِ کہف کے کتے کا ذکر قرآن میں پڑھ لیا کرو۔ مولائے روم فرماتے ہیں:

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

تاتوانی دور شو از یار بد
یار بد بدتر بود از مار بد
مار بد تنہا ہمی بر جاں زند
یار بد بر جان و بر ایماں زند

ایمان کی حلاوت اگر سینے میں نہ رہی تو ساری دنیا بھی اگر تیرے دامن میں آجائے گی تو لذت نصیب نہ ہوگی۔ سکون کی دولت نہ ملے گی۔ اگرچہ ایمان نظر نہیں آتا مگر ہے سب کچھ وہی۔ دیکھتے نہیں ہو! پھل لیتے ہو گٹھلی بھی ہے، چھلکا بھی، گودا بھی مگر ذائقہ نہ ہو تو کس کام کا، کیا اس میں اجزاء کی کمی ہے، نہیں نہیں، ہاں مگر وہ شی جو نظر نہیں آئی اس میں تو پھل کی ساری قیمت ہے اور وہ ایمان جو نظر نہیں آتا وہی تو سب کچھ ہے۔ پھل کا ذائقہ نہ ہو تو پیسے ضائع گئے ایمان سلامت نہ رہا تو دنیا بھی برباد اور آخرت بھی برباد۔ اس لیے ایمان بچانے کیلئے اچھے لوگوں کی صحبت ضروری ہے۔ حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے۔

چنگے بندے دی صحبت یارو جویں دوکان عطاراں
سودا بھاویں مول نہ لیے ھُلّے اون ہزاراں
برے بندے دی صحبت یارو جویں دوکان لوہاراں
کپڑے بھانویں کُنج کُنج بہیے چنکاں پین ہزاراں

ہمارے پیر و مرشد حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے ایمان کی سلامتی کے ساتھ ساتھ عشق کی سلامتی کی بھی تاکید فرمائی ہے بلکہ ایمان سے زیادہ آپ عشق کی سلامتی کیلئے دعا کرنے کی تلقین فرماتے ہیں: ؎ ایمان سلامت ہر کوئی منگے عشق سلامت کوئی ہو

بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ دنیا کی آگ اور عشق کی آگ میں مطابقت یہ ہے کہ دنیا کی آگ خانہ بخانہ لگتی ہے اور عشق کی آگ سینہ بہ سینہ لگتی ہے، دنیا کی آگ اگر ایک گھر کو لگ جائے تو دوسرے کو بغیر لگائے لگ جاتی ہے جب کہ آتشِ عشق بھی ایک سینے میں لگ جائے تو دوسرے سینے میں پاس بیٹھنے سے ہی لگ جاتی ہے۔

؎ عشق تے اگ دونویں اک برابر، پر عشق دا تاؤ دھیرا
اگ تے ساڑے لکھ گلیاں دے عشق ساڑے تن میرا

دو بابے اور انسانی کھوپڑی:

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور بابا گرونانک اکٹھے کہیں جا رہے تھے کہ ایک بہت پرانی کھوپڑی دیکھی جس کی آنکھوں کی جگہ چڑیاں چونچیں مار رہی تھیں حضرت بابا فرید پہلے ہنسے پھر روئے، گرونانک نے ہنسنے رونے کا سبب پوچھا تو بابا فرید نے فرمایا: یہ کھوپڑی تین سو سال پرانی ہے اور یہ ایک راجہ کی رانی کی کھوپڑی ہے جس نے اپنی نوکرانی سے سرمہ مانگا، سرمچو صاف نہ ہونے کی وجہ سے آنکھ دُکھ گئی اور اس نے راجہ سے شکایت کر کے نوکرانی کو قتل کرادیا تھا آج دیکھو انہی آنکھوں میں چڑیاں چونچیں مار رہی ہیں۔

(پیر اظہار الحق کیرانوی صابری)

؎ ظلم سے انسانیت مجروح ہو سکتی نہیں
جسم فانی ہو تو ہو، پر روح ہو سکتی نہیں

اللہ کا ارادہ:

ہم میں سے کسی کو تھوڑا سا اختیار مل جاتا ہے تو سارے اس سے ڈرنے لگتے ہیں حالانکہ ہمارے جیسا ہی انسان تو ہے نہ عزت کا مالک نہ جان کا مگر جو زمین و آسمان کا مالک

ہے جسم و جان کا مالک ہے وہ فرما رہا ہے: افلا تتقون۔ مجھ سے کیوں نہیں ڈرتے ہو؟ و ایای فارھبون۔ بس مجھی سے ڈرو۔ سینے میں تھوڑا سا درد اٹھا فوراً کارڈیالوجی پہنچ گئے مگر دل جو غفلت کا شکار ہو کر مرا جا رہا ہے اس کی کوئی فکر نہیں ہے۔ آٹے دال کی مہنگائی کا رونا روتے ہیں۔ ارے یہ غم تو وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہو جائیں گے یہ جو اپنے کردار کی وجہ سے اللہ کی نظروں میں گر رہے ہو اس کا بھی تو کوئی علاج کرو۔ ہمارے آقا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: عبدی انت ترید وانا ارید ولایکون الا ما ارید۔ اے بندے ایک تیرا ارادہ ہے ایک میرا ارادہ ہے مگر ہو گا وہی جو میرا ارادہ ہے۔ فان سلمتنی لی فیما ارید کفیتك فیما ترید۔ اگر تو اپنا ارادہ میرے ارادے کے سپرد کر دے گا تو میں تیرے ارادے کو کفایت کروں گا۔ وان لم تسلم فیما ارید اتبعتك فیما ترید۔ اگر تو اپنے ارادے کو میرے ارادے کے حوالے نہ کرے گا تو میں تجھے تیرے ارادے میں تھکا دوں گا۔ ولا یکون الا ما ارید۔ ہو گا پھر بھی وہی جو میں چاہوں گا۔

بغداد کا حکمران:

واثق باللہ بغداد کا حکمران بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کا بادشاہ مرنے لگا تو اپنی داڑھی پکڑ کر ہلاتا تھا اور کہتا تھا: یامن لا یزال ملکه ارحم من زال ملکه۔ اے وہ ذات کہ جس کی حکومت کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے اس پر رحم کر جس کی حکومت ختم ہو چکی ہے۔

ابھی جام عمر بھرا نہ تھا کہ کف دست ساقی چھلک پڑا
رہیں دل کی دل ہی میں حسرتیں کہ نشاں قضا نے مٹا دیا

پاکیزہ رہائشیں اور صحابہ کرام علیہم السلام کی خوشحالیاں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ عمدہ رہائشیں جن کا ذکر قرآن پاک میں ہے (ومساکن طیبة) ان سے مراد کیا ہے؟ فرمایا: تو جاننے والے کے پاس آیا ہے۔ ہم نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جنت میں سفید موتی کا ایک گھر ہے۔ فیه سبعون دارا۔ اس میں سرخ یاقوت کی ستر حویلیاں ہیں۔ فی کل دار

سبعون بیتاً من زمرد الخضراء۔ ہر حویلی میں ستر کمرے ہیں سبز زمرد کے، ہر کمرے میں مسہریاں ہیں، ہر مسہری میں ستر بستر ہیں ہر بستر پہ ایک حور بیٹھی ہے (فی کل بیت سبعون سریرا علی کل سریر سبعون فراشا علی کل فراش جاریة) جس کے جسم پہ ستر جوڑے ہیں ہر جوڑے کا رنگ الگ، خوشبو الگ، ستر جوڑوں میں سے جسم کی چمک نظر آ رہی ہے، اس کے رخساروں سے چہرہ نظر آتا ہے، سمندر میں تھوکے تو سارا سمندر میٹھا ہو جائے، سورج کو انگلی دکھائے تو سورج بے نور ہو جائے۔ مزید فرمایا: فی کل بیت سبعون مائدة علی کل مائدة سبعون لونا۔ (او طعاما) ہر کمرے میں ستر دستر خوان اور ہر دستر خوان پہ انواع و اقسام کے ستر کھانے۔ ہر کمرے میں ستر نوکرانیاں یعطی للمؤمن من القوة ما یاتی علی ذلك كله فی الغداة الواحده۔ ایک مومن کو اتنی قوت ملے گی کہ ایک ہی صبح میں ان سب کے حقوق ادا کرے گا نہ طاقت میں کمی، نہ بیماری نہ فاقہ نہ غم نہ فکر۔ یہ ہے مساکن طیبۃ اور ذٰلك الفوز العظیم۔

اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ دنیا میں رہ کر آئے ہیں جب تک دنیا والی لذت نہ ملے گی خوش نہ ہوں گے اس کے بعد فرمایا: واخریٰ تحبونها۔ ایک دوسری نعمت بھی ہے جو تمہیں پسند ہے (گویا مجھے اتنی زیادہ پسند نہیں کیونکہ وہ صرف دنیوی خوشی ہے) وہ کیا ہے نصر من اللّٰہ وفتح قریب۔ اللہ کی طرف سے مدد اور قریب ہی ملنے والی فتح۔ لہٰذا ڈٹ کر محنت کرو اصل کامیابی تو آخرت کی ہے اور دنیا تمہیں مفت میں مل جائے گی۔ صحابہ کرام کے فاقوں کے واقعات تو آپ نے عموماً پڑھے سنے ہوں گے، یہ بھی یاد رکھو۔

1- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ (احد من العشرة المبشرة) نے تین ارب دس کروڑ بیس لاکھ دینار ترکہ چھوڑا۔ کاغذ کے نوٹ نہیں سونے کے سکے دس ہزار بکریاں، ایک لاکھ گھوڑے، ایک ہزار اونٹ، سونے کی اتنی اینٹیں جس کو کاٹتے کاٹتے آریاں ٹوٹ گئیں۔

2- حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے پانچ کروڑ نوے لاکھ کا ترکہ چھوڑا۔

3- حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے ایک زمین نوے ہزار کی بیچی اور اعلان کر دیا کہ جس نے

قرضہ لینا ہے آ کر لے لو (آج کسی سے جان چھڑانی ہو تو اس سے قرضہ مانگ لو، دوبارہ شکل نہ دیکھو گے اور آپ خود بلا بلا کر قرضہ دے رہے ہیں) پچاس ہزار لوگوں نے قرضہ لے لیا باقی جو بچا وہ فقیروں میں بانٹ دیا، خود بیمار ہو گئے لوگ عیادت کو کم آئے وجہ پوچھی تو عرض کیا گیا قرضہ کی ادائیگی کے ڈر سے نہیں آ رہے ہوں گے۔ فرمایا: اعلان کر دو قرضہ معاف۔ اب لوگ اس قدر آئے کہ دروازہ توڑ دیا۔

4. تین کھرب دینار مدائن سے مدینہ آئے۔ جس قالین پہ تخت سجا کر کسریٰ عیاشی کرتا تھا وہ ایک ایکڑ زمین پہ پورا آیا، حضرت عمر نے مشورہ کیا کہ اس قالین کا کیا کریں کسی نے کہا یادگار کیلئے رہنے دیا جائے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یادگار تو ہے مگر عیاشی کی ہے، اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے چنانچہ ایک بالشت کے برابر ٹکڑا تمیں ہزار درہم کا بکا، اس کے ساتھ تخت بھی آیا جو ستر ہاتھ لمبا اور ایک سو دس ہاتھ چوڑا تھا، اس پہ ایک ہزار سونے کے گنبد بنے ہوئے تھے، جن پہ تین من سونا لگا ہوا تھا، ایک لاکھ بیس ہزار چاندی کی میخیں لگی ہوئی تھیں جن پہ بارہ سو تیس من چاندی لگی تھی سو خزانے بارہ سو گھوڑے، تین ہزار لونڈیاں جو بادشاہ کی ذاتی تھیں۔ ایسی بے شمار فتوحات زمانہ فاروق اعظم میں ہوئیں۔ (آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک ایک سال کے اندر پانچ پانچ علاقے بھی فتح ہوئے۔ مثلاً بدھ 22 جمادی الاخری 13ھ کو خلیفہ ہوئے تو اگلے ہی سال دمشق، حمص، بعلبک، بصرہ اور ایلاء کو فتح کر لیا۔

5. حضرت عمر خود بدری صحابہ میں سے ہر ایک کو ڈیڑھ ڈیڑھ ہزار کا سوٹ بنوا کر بھیجا کرتے، حضرت تمیم داری کے مزاج سے چونکہ موافق نہ تھے اس لیے آپ اپنے نوکر کو فرماتے کہ اس کو بیچ کر رقم غریبوں میں بانٹ دو۔ (طارق جمیل کی تقریر "ہمارا بڑا مسئلہ" سے اقتباس)

اللہ کے انعامات اور انسانی جسم:

ہماری نافرمانیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کی غیبی قوتیں ہمہ وقت ہماری مدد کر رہی ہیں، انسان خود اپنی آنکھوں میں نور پیدا نہیں کر سکتا لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کے علاوہ جانوروں

کی آنکھوں میں بھی چھبیس کروڑ بلب فٹ کئے ہوئے ہیں اتنے بلبوں کی تاریں رگوں ریشوں کی صورت میں بنائی ہیں پھران کے پلگ پھران کے درمیان فاصلہ 1.4 ملی میٹر جو کہ ایک سینٹی میٹر کا ہزارواں حصہ ہے مگر تاریں آپس میں جڑیں نہ سرکٹ شاٹ ہو، حالانکہ بہت کم لوگ ہیں جو ان آنکھوں کا صحیح استعمال کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس ہماری خیانت کو خوب جانتا ہے۔ یعلم خائنة الاعین۔ اس کے باوجود مسلسل نور سپلائی ہو رہا ہے۔

جسم کے کسی حصے پہ بال ہیں کہیں صاف، انسان کا ماتھا بالوں سے صاف کر دیا ورنہ انسان اور ریچھ میں کیا فرق رہ جاتا؟ اگر سارا منہ بالوں سے بھر دیتا تو انسان کیسا لگتا۔

ناخنوں کا نظام دیکھو کہیں نرم کر دیے کہیں سے سخت، اگر ناخن سرے سے ہوتے ہی نہ تو ہاتھ بے کار ہو جاتے، اس کے باوجود عمل میں اختیار دے دیا شکر گزار بنے یا ناشکرا اما شاکرا واما کفورا۔

حکومتیں قوانین پہ عمل کرانے کیلئے فضائل بیان نہیں کرتیں بلکہ عمل کرو ورنہ سزا ملے گی، اللہ تعالیٰ ہمیں عمل پر آمادہ کرنے کیلئے جنت کی بشارتیں سناتا ہے، ہم پھر بھی اس کا شکر ادا نہ کریں تو کتنی بدبختی ہے؟

ناشکری کی سزا:

جعفر برمکی جو خلیفہ ہارون الرشید کا وزیر اعظم تھا اس نے اپنی ماں کی خدمت کیلئے ہر وقت چار سو لونڈیوں کو تیار رہنے کا حکم دے رکھا تھا مگر ماں پھر بھی کہتی کہ بڑا نافرمان ہے۔ اس ناشکری کی اس کو اس طرح سزا ملی کہ ایک مرتبہ اس نے کسی دروازے پہ دستک دی، دروازہ کھلا تو صاحب خانہ نے عجیب منظر دیکھا کہ وہی وزیر اعظم کی ماں روٹی کے ٹکڑے کا سوال کر رہی ہے اور کہہ رہی ہے میں یحییٰ برمکی کی ماں ہوں اور اپنی ناشکری کی ذلت اٹھا رہی ہوں۔

قدرت خداوندی کا نظارہ:

اللہ کی قدرت کا نظارہ ناریل میں دیکھو کہ اس میں اایسا پانی بھر دیا ہے جو نہ دریا کا ہے نہ سمندر و بارش کا نہ جڑوں سے آیا ہے نہ پتوں سے اور ایسا لذیذ کہ کہیں سے نہ مل سکے نہ کوئی

ایسا بنا سکے۔

تمہ جڑ سے پتوں تک زہر سے بھر دیا، خربوزے، آم کو میٹھا کر دیا۔ جس پرندے کو لمبی ٹانگیں دیں اس کی گردن کو بھی لمبا بنا دیا، ورنہ زمین سے اٹھا کر کھاتا کیسے؟ چیونٹیوں کو آنکھوں کے نور سے محروم کر دیا مگر سونگھنے کی طاقت اتنی زیادہ دے دی کہ چینی کا ایک ذرہ کہیں رکھ دو تم رکھ کر بھول جاؤ گے مگر چیونٹیوں کی لائن لگ جائے گی، حالانکہ ہمیں چینی ناک میں ڈال کر بھی خوشبو نہ آئے۔

روزانہ کتنے ہی مچھر، مکھیاں اور دیگر کیڑے مکوڑے پیدا ہوتے ہیں ہر ایک کی ضروریات جدا جدا ہیں، ارادے مختلف ہیں مگر اللہ نہ صرف یہ کہ سب کی ضروریات اور ارادوں کو جانتا ہے بلکہ پورا بھی فرماتا ہے اس لیے اس نے اپنے آپ کو رب العالمین فرمایا۔ حالانکہ وہ خالق العالمین بھی ہے تاکہ کوئی دھوکہ نہ کھائے کہ پیدا تو اس نے کیا ہے مگر پرورش خود بخود ہی ہو رہی ہے۔ ہر ایک کے تقاضے الگ الگ، طبیعتیں الگ الگ۔

خلیفۂ وقت کو جواب:

جو لوگ رب کی ان شانوں کو سمجھ گئے پھر وہ بادشاہوں کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم۔ کعبہ کا طواف فرما رہے تھے کہ ہشام بن عبدالملک اموی شہزادہ بھی طواف میں مصروف تھا دوران طواف کہنے لگا کوئی حاجت ہو تو بتائیں۔ فرمایا: افی بیت اللّٰہ الی غیر اللّٰہ۔ کیا اللہ کے گھر میں آ کر غیر اللہ سے حاجت طلب کروں؟ طواف سے فارغ ہوئے حرم شریف سے باہر آئے تو اس نے پھر وہی پیش کش دہرائی تو حضرت سالم فرمانے لگے: دنیا کی حاجت مانگوں یا آخرت کی؟ اس نے کہا: آخرت کا تو مجھے خود پتہ نہیں ہے میں تو دنیا کی بات کر رہا ہوں۔ فرمایا: پھر دنیا تو میں نے کبھی دنیا بنانے والے سے نہیں مانگی بھلا تجھ سے کیا مانگوں گا۔ (مولوی طارق جمیل)

صوفیوں کی زبان سے:

جن لوگوں نے اپنی روحوں کو آلودگیوں سے بچایا ہوا ہے اور وعدۂ الست کو یاد رکھا ہوا

ہے یہ ان کی شان وعظمت ہے اور ایک ہم ہیں جو اپنے رب کو بھلا کر اپنی روح کو نافرمانیوں کی غلاظتوں سے آلودہ کر کے دربدر ہو رہے ہیں کیا خوب نشاندہی فرمائی ان دونوں طبقوں کی حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے، آپ فرماتے ہیں:

"کُن" خدا نے جد فرمایا اُساں وی کولے ہاسے ہُو
ہکے ذات صفات ربے دی ہکے جگ ڈھنڈیاسے ہُو
ہکے لامکاں اساڈا ہکے آن بُت اندر پھاسے ہُو
نفس شیطان پلیتی کیتی، اصل پلیت تاں ناسے ہُو

اور بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اُٹھ فریدا سُتیا تیری داڑھی آگیا بور
آگا آگیا نیڑے تے پچھا رہ گیا دور
اُٹھ فریدا ستیا تے جھاڑو دے مسیت
تو ستا رب جاگدا تیری ڈاھڈے نال پریت
اُٹھ فریدا سُتیا تے وَل مسجد دے جا
مَت کوئی بخشیا مل پوی تو وی بخشیا جا

ہر دو بزرگ اپنے استعارِ معرفت میں یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ کوئی شخص جب اپنے ملک سے باہر جاتا ہے تو وہاں سے کما کر اپنے ملک میں بھیجتا رہتا ہے ایسا نہیں کرتا کہ جہاں کمانے گیا ہے وہیں پہ کوٹھی بنگلہ بنانا شروع کر دے، کیونکہ اس طرح کرنے سے پیچھے کچھ نہ بن سکے گا اسی طرح عالم ارواح سے عالم دنیا میں آنے والا اگر اپنے اصل وطن کو بھول جائے اور یہیں کا ہو کر رہ جائے اور آگے کیلئے کچھ نہ کرے تو آخرت کی تمام نعمتوں سے محروم رہ جائے گا وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ۔ اور جس طرح مزدور کو مزدوری ملے تو اس کو محنت کی تمام مشقت بھول جاتی ہے جب اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان وعمل کو جنتی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا تو دنیا کے تمام آلام ومصائب بھول جائیں گے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ دوزخ کا ایک غوطہ دنیا کے تمام آرام بھلا دے گا اور ایسے لگے گا جیسے دنیا

میں کوئی آرام پایا ہی نہیں اگر چہ دنیا میں ساری زندگی آرام سے گزاری ہو کوئی غم دیکھا ہی نہ ہو۔ اسی طرح دنیا میں ساری زندگی تکالیف میں گزارنے والا جس نے ایک لمحہ بھی آرام نہ دیکھا ہوگا جنت کی صرف ایک "جھاتی" سارے غم بھلادے گی اور ایسے لگے گا کہ دنیا میں اس نے کوئی غم دیکھا ہی نہیں، اس لیے عقل مندی یہی ہے کہ دنیا کے ساتھ دین اور اس جہان کے ساتھ اس جہان کو بھی یاد رکھا جائے کیونکہ

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگئے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

ہر چیز بدل لو مگر......

صحابہ کرام بڑے خوش نصیب تھے کہ سب کچھ دیکھ کر ایمان لائے لیکن اگر دیکھا جائے تو ہمارے اوپر بھی فضل خدا کچھ کم نہیں ہے کہ بن دیکھے ایمان مل گیا ہے، بشرطیکہ اس ایمان کی حفاظت ہو سکے۔

ان اعضاء کیلئے اگر حلال حرام کی تمیز نہیں کرو گے تو یہی اعضاء قیامت کو بول بول کر تمہارے خلاف گواہی دیں گے۔

مکان بدلو کہ اس سے بہتر مل جائے، لباس بدلو، کہ اس سے اچھا مل جائے وار یاد رکھو کہ ہر شئی اچھی سے اچھی مل سکتی ہے مگر قیامت تک اپنا قائد مصطفیٰ کو ہی بنائے رکھنا کیونکہ قیامت آسکتی ہے مگر آقا علیہ السلام سے اچھی قیادت میسر نہیں آسکتی۔

(سید محمود کچھوچھوی)

کیڈا پیارا نام محمد جد عاشق مونہوں الاوے
اک لب دوجے لب دے تائیں گھٹ گھٹ جھپیاں پاوے
جس نوں نہیں اعتبار، محمد آکھے تے ازماوے
صلی اللہ علیہ وسلم صفت نہ کیتی جاوے

عقلمندی کیا ہے؟:

جس آقا کی زبان کبھی خطا نہیں کرتی اس نے عقل مندی اللہ کے خوف کو قرار دیا ہے۔

راس الحکمة مخافة اللہ۔ اور فرمایا الکیّس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت، عقل مند وہ ہے جو اپنا محاسبہ کرتا ہے اور موت کے بعد کی تیاری کرتا ہے۔ قرآن پاک فرماتا ہے و من یرغب عن ملة ابراهیم الا من سفه نفسه۔ جو (اپنے مرکز) ملت ابراہیم کو چھوڑ دے وہ بیوقوف ہے اور ایسا کہ اولئك كالانعام بل هو اضل۔ چوپایوں سے بھی گیا گزرا۔

لہٰذا دشمنان دین کے ہاتھوں استعمال ہو کر اپنا دین برباد کر لینا عقلمندی نہیں ہے۔

موت سے پہلے توبہ کر لینا عقل مندی اور کامیابی کی ضمانت ہے۔

نعمتیں دنیا کی ہیں ان میں مزے — تو نہیں کھاتا یہ کھاتی ہیں تجھے
سونے والے، رب کو سجدہ کر کے سو — کیا خبر اٹھے نہ اٹھے صبح کو
دنیا سے ہے سب نے جانا ایک دن — قبر میں ہوگا ٹھکانا ایک دن
اب نہ غفلت میں گنوانا ایک دن — منہ خدا کو ہے دکھانا ایک دن
ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم — چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بدم
زندگی آمد برائے بندگی — زندگی بے بندی شرمندگی
یا الٰہی رحم کن برما ہمہ — عفو کن جملہ گناہ ما ہمہ

یہ بھی قیامت کی نشانی ہے:

لم یبق من الاسلام الا اسمه ولم یبق من القران الا رسمه۔

''اسلام کا صرف نام باقی رہ گیا ہے اور قرآن صرف رسماً پڑھا جا رہا ہے''۔ یعنی

رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

بہن بھائی اکٹھے جا رہے ہوں تو بڑی سوچ و بچار کے بعد پتہ چلتا ہے کہ جس کے بال کٹے ہوئے ہیں، لباس پورا نہیں ہے وہ بہن ہے اور جس کے بال بڑھے ہوئے ہیں وہ بھائی ہے۔ ارے ڈانسروں اور ایکٹروں کی نقل اتارنے والو! اگر تم نے محمد بن قاسم اور طارق بن زیاد کی نقل اتاری ہوتی تو آج بھارت اور امریکہ کے سامنے ہمیں جھکنا نہ پڑتا۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

ہمیں معلوم ہے تم بھٹکے ہوئے ہو اور غفلت کی وجہ سے دین اور اہلِ دین کی مخالفت کر رہے ہو، اسی لیے تو سزا نہیں مل رہی ہے ورنہ جب ولی اللہ کی عداوت رکھنے والے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنگ کا اعلان ہے تو اللہ کی مخالفت سے تو شدید جنگ کا اعلان ہونا چاہیے مگر جس طرح روزہ دار بھول کر خوب سیر ہو کر کھا پی لے تو اس کو معافی ہے، اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا اور جان بوجھ کر ایک گھونٹ پانی کا بھی پی لے تو سخت سزا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اولیاء کرام کے مشن سے بے سوچے سمجھے عداوت رکھتے ہیں یا تو ان کو یہ علم نہیں کہ ہم ان سے عداوت کر رہے ہیں وہ عداوت کو عقیدت سمجھ رہے ہیں اور یا پھر ان کو اگر پتہ ہوتا کہ اولیاء اللہ ہیں تو کبھی عداوت نہ کرتے اسی اخفاء کی وجہ سے اللہ تعالیٰ شک کا فائدہ دے کر ان کو معاف کیے ہوئے ہیں ورنہ کب کے دھر لیے گئے ہوتے۔ (ان اللّٰہ بالناس لرؤف رحیم)

داڑھی مبارک:

اگرچہ ریش منڈانے میں ہے صفائی رُخ
گنہ گار مگر بال بال ہوتا ہے

ہر کوئی اپنے دوست کی نشانی سنبھال کر رکھتا ہے مگر اس دور کا نام نہاد مسلمان بلکہ عاشقِ رسول ویسے تو نعرہ یہ لگاتا ہے کہ ؎ غلامیِ رسول میں موت بھی قبول ہے
مگر داڑھی جو سارے نبیوں، ولیوں، غوثوں، قطبوں، ابدالوں کی سنت ہے اگر نہیں قبول تو یہ پیاری سنت قبول نہیں۔ کیا موت کو سینے سے لگانا آسان ہے کہ داڑھی کو چہرے پہ سجانا آسان ہے؟ تو جب اتنا آسان کام نہیں کر سکتے ہو تو اتنا مشکل کام کر گذرنے کا کیسے دعویٰ کر سکتے ہو۔ نبی کی سُنت کٹا منڈا کر گندی نالیوں اور گلیوں بازاروں میں پھینک کر کہنا صدقے یا رسول اللہ "تینوں رسول نے گولی مارنی اے" ایک فرقہ بدعملی کر کے کہتا ہے

''جانے یا علی'' اور تو کہتا ہے ''جانے یا نبی'' نہ ان کا علی سے کوئی تعلق ہو سکتا ہے نہ تمہارا نبی سے کوئی رشتہ ہو سکتا ہے۔

لطیفہ:

اس دور میں نعت خوان حضرات کو بھی خدا کی مار پڑ گئی ہے کہ داڑھی منڈا کر سٹیج پر آتے ہیں اور عشقِ رسول کے شعر پڑھ کر لوگوں کی جیبیں خالی کر کے چلے جاتے ہیں سپیکر پہ پڑھتے ہیں۔ حضور آ رہے ہیں اور نعت پڑھتے ہی۔ ہم جا رہے ہیں۔ اسی طرح کے ایک نعت خواں نے مفتی محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ آف چکوال کے سامنے نعت کا جب یہ شعر پڑھا۔ کاش میں کبوتر ہُندا اُڈ کے مدینے پہنچ جاندا۔ تو مفتی صاحب نے فرمایا: بہہ جا تو اُوتھے جا کے وی وِٹھاں ای کرنیاں نیں۔ یعنی یہاں انسان اشرف المخلوقات ہو کر چہرے پہ سنت رسول تو سجا نہیں سکا اور کبوتر ہو کر مدینے جا کر بھی تو نے گند ہی ڈالنا ہے۔

(بروایت حافظ اصغر القادری۔ امام الخطاطین)

اللہ تعالیٰ نے داڑھیوں کے ذریعے سے مردوں کو اور لمبے بالوں کے ذریعے عورتوں کو زینت عطا فرمائی ہے اور یہ الفاظ فرشتوں کی تسبیح کا ترجمہ ہیں۔ سبحان من زین الرجال بااللحی وزین النساء بالذوائب ہر قسم کے بال رکھنے کا ہمیں حکم بھی نہیں ہے صرف وہ بال رکھو جو اللہ کے محبوب نے رکھے۔ اگر ہر طرف بال ہی بال ہوں تو ایسے لگتا ہے کہ سکھ جا رہے ہیں۔ کیونکہ ان بیوقوفوں کو گورو نانک نے کہا: ''بالاں دی حفاظت کرنا'' یعنی بچوں کی حفاظت کرو۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید جسم کے بالوں کی حفاظت کا کہہ رہا ہے۔ ساری عمر کسی جگہ سے ایک بال بھی نہیں اتارتے۔ اس میں بھی ہمارے مسلمانوں، داڑھی منڈوں کیلئے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ وہ گورو نانک کی بات کا اتنا خیال رکھے ہوئے ہیں اور ہم اپنے رسول کے داڑھی کے متعلق کئی ارشادات کو ٹھکرا رہے ہیں اور سنت کے مطابق چہرے پہ داڑھی ہو تو پتہ چلتا ہے حضور کا غلام آ رہا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

جعل الذلّ والصغار علی من خالف امری۔

''ذلت و رسوائی اس پر مسلط کر دی گئی جو میرے حکم کی مخالفت کرے گا''۔

جس سے محبت ہوتی ہے اسکی ہر شی محبوب لگتی ہے اور زبان سے یہ کہنا کہ ہم حضور کی تعلیمات کو مانتے ہیں اور عمل اس کے خلاف کرنا اس سے بڑا دھوکہ، فریب اور مذاق کیا ہوگا؟ آپ کا باپ آپ سے کہے بیٹا پانی لاؤ آپ کہیں جی آپ کا حکم سر آنکھوں پر، میری جان بھی آپ پر قربان، میں آپ کے قدم چومنے کو سعادت سمجھتا ہوں وغیرہ وغیرہ مگر پانی نہ لا کر دیں تو کیا یہ اہلِ دانش و بینش کے نزدیک فرمانبرداری ہے یا نافرمانی، محبت ہے یا دشمنی؟ پھر اس آقا کریم علیہ السلام کے ساتھ ہمارا یہ رویہ کیوں ہے کہ

اس کی رحمت کی بھلا آخری حد کیا ہوگی
دوست کی طرح جو دشمن کو دعا دیتے ہیں

سیرت شامی میں طبقات ابن سعد کے حوالے سے ہے:

رواہ ابن سعد عن عبداللّٰہ بن عبداللّٰہ قال جاء مجوسی الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قد اعفٰی شاربہ واحفٰی لحیتہ وقال من امرك بھذا قال ربی قال لکن ربی امرنی ان احفی شاربی واعفی لحیتی۔

''حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک لمبی مونچھوں والا داڑھی منڈا مجوسی آیا آپ نے اُس سے پوچھا: تو نے کس کے کہنے پر یہ شکل بنا رکھی ہے اس نے کہا: اپنے رب (یعنی بادشاہ) کے کہنے پر۔ فرمایا: لیکن مجھے تو میرے رب نے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں پست کرانے کا حکم دیا ہے''۔ (مولانا مفتی فضل احمد چشتی)

ایک چشم دید واقعہ:

میرا (غلام حسن کا) اپنا چشم دید واقعہ ہے کہ میں ایک مرتبہ حجامت کرانے حجام کے پاس گیا وہاں ایک بزرگ بیٹھا ہوا تھا بقول اس کے اس کی سو سال سے زیادہ عمر تھی، آنکھوں میں بینائی بہت کم، کانوں میں قوت سماعت نہ ہونے کے برابر، ہاتھ اس کے کانپ رہے تھے اور داڑھی منڈا رہا تھا جب فارغ ہوا تو شیشہ لے کر بیٹھ گیا اور بڑے غور سے دیکھنے لگا کہ داڑھی کا کوئی بال رہ تو نہیں گیا۔ تلاش بسیار کے بعد اس کو دو بال نظر آ ہی گئے تھرتھراتی ہوئی

آواز میں حجام سے کہنے لگا: ''پتر ایہہ دو وال رہ گئے نیں ایہہ وی لاہ دے''۔ میں نے عرض کیا: بابا جی آپ کا نام کیا ہے؟ وہ کہنے لگا: روشن دین۔ میں نے عرض کیا: دین تو روشن ہی رہے گا مگر آپ میں تو ابھی اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ وہ کیسے؟ بابے نے چونک کر پوچھا۔ میں نے عرض کیا: کتنی عمر ہے آپ سرکار کی؟ بولا: ''سو سال تو ٹپ گیا واں''۔ میں نے کہا: داڑھی منڈاتے کتنی دیر ہو گئی ہے؟ پتر ہو گئے نیں کوئی پچاسی سال۔ میں نے کہا: ''جے ایہہ اونوں نہیں رہندی تے تُسیں ای مناونوں رہ جاؤ۔ جہڑی شی لوہار نے بنائی اے اوہنوں چھی جاندے او، تے جہڑی رب نے بنائی اے اوہنوں مُنّی جاندے او''۔ بابا جی کہنے لگے میں اس لیے داڑھی منڈاتا ہوں کہ مجھے کھرک (خارش) ہوتی ہے۔ میں نے کہا: یہ خارش آپ کو شیطان کرتا ہے ورنہ بال تو سر پہ بھی ہیں، مونچھوں پہ بھی ہیں وہاں کیوں نہیں خارش ہوتی۔ بابا جی گرم ہو گئے اور کہنے لگے: داڑھی تے سکھاں دی وی ہوندی اے۔ میں نے کہا: ہاں اب آئے ناں اصل بیماری کی طرف۔ بابا جی آپ کو سکھوں کی داڑھی تو نظر آ گئی مگر اللہ کے محبوب کی داڑھی کیوں نہ نظر آئی؟ آپ نے کس سکھ کا کلمہ پڑھا ہوا ہے، اگر حضور نے قیامت کے دن یا قبر میں ہی پوچھ لیا کہ میرے رب نے جسم کے اعلیٰ حصے پہ میری ایک سنت سجانے کو دی تھی تم اس کو سو سال تک گندی نالیوں میں پھینکتے رہے تو کیا جواب دو گے۔

جب سر محشر وہ پوچھیں گے بلا کر سامنے
کیا حساب جرم دو گے تم خدا کے سامنے

داڑھی ہر انسان کو اچھی لگتی ہے اس کی دلیل چاہتے ہو تو داڑھی رکھنے سے پہلے بھی اپنی شکل غور سے دیکھ لو اور داڑھی رکھ کر بھی دیکھ لو۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

فرشتے جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح ان لفظوں سے کرتے ہیں:

سبحان من زین الرجال باللحی وزین النساء بالذوائب۔

''پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھیوں کے ساتھ اور عورتوں کو مینڈھیوں کے ساتھ زینت بخشی''۔

اس کا مطلب ہے مرد داڑھی منڈا کر خوبصورت نہیں لگتا بلکہ داڑھی رکھ کر اور عورت بال کٹا کر خوبصورت نہیں لگتی بلکہ بال رکھ کر۔ شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

دینِ اسلام سراپا خیر خواہی کا نام:

آج عام طور پر باتیں ہوتی ہیں کہ فلاں آدمی دین دار ہے اور فلاں دنیادار ہے۔

آج میں دین کے بارے میں عرض کروں گا کہ دین کیا ہے۔ میرے دوستو! صرف داڑھی رکھنے کا نام دین نہیں یہ عمل ثواب ہے۔

مسجد میں آ کر نماز پڑھنے کا نام دین نہیں، دین نام ہے نصیحت اور خیر خواہی کا۔ یہ میں نہیں کہہ رہا یہ آقائے دو جہان ﷺ کا فرمان ہے۔ الدِّین النصیحۃ۔ (دین خیر خواہی کا نام ہے) جو آدمی خیر خواہ ہے وہ دین دار ہے۔ جو آدمی خیر خواہ نہیں دین دار نہیں ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان یہی درس دیتا ہے۔ "دین خیر خواہی کا نام ہے"۔ مگر خیر خواہی، کس کی؟

اچھا خیر خواہی کس کی کرنی ہے اپنی؟ اپنے ماں باپ کی؟ اپنے بیوی بچوں کی؟ اپنے رشتہ داروں کی؟ اپنے محلہ داروں کی؟ اپنے شہر والوں کی؟ ہاں ہاں خیر خواہی کرنی ہے اہلِ وطن کی، خیر خواہی کرنی ہے جانوروں کی، خیر خواہی کرنی ہے پوری انسانیت کی کیونکہ دین خیر خواہی کا نام ہے۔ لہٰذا خیر خواہی کرنی چاہیے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔

آپ حیران ہوں گے مظلوم کی خیر خواہی تو ٹھیک ہے ظالم کی خیر خواہی کیوں؟

ہمارے حضور رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے:

"اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم"۔

صحابہ کرام کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی تو سوال کیا:

"یارسول اللہ! مظلوم کی خیر خواہی تو سمجھ آتی ہے کہ اس بیچارے کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے ظالم کے ساتھ خیر خواہی کس طرح کی جائے"۔

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"ظالم کو ظلم سے روکنے کیلئے اس کا ہاتھ پکڑنا اور اسے ظلم سے روک دینا اس

کے ساتھ خیر خواہی ہے"۔

حدیثِ مصطفیٰ ﷺ کے مطابق دین نام ہے خیر خواہی کا۔

چونکہ زمانہ بدل گیا ہے ہر آدمی کی سوچ الگ الگ ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بندہ کسی کے ساتھ خیر خواہی کرتا ہے لیکن جس کے ساتھ خیر خواہی کی جائے وہ غصے میں آجاتا ہے۔ وہ برا مناتا ہے تم اس کے برا منانے کی فکر مت کرو، اس کے غصہ کی فکر مت کرو، تم بس اس کی خیر خواہی کرو۔

آیئے میں ایک مثال پیش کرتا ہوں، اس سے بات سمجھئے:

بچہ بیمار ہے اسے پھوڑا نکل آیا ہے، آپ اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاتے ہیں کہ یہ بچہ بس روتا رہتا ہے، اسے آرام نہیں آرہا۔

ڈاکٹر نشتر پکڑ لیتا ہے، بچہ نشتر کو دیکھ کر رونے لگتا ہے اسے یہ اچھا نہیں لگتا کہ اسے زخم لگایا جائے۔

لیکن اس بچے کا باپ جو اس کا خیر خواہ بھی ہے وہ پاس ہی کھڑا ہے، اس کا خیر خواہ بھائی کھڑا ہے، اس کی خیر خواہ ماں بھی کھڑی ہے، اس بچے کا ڈاکٹر بھی کھڑا ہے۔ کیا وہ بچے کے رونے کی اور اس کی منت سماجت کی پرواہ کرتا ہے؟

نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ یہ کرتا ہے کہ اس پھوڑے کے اندر جو گندہ مادہ ہے نکال دیتا ہے کیونکہ وہ اس کا خیر خواہ ہے اور جانتا ہے کہ جب تک اس کے پھوڑے کے اندر یہ گندہ مادہ رہے گا اس وقت تک نہ تو اسے کوئی علاج فائدہ دے گا اور نہ ہی اسے آرام آئے گا۔

اسی لیے وہ خیر خواہی کر رہا ہے۔

مثنوی کی حکایت:

حضرت مولانا روم فرماتے ہیں ایک آدمی گھوڑے پر سوار کہیں جا رہا تھا اس کے ہاتھ میں ایک چادر تھی، اس راستے کے کنارے پر ایک باغ تھا باغ کے باہر ایک شخص سو رہا تھا جس کا منہ کھلا ہوا تھا۔

گھڑ سوار کی نظر پڑی تو دیکھا ایک چھوٹا سا سانپ آیا اور اس کے منہ میں داخل ہو گیا۔

گھڑ سوار گھوڑے سے اترا، اس نے درہ پکڑا اور سوئے ہوئے آدمی کو دے مارا۔ جب سوئے ہوئے آدمی کو چوٹ لگی تو وہ گھبرا کر نیند سے بیدار ہو گیا وہ ابھی گھبراہٹ میں تھا کہ گھڑ سوار نے ایک اور وار کر دیا اور غصے سے کہنے لگا جلدی اٹھو۔

وہ آدمی کہنے لگا بھائی میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے جو مجھے یوں مار رہے ہو۔

اس گھڑ سوار نے کہا: بکواس نہ کرو یہ امرود کھاؤ اور اسے امرود کھلانے شروع کر دیئے جب اس کا پیٹ اچھی طرح بھر گیا تو اسے پانی پلانا شروع کر دیا۔

اس نے کہا: بھائی پہلے تم نے مار مار کر مجھے اتنے امرود کھلا دیئے اب مجھے پانی پلائے جا رہے ہو مجھے تو ہیضہ ہو جائے گا۔

گھڑ سوار نے ایک اور وار کیا اور کہا: بکواس نہ کرو جلدی جلدی پانی پیو۔ جب اس نے کافی پانی پی لیا تو اسے کہا اب بھاگو۔ اب اسے آگے لگا رکھا ہے اور خود دُرہ لے کر اس کے پیچھے ہو لیا اور اسے مار مار کر بھگاتا رہا۔

جب بھی وہ رکنے کی کوشش کرتا تو اسے زوردار دُرہ پڑتا۔ بالآخر وہ دوڑتے دوڑتے رونے لگا مگر گھڑ سوار نے اس کے رونے کی کچھ پرواہ نہ کی اور اسے درے مار مار کر دوڑاتا رہا اور کہتا رہا اور تیز بھاگو ورنہ جان سے مار دوں گا۔

وہ بھاگتا ہوا گر پڑا امرود اور پانی کی وجہ سے اسے قے آئی تو سانپ جو اس کے منہ سے اس کے پیٹ میں چلا گیا تھا وہ باہر نکل آیا۔

جب سانپ باہر آ گیا تو گھڑ سوار دوسرے شخص سے کہنے لگا بھائی مجھے معاف کر دو میں نے جو تجھے اتنا مارا ہے وہ اس سانپ کو باہر نکالنے کیلئے اور تیری جان بچانے کیلئے کیا ہے۔

اس حکایت سے میرا مقصد یہ ہے کہ اب بتائیں کہ گھڑ سوار نے سوئے ہوئے شخص کی خیر خواہی کی ہے یا نہیں؟

اگر وہ اسے کہتا حضرت جناب قبلہ محترم! اٹھیئے تو وہ اس سے کہتا بھائی جاؤ مجھے تنگ نہ کرو۔

اور اگر گھڑ سوار اسے بتا دیتا کہ جناب آپ سو رہے تھے اور سانپ آپ کے منہ سے پیٹ کے اندر چلا گیا ہے۔

ممکن ہے یہ سن کر ویسے ہی مرنے والا ہو جاتا اور یہ بھی ممکن ہے کہ ڈر کی وجہ سے اُس کا ہارٹ فیل ہو جاتا۔

بعض اوقات پیار سے کہنا خیر خواہی نہیں بلکہ کبھی کبھی غصے والے الفاظ بھی خیر خواہی ہوتے ہیں۔ ''تو دین نام ہے خیر خواہی کا''۔

اب خیر خواہی کی بات خیر خواہی سے سنیئے خواہ اچھی لگے یا بری آپ بتائیں کہ حضور رسالتمآب ﷺ سے بڑھ کر ہمارا کوئی خیر خواہ ہے؟ نہیں ہرگز نہیں

کائنات میں کوئی بھی سرکار سے بڑھ کر خیر خواہ نہیں ہے۔ یارو یہ خیر خواہی نہیں تو اور کیا ہے کہ دشمن پتھر مارتے ہیں اور آگے سے جواب یہ ملتا ہے:

پتھر مارن والیا یارا جے میرے ول آویں
سینے نال لگاواں تینوں سدھا جنت جاویں

(مولانا سعید احمد سعد)

یہ بھی خیر خواہی ہے:

تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ صرف اس کو خیر خواہی نہ سمجھ لیا جائے کہ کسی کو ظاہری سکون پہنچانا ہی خیر خواہی ہے بلکہ جیسا کہ گذرا اگر کسی مریض کے اپریشن کی ضرورت ہے تو ڈاکٹر کا چیر پھاڑ کرنا خیر خواہی کے خلاف نہیں بلکہ یہی حقیقی خیر خواہی ہے، دیکھنے والا کہے گا یہ ڈاکٹر کتنا ظالم ہے کہ بچہ چیخیں مار رہا ہے اور یہ اس کے جسم میں سوئیاں چبھو رہا ہے مگر سمجھدار جانتا ہے کہ اس بچے کے ساتھ خیر خواہی کر رہا ہے، بعض لوگ حضور علیہ السلام کا رحمۃ للعالمین ہونا بیان کرتے ہیں تو صرف ظاہری رحم و کرم اور ابو جہل کے بیٹھنے کیلئے اپنی کملی بچھا دینے کا تذکرہ کر دیتے ہیں مگر اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ میدانِ بدر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ''ابو جہل نوں لسیاں وی پایا سی''۔ (مولانا خادم حسین رضوی)

حضور علیہ السلام کی آخری وصیت:

حدیث شریف میں ہے کہ ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ جب اپنی ظاہری حیات کے آخری سانس لے رہے تھے تو آپ کی زبان اقدس پہ یہ الفاظ تھے۔ **الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم**، نماز ادا کرتے رہنا اور اپنے غلاموں لونڈیوں سے اچھا سلوک کرتے رہنا پھر تکرار کے ساتھ الصلوٰۃ الصلوٰۃ فرماتے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔

ہم نے کیا لحاظ کیا ہے اپنے رحیم و کریم آقا علیہ السلام کے ان الفاظ کا کہ پچانوے فیصد مسلمان نماز نہیں پڑھتے، اگر پچاس لاکھ کی گاڑی کے ایک ٹائر سے ایک روپے کی ہوا خارج ہو جائے تو گاڑی بیکار ہو جائے منزل تک نہ پہنچائے، آپ کہتے پھریں کیا ہوا ایک روپے کی ہوا ہی تو نکلی ہے لیکن چلایں گے تو ضرور نقصان اٹھائیں گے، ارے حضور کا طریقہ ایک روپیہ کی ہوا سے بھی سستا سمجھ لیا ہے کہ کچھ پاس و لحاظ ہی نہیں۔ کیا آپ کے طریقوں کو چھوڑنے کا آخرت میں نقصان نہیں ہو گا؟

عزّت و ذلّت کے راستے:

بجلی کی ایک تار کٹ جائے تو روشنی، ہوا، ٹھنڈک و گرمائش کا سارا سسٹم ختم ہو جائے اور محبوب خدا کا ایک طریقہ چھوڑو گے تو اللہ سے تعلق کٹ جائے گا کیونکہ آپ کی ایک ایک ادا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔

لوگ پانچ پانچ ہزار ماہانہ فیس دے کر بچوں کو اونچے سکولوں میں تعلیم دلواتے ہیں کہ ہمارا بچہ بڑا آدمی بنے گا، کیا خاک بڑا بنا ہے کہ کلمہ پڑھنا بھی نہیں آرہا، نماز نہیں آتی، والدین کا احترام نہیں آتا، اپنے دوستوں کو والد کا تعارف ''اولڈ سرونٹ'' کہہ کے کراتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کاش میں حضور علیہ السلام سے حسن و حسین کیلئے مسجد نبوی کی مؤذنی منظور کروالیتا۔ معلوم ہوا جن کاموں میں آج ہم نے ذلّت سمجھ رکھی ہے حقیقی عزت انہی میں ہے۔

ہم نے قرآن میں شفا کا مطلب یہ سمجھ رکھا ہے کہ کوئی بیمار ہو تو فاتحہ شریف لکھ کر پانی

میں گھول کر پلادو، چاہے عمل کرو یا نہ کرو، قرآن پڑھو یا نہ پڑھو۔ ارے ہمارے ہر مرض کا علاج قرآن میں ہے، جسم بیمار ہو تو علاج قرآن میں، روح بیمار ہو تو علاج قرآن میں، معیشت بیمار ہو تو علاج قرآن میں۔ ہم سمجھتے ہیں نئی دوکان کھولو تو مدرسے سے بچوں کو بلا کر قرآن پڑھالو اور بس برکت ہوگئی اب چاہے ساری عمر گانے سنتے رہو، سود کا کاروبار کرتے رہو، برکت کہاں سے آئے گی؟

اندر کی داڑھی اور نماز:

ذرا غور تو کرو ایک بندہ تیس سال میں پاکستانی فوج کا جرنیل بنتا ہے اگر ایک دن ایک لمحہ کیلئے ہندوستانی فوج کی وردی پہن لے فوراً کورٹ مارشل ہوگا، غداری کا مقدمہ چلے گا، وہ کہے میں نے تیس سال پاکستانی فوج کی خدمت کی ہے ایک لمحہ کیلئے ظاہر ہی تو بدلا ہے، اس کی بات ہرگز نہیں مانی جائے گی، یہاں کہتے ہیں جی ظاہری نماز کو چھوڑو اندر کی نماز پڑھو، اندر صاف ہونا چاہیے، سنو! ظاہر تبھی بدلتا ہے جب اندر تبدیلی آتی ہے۔ اگر تو حضور کے دشمنوں والی شکل بنائے گا اندر سے ہزار صفائی کے دعوے کرتا رہ تیری بات نہیں مانی جائے گی۔

ارے پانی سے بھرے گلاس کے باہر تیل، گریس یا پاک مٹی ہی لگی ہوئی ہو تو تُو وہ پانی نہیں پیتا، اگرچہ اندر پانی جتنا ہی صاف کیوں نہ ہو، گلاس کو تو اندر باہر سے صاف رکھنا ضروری ہے اور تو اشرف المخلوقات ہو کر صرف اندر کی صفائی کافی قرار دیتا ہے کیا تو گلاس سے بھی کم قیمت ہے۔ خبردار فیشن کے پیچھے نہ مَرو اپنے نبی کی سنت اپناؤ اور ان کے حکم کے مطابق شکل بناؤ فیشن کا کیا ہے، فیشن خوبی کی بنیاد پہ نہیں بنتے کئی دفعہ چیز خراب ہو جائے تو فیشن میں آجاتی ہے قمیص چھوٹی رہ گئی تو فیشن بن گیا، بال خراب ہو گئے تو پیالا کٹنگ کا نام دے کر فیشن بنالیا حالانکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ اس میں بدصورتی ہے، لیکن فیشن بن جانے کی وجہ سے خوبی نہ ہونے کے باوجود بھی لوگ اپنا لیتے ہیں اور حضور کی ادائیں تو سراپا حُسن ہی حُسن ہیں۔

سُنّت کی اہمیت:

قال علماء نا ان اتیان السنة ولو امرا یسرا کادخال الرجل الا

یسر فی الخلاء ابتداء اولی من البدعة الحسنة وان کان امر فخیما کبناء المدرسة۔ (حاشیہ ابن ماجہ صفحہ 3)

''ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ سنت کا بجالانا اگرچہ وہ معمولی بات ہو مثلاً بیت الخلاء میں جاتے ہوئے بایاں پاؤں پہلے رکھنا، بدعت حسنہ سے بہتر ہے اگرچہ وہ عظیم الشان کام ہو، جیسے مدارس کا بنانا''۔

فرض و واجب اور سنت مؤکدہ تو بڑی چیز ہیں۔ سنت غیر مؤکدہ جو بطریق عبادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ بھی اونچی چیز ہے بلکہ سنت غیر موکدہ خواہ بطریق عادت ہی ثابت ہو کہ عادت مبارکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح تھی اس کی تحقیر یا اس کا مذاق اُڑانا بھی اسلام کو باقی نہیں رہنے دیتا اور یہ بالکل کھلی بات ہے کہ اس سنت کی تحقیر بھی صاحب سنت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر بن رہی ہے، پھر اسلام کہاں رہ گیا۔

شاہ اورنگ زیب عالمگیر نے جو ایک زبردست اور ملک کے چوٹی کے علمائے دین کی جماعت سے فتاویٰ کی کتاب مدون کرائی ہے اور عرب و عجم کے دل کی گہرائیوں سے وہ خراجِ تحسین وصول کر رہی ہے۔ اسی فتاویٰ عالمگیری جلد 3 صفحہ 161 میں ہے:

''اگر ایک شخص نے کسی دوسرے سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا تناول فرماتے تھے انگلیاں چاٹ لیا کرتے تھے اس پر دوسرے شخص نے یہ کہہ دیا کہ یہ بے تہذیبی ہے تو یہ کہنے والا کافر ہو گیا''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو سب انبیاء کے سردار ہیں۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مؤکدہ ہو یا غیر مؤکدہ بطریق عبادت یا بطریق عادت بہت بڑا درجہ رکھتی ہے دوسرے انبیاء کی سنتوں میں سے بھی کسی ایک کی کسی ایک سنت کی تحقیر تو تحقیر، اس سے ناپسندیدگی بھی کفر ہے۔ اسی فتاویٰ عالمگیری جلد 3 صفحہ 160 میں ہے:

''جو شخص کسی بھی نبی کا اقرار نہ کرے گا یا رسولوں میں سے کسی ایک کی بھی کسی سنت کو ناپسند کرے گا وہ بالکل کافر ہو جائے گا''۔

جب غیر مؤکدہ سنتوں اور عادت کی سنتوں کا انکار یا تحقیر و مذاق اسلام سے خارج کرتا

ہے تو ایک واجب کا حکم تو اس سے بہت بلند ہے اس کے انکار اور تحقیر یا مذاق اڑانے کا حکم خود سمجھ لیجئے۔

عنایہ شرح ہدایہ، علی ہامش فتح القدیر جلد 8 صفحہ 447 یہ ہے کہ حدیث من ترک سنتی لم تنله شفاعتی۔ (جس نے میری سنت ترک کر دی اس کو میری شفاعت نصیب نہ ہوگی) اس کے معنی یہ ہیں کہ عقیدہ کے درجہ میں اس کو سنت نہ سمجھے یا سنت تو سمجھیں مگر سب لوگ مل کر چھوڑ بیٹھیں تو ان کو حضور ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہوگی کیونکہ کسی سنت کا بالکل ترک کر دینا حرام ہے اسی لیے ان لوگوں سے مسلمانوں کو جنگ کرنا فرض ہو جاتا ہے جو اذان دینا بالکل چھوڑ بیٹھیں کیونکہ سنت رسول ﷺ کو زندہ رکھنا واجب ہے۔

بدعت اور بدعتی کی مذمت:

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اختلاف کے وقت تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے خلفاء راشدین کے طریقہ کو لازم جانو اور اسی طریقہ پر بھروسہ رکھو اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑے رہو اور تم دین میں نئی نئی باتیں پیدا کرنے سے بچو۔ اس لیے کہ ہر نئی بات (جس سے سنت اُٹھ جائے) بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

لا یقبل الله لصاحب بدعة صوما ولا صلوٰة ولا صدقة ولا حجا ولا عمرة ولا جها دولا صرفا ولا عدلا یخرج من الاسلام کما تخرج الشعرة من العجین۔

"حضرت حذیفہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا بدعتی کا روزہ نہ نماز، نہ صدقہ نہ حج نہ عمرہ نہ جہاد نہ فرض نہ نفل وہ اسلام سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے (گوندھے ہوئے) آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے"۔ (ابن ماجہ صفحہ 6 عن حذیفہ)

عن ابراهیم بن میسرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام۔ (رواہ بیہقی)

"حضرت ابراہیم بن میسرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کے ستون کو گرا دینے میں مدد کی"۔ (بیہقی، مشکوٰۃ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسی بات پیدا کی جو دین میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت غضیف بن الحارث رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ جب کسی قوم نے کوئی بدعت نکالی تو اللہ تعالیٰ اس قوم سے سُنّت اٹھالیتا ہے اور وہ قوم سنت کی برکت سے محروم ہو جاتی ہے۔ (احمد بزار)

ابو مغیرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تک بدعتی بدعت کو ترک نہ کر دے اللہ اس کے نیک عمل کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اہلِ بدعت کے ساتھ دوستی رکھنے والے کے اعمال ضائع کر دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے دل سے نور ایمان نکال دیتا ہے اور جو شخص اہل بدعت سے دشمنی رکھتا ہے اسے اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے خواہ اس کے نیک اعمال تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں۔ جب تم کسی بدعتی کو راستے میں دیکھو تو دوسرا راستہ اختیار کرلو۔ حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں نے خود حضرت سفیان بن عُیینہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سُنا کہ جو شخص کسی بدعتی کے جنازے کے ساتھ جاتا ہے تو وہ جب تک واپس نہیں لوٹ آتا اللہ کا غضب اس پر نازل ہوتا رہتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعتی پر لعنت فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے جس نے دین میں کوئی نئی بات پیدا کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت، اللہ تعالیٰ نہ اس کے صَرف یعنی فرض کو قبول فرماتا ہے اور نہ اس کے عدل یعنی نفل کو۔ حضرت ابو ایوب سختیانی نے فرمایا کہ اگر تم کسی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرو اور وہ کہے اس کو رہنے دو قرآن میں جو کچھ ہے وہ بیان کرو تو سمجھ لو کہ وہ گمراہ ہے۔ (غنیۃ الطالبین مترجم صفحہ 169)

علماء ومقررین کیلئے انتیس (۲۹) نکاتی پروگرام:

1- بعض تقریروں میں ایسے واقعات آگئے ہیں جو نئے نہیں ہیں بلکہ بہت ہی کثیر الاستعمال اورزبان زدعام ہیں۔ آپ یہ دیکھ کراس تقریر سے اچاٹ نہ ہوں اور نہ ہی ذہن کو بوجھل بنائیں بلکہ اس کی ترتیب، تسلسل اور سیٹنگ پر غور کریں۔ یہی تقریر کی جان ہے۔ نفسِ واقعہ کو نقل کر کے تقریر کو طول دینا مقصود نہیں بلکہ ان ہی واقعات کو صحیح ترتیب اور تسلسل سے بیان کیا جائے تو اس کی افادیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

2- اگر کسی تقریر میں حشو وزوائد آگئے ہوں تو بلاتکلف آپ اسے اپنی تقریر سے خارج کردیں۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ سب کا ذہن ایک دوسرے سے میل کھائے۔ اور سب کے اندازِ بیان میں یکسانیت ہو۔

3- تقریری مواد خواہ آپ کہیں سے لے رہے ہوں لیکن جو خود آپ کا فکری اندازِ بیان ہے اس میں کسی بھی مقرر کی نقل کی جھلک تک بھی نہ آنے پائے۔ ورنہ (دھوبی کا کتانہ گھر کا نہ گھاٹ کا)

کیونکہ اس طرح محنت آپ کی ہوگی اور تقریر اس کی طرف منسوب ہوگی جس کی آپ نقل کرتے ہوں گے۔ عوام کو خطاب بہت کم یاد رہتا ہے لیکن لب ولہجہ بہت زیادہ یاد رہتا ہے۔ لہٰذا بھول کر ایسی طفلانہ اور بچکانہ غلطی نہ کیجئے۔ جو لطف وکشش اپنے فکری اندازِ بیان میں ہے وہ دوسرے کی نقل میں نہیں ہے۔ اگر مواد آپ ہی کا ہو لیکن جس کا لب ولہجہ ہوگا تقریر ادھر ہی منسوب ہو جائے گی۔

4- شروع ہی سے اس بات کی کوشش کیجئے کہ آپ کا ذہن لطائف وظرائف، قصص وحکایات اور چٹکلے نما واقعات سے کم وابستہ ہو۔ علمی نکات اور باریکیوں میں ذہن اترنے کا عادی ہو۔ تقریر میں اگر ابتدا ہی سے آپ اس کے عادی ہوں گے تو اپنی اصل عمر کو پہنچتے پہنچتے ایک اعلیٰ سطح کے کامیاب مقرر بن جائیں گے۔

5- آغاز تقریر ہی سے آپ نذرانہ کے خواہشمند نہ ہوں بلکہ اپنے فن کے فروغ وتشہیر کیلئے اپنے اکابر یا مخلص عوام سے ایسے مواقع حاصل کیجئے کہ وہ آپ کو تقریر کا موقع دے

دیں۔ ابتداءً اس کو غنیمت جان کر اسی پر قناعت کیجئے اور اگر تقریر کامیاب ہو جائے تو اسی کو اپنی تقریر کا بہترین نذرانہ تصور کیجئے۔ پھر جب قوم آپ کے اندازِ بیان کو پسند کرے گی تو اسے خود ہی آپ کی طلب ہو گی۔ اب آپ کا جیسا معمول ہو اپنی صوابدید کے تحت اسی پر عمل پیرا ہوں۔

مقصد یہ ہے کہ ابتدا ہی میں اپنے آپ کو نذرانے کی حرص و لالچ کی بندھن میں نہ باندھے ورنہ نہ تو آپ کا حلقہ وسیع ہو سکے گا اور نہ ہی عوام میں اصل تعارف ہو سکے گا۔

6- تقریر کثرت مشق کا نام ہے۔ علم اور معلومات کی زیادتی سے تقریر نہیں آتی بلکہ عوام کی بھیڑ بھاڑ میں اس کے استعمال سے۔ لہٰذا جسے مقرر بننا ہو وہ ہمیشہ ایسے مواقع کی تلاش میں رہے۔ اور جب بھی اس کا موقع مل جائے تو بے دھڑک مائیک پر آ جائے۔ انشاء اللہ اس طرح آپ ایک روز بیباک اور نڈر مقرر بن جائیں گے۔

7- تقریر عوام کیلئے کی جاتی ہے نہ کہ اسٹیج کے اکابر علماء و مشائخ کیلئے۔ اس لیے آپ دورانِ تقریر عوام سے مخاطب ہوں نہ کہ علماء سے یہ تو ان کا کرم ہے جو سبحان اللہ ماشاء اللہ کہہ کر آپ کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ لہٰذا آپ کبھی اس غلطی فہمی میں مبتلا نہ ہوں کہ یہ طبقہ آپ سے استفادہ کی غرض سے بیٹھا ہے۔

(i) البتہ ان کی موجودگی سے آپ کو فائدہ یہ ہوگا اگر کچھ خامیاں ہوں گی تو ان کی اصلاح ہو جائے گی۔

(ii) ایسی تقریر کو آپ سند یافتہ تقریر کہہ سکتے ہیں۔

8- ایک مقرر کو مجمع کے، ہجوم سے گھبرانا نہیں چاہیے بلا جھجک نڈر ہو کر تقریر کی عادت ڈالنی چاہیے۔ دل و دماغ پر نہ کوئی وحشت ہو نہ ہی پریشانی۔ ورنہ آپ اصلاً ہوا دنہیں بولیں گے۔ بہکی بہکی تقریر ہو گی، گویا بے جوڑ کا پیوند۔

9- کانفرنسوں وغیرہ میں صاحب صلاحیت علماء سے یہ خیال کر کے کہ آئندہ یہ بوجھ ہمارے کاندھے پر آنے والا ہے۔ اگر آپ اس یقین کے ساتھ اکابر علماء سے قریب رہیں گے تو آئندہ ملکی و ملی مسائل پر حالات کے اعتبار سے ایجنڈوں کے تعین اور

ترتیب اور تجاویز کے متن پر قابو یافتہ ہو جائیں گے۔ گویا علماء کا یہ قرب آپ کے حق میں ٹریننگ کا کام دے گا۔ اپنے آپ کو اپنی قوم کیلئے شروع ہی سے ایک باوزن ذمہ دار فرد بنانے کی کوشش کریں۔

10- اگر کسی انجمن میں تقریر کا عنوان کچھ اس طرح متعین ہو کہ فرقِ باطلہ کا رد نہ ہو سکے تو اولاً انہیں سمجھانے کی کوشش کیجئے کہ قوم مریض ہے۔ علماء اس کے طبیب لہٰذا نسخہ تجویز کرنا یہ علماء کا کام ہے آپ لوگ ایسی غلط روش نہ اختیار کریں۔ اگر وہ آپ کی بات تسلیم کر لیں تو کیا کہنا۔ اور اگر تسلیم نہ کریں اور تسلیم کر لینے کی کچھ لچک ہو تو اس انجمن سے رابطہ رکھئے ورنہ اگر نا قابلِ اصلاح ہوں تو ان سے رابطہ رکھ کر ان کی حوصلہ افزائی نہ کریں۔

11- تقریر بھی ایک فن ہے مگر فن برائے فن نہ استعمال کیا جائے۔ بلکہ فن برائے مشن، مذہب کا فروغ اور مسلکِ رضویت کی تشہیر کو سب سے مقدم رکھا جائے۔

12- ایسا اجلاس جو کئی رخا ہے ایک رخا کرنے کی کوشش جائے اس سلسلے میں حکمتِ عملی اور مصالح شرعیہ کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

13- وقت اور ماحول کا جو شرعی تقاضا ہو اس کی مناسبت سے عنوان منتخب کیا جائے۔ تقریر فروشی اور ضمیر فروشی سے دامن کو داغدار نہیں کرنا چاہیے۔

14- تقریری مواد کیلئے کسی بھی غیر معتبر و غیر مستند کتاب کا مطالعہ ہرگز ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ اپنے اساتذہ اور اکابر علماء سے رائے حاصل کرنا چاہیے۔ ورنہ اندیشہ ہے غیر شعوری طور پر سادہ ذہن کسی غیر معتبر روایت کو قبول کرے۔

15- تقریر میں وہی بات کہی جائے عند الضرورۃ جس کا حوالہ پیش کیا جا سکے۔

16- حتی الوسع مناظرے کے چیلنج میں پہل نہ کیجئے اور اگر فریقِ ثانی چیلنج دے تو آپ اس کے اہل ہوں تو فوراً قبول کر لیجئے ورنہ اسے اپنے بڑوں کی طرف منتقل کر دیجئے۔ لیکن مرحبا سے الوداع تک آپ اس میں شریک رہئے تا کہ تدریجاً شرائطِ مناظرہ طے کرنے اور مناظرہ کرنے کا سلیقہ آجائے۔

17- حتی الوسع مناظرہ ہرگز ہرگز اکیلے نہ کیجئے۔ بہترین معین مناظر کی موجودگی کو ضروری سمجھئے۔ تنہا آپ کا مسئلہ نہیں بلکہ ایک مسلک ایک جماعت کا مسئلہ ہے۔ مناظرہ کو مجادلہ نہ بنائیے۔

18- نذرانہ طے کرنا جواب سے پہلے علماء اور انجمنیں دونوں کی نظر میں معیوب تھا لیکن اب دھیرے دھیرے دونوں کا یہی معمول بنتا جارہا ہے شاید کہ کچھ دنوں بعد یہی معروف طریقہ ہو جائے۔ اس لیے یہ مسئلہ آپ کی اپنی صوابدید پر موقوف ہے۔

19- اسلاف تقریر و تبلیغ کی راہ میں عوام اور انجمنوں پر بوجھ بنا پسند نہیں فرماتے۔ لہٰذا چاہے کچھ دشواریاں جھیلنی پڑیں اپنی طرف سے بھی عوام کو سہولتیں دی جائیں تا کہ اصلاحی و تبلیغی جلسے زیادہ سے زیادہ ہوسکیں۔

20- تقریر خواہ کسی بھی عنوان پر کیجئے لیکن ہر تقریر میں یہ سمجھانے کی ضرور کوشش کیجئے کہ ہمارا اور ہمارے حریف کے عقائد میں بنیادی اختلاف کیا ہے وقت کی یہ بہت ہی اہم ضرورت ہے۔

21- عوام کو اتنا منہ نہ لگائیے کہ وہ حدود ادب کو برقرار رکھنے میں غیر محتاط ہو جائیں۔ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر چلئے اور نہ ہی ایک دوسرے کا ہاتھ کسی کے کاندھے پر ہو۔ میانہ روی ہی ضروری ہے۔

22- عوام سے کسی سامان کی فرمائش نہ کیجئے اگر وہ بطیب خاطر نذر گذاریں تو انشراح صدر سے قبول کر لیجئے۔ طلب ہرگز نہ کریں۔

23- تقریر بہت ہی صاف وشستہ زبان مین کیجئے اور اس کو روزمرہ کی زبان بنا لیجئے تا کہ دورانِ تقریر اچھے الفاظ کی تلاش میں لکنت نہ پیدا ہو۔

24- زبان میں تذکیر و تانیث کا بہت خیال رکھئے تا کہ سامعین آپ کے بارے میں یہ گمان نہ کریں کہ دس برس کی طالبعلمانہ زندگی میں جب اردو زبان نہ سیکھ سکے تو فارسی، عربی کیا سیکھی ہوگی۔

25- خواہ آپ اپنے فن میں کتنے ہی کامیاب ہوں مگر کبر و غرور آپ کے تلوے تک بھی پہنچے یہی زوال کا پہلا زینہ ہے۔ تواضع وانکساری ہی میں سربلندی و سرفرازی ہے۔

26- عوام کی نشست میں قصے کہانیاں، لطائف وظرائف نہ بیان کیجئے۔ جب تک وہ آپ کے پاس ہوں حسبِ ضرورت دینی وشرعی مسائل صحابۂ کرام، اولیائے عظام، علمائے ربانیین، اسلاف واکابر کے حالات بیان کر کے ان کو اپنے سے قریب کیجئے۔ تا کہ وہ آئندہ بھی آپ سے یہی دینی سرمایہ لینے آئیں۔ وہ آپ کی صاف ستھری نشست سے صحیح عقائد، اعمال صالحہ و دینی واقعات کی دولت گرانمایہ لے کر جائیں۔

27- تقریر بہترین فن ہے لیکن مکمل اور ٹھوس تعلیم کے بعد اسے نیا فن بنایا جائے۔ برتن سے ہی نکلتا ہے جو برتن میں ہوتا ہے۔ اگر ظرف علم ہی سے خالی رہ گیا تو آپ چٹکلے بازیوں میں وقت گنوادیں گے اور قوم کو کوئی تعمیری ذہن نہیں دے سکتے۔

28- علماء اور ائمہ مساجد کو اپنا کمرہ حسب استطاعت دینی کتابوں سے سجانا چاہیے تا کہ آپ کے پاس آنے والے لوگ مختلف بیل بوٹوں کو نہ دیکھیں بلکہ آپ کے علمی مذاق سے متاثر ہو کر جائیں۔ ایسی کتابیں جو آپ کے ذوقِ مطالعہ سے قریب ہوں ان ہی کو اپنا دوست اور ساتھی بنائیں تا کہ دورانِ گفتگو عند الضرورۃ کتابوں کے حوالے پیش کئے جاسکیں اور آئندہ یہ لوگ اسی ذوق کے ساتھ آپ کے پاس آئیں۔

29- آپ اس غلط فہمی میں ہرگز ہرگز مبتلا نہ ہوں کہ جو لطف آپ کو تقریر سننے میں آتا ہے وہی کیفیت تقریر کے پڑھنے میں بھی حاصل ہوگی تقریر میں آواز کا دھماکہ، بادلوں کی گھن گرج، الفاظ کا اتار چڑھاؤ نہ جانے کتنی چیزوں کی آمیزش ہوتی ہے لیکن یہ بات تحریر میں نہیں لائی جاسکتی۔ البتہ کوشش کرنے سے آپ اپنے انداز بیان میں اس سے بھی زیادہ کامیاب ہوجائیں جس کی تقریر سے استفادہ کیا ہے۔

(خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی (انڈیا)

باب المزاح

مناظرانہ چٹکلے اور مقررانہ چٹخارے (استعارے اور کنائے):

اس عنوان کے تحت مناظروں کے درمیان ہونے والے طنز ومزاح کے واقعات سپردِ

قلم کیے جا رہے ہیں یہ موضوع میرے لیے بہت مشکل تھا کیونکہ بعض اشارات کو سنجیدہ الفاظ میں ادا کرنے کی کوشش کے باوجود کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ صرف بعض دوستوں کے ذہنی رجحان کی وجہ سے لکھ رہا ہوں۔ اگرچہ یہ تمام واقعات اہلِ علم و تقویٰ اور دین دار و پرہیز گار حضرات کے ہی ہیں اور دورانِ مناظرہ ایسے حالات ضرور پیدا ہو جاتے ہیں کہ مجبوراً ایسی زبان استعمال کرنا پڑتی ہے اور یہ واقعات کتابوں میں نہ سہی ذہنوں میں تو ضرور محفوظ ہو جاتے ہیں اور سینہ بہ سینہ دوسروں تک پہنچ جاتے ہیں بلکہ پورے مناظرے میں سے صرف اس طرح کی بات ہی یاد رہ جاتی ہے۔ پھر بھی زیادہ سنجیدہ و محتاط حضرات سے معذرت کے ساتھ درج کر رہا ہوں تا کہ حق بحق دار رسید۔

یاد رہے کہ اس موضوع پر بھی میرے پاس کافی مواد موجود ہے لیکن میں نے صرف اتنا ہی لکھا ہے جتنا اور جو جو مناسب سمجھا ورنہ۔ سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کیلئے

پہلے حصے میں مناظرانہ چٹکلے ہوں گے اور دوسرے حصے میں مقررانہ چٹخارے ہوں گے۔ پڑھیے اور اہلِ علم کی زندگیوں کے اس پہلو سے بھی "روشنی" حاصل کیجئے۔

خیال رہے! صرف واقعہ بیان کرنا مقصود ہے کسی کی دل آزاری مقصود نہیں ہے اور اگر کوئی بدعقیدہ ایسا سمجھے بھی تو میں عرض کروں گا:

نہ صدمے تم ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

ایک لطیفہ:

میرے استاذ محترم حضرت مولانا فقیر سلطانی رحمۃ اللہ علیہ غلہ منڈی شیخوپورہ فرماتے تھے کہ میانوالی میں ایک ملک صاحب ہر سال مناظرے کا اہتمام کرتے تھے کبھی شیعہ سُنّی، کبھی دیوبندی وہابی، کبھی شیعہ وہابی، کبھی دیوبندی شیعہ۔ ایک دفعہ میں نے ملک صاحب سے پوچھا کہ یہ آپ نے کیا سلسلہ شروع کر رکھا ہے اور آپ کا کوئی مسلک بھی ہے کہ نہیں۔ اگر ہوتا تو آپ اپنے مسلک پہ مناظرے کراتے۔ تو انہوں نے کہا: مسلک کی بات ایک

طرف رہنے دیجئے مناظرے کرانے سے میرے مسلک کا کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ میرا ذوق ہے۔ میں نے پوچھا: یہ عجیب ذوق ہے۔ تو انہوں نے کہا: مولوی صاحب سچی بات پوچھتے ہو تو وہ یہ ہے کہ میں نے بڑے بڑے مقابلہ کرائے ہیں۔ میں نے بیل لڑائے، گھوڑے لڑائے، گدھے لڑائے...... مگر سچ بات ہے کہ جو مزا مجھے مولویوں کی لڑائیوں میں آیا ہے، کسی لڑائی میں نہیں آیا۔

اس میں بات بات پہ مناظرہ کرنیوالوں کیلئے بھی سبق ہے کہ دیکھو عوام الناس تمہارے مناظروں کے بارے میں کیا خیالات رکھتے ہیں۔ خبردار! اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے تو حکمت عملی اور احسن انداز سے اس کو سلجھاؤ جیسا کہ حکم خدا ہے۔ وجادلھم بالتی ھی احسن۔ لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ ایسے موقعوں پہ ساری حکمت عملیاں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور ضد وعناد کے ایسے جھکڑ چلتے ہیں کہ اہل باطل بالخصوص حق واضح ہو جانے کے باوجود بھی معاندانہ رویہ اپنا کر عوام کے سامنے تماشہ کا ماحول پیدا کر دیتے ہیں، آنے والے واقعات بھی اسی تناظر میں پڑھیں اور اگر کچھ سبق حاصل ہو سکتا ہو تو ضرور حاصل کریں۔ السعید من وعظ لغیرہ۔

مناظرانہ چٹکلے (طنز ومزاح)

میں اور سے کا فرق:

حضرت مولانا عبدالغفور صاحب لنڈے بازار والے (میرے استاذ محترم) نے دورانِ اسباق ہمیں کئی دفعہ یہ واقعہ سنایا کہ شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی علیہ الرحمۃ کا مولوی غلام اللہ خان سے مناظرہ ہوا اور غلام اللہ، میں اور سے کے درمیان فرق کو نہیں مانتا تھا اور اس پر مصر تھا کہ یہ مترادف الفاظ ہیں آخر تنگ آ کر ہزاروی صاحب نے فرمایا: اگر میں یہ کہوں کہ غلام اللہ سے ڈنڈا دیا تو اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ غلام اللہ کے پاس ڈنڈا تھا تو میں نے اس سے لے کر کسی دوسرے شخص کو پکڑا دیا اور اگر میں کہوں کہ غلام اللہ میں ڈنڈا دیا، تو کیا اس کا مطلب بھی وہی ہوگا؟ اس پر خان صاحب کو میں اور سے کا فرق معلوم ہو گیا۔

سُنّی اور سور میں فرق:

مناظر اعظم مولانا محمد عمر اچھروی علیہ الرحمۃ کا مولوی اسماعیل شیعہ مناظر سے مناظرہ ہوا اور مولوی اسماعیل اپنا اسلام ثابت کرنے کی بجائے بار بار اس بات پر زور دے رہا تھا کہ مجھے بتاؤ سُنّی اور سور میں کیا فرق ہے۔ مولانا محمد عمر صاحب نے تنگ آ کر فرمایا: میں کون ہوں؟ اس نے کہا: تو سنی ہے۔ آپ نے مجمع کو گواہ بنالیا اور چند مرتبہ یہی سوال دہرایا۔ ہر بار اسماعیل نے یہی جواب دیا کہ تو سنی ہے تو سنی ہے تو سنی ہے۔ اس کے بعد مولانا محمد عمر صاحب نے اٹھ کر اپنے اور اس کے درمیان کی جگہ ناپنی شروع کی جو اٹھارہ ہاتھ بنی۔ آپ نے ایک بار پھر پوچھا: میں کون ہوں؟ اسماعیل نے پھر کہا تو سنی ہے۔ فرمایا پھر سن لے کہ سنی اور سور میں اٹھارہ ہاتھ کا فرق (فاصلہ) ہے۔

تعیّن کا مسئلہ:

مولانا محمد عمر صاحب کا کسی وہابی سے مناظرہ ہو رہا تھا اور دن مقرر کرنے کا مسئلہ چل نکلا (جس کو وہابی حضرات بدعت و ناجائز کہتے ہیں) مناظر اہلسنّت نے خوب دلائل دیئے آیات و احادیث پڑھیں من جملہ یہ بھی دلیل تھی فی قرار مکین۔ ہر شخص جس نطفے سے بنا ہے وہ نطفہ بھی ایک معین مقام پہ معین وقت رہا اور فرمایا تم خود ہر کام متعین کر کے کرتے ہو شادی بیاہ، جلسے کانفرنس وغیرہ۔

مگر وہابی صاحب ماننے کی طرف ہی نہیں آ رہے تھے آخر مجبور ہو کر مولانا فرمانے لگے تو جب دنیا میں آیا تھا تو ایک متعین مقام کی طرف سے کیوں آیا تھا کسی اور طرف سے آ جاتا تھا۔

میں تیل اس لیے لگا کے آیا ہوں......

مفتی اعظم پاکستان حضرت سیدی ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمۃ کا کسی غیر مقلد سے مناظرہ ہو رہا تھا سید صاحب پان کا شوق فرماتے تھے اور ظاہری، آرائش کے قائل نہ تھے۔ موضوع مناظرہ پر قرآن وسنت کے دلائل کے انبار لگا رہے تھے مد مقابل جو دلائل کے

لحاظ سے تو مقابلہ کی تاب نہ رکھتا تھا آپ کی ظاہری حالت پہ بار بار حملہ کرر ہا تھا دیکھو سرخی لگا کے آ گئے ہیں، دیکھو کیسی خشکی ہے لگتا ہے نہائے ہی نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس دوران مولانا محمد عمر صاحب بھی میدان مناظرہ میں پہنچ گئے اور چپکے سے سٹیج پہ سید صاحب کے ساتھ ہی بیٹھ گئے (غیر مقلد کو مولانا محمد عمر صاحب کا تعارف نہ تھا) مولانا نے کہا: ارے مولوی صاحب یہ ہمارے استاذ ہیں علمی بحث کرنے کے عادی ہیں شاید ان کے دلائل آپ کو سمجھ نہیں آرہے ذرا کچھ وقت میں اور آپ نہ مناظرہ کرلیں۔ وہ صاحب بہت خوش ہوئے کہ جب استاد میرا کچھ نہیں بگاڑ سکا (کیونکہ میں پہلے سے ہی بگڑا ہوا ہوں) تو یہ شاگرد کیا کرلے گا۔ چنانچہ سید صاحب قبلہ پیچھے ہو گئے تو مولوی صاحب نے حسبِ معمول پھر اسی طرح کا اٹیک کیا (کیونکہ اس بیچارے کے پاس یہی کچھ تو تھا) کہنے لگا دیکھو بھائی پہلا مناظر خشکی کا مارا ہوا تھا اور اب یہ صاحب تیل لگا کے آئے ہیں (مولانا محمد عمر صاحب نے سرمہ، تیل، کنگھی کا پورا اہتمام فرمایا ہوا تھا) مجمع ایک بار پھر مولوی صاحب کی بات سن کر متحرک ہوا۔ مولانا محمد عمر صاحب نے فرمایا ہاں مولوی صاحب میں نے تیل اس لیے لگایا ہے تا کہ آپ کو درد نہ ہو۔ بس پھر کیا تھا۔ زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد۔ اسی ایک جملے پر ہی مولانا محمد عمر کے حق میں فیصلہ ہو گیا۔

بڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے راکھ نہ کردوں تو داغ نام نہیں

کونسا مذہب پُرانا ہے:

اس موضوع پر شیعہ سُنی کا مناظرہ طے پایا ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ ہمارا مذہب پرانا ہے۔ سنی مناظر سٹیج پر آئے تو اپنا جوتا اٹھا کر ساتھ ہی لیے آئے شیعہ مناظر نے کہا: اتنی بے اعتباری؟ جوتا وہاں ہی رکھ دیتے تو کیا حرج تھا؟ سنی مناظر نے کہا: نہ بھائی تم شیعہ لوگ جب حضور پاک کے دور میں صحابہ کرام کے جوتے نہیں چھوڑتے تھے تو میرا جوتا کیسے محفوظ رہے گا اسی لیے حضور نے صحابہ کو حکم دیا کہ جوتوں سمیت نماز پڑھا کرو۔ شیعہ مناظر نے فوراً کہا: اس

وقت تو شیعہ ہوتے ہی نہ تھے۔ بس ہر طرف سے تالیاں بج گئیں اور مناظرہ شروع ہونے سے پہلے ہی اختتام پذیر ہو گیا۔ کہ جب اس وقت نہ تھے تو اب کہاں سے ٹپک پڑے ہو اور تمہارا مذہب پرانا کیونکر ہو گیا۔

شیر کی دم کہاں ہے؟:

غالباً مولانا عنایت اللہ صاحب آف سانگلہ ہل کا مناظرہ ہوا تو مدِ مقابل نے کہا: آپ کو شیرِ اہلسنّت کہتے ہیں اور شیر کی تو دم ہوتی ہے۔ تمہاری دم کہاں ہے؟ آپ نے بہت سمجھایا کہ یہ مجاز ہے جیسے زید اسد۔ اور پھر حضرت علی بھی تو شیرِ خدا ہیں۔ مگر لاتوں کے بھوت باتوں سے کب مانتے ہیں اور لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔ فرمایا: دم تو تھی مگر ممبروں پر بیٹھ کر بجائے پیچھے کے.........شوق ہو تو دکھا دوں؟

زمین کے نیچے کیا ہے؟:

مولانا محمد عمر صاحب سے سوال ہوا زمین کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا: پانی۔ پانی کے نیچے کیا ہے؟ بیل۔ بیل کے نیچے کیا ہے؟ مچھلی۔ اس کے نیچے کیا ہے؟ فلاں ہے اور جب دیکھا کہ یہ صاحب تو سلسلہ ختم ہی نہیں کر رہے تو دوسرا ہتھیار استعمال کیا اور فرمایا: اس کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا: اس کے نیچے میرا باپ۔ تیرے باپ کے نیچے کیا ہے؟ فرمایا: تیری.........

تیری دلیل جامع نہیں ہے:

مولانا محمد عمر صاحب کا عبدالقادر روپڑی سے مناظرہ ہوا اور غیر مقلدین نے اپنا ایمان ثابت کرنا تھا چونکہ بابے نے گرفت ایسی فرمائی تھی کہ مبہوت ہو کر روپڑی صاحب کہنے لگے کہ اگر ہمارے ایمان میں شک ہے تو چل غسل خانے میں تیری تسلی کرا دوں یعنی میں ختنہ شدہ ہوں۔ آپ نے بڑی نرمی سے فرمایا: مولوی صاحب آپ کی تعریف جامع نہیں۔ اس کی بلا جانے کہ یہ جامع مانع کیا ہوتی ہے۔ روپڑی صاحب بار بار یہی کہتے جا رہے تھے کہ جامع جومع کو چھوڑ چل غسل خانے۔ فرمایا: جامع کا مطلب یہ ہے کہ وہابی صاحب کے مسلمان ہونے کی علامت تو غسل خانے میں جا کر دیکھ لوں گا مگر وہابن صاحبہ کا

مسلمان ہونا کیسے ثابت ہوگا۔ لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔

مرغ شیعہ ہے کہ سُنّی ؟:

ایک مناظرے میں یہ بات چھڑ گئی کہ مرغ کس مذہب کا ہے؟ سنی مناظر نے کہا بات یہ ہے کہ جب تک مرغ پنجرے میں رہتا ہے تو سنی لگتا ہے کہ ماں بہن کی تمیز رکھتا ہے لیکن جب ہی پنجرے سے باہر آتا ہے تو شیعہ ہو جاتا ہے نہ ماں دیکھتا ہے نہ بہن۔ غالبًا اشارہ متعہ کی طرف تھا۔

صغریٰ کبریٰ:

ایک عمر رسیدہ مناظر جو شاید علم منطق نہ پڑھے ہوئے تھے جس کا مد مقابل کو پتہ تھا اس لیے وہ بار بار کہتا کہ اس کا صغریٰ کبریٰ بناؤ۔ یہ بار بار کہتے: مولانا! چھوڑو ان باتوں کو مناظرہ کرو جو کرنے آئے ہو یہ باتیں بعد میں علیحدگی کے اندر نمٹا لیں گے۔ مجمع کا اصرار بڑھا کہ یہ کیا بار بار صغریٰ کبریٰ، صغریٰ کبریٰ لگا رکھی ہے۔ مناظرہ کرو اور عورتوں کی باتیں چھوڑو۔ عمر رسیدہ مناظر نے کہا: بات دراصل یہ ہے کہ میرے مد مقابل بھی بے چارے مجبور ہیں اصل میں یہ فرما رہے ہیں کہ میری دو بچیاں ہیں جو بوڑھی ہو رہی ہیں ان کا کچھ کریں۔ تو چلو پہلے یہ مسئلہ حل کر لیتے ہیں مناظرہ بعد میں ہو جائے گا، مولوی صاحب ٹھیک ہے میں اگرچہ بوڑھا ہو گیا ہوں لیکن پھر بھی آپ کی مدد کرتا ہوں اور دونوں کو اپنے گھر لے جاتا ہوں ایک سے میں اور ایک سے میرا بیٹا نکاح کر لے گا یعنی دونوں کو سنبھال لوں گا۔

شیعہ وہابی کا مناظرہ:

شیعہ نے اہلِ بیت کی محبت میں سرشار ہو کر اپنا تعارف کرایا مجھے کلب حسین (امام حسین کا کتا) کہتے ہیں اور مجھے ان کا کتا ہونے پہ فخر ہے۔ جبکہ وہابی صاحب کو توحید کا ایسا نشہ چڑھا کہ جوش میں آ کر فرمانے لگے کہ مجھ فقیر کو بھی خنزیر اللہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

- شیعہ وہابی جا رہے تھے ایک کتا قبر پہ پیشاب کر رہا تھا وہابی نے فوراً کہا: کتا شیعہ معلوم ہوتا ہے۔ شیعہ نے بھی ترکی بہ ترکی جواب سے نوازا اور کہا اچھا اگر ایسی بات ہے تو

قبر کسی وہابی کی ہوگی۔

رنڈی مقلد ہے کہ غیر مقلد:

دو بڑے عالم (مگر دونوں بد عقیدہ یعنی ایک مقلد دیوبندی اور دوسرا غیر مقلد نجدی) جا رہے تھے کہ کنجر محلہ آ گیا مسئلہ درپیش ہوا کہ کنجری مقلد ہوتی ہے یا غیر مقلد۔ غیر مقلد کا اصرار تھا کہ کنجری مقلد ہوتی ہے مگر دلیل ندارد۔ مقلد صاحب نے عقلی دلیل بھی پیش کر دی کہ اگر تو ایک کی ہو کر رہتی ہے تو مقلد ہے کیونکہ مقلد ایک امام کی ہی پیروی کرتا ہے ورنہ پھر غیر مقلد۔ (حالانکہ عقل کے اندھو وہ تو لائسنس شدہ شیعہ ہوتی ہے، مگر ۔ خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے)

کیا خیال ہے؟:

ایک مناظرے میں مولانا عنایت اللہ صاحب کو مدِ مقابل بار بار کہتا تھا کیا خیال ہے، کیا خیال ہے؟ آپ نے تنگ آ کر فرمایا: تیری ماں سے نکاح کا خیال ہے۔ بتا اب تیرا کیا خیال ہے؟

کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام شیعہ تھے؟:

شیعہ سنی کے مناظرے میں شیعہ مناظر بار بار یہ آیت پڑھتا: وان من شیعته لابراھیم۔ اور اس کا ترجمہ کرتا کہ ابراہیم علیہ السلام شیعہ تھے۔ استغفر اللہ۔

سنی عالم نے فرمایا یہ آیت بھی تو پڑھو ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا۔ بیشک دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے بھی شیعہ ہی تھے۔

(یعنی تیرے ترجمے کے مطابق اس کا مفہوم یہ ہے) اس کے بعد اللہ فرماتا ہے: لست منھم فی شیء۔ اے محبوب تجھے ان (شیعوں) سے تو کوئی تعلق نہیں۔

جبکہ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تو حضور کا سب سے زیادہ تعلق ہے جس پر قرآن گواہ ہے۔ ان ابراھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی والذین امنوا۔ (آل عمران)

''کانا'' کافر ہے:

مرزائیوں سے مناظرے کے دوران مسلمان مناظر نے کہا مرزا ... کافر ہیں، اور دلیل میں یہ کہہ کر عوام کو مطمئن کر دیا کہ بتاؤ بھی ساری دنیا جانتی ہے کہ نہیں کہ مرزا یک چشم گل یعنی ''کانا'' تھا سب نے اثبات میں جواب دیا۔ تو فرمایا اب اسی پر ہی قرآنی دلیل ملاحظہ ہو اور خوب ترنم سے پڑھا و کان من الکافرین۔ سورۂ بقرہ آیت نمبر فلاں۔ دوسری سطر صفحے دا کھبہ پاسا۔ اگر نہ نکلے تو اسی مجمع میں سر کٹادوں اور اپنا مذہب چھوڑ کر مرزائی ہو جاؤں۔ ترجمہ ہر جاہل کو بھی آتا ہے۔ واؤ کا معنی ہے اور ''کان'' کا معنی آپ جانتے ہی ہیں مرزا کانا۔ من الکافرین۔ کافروں میں سے تھا۔

جو یہاں اندھا وہ وہاں بھی اندھا:

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب تاجدارِ گولڑہ کا ایک غیر مقلد (جو ظاہر و باطن سے نابینا تھا) کے ساتھ سماع موتی کے مسئلہ پہ مناظرہ ہوا، آپ نے بڑے دلائل دیے کہ مردوں سے مراد یہاں کافر ہیں جن کے دل مردہ ہیں ورنہ انك لا تسمع الموتی سے اگلا ہی جملہ اسی آیت کا ہے اذا ولّوا مدبرین کہ جب وہ پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں۔

فرمایا: وہ کونسا قبرستان ہے جہاں کے مردے پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں مگر میں نہ مانوں کا کیا علاج۔ وہ صاحب بار بار یہی کہہ رہے تھے کیا اللہ تعالیٰ کفار کا لفظ نہیں نازل فرما سکتا تھا۔ مجاز کی طرف تب جاتے ہیں جب حقیقت متعذر ہو وغیرہ وغیرہ۔

آپ نے فرمایا: اچھا پھر سن۔ ومن کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا۔ (الاسراء) جو یہاں اندھا وہ وہاں بھی اندھا اور وہی زیادہ گمراہ ہے راستے کے اعتبار سے۔

سہ یوں نہ نکلیں آپ برچھا تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

غوث اعظم کا مدد کو پہنچنا:

شیر بیشہء اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی خان رضوی علیہ الرحمۃ کا پاکستان میں سلانوالی کے علاقے میں پہلا مناظرہ استمداد بغیر اللہ کے موضوع پہ ہوا۔ دلائل قاطعہ اور براہین قاہرہ کے انبار لگا دیے مگر منکر پہ کیا اثر؟ آخر ایک حوالہ دیا مد مقابل نے کتاب طلب کی تو کتاب کی تلاش شروع ہوگئی مگر نہ ملی۔ آخر فرمایا: کہ کتاب لانی یاد نہیں رہی بس مخالف اسی پہ ڈٹ گیا، اگر کتاب دکھا دو تو میں اپنی شکست لکھ دوں گا۔ بڑا سمجھایا گیا کہ کتاب بعد میں منگوا کر دکھا دیں گے مگر ضد کا کیا علاج۔ آخر شیر بیشۂ اہل سنت نے امداد کن امداد کن کا وظیفہ پڑھا اور اچانک چونک کر بغل سے کتاب نکالی اور مخالف کے حوالے کر دی (اس طرح بھی فتح ہو جاتی ہے اس طرح کے کاموں میں)

ایصالِ ثواب:

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب سے ایک تقریر میں یہ مناظرانہ چٹکلہ سننے کو ملا کہ ایصالِ ثواب کے موضوع پہ مناظرہ تھا سنی عالم نے دلائل دیے کہ جو ہم پڑھتے ہیں یا ختم میں چیزیں رکھی جاتی ہیں ان کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے بعینہ یہ چیزیں نہیں پہنچتیں۔ جس طرح دوسرے ملک کی کرنسی بدلانی پڑتی ہے جب کوئی چیز ملتی ہے اسی طرح یہ ختم کی اشیاء اِس جہان کی کرنسی ہیں اور ثواب اُس جہان کی۔ مگر مخالف مان ہی نہیں رہا تھا اور بار بار الزام لگاتا کہ تمہارا عقیدہ ہے کہ یہی چیزیں قبروں میں پہنچتی ہیں اور مردے کھاتے ہیں۔ آخر سُنّی مناظر نے علی سبیل التنزل فرمایا: ہاں یہی چیزیں قبروں میں پہنچتی ہیں اور مردے کھاتے ہیں۔ اب منکر کی جان میں جان آئی اور اس کو اپنی کامیابی کے واضح آثار نظر آئے۔ کہنے لگا: اچھا کھاتے ہیں؟ تو پھر ٹٹی پیشاب بھی کرتے ہوں گے؟ کہا: ہاں کرتے ہیں۔ منکر نے کہا: تو پھر جاؤ ان کی قبروں کی صفائی کرو۔ وہاں تو بڑا گند ہوگا کیونکہ جو کھائے گا وہ غلاظت بھی کرے گا۔ سنی مناظر نے کہا: اللہ نے ان کی صفائی کا انتظام کر دیا ہے۔ وہ کیسے؟ وہابی نے پوچھا۔ فرمایا وہ ایسے کہ ہم اپنے مردوں کو بھیجتے ہیں وہ کھاتے ہیں۔ تم اپنوں کو نہیں بھیجتے وہ

بیچارے بھوکے مرتے ہیں اور ہماروں کی غلاظت تمہارے کھا جاتے ہیں اس طرح صفائی ہوتی رہتی ہے۔

جہانِ ظرافت

اگر مولوی نہ ملے تو نکاح کیسے ہو؟:

حضرت صاحبزادہ سید محمد یعقوب شاہ صاحب آف پھالیہ اپنی تقریروں میں یہ لطیفہ سُنایا کرتے تھے کہ ہمارے علاقے میں ایک مرتبہ ایک عجیب نکاح ہوا۔ ہوا یوں کہ مولوی صاحب موجود نہ تھے بارات آگئی۔ لڑکی والے بہت پریشان ہوگئے تو دونوں طرف سے ایک ایک بزرگ نے نکاح پڑھانے کی ذمہ داری سنبھال لی۔ انہوں نے فرمایا کہ ساری عمر ہوگئی ہے نکاح ہوتے دیکھ رہے ہیں یہ کونسا مشکل کام ہے۔ چنانچہ دونوں فریق آمنے سامنے بیٹھ گئے اور بزرگ نے اس طرح نکاح پڑھایا۔

تُسیں نادر کے اسیں بہادر کے (نادر کے بہادر کے دو خاندانوں کے نام ہیں) سوا روپیہ رکھو چادر تے، تُسین دینی، اسیں پَرنی، گھر جا کے گل نہیں کرنی۔

برحمتك يا ارحم الراحمين۔

اس موقع پر ایک عاشقانہ نکتہ بھی ملاحظہ ہو اور وہ یہ کہ کوئی نادر کا، کوئی بہادر کا، کوئی کسی کا اور کوئی کسی کا جبکہ ہمارے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

ہم رسول اللہ کے، جنت رسول اللہ کی

تقریر کے پیسے:

حضرت مولانا عبد الغفور صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک بندہ حاضر ہوا اور عرض کیا: ہم نے جلسہ کروانا ہے تاریخ عنایت کریں۔ آپ نے فرمایا: سو روپیہ لوں گا۔ اس نے عرض کیا: توبہ توبہ آپ تقریر کے پیسے لیتے ہیں، دین بیچتے ہیں، پیسے لے کر مسئلے بتاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تمہاری مسجد کے جو امام صاحب ہیں ان سے مسئلے پوچھ لیا کرو۔ اس نے کہا:

مسئلے تو وہ بتاتے ہیں لیکن ان کی تقریر کی ''چس'' یعنی لذت نہیں آتی۔ آپ نے فرمایا: میں نے بھی سو روپیہ تقریر یا مسئلے بتانے کا نہیں مانگا بلکہ ''چس'' کا مانگا ہے۔

قال قال رسول اللہ:

ایک صاحب تقریر میں بار بار جب حدیث شریف کے ساتھ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تو چند بار سننے کے بعد ایک سادہ سا آدمی کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: اوئے مولوی صاحب! خبردار ہمارا کالا کالا رسول اللہ نہیں تھا ہمارا تو چٹا چٹا رسول اللہ تھا۔

نسلیں بھی یاد رکھیں:

ایک مقرر نے بہت لمبی تقریر کی اور بار بار کہہ رہا تھا ایسا بیان سناؤں گا کہ تمہاری نسلوں کو بھی نہیں بھولے گا۔ جب بیان کا سلسلہ مزید دراز ہوا تو لوگوں سے نہ رہا گیا اور کہنے لگے بس کرو، کہیں نسلیں یہیں پہ نہ آجائیں۔

نعم البدل:

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی بیان کیا کرتے تھے کہ ایک جاہل کسی عالم کے ساتھ تعزیت کیلئے ایسے شخص کے ہاں گیا کہ جس کا بیٹا فوت ہو چکا تھا عالمِ دین نے فاتحہ پڑھ کے دعا کی اور بعد میں کہا: اچھا اللہ آپ کو نعم البدل عطا فرمائے یعنی فوت شدہ کے بدلے اور بیٹا عطا کرے۔ جو اس سے بھی اچھا ہو۔ جاہل نے یہ لفظ یاد کر لیا اور سوچا کہ ایسے موقع پہ میں بھی یہی لفظ کہا کروں گا۔ اتفاق سے کسی کا باپ فوت ہو گیا اور یہ صاحب وہاں جا کر مرحوم کے بیٹوں کو یہی کہنے لگے کہ اللہ آپ کو نعم البدل عطا کرے۔

مولوی اور کان کی کمائی:

حضرت ابوالنور مولانا محمد بشیر صاحب کوٹلی لوہاراں والے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو آذان کیلئے مجھے بلا کر لے گئے۔ میں نے آذان پڑھی، انہوں نے نذرانہ دیا۔ میں نے جیب میں ڈالا واپس آ رہا تھا کہ (ختنے کرنے والے) نائی (حجام) نے

مجھے دیکھا اور طنزاً کہا: مولوی لوگ تے کن دی کمائی کھاندے نیں۔ میں نے کہا: اسیں کن دی کمائی کھانے آں تے تسیں......؟ اشارہ ختنوں کی طرف تھا۔

سنجیدہ لطیفہ:

مولانا بشیر صاحب نے ہی اپنی کسی کتاب میں لکھا کہ ایک چوہدری صاحب اپنے نوکر کے ساتھ میرے ہاں جمعہ کی ادائیگی کیلئے آئے۔ نوکر کو تو میں جانتا تھا جو کہ پڑھا لکھا تھا مگر چوہدری صاحب سے واقفیت نہ تھی کیونکہ پہلی مرتبہ مسجد میں تشریف لائے تھے۔ نماز جمعہ کے بعد بیٹھے تو نوکر نے چوہدری صاحب کا تعارف یوں کرایا کہ بہت اچھے ہیں، محبت والے ہیں، غریبوں کے خیر خواہ ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انتہائی سنجیدہ ہیں۔ یہ سن کر چوہدری صاحب تو غصے میں آگئے اور نوکر کو کہنے لگے: ''آپے ای ہوویں دا سنجی دا''۔ یہ لفظ کئی دیہاتی علاقوں میں ایک فحش گالی ہے۔

ماں کے قدم کیسے چومیں:

میں نے مولانا محمد ابوبکر چشتی آف راولپنڈی کی ایک تقریر سنی تو انہوں نے ارشاد فرمایا: لوگ کہتے ہیں اللہ کے علاوہ کسی کو جھکنا شرک ہے حالانکہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے تو اس لحاظ سے علماء فرماتے ہیں ماں کے پاؤں چومنے سے جنت کی چوکھٹ چومنے کا ثواب ملتا ہے اور جھکے بغیر پاؤں چومے نہیں جاسکتے۔ شاید جو جھکنے کو شرک کہتے ہیں وہ جب یہ ثواب لینا چاہتے ہوں گے تو والدہ سے عرض کرتے ہوں گے:

''ماں لتّاں چُک میں تیرے پیر چمنے نیں''۔

کیا خاک پکاؤں:

ایک عالم فاضل شخص کے گھر کوئی معزز مہمان آیا۔ صاحب خانہ نے اپنی حرم محترم سے فرمایا: حضرت تشریف لائے ہیں، کچھ پکاؤ۔ بیگم صاحبہ نے بآوازِ بلند شدید غصے میں کہا: کیا خاک پکاؤں۔ مہمان نے محسوس کیا تو مولوی صاحب نے یوں تاویل فرمائی: دراصل میری بیوی بھی عالمہ فاضلہ ہے، ہر بات اشارے اور کنائے میں کرتی ہے کیونکہ الکنایۃ ابلغ من

التصریح۔ اشارۃً بات کرنا وضاحت کے ساتھ بات کرنے سے زیادہ مؤثر ہے۔(دیکھا نہیں آپ پر کیسا فوری اثر ہوا) بیگم کا مقصد یہ تھا کہ خاک کو اُلٹا کرو تو کاخ بنتا ہے جو فارسی میں محل کو کہتے ہیں محل کو الٹاؤ تو لحم بنتا ہے اور لحم عربی میں گوشت کو کہتے ہیں تو ان (بیوی صاحبہ) کا مقصد یہ ہے کہ گوشت پکاؤں۔

ولے تاویل شاں در حیرت انداخت
خدا و جبرئیل و مصطفیٰ را

(علامہ اقبال)

مولوی صاحب کی سریلی آواز اور بڑھیا کی آہ و بکا:

ایک خطیب بڑی ترنم کے ساتھ تقریر فرما رہے تھے کہ پورے مجمعے میں سے ایک عورت زار و قطار رو رہی تھی جب اس سے رونے کا سبب پوچھا گیا تو بولی: میں اس لیے رو رہی ہوں کہ میرا مرغا بھی اسی طرح سُریلی آواز میں آذانیں پڑھتا تھا جو بیچارہ کل مر گیا ہے خدا ہمارے مولوی صاحب کی خیر فرمائے۔

کرسی کیلئے ساری رات تقریر سنتا رہا:

ایک مقرر صاحب نے خوب لمبی تقریر فرمائی سارے لوگ چلے گئے صرف ایک بندہ بیٹھا سن رہا تھا۔ مقرر نے اس کی خوب حوصلہ افزائی کی کہ بس پورے گاؤں میں یہ ایک ہی شخص ہے جو محبت والا ہے۔ اس نے عرض کیا: جناب! کوئی محبت وغیرہ نہیں ہے میں اپنی کرسی کیلئے بیٹھا ہوں جس پہ آپ تشریف فرما ہیں آپ جان چھوڑیں تو میں کرسی اٹھا کر گھر دفع ہو جاؤں اور جا کر آرام کروں۔

ایک ہی کُتیا کی چار ٹانگیں:

جب میں (غلام حسن) شیخوپورہ میں حفظ قرآن کرتا تھا تو قومی اتحاد کا دور تھا اور مسجد غوثیہ پرانا لاری اڈہ میں علماء اہلسنّت کا اجلاس ہوا جس میں تمام علماء کے اتحاد و اتفاق کے موضوع پہ باتیں ہو رہی تھیں۔ مولانا مفتی محمد یوسف خان صاحب جو قبلہ سیدی ابوالبرکات

صاحب کے شاگرد تھے اور بزرگ علماء میں سے تھے، خاموش ہو کر ایک کونے میں بیٹھے تھے۔ ان سے جب مشورہ لیا گیا تو انہوں نے فرمایا: میرے نزدیک وہابی، دیوبندی، شیعہ اور مرزائی ایک ہی کتیا کی چار ٹانگیں ہیں میں صرف آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کس ٹانگ کو چمٹنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اجلاس پہ پانی پھر گیا اور ساری کوششیں دھری کی دھری رہ گئیں۔

ایک ''سمجھدار'' کاتب:

مولانا قاضی محمد مظفر اقبال رضوی (خطیب اونچی مسجد اندرون بھاٹی گیٹ لاہور) بن خلیفۂ اعلیٰ حضرت مفتی غلام جان ہزاروی علیہ الرحمۃ نے دس روزہ نورانی محافل میں سے ایک محفل میں بیان فرمایا کہ کسی عالم دین نے ایک کاتب (جو اپنی طرف سے عبارت میں ضرور ہی گڑبڑ (اصلاح) کر دیا کرتا تھا) کو کہا کہ دیکھ پہلے تو نے میری جتنی کتابیں لکھی ہیں تو نے اپنی طرف سے ضرور ہی کمی بیشی کی ہے مگر میں خاموش رہا۔ اب یہ قرآن پاک ہے یہ میری کتاب نہیں بلکہ اللہ کی کتاب ہے اس میں ذرا سی بھی اپنی مرضی نہیں داخل کرنی۔ پختہ وعدہ لے کر روانہ کر دیا۔ جب کتابت مکمل ہوئی۔ لیکر حاضر ہوا تو حضرت نے پوچھا: کچھ کیا تو نہیں؟ اس نے کہا: بالکل کچھ نہیں کیا سوائے اس کے کہ آپ نے فرمایا تھا یہ اللہ کی کتاب ہے تو میں حیران رہ گیا کہ اللہ کی کتاب میں شیطان، ابولہب، کلب وغیرہ نام کیوں ہیں چنانچہ میں نے اتنا کیا ہے کہ شیطان کی جگہ آپ کے والد صاحب کا، ابلیس کی جگہ آپ کے دادا جان کا، کلب کی جگہ آں جناب کا نام لکھ دیا ہے، باقی سب خیریت ہے۔

گیارہویں والے کا سو روپیہ:

میرے استاذ محترم حضرت مولانا غلام رسول صاحب فقیر سلطانی (شیخوپورہ) اردو بازار، لاہور تشریف لائے۔ جبکہ میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ سبحانی اکیڈمی شاعر اہل حدیث نذیر احمد سبحانی سے کتاب لی۔ غالباً فتح الباری تھی جس کی قیمت اس وقت پندرہ سو کے قریب تھی۔ بڑی تگ و دو کر کے بات گیارہ سو پہ آ کر رُک گئی جبکہ استاذ صاحب ایک ہزار دینا چاہتے تھے لیکن دوکاندار گیارہ سو سے ایک پیسہ بھی کم کرنے کو تیار نہ تھا آخر استاذ صاحب

نے ایک ہزار روپیہ دیا اور فرمایا یہ لے گیارہواں سو مگر یہ گیارہویں والے کے نام کا دے رہا ہوں۔ دوکاندار نے سو روپیہ زور سے زمین پہ مارا اور کہا: یہ واپس لے لو ہم نہیں گیارہویں والے کا سو لیتے۔ استاذ صاحب نے کتاب مجھے اٹھوائی سو روپیہ خود زمین سے اٹھایا اور فرمایا:

''واہ غوث پاک! ان کو اپنا مال نہ کھانے دینا''۔

انگوٹھوں کی بجائے ہونٹ چومو:

مناظر اسلام حضرت مولانا قاری محمد یوسف سیالوی آف شیخوپورہ نے ایک مرتبہ نام محمد ﷺ پہ انگوٹھے چومنے کا مسئلہ بیان فرمایا تو حافظ عبداللہ غیر مقلد نے اعتراض کیا اور کہا کہ یہ کیا طریقہ ہے اگر چومنا ہی ہے تو انگوٹھوں کو چومنے کی بجائے ان ہونٹوں کو چومو جن سے نام نامی نکلتا ہے۔ قاری صاحب نے اس پیشکش کو قبول کرتے ہوئے فرمایا: پھر ہمیں اجازت ہونی چاہیے کہ جب ''غیر مقلدات'' کے ہونٹوں سے نام پاک نکلے تو انہیں بھی تقبیل کریں۔

اگر حضرت صاحب منع نہ فرماتے تو:

حضرت مولانا عنایت اللہ سانگلہ ہل والے اس عقیدے کے مالک تھے کہ بدعقیدہ کو ایک گالی دینے سے دو نفلوں کا ثواب ملتا ہے آپ کو بصیر پور شریف تقریر کیلئے حضرت مولانا نور اللہ صاحب نے بلایا اور جلسہ شروع ہونے سے پہلے درخواست کی کہ برائے مہربانی گالیوں سے پرہیز فرمائیں۔ آپ نے خطبہ پڑھ کر فرمایا: حضرت صاحب نے مجھے اگر منع نہ کیا ہوتا تو میں وہابیوں کی ماں کی...... ایسی تیسی کر دیتا۔

کھانا تقریر کے بعد کھائیں گے:

آپ ہی کا واقعہ ہے کہ شیخوپورہ تشریف لائے تو ایک شیخ صاحب (شیخ ظہور احمد) نے ہمارے استاذ محترم (جو جلسہ کے داعی تھے) سے عرض کیا: حضرت صاحب کا کھانا میرے ہاں ہوگا۔ استاذ صاحب نے حضرت صاحب کی بسیار خوری کے بارے میں شیخ صاحب کو بتادیا مگر شیخ صاحب کو یقین نہ آیا اور عرض کیا: ایک بندہ آخر کتنا کھالے گا۔ فرمایا: آپ کو بہت جلد علم ہوجائے گا۔ چنانچہ [illegible]ت صاحب تشریف لائے تو شیخ صاحب نے بوتل پیش

کی۔ حضرت نے فرمایا: اوئے شیخا! پوراڈالا اٹھا کے لیا۔ وہ ڈالا لے آیا۔ آپ چھ چھ بوٹیوں میں چھ چھ پائپ لگاتے جاتے اور غڑ غڑ پیتے جاتے۔ جب پوراڈالا ختم ہو گیا تو فرمایا: کیا پکایا ہے؟ شیخ صاحب چھوٹے پائے بہت لذیز پکاتے تھے۔ چنانچہ اس دن بھی انہوں نے پورا پتیلہ بلکہ بہت بڑا پتیل بھر کر پائے پکائے اور ایک ڈونگے میں لے کر حاضر ہو گئے۔ حضرت صاحب نے فرمایا: پورا پتیلہ لے کے آ۔ وہ لے آیا تو فرمایا: ہڈیاں علیحدہ کردو، شوربا علیحدہ اور گوشت علیحدہ کرو۔ اس نے آدھا گھنٹہ ساتھ ملازم لگا کر تعمیل ارشاد کی تو حضرت نے گوشت کھالیا اور شوربا پی لیا اور فرمایا:

''شیخ جی کھانا تقریر کے بعد کھائیں گے، انشاءاللہ''۔

تقسیم کار:

شیخوپورہ کی جامع مسجد میں تمام فرقوں کا مرزائیت کے خلاف مشترکہ جلسہ تھا۔ مقامی علماء کے علاوہ مفتی مختار احمد نعیمی علیہ الرحمۃ کو سپیشل بلایا گیا۔ مولوی ضیاء القاسمی نے بھی تقریر کی اور اپنی تقریر میں کہا: دیوبندیو! ربوہ کی طرف بڑھو اور نعرۂ تکبیر کے زور سے ربوہ کی اینٹ سے اینٹ بجادو۔ بریلویو! تم بھی ربوہ کی طرف چلو اور نعرۂ رسالت کی گونج سے ربوہ کو تباہ کردو۔ اے شیعو! تم بھی نکلو اور نعرۂ حیدری کے جوش سے ربوہ کو برباد کردو۔ (اب اہل حدیث رہ گئے تھے اور ان کیلئے نعرہ کوئی نہیں بچا تھا تو بڑے زوردار انداز میں کہا) اے اہلِ حدیثو! تم بھی ربوہ کو چلو اور آمین کی گونج سے ربوہ کے درودیوار کو ہلا کے رکھ دو۔

اس طرح کی ایک محفل میں احسان الٰہی ظہیر نے کہا: مرزائیوں کو مار ہم دیں گے۔ جنازہ دیوبندی پڑھ دیں گے، دعا ختم مولانا نیازی پڑھ دیں گے اور ماتم شیعہ کرلیں گے۔

اب پٹیں گے یا پھر پٹیں گے:

عبدالرزاق جامی (نعت خوان) نے حضرت صاحبزادہ فیض الحسن صاحب کو ایوب خان کے قریب کرنے میں بڑا کردار ادا کیا۔ ازاں بعد ایک دن صاحبزادہ صاحب سے ملنے حاضر ہوا۔ (دل میں یہ تھا کہ میں نے بہت بڑا کام کیا ہے لہٰذا خوب آؤ بھگت ہو گی۔

لیکن جب بیل دی اور آپ باہر تشریف لائے، بانہیں کھول کر خوب تپاک سے ملے خیریت پوچھنے کے بعد فرمایا: جامی صاحب! کیا پئیں گے؟ پانی پئیں گے یا دودھ پئیں گے؟ کہا: دودھ ہی پلادیں۔ فرمایا: گائے کا پئیں گے یا بھینس کا پئیں گے؟ عرض کیا: بھینس کا پلادیں۔ فرمایا: ٹھنڈا پئیں گے یا گرم پئیں گے؟ کہا: ٹھنڈا ہی پلادیں۔ فرمایا: گلاس میں پئیں گے یا پیالی میں پئیں گے: عرض کیا: گلاس میں پلادیں۔ فرمایا: اچھا اب پئیں گے یا پھر کبھی پئیں گے۔

حضور کی کچہری میں ہزاروی صاحب:

جامعہ نعیمیہ میں پیر صاحب آف دیول کی صدارت میں جلسہ تھا۔ علامہ عبدالغفور ہزاروی صاحب کی تقریر تھی۔ پیر صاحب کو پتہ تھا ہزاروی صاحب کسی کو معاف نہیں کرتے چنانچہ اس طرح اپنے دفاع کی گراؤنڈ بنائی۔ "میں نے ہزاروی صاحب کو حضور علیہ السلام کی کچہری میں چالیس بار دیکھا ہے۔

ہزاروی صاحب کی باری آئی تو فرمایا: پیر صاحب نے ٹھیک ہی کہا ہوگا کیونکہ میں روزانہ جلسوں میں حضور کی شان بیان کرتا ہوں۔ مگر میں بھرے مجمے میں قسم اٹھا کے کہتا ہوں کہ میں نے پیر صاحب کو حضور کے دربار میں ایک بار بھی نہیں دیکھا۔

تیری تجلّی خدادا تجلاّ:

استاذ العلماء مولانا محمد صدیق صاحب آف سانگلہ ہل حضرت قبلہ سیدی ابوالبرکات کے پرانے شاگردوں میں سے ہیں۔ سانگلہ میں جلسہ ہوا ہزاروی صاحب تشریف لائے تو ہزاروی صاحب کا طریقہ یہ تھا کہ چھوٹے عالم سے بڑا سوال (مثلاً قاضی، حمیداللہ کا) کردیتے اور بڑے عالم سے معمولی سوال کردیتے چنانچہ مولانا محمد صدیق صاحب سے یہ پوچھ کر ان کو لاجواب کردیا کہ الف ب والا قاعدہ کس نے لکھا ہے۔ جب جواب نہ ملا تو فرمایا: آپ کو اتنا نہیں پتہ تو اور کیا پتہ ہوگا۔ چنانچہ معراج النبی ﷺ پہ جلسہ شروع ہوا تو ہزاروی صاحب نے بار بار تجلّی کی بجائے تجلاّ کا لفظ بولا مولانا محمد صدیق صاحب نے بدلہ

لینے کا سوچا اور کہا: تجلّی ہوتی ہے تجلّی نہیں۔ ہزاروی صاحب نے آیت پڑھی۔ فلما تجلّٰی ربه للجبل۔ اور اپنے مخصوص انداز میں شعر بنالیا اور کہا: اوئے مُلّاں!

؎ تیری تجلّی خدا دا تجلّا
فروغ تجلّٰی بسوز د پرم

(روایت فقیر سلطانی علیہ الرحمۃ)

شیطانوں کا ٹولہ:

علامہ الٰہی بخش صاحب سے پوچھا گیا کہ تبلیغی جماعت والے کیا ہیں؟ کون ہیں؟

فرمایا: شیطانوں کا ٹولہ ہیں اور اس کی دلیل یہ دی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تتجا فی جنوبھم عن المضاجع۔ اہل ایمان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں اور جن کے پہلوؤں کے اوپر ہر وقت بستر چڑھے رہتے ہیں ان کو شیطانی ٹولہ نہ کہوں تو کیا کہوں؟

فارغ البال گورنر:

حضرت مفتی مختار احمد نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جلسے میں بتایا کہ مجھ پر اس بات پہ بھی مقدمہ بنالیا گیا کہ میں نے ایک تقریر میں گورنر جیلانی (جس کے سر پہ بال نہ تھے) کے بارے میں کہہ دیا کہ پنجاب کا فارغ البال گورنر۔

اور فرمایا: صدر ضیاء صاحب کے بارے میں ایک بار میں نے یہ کہہ دیا کہ صدر صاحب بہت اچھے ہیں ہر کسی کو ایک ہی آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ (ان کے بھینگے پن کی طرف اشارہ ہے)

لاہور دس پیشاب رہ گیا ہے:

حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ سرگودھا سے رفیق باجوہ اور ان کے بیٹے سعید کے ساتھ واپس آ رہے تھے، سرگودھا کے کسی گاؤں میں کسی عقیدت مند نے نورانی صاحب کو کچھ زیادہ ہی ''کِنوں'' کھلا دیے جن کی وجہ سے بار بار گاڑی رکوا کر پیشاب کرنا پڑتا۔ اس دوران نورانی صاحب نے باجوہ صاحب کے بیٹے سے پوچھا: سعید بیٹا! لاہور کتنا رہ گیا

ہے؟ باجوہ صاحب نے جھٹ سے کہا: بس نورانی میاں لاہور دس پیشاب رہ گیا ہے۔

(بروایت قاری محمد حسین رفاعی)

تھانوی صاحب کے مرید کی فقاہت:

ایک مرتبہ اشرف علی تھانوی صاحب کے مرید نے نماز پڑھائی اور آخر میں سجدہ سہو کیا تو مقتدیوں نے پوچھا: کوئی ایسی بات تو نہیں ہوئی پھر آخر میں سجدۂ سہو کیوں کیا ہے؟ تو امام صاحب نے کہا: بس کوئی بات نہیں۔ ذرا سی پھسکی نکل گئی ہے۔ (دیوبندی مذہب از مولانا غلام مہر علی)

پٹھان کا "خوفِ خدا" اور دیگر لطائف:

ایک مولانا نے عزرائیل علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: کہ انہوں نے صور پکڑا ہوا ہے۔ منہ کے ساتھ لگایا ہوا ہے ایک قدم آگے، ایک پیچھے رکھ کر تیار کھڑے ہیں بس جب حکم ہوگا صور پھونک دیں گے۔ قیامت آجائے گی ہر شئی تباہ ہو جائے گی نہ انسان نہ کوئی حیوان نہ درند نہ پرند نہ چرند۔ ایک خان صاحب کہنے لگے: یا اللہ! اسے کھانسی نہ آجائے ورنہ ہم تو وقت سے پہلے ہی مر جائیں گے۔

- اسی طرح پلصراط کی بال سے باریکی اور تلوار سے زیادہ تیزی کا ذکر سن کر خان صاحب بولے: ہمارا ادھر کیا کام؟ ہم ادھر جائیں گے ہی نہیں۔
- حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ایک خان صاحب حزب الاحناف میں پڑھتے تھے "زید ضرب" کی ترکیب میں استاذ صاحب نے بتایا: زید مبتداء ضرب فعل۔ اس میں ہو ضمیر مستتر اس کا فاعل۔ خان صاحب بولے مستتر (پوشیدہ) کہاں ہے۔ چنانچہ انہوں نے چاقو نکالا اور ضرب کے لفظ کو کھرچنے لگے اور جب صفحہ پھٹ گیا اور ضمیر نہ نکلی تو وہی چاقو استاد کو مار دیا کہ "تم جھوٹ بولتے ہو"۔
- شاید انہی خان صاحب کا واقعہ ہے کہ ان کو دال سے بہت نفرت تھی، کسی طالب علم نے شرارت کی اور اس کے برتن "چھنی" میں دال ڈلوائی اور کھا کر چھنی اسی طرح بغیر دھوئے رکھ دی۔ خان صاحب آئے، پوچھا تو پتہ چلا کہ فلاں طالب علم نے یہ

حرکت کی ہے۔ خان صاحب بہت غصے میں سید صاحب علیہ الرحمۃ کے پاس گئے اور کہا: سید صاحب! اس (فلاں طالب علم) نے میری چھنٹی میں دال ڈال کے کھائی ہے، میں بھی اپنے باپ کا نہیں اگر اس کی چھنٹی میں "گوں" ڈال کے نہ کھاؤں۔

❁ ایک دفعہ بازار سے ایک خان صاحب گزرے تو رش دیکھا اور پوچھا: کیا معاملہ ہے تو ان کو بتایا گیا کہ چار آنے کی روٹی اور ساتھ دال مفت مل رہی ہے تو خان صاحب کہنے لگے: ہم بھی کھائے گا مگر روٹی نہیں کھائے گا خالی دال کھائے گا۔

❁ خان صاحب نے کسی مولوی صاحب سے سنا کہ کافر کو کلمہ پڑھانے کا بہت ثواب ہوتا ہے تو انہوں نے ایک سکھ کو پکڑ لیا اور کہا: خوچے کلمہ پڑھو ورنہ میں تمہیں مار دے گا۔ سکھ نے جب دیکھا کہ یہ نہیں چھوڑے گا ضرور ہی ثواب لے کر رہے گا تو اس نے کہا: اچھا پڑھاؤ تو خان صاحب کہنے لگے: آتا مجھے بھی نہیں ہے تم خود پڑھو، ہم ثواب لے گا۔

❁ ایک خان صاحب سے عمر پوچھی گئی تو انہوں نے چالیس سال بتائی، دس سالوں کے بعد پھر پوچھی تو اتنی ہی بتائی اور کہا: زمانہ بدلتا ہے تو سو بار بدلے پٹھان کی زبان ایک "ہوتا" ہے۔

❁ خان صاحب کراچی کی گاڑی میں پشاور جانے کیلئے بیٹھ گئے اوپر ایک آدمی سویا ہوا تھا خان صاحب نے اس سے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: کراچی۔ تو خان بابا بولے: عجیب گاڑی ہے اوپر سے کراچی جارہی ہے نیچے سے پشاور جارہی ہے۔

یہ تمام لطائف چونکہ علماء سے ہی سنے ہوئے ہیں اس لیے ہر لطیفہ کا کوئی نہ کوئی پس منظر، پیش منظر یا تہہ منظر ہے۔ مثلاً آخری لطیفہ سنا کر ہمارے علماء بدعقیدگی سے بچنے کا یوں درس دیتے ہیں کہ اگر امام کا یہ عقیدہ ہو کہ نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال آنے کی وجہ سے نماز نہیں ہوتی اور مقتدی ایسے عقیدے والا ہو کہ جس کی نماز میں حضور علیہ السلام کا اگر خیال نہ آئے تو اس کی نماز ہوتی ہی نہیں تو یہ عجیب عبادت ہے کہ امام کا عقیدہ جہنم کو لے جارہا ہے اور مقتدی کا عقیدہ جنتیوں والا ہے۔ ایسے امام سے گذر ایسی نماز سے گذر

میں نے نعت پڑھی تو بہہ جا بہہ جا ہوگئی:

کوٹ مومن کے ایک نعت خواں صوفی محبت علی جو میراثی تھے، رنگ کالا سیاہ اور گلا پھٹا ہوا کہ ایک کی بجائے کئی آوازیں نکلتیں نعت کے دوران ہی بہت مزاح فرماتے تھے ایک دفعہ صبح صبح غلہ منڈی شیخوپورہ میں ہمارے پاس آئے اور خود ہی کہنے لگے کہ رات میں نے ننکانہ صاحب نعت پڑھی ہے بہہ جا بہہ جا ہوگئی۔ ہم نے سوچا شاید اپنی کامیابی وخوبی بیان کر رہے ہیں کہ لوگ عش عش کر اٹھے۔ مگر انہوں نے جب تشریح کی تو واقعی ہم بہت محظوظ ہوئے انہوں نے کہا: گلا میرا ویسے ہی خراب ہے تم جانتے ہی ہو اوپر سے میں نے ترش مالٹے کھا لیے تو سونے پہ سہاگہ ہوگیا۔ میں نے نعت کی ابھی ابتداء ہی کی تو ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں بہہ جا، بہہ جا۔ (یعنی بیٹھ جا) تو اس طرح بہہ جا بہہ جا ہوگئی۔

ارے باڈی بلڈرا! دل دوسری طرف ہوتا ہے:

میں اپنے استاذ محترم فقیر سلطانی صاحب کے ساتھ داتا صاحب آیا تو اس وقت یہ سیفی حضرات نئے نئے نکلے تھے دل خوب حرکت کر رہے تھے ایک سادہ سا سیفی بجائے بائیں طرف سے سینہ کو حرکت دینے کے دائیں طرف کو ہلا رہا تھا تو استاذ محترم نے اس کے کان میں کہا:

”اوئے باڈی بلڈرا! دل دوجے پاسے ہونداای“۔

آج دال کی بارہ تاریخ ہے:

ایک طالب علم نیا نیا مدرسہ میں داخل ہوا تو کئی دن دال ہی پہ گذارا کرنا پڑا۔ جب اس سے کسی نے تاریخ پوچھی تو اس نے کہا: چاند کی تاریخ کا تو مجھے پتہ نہیں البتہ آج دال کی بارہ تاریخ ہے۔

قوال کو نذرانہ:

مولوی صاحبان کے کسی بڑے کا عرس تھا کہ قوالی کا پروگرام بن گیا۔ قوالوں نے خوب قوالی کی مگر داد میں جزاک اللہ کے سوا کچھ نہ ملا۔ اگلے سال پھر تاریخ لینے گئے تو قوالوں نے

کہا: ابھی پچھلے سال کی جزاک اللہ سے ہمارے کمرے بھرے ہوئے ہیں۔

ایک روپیہ کا گز:

بارہ گز کے بزرگ کی قبر پہ نعت خوان نے نعت پڑھی تو روپے روپے کی دس پرچیاں ہی ابھی ہوئی تھیں کہ اس کو بٹھا دیا گیا تو اس نے کہا: مجھے تو یہ بزرگ ایک روپیہ گز بھی نہیں پڑا۔

ان میں سے دانہ بھی نہیں بچا فقیر ابھی پھر رہا ہے:

مناظر اعظم حضرت مولانا محمد عمر اچھروی علیہ الرحمۃ نے اپنی ایک تقریر میں بیان فرمایا کہ وہابیوں نے مجھے کہا آؤ گول باغ لاہور میں جا کر مباہلہ کرتے ہیں کیونکہ مناظروں سے تو مسئلہ حل نہیں ہو رہا۔ اب مباہلہ ہی رہ گیا ہے۔ میں نے کہا: جاؤ تم سارے وہابی میرے خلاف بددعائیں کرو، پھر جو فیصلہ ہو مجھے منظور ہے۔ چنانچہ دس دن تک میرے خلاف بددعائیں کرتے رہے کہ محمد عمر مر جائے، محمد عمر مر جائے۔ آج دیکھ لو ان میں سے ایک "دانہ" بھی نہیں نظر آ رہا مگر فقیر ابھی تک پھر رہا ہے۔

جو خود نہیں مار سکے وہ میرے لیے رکھ چھوڑا ہے:

ایک سرکاری مولوی صاحب لشکر اسلام میں شامل ہو کر میدان میں گئے مگر ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ بادشاہ نے ان کو محفوظ مقام پہ پہنچا دیا اور جب جنگ ختم ہونے کو آئی اور مسلمان فاتح قرار پائے تو ایک کافر فوجی جو زخمی حالت میں میدان میں پڑا ہوا تھا صرف چند سانسوں کی دیر تھی کہ واصل جہنم ہونے والا تھا۔ بادشاہ نے کہا: فوراً مولوی صاحب کو بلاؤ اور ان کو تلوار پکڑاؤ تاکہ اس کی گردن مار دیں اور اس طرح مولانا کو انعام سے نوازا جائے مولوی صاحب کانپتی ٹانگوں کے ساتھ اس کافر کے قریب ہوئے تو وہ حالت نزع میں تھا اچانک گلے سے آواز نکلی تو مولوی صاحب ڈر کر واپس بھاگ آئے اور فرمانے لگے:

"جو پورے لشکر سے نہیں مر سکا وہ میرے لیے چھوڑ دیا ہے"۔

ملنگ کا عقیدہ:

حضرت سید محمد یعقوب شاہ صاحب پھالیہ والے ایک تقریر میں شیعوں کے بارے میں ایک لطیفہ سناتے تھے کہ ایک ملنگ روز لگا کر قضائے حاجت کر رہا تھا اور ساتھ یا علی کا نعرہ لگا رہا تھا اور ساتھ کہہ رہا تھا کہ سنی تو علی کو صرف مشکل کشا ہی مانتے ہیں جبکہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ علی مشکل کشا بھی ہے اور قبض کشا بھی ہے۔ (استغفر اللہ)

یا علی مدد کریں......

شاہ صاحب سے ہی یہ لطیفہ بھی سنا کہ ایک سید صاحب (جھوٹا پیر) مرید کے ہاں آیا اور جاتے ہوئے ساتھ ایک عورت بھی لے گیا وہ گاؤں سے باہر جا کر نجف کی طرف منہ کر کے کہنے لگی:

"تاناں پئی تنی آں، یا علی مدد کریں تیری "نوع" پئی بنی آں۔

اندازِ عبادت:

ایک شخص جو زندگی میں پہلی مرتبہ ایسی مسجد میں چلا گیا جو شاہراہ عام پر تھی چنانچہ اس کے سامنے ایک اہلِ حدیث نے ہاتھ سینے پہ باندھ کر نماز پڑھی، ایک شیعہ آیا اس نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی، سُنّی نے ہاتھ ناف کے نیچے باندھ کر نماز ادا کی، اس شخص نے سوچا کہ شاید ہر کسی کو مختلف انداز سے نماز پڑھنی چاہیے، چنانچہ اس نے اس طرح نماز پڑھی کہ ایک بازو کھڑا کر دیا اور ایک ٹانگ کھڑی کر دی۔

اب مولوی کی ضرورت نہیں رہی:

کیونکہ نماز، نکاح وغیرہ ہم خود ہی کرا لیا کریں گے۔ ایک شخص نے طنز کے طور پر کہا۔
مولوی صاحب نے جواباً کہا: جب یہ کام تم خود کرو گے تو تم خود مولوی ہو جاؤ گے۔
اسی طرح کے ایک صاحب (ٹرپل ایم۔اے) نے کہا: اب قرآن و حدیث کے تراجم آ گئے ہیں لہٰذا ہمیں علماء کی ضرورت نہیں ہے (اگرچہ تراجم بھی علماء نے ہی کیے ہیں) میں نے کہا:

ذرا بسم اللہ شریف کا ترجمہ سُنا دیں۔ ابھی شروع کرتا ہوں ہی کہا تھا کہ میں نے پکڑ کیا کہ یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے بے چارہ پریشان ہو گیا۔

چادر پہ لا الٰہ الا اللہ:

ایک چوہدری صاحب نے ایک بہت پرانی چادر میراثی کو دی تو میراثی نے طنز کی بنیاد یوں رکھی کہ چادر کو کھولا اور کہا: سبحان اللہ! یہ دیکھو لکھا ہے لا الٰہ الا اللہ، یہ دیکھو لکھا ہے لا الٰہ الا اللہ۔ کسی نے کہا: محمد رسول اللہ بھی پڑھ۔ تو کہنے لگا: نہیں یہ حضور کے دور سے پہلے کی ہے۔

ووٹ مجھے دو:

ماسٹر تارا سنگھ نے سردار منگل سنگھ کو الیکشن کمپین کیلئے بھیجا تو منگل سنگھ نے سٹیج پر کھڑے ہو کر ماسٹر تارا سنگھ کی اس طرح تعریف کی۔ کیا بتاؤں میں تمہیں ماسٹر تارا سنگھ کی بات، وہ بات کرتے ہیں تو پھول جھڑتے ہیں اور تم جانتے ہی ہو کہ پھولوں سے ہی گلقند بنتی ہے۔ (کیا میں جھوٹ کہہ رہا ہوں؟ منگل سنگھ نے مجمعے سے پوچھا: سب نے کہا: نہیں سچ کہہ رہے ہو) اور ہاں تو آگے سنو یہ بھی تم جانتے ہو کہ گلقند بیماری کی جڑ کاٹتی ہے اور جڑوں میں جڑ خربوزے کی ہے، اور خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے اور رنگ پکے جرمنی کے ہیں، (صحیح بات ہے ناں سب نے کہا: ہاں) اور جرمنی وار (جنگ) میں مشہور ہے اور واروں میں وار منگل کا ہے اور میرا نام منگل سنگھ ہے لہٰذا تمہارے ووٹ کا میں ہی صحیح حقدار ہوں۔

(مولانا اکرم اعوان کی تقریر سے)

قارئین کرام! یہ تمام لطائف میں نے طالب علمی دور میں علماء سے سن کر لکھ رکھے تھے ابھی ان کے علاوہ اور بھی بہت ہیں مگر میں انہی پہ اکتفا کر رہا ہوں ہو سکتا ہے کوئی لطیفہ آپ کو علماء کے شایان شان نہ لگے تو اس میں میری غلطی سمجھ لیں کیونکہ بیان کرنے والوں نے اس انداز سے تقریر میں سیٹ کیے ہیں کہ اس وقت تو مجھے اچھے ہی لگے تھے بہر حال

؎ اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں

ایک عجیب مکالمہ

ایک مرتبہ حضور شیر اہلسنّت مناظر اسلام مولانا حشمت علی خان رضوی بریلی شریف سے گجرات براہ اجمیر مقدس تشریف لے جارہے تھے۔ اثناء سفر میں باندی کے اسٹیشن پر ایک دیوبندی ایک قادیانی سوار ہوئے ان دونوں میں جو باہم گفتگو ہوئی پھر حضور شیر اہلسنّت نے جو عجیب وغریب فیصلہ مرحمت فرمایا وہ خالی از لطف نہیں۔ لیجئے! اب چٹخارے لے لے کر پڑھیے۔

دیوبندی: (قادیانی سے) کیوں جناب آپ کہاں جائیں گے۔

قادیانی: جناب! میں بھروچ کے ضلع میں کوئلے چونے وغیرہ کی تجارت کیلئے جایا کرتا ہوں وہیں جارہا ہوں۔ احمد آباد کچھ کام تھا اس لیے ادھر سے چلا آیا اور آپ کہاں تشریف لے جائیں گے۔

دیوبندی: جی میں راندیر ضلع سورت جارہا ہوں، تھانہ بھون حاضر ہوا تھا۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب کا مرید ہو کر آرہا ہوں اور آپ کس کے مرید ہیں؟

قادیانی: جناب میں حضرت اقدس مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا مرید ہوں۔

دیوبندی: استغفر اللہ! لَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ۔ معاذ اللہ۔

قادیانی: کیوں جناب! آپ کو اس قدر غصہ کیوں آگیا؟ خیر تو ہے۔

دیوبندی: آپ اسی مرزا قادیانی کے مرید ہیں جو کافر و مرتد تھا۔ پھر غصہ کی وجہ پوچھتے ہیں۔

قادیانی: جناب غصہ کی کوئی بات نہیں اگر کوئی کفر مرزا صاحب کا آپ کو معلوم ہو تو بتائیے۔

دیوبندی: آپ کے مرزا کا ایک کفر ہے، اجی اس نے سینکڑوں کفریات بکے ہیں۔

قادیانی: میں پھر کہتا ہوں آپ غصہ کیوں فرماتے ہیں، مرزا صاحب کا کوئی کفر بتائیے۔

دیوبندی: اب بھی دیکھئے کہ مرزا قادیانی نے اپنے رسالہ دافع البلا صفحہ 15 پر لکھا:

''خدا ایسے شخص (یعنی عیسیٰ) کو کسی طرح دوبارہ دنیا میں نہیں لا سکتا جس کے پہلے ہی فتنے نے دنیا کو تباہ کر دیا ہے''۔

دیکھئے اس عبارت میں مرزا نے اللہ تعالیٰ کو عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ دنیا میں لانے سے عاجز بتایا۔

قادیانی: اگر خدا کو عاجز بتانا کفر ہے تو آپ کے مولوی رشید احمد گنگوہی نے خدا کو جھوٹا لکھا۔ اگر مرزا صاحب کافر ہیں تو آپ کے گنگوہی جی بھی کافر ہیں اور اگر گنگوہی مسلمان ہیں تو مرزا صاحب بھی مسلمان ہیں۔

دیوبندی: (جواب سے عاجز رہ کر) اب بھی دیکھئے کہ مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بہت سخت توہین کی ہے۔

قادیانی: اگر مرزا صاحب نے عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی تو دیوبندیوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی سخت گستاخیاں کیں آپ کے گنگوہی جی نے براہین قاطعہ صفحہ 51 پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو شیطان سے کم لکھا۔ آپ کے پیر تھانوی جی نے حفظ الایمان صفحہ 8 پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو بچوں، پاگلوں، جانوروں اور چوپایوں کے مثل لکھا اور اس کے سوا بھی بہت سی عبارتیں ہیں اگر عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کفر ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ کی توہین بھی کفر ہے اگر مرزا صاحب کافر ہیں تو گنگوہی وانبیٹھوی و تھانوی صاحبان بھی ضرور کافر ہیں اور اگر یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔

دیوبندی: آپ اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں کیا مرزا نے حضور علیہ السلام کے خاتم النبیین ہونے سے انکار نہیں کیا، کیا ایسا شخص کافر نہیں؟

قادیانی: اجی جناب! مرزا صاحب نے خاتم النبیین ہونے سے انکار نہیں کیا بلکہ اس کے ایک عجیب وغریب معنی بتائے ہیں، وہ فرماتے ہیں: خاتم النبیین کے معنی لوگ تو یہ سمجھے ہیں کہ سب سے پچھلے نبی صرف یہی معنی لینا صحیح نہیں بلکہ خاتم النبیین کے معنی ہیں نبیوں کی مہر۔

مہر کی وجہ سے فرمان شاہی کا اعتبار ہوتا ہے اور جس فرمان پر مہر شاہی نہ ہو اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا تو خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بالذات نبی ہیں یعنی حضور کو خود اللہ نے بغیر کسی واسطہ اور وسیلہ کے نبوت عطا فرمائی ہے اور حضور کے سوا اور جتنے نبی ہوں گے سب کو حضور کے طفیل سے نبوت ملے گی تو اور سب نبی بالعرض نبی ہوں گے تو اب جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ مجھ کو بغیر حضور کے واسطہ کے نبوت ملی ہے وہ جھوٹا ہے اور جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں حضور کا غلام ہوں مجھ کو حضور کے طفیل سے نبوت ملی ہے تو وہ سچا ہے خاتم النبیین کے اگر یہ معنی لیے جائیں جو مرزا صاحب نے بیان فرمائے تو حضور کا خاتم النبیین ہونا صرف انبیاء سابقین کے اعتبار سے خاص نہ ہوگا بلکہ اگر حضور کے زمانہ میں بھی بلکہ اگر حضور کے بعد بھی ایک نہیں لاکھوں نبی پیدا ہوں تو پھر بھی حضور کا خاتم النبیین ہونا ویسا ہی باقی رہتا ہے اور حضور اگلے پچھلے تمام نبیوں کے خاتم یعنی مہر ہوں گے۔ یہ وہی مضمون ہے جو دیوبندی گروہ کے نانوتوی جی نے اپنی کتاب تحذیر الناس کے صفحہ 13و14و28 پر بیان کیا۔ اگر اس وجہ سے مرزا صاحب کافر ہیں تو نانوتوی جی بھی کافر ہیں اور اگر یہ مسلمان ہیں تو وہ بھی مسلمان ہیں۔

دیوبندی: آپ فضول بات بڑھاتے ہیں بھلا بتائیے کیا مرزا قادیانی اپنی بیوی کو ام المؤمنین نہیں لکھتا تھا کیا یہ اس کا کفر نہیں؟

قادیانی: جناب مرزا صاحب نے تو اپنی زوجہ کو ام المؤمنین لکھا مگر آپ کے پیر تھانوی صاحب نے تو معاذ اللہ ام المؤمنین سے اپنی بیوی کی تعبیر دی چنانچہ الامداد صفر 1335ھ میں ہے:

> ”ایک ذاکر صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر (یعنی اشرف علی) کے گھر حضرت عائشہ آنے والی ہیں انہوں نے مجھ سے کہا میرا ذہن فوراً اس طرف منتقل ہوا (کہ کمسن عورت ملے گی) اس مناسبت سے کہ جب حضور ﷺ نے حضرت عائشہ سے نکاح کیا تو حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھا اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں وہی قصہ یہاں ہے“۔

دیکھیے حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آنے کا خواب گڑھا اور کمسن عورت

ملنا اس کی تعبیر بیان کی گئی اگر اس وجہ سے مرزا صاحب کافر ہیں تو آپ کے پیر تھانوی صاحب بھی کافر ہیں اور اگر یہ مسلمان ہیں تو وہ بھی مسلمان ہیں۔

دیوبندی: آپ فضول بحث کیے جاتے ہیں بھلا بتایئے کیا مرزا قادیانی نے عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو اپنی کتاب ازالۂ اوہام کے صفحہ 151 سے صفحہ 163 تک مسمریزم اور لہو ولعب وغیرہ نہیں بتایا۔ کیا ایسا کہنے والا بھی کافر نہیں ہوگا؟ آپ اسے کافر نہ کہیں مگر میں تو اسے دس بار کافر کہوں گا۔

قادیانی: یہ تو آپ کے اختیار میں ہے آپ جسے چاہیں سو مرتبہ کافر کہیں مگر مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ آپ کے دیوبندی گروہ کے امام مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے رسالہ منصب امامت صفحہ 31 و 32 پر لکھا:

''بسیار چیز ست کہ ظہور آں از مقبولین حق از قبیل فرق عادت شمروں میشود حالانکہ امثال ہماں افعال بلکہ اقوی و اکمل ازاں از ارباب سحر و اصحاب طلسم ممکن الوقوع باشد''۔ (منقول از حصہ سوم فتویٰ گنگوہیہ صفحہ 23)

یعنی بہت سی چیزیں جن کا اللہ کے مقبولوں سے ظاہر ہونا معجزہ سمجھا جاتا ہے حالانکہ ویسے بلکہ ان سے زیادہ قوی ان سے بڑھ کر کامل باتیں تو جادوگر اور طلسمات والے دکھا سکتے ہیں فرق عادت میں معجزہ اور کرامت دونوں داخل ہیں مگر کرامت کو تو آپ لوگ کیا مانیں گے۔ اس لیے میں نے صرف معجزہ ہی پر بحث کی۔ اب فرمایئے اگر مرزا صاحب عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو مسمریزم کہہ کر کافر ہو گئے تو آپ کے امام مولوی اسمٰعیل دہلوی جادو اور شعبدہ کو معجزہ سے زیادہ قوی اور کامل بتا کر کافر ہو گئے اور اگر یہ کافر نہیں تو وہ کس طرح کافر ہوں گے؟

دیوبندی: آپ خواہ مخواہ اپنی ضد کو پال رہے ہیں کیا مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا کافر نہیں؟

قادیانی: (مسکرا کر) دیکھئے آپ ہر ایک بات سے گریز فرما رہے ہیں مگر میں برابر آپ کے پیچھے لگا ہوا ہوں اور میں آپ کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا اچھا سنئے الامداد صفر 1226ھ میں ایک شخص کا خواب چھپا ہے کہ وہ خواب میں لا اللہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ

پڑھتا ہے جب جاگتا ہے تو اللّٰھم صل علی سیدنا و نبینا و مولانا اشرف علی پڑھتا ہے اور دن بھر اسے یہی خیال رہتا ہے اور جھوٹا بہانا کرتا ہے کہ میری زبان میرے اختیار میں نہیں تھی وہ اپنا یہ واقعہ آپ کے پیر تھانوی صاحب کو لکھتا ہے تھانوی صاحب اسے جواب دیتے ہیں ''اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہٖ تعالیٰ متبع سنت ہے''۔ اگر تھانوی صاحب حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے کو کفر جانتے تو صاف جواب دیتے کہ تو کافر ہو گیا تو نے دن بھر مجھے نبی جپا تو اسلام سے نکل گیا تو نئے سرے سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو، اگر بیوی رکھتا ہے تو وہ تیرے نکاح سے نکل گئی اس سے دوبارہ نکاح کر ورنہ جماع زنا ہوگا اور اولاد حرامی اور زبان کی بے اختیاری کا بہانہ جھوٹا ہے دن بھر جاگتے میں ہوش کے ساتھ مجھے نبی کہتا رہا اور پھر کہتا ہے میری زبان میرے اختیار میں نہیں تھی۔ ایسی بے اختیاری نہ دیکھی نہ سنی گویا زبان تیرے منہ میں ایک علیحدہ جانور تھی تو تو چاہتا تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو نبی کہے مگر تیری زبان کہتی تھی میں تو نہیں مانتی میں تو اشرف علی کو نبی کہوں گی مگر آپ کے پیر صاحب نے یہ کچھ نہ کہا بلکہ اسے اس رسالہ میں چھاپا گیا جس کا مقصود ''امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح'' بتایا گیا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب ہرگز دعویٰ نبوت کو کفر نہیں جانتے ہیں بلکہ چھاپ کر شائع کرنے سے تو اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ سب مریدوں کو دعوت دی گئی ہے کہ پیر کے متبع سنت ہونے کی تسلی اس طرح ہوتی ہے کہ اسے نبی و رسول کہا جائے لہٰذا جس مرید کو میرے متبع سنت ہونے کی تسلی منظور ہو وہ اسی طریقہ پر عمل کرے اور متبع سنت ہونا نبوت کے کچھ مخالف نہیں۔ ہمارے مرزا صاحب خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حضور ﷺ کی سنت کا اتباع کرنے کے صدقہ میں نبوت عطا فرمائی گئی ہے بلکہ کامل اتباع سنت تو یہی ہے کہ جس طرح حضور علیہ السلام نے نبی و رسول ہو کر امت کو ہدایت فرمائی ہے اسی طرح حضور کا غلام بھی حضور کے طفیل سے نبوت پا کر مخلوق کو ہدایت کرے تو تھانوی صاحب نے جو اپنے آپ کو متبع کہا اس کا مطلب یہی ہوا کہ مجھ کو حضور کی غلامی اور حضور کی سنت کے کامل اتباع کے صدقہ میں نبوت ملی ہے۔ اگر مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا تو تھانوی صاحب نے بھی نبوت کا

دعویٰ کیا اگر مرزا صاحب اس وجہ سے کافر ہیں تو آپ کے پیر تھانوی صاحب بھی اس وجہ سے کافر ہوں گے اگر ان کو مسلمان مانتے ہیں تو انہیں بھی مسلمان ماننا پڑے گا۔

دیوبندی: جناب! میں کس قدر تھوڑا بولتا ہوں اور آپ فضول باتوں میں وقت گزار دیتے ہیں۔ سنئے جناب! تمام علمائے دیوبند نے مرزا صاحب پر کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا ہے پھر ہم مرزا کو کیوں کر کافر نہ کہیں گے۔

قادیانی: جناب غور فرمائیے! یہ میری بات کا جواب نہیں ہوا میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ علمائے بریلی نے علمائے دیوبند پر کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

دیوبندی: اجی حضرات! آپ میرا مطلب نہیں سمجھے مطلب یہ ہے کہ مرزا کے کافر و مرتد ہونے پر علمائے بریلی و علمائے دیوبند سب نے کفر کا فتویٰ دیا ہے اور مرزا کو دونوں گروہ کافر و مرتد جانتے ہیں۔ کہئے اب تو آپ آپ کی سمجھ میں آیا۔

قادیانی: میں اب بھی آپ کا مطلب سمجھنے سے عاجز ہوں۔ سنیئے علمائے دیوبند کو تمام قادیانی اور تمام علمائے بریلی سب کافر کہتے ہیں۔ قادیانی صاحبان دیوبندیوں کو اس لیے کافر کہتے ہیں کہ وہ مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان نہیں لاتے اور علمائے بریلی دیوبندیوں کو اس لیے کافر کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک دیوبندی صاحبان اللہ و رسول کی توہینیں اور گستاخیاں کرتے ہیں تو اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ جس فریق کے کافر مرتد ہونے پر دو گروہ متفق ہوں وہ ضرور کافر ہے تو آپ اپنا اور تمام دیوبندی صاحبوں کا کافر و مرتد ہونا تسلیم کیجئے۔

دیوبندی: آپ کسی طرح مانتے ہی نہیں سنئے مکہ معظمہ مدینہ طیبہ کے تمام علمائے کرام نے بھی مرزا اور اس کے ماننے والوں پر کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

قادیانی: مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے جن علما نے ہم پر اور ہمارے مرزا صاحب پر کفر کا فتویٰ دیا ہے انہیں علماء نے آپ تمام دیوبندی صاحبوں پر اور آپ کے پیشواؤں رشید احمد گنگوہی اور قاسم نانوتوی، خلیل احمد انبیٹھی، اشرف علی تھانوی صاحبان پر کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا ہے اگر آپ اسے مانتے ہیں تو اسے بھی مانئے اور اگر یہ فتویٰ آپ کے نزدیک غلط ہے تو اس فتویٰ کے صحیح ہونے کا ثبوت کیا ہے۔

یہاں تک گفتگو پہنچی تھی کہ دیوبندی صاحب بالکل عاجز ہو چکے تھے، قادیانی صاحب نے جو معلوم ہوتا ہے پہلے خود دیوبندی ہوں گے کیونکہ وہ دیوبندی عقائد سے پورے واقف تھے اور الزامی جوابوں سے دیوبندی صاحب کو بالکل مبہوت کر دیا تھا۔ اب دیوبندی صاحب مجبوراً سخت کلامی ودشنام بازی پر آمادہ ہو گئے اور قریب تھا کہ چلتی ریل میں فساد ہو جائے یہ حالت دیکھ کر فقیر سے رہا نہ گیا اور فقیر نے یہ کہہ کر دونوں کو آپس میں لڑنے سے باز رکھا۔

فقیر: آپ دونوں صاحبان آپس میں کیوں لڑتے ہیں میرے نزدیک آپ دونوں صاحبان اس بات میں سچے ہیں۔

دیوبندی: (غصہ میں آکر) میں تو ضرور سچا ہوں مگر آپ نے اس قادیانی مردود کو کس طرح سچا کہہ دیا۔ آپ بھی قادیانی معلوم ہوتے ہیں۔

قادیانی: آپ ان کی بات پر توجہ نہ فرمائیں آپ اپنا فیصلہ ارشاد فرمائیں۔

فقیر: (دیوبندی سے مخاطب ہو کر) الحمد للہ کہ نہ میں قادیانی ہوں نہ میں دیوبندی ہوں۔ الحمد للہ! میں سنی حنفی ہوں۔ آپ دونوں صاحبان بحث کر رہے تھے میں سن رہا تھا آپ نے کہا کہ قادیانی کافر ہیں میں کہتا ہوں اس بات میں آپ بیشک سچے ہیں ضرور قادیانی کافر ہیں ان صاحب نے فرمایا کہ دیوبندی کافر ہیں میں کہتا ہوں کہ اس بات میں یہ بھی سچے ہیں۔ ضرور دیوبندی کافر ہیں مرزا قادیانی کے جو کفریات آپ نے بتائے یقیناً وہ سب کفر ہیں مگر آپ کے عاجز ہونے کا سبب یہ ہے کہ آپ ان کفریات کے سبب مرزا کو تو کافر کہتے ہیں اور ویسے ہی بلکہ ان سے بڑھ کر جب آپ کے پیشواؤں کے کفر دکھائے جاتے ہیں تو آپ انہیں کافر نہیں کہتے اسی وجہ سے آپ کو ان قادیانی صاحب نے دبا لیا اور آپ جواب نہیں دے سکے مگر میرے نزدیک تو دونوں کافر ہیں اور جس دلیل سے مرزا قادیانی کا کافر و مرتد ہونا ثابت ہوتا ہے اسی دلیل سے دیوبندیوں کا کافر و مرتد ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔

فقیر کی اس تقریر کو سن کر دونوں صاحب خاموش مست خواب خرگوش ہو گئے اور پھر ان دونوں صاحبوں نے کوئی مذہبی بحث نہیں چھیڑی اور راستہ بخیر و خوبی ختم ہو گیا۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْد۔

(فیصلہ کن مناظرے)

کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے:

موت آکر ہی رہے گی یاد رکھ
جان جا کر ہی رہے گی یاد رکھ

گر جہاں میں سو برس تو جی بھی لے
قبر میں تنہا قیامت تک رہے

جب فرشتہ موت کا آجائے گا
پھر بچا کوئی نہ تجھ کو پائے گا

موت آئی پہلواں بھی چل دیے
خوبصورت نوجواں بھی چل دیے

دبدبہ دنیا میں ہی رہ جائے گا
حُسن تیرا خاک میں مل جائے گا

قبر روزانہ یہ کرتی ہے پکار
مجھ میں ہیں کیڑے مکوڑے بے شمار

یاد رکھ میں ہوں اندھیری کوٹھڑی
تجھ کو ہوگی مجھ میں سُن وحشت بڑی

میرے اندر تو اکیلا آئے گا
ہاں مگر اعمال لیتا آئے گا

گور نیکاں باغ ہوگی خلد کا
مجرموں کی قبر دوزخ کا گڑھا

کھلکھلا کے ہنس رہا ہے بے خبر
قبر میں روئے گا چیخیں مار کر

کر لے توبہ رب کی رحمت ہے بڑی
قبر میں ورنہ سزا ہوگی کڑی

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

تحفة المومن الموت۔

''مومن کیلئے موت ایک تحفہ ہے''۔ (شعب الایمان)

دنیا میں ہزاروں افراد روزانہ پیدا ہوتے اور مرتے ہیں کوئی کسی کو جانتا ہی نہیں کہ کون جا رہا ہے اور کون آ رہا ہے بلکہ اپنے مرنے والوں کو بھی چند سالوں بعد بھلا دیا جاتا ہے لیکن انہی میں کچھ ایسے اہلِ ایمان (اولیاء کرام) بھی ہیں کہ ہزاروں برس گزرنے کے بعد بھی ان کو یاد رکھا جاتا ہے اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ جو صرف اپنے لیے جیتا ہے اس کو بھلا دیا جاتا ہے اور جو اپنے رب کیلئے جیتا مرتا ہے اس کو ہمیشہ یاد رکھا جاتا ہے۔

انسان کو موت کیلئے ہر وقت تیار رہنا چاہیے کیونکہ اس سے چھٹکارا نہیں ہے جو بھی پیدا ہوا

وہ مرنے کیلئے ہی پیدا ہوا ہے، اس لیے ہر جاندار کو موت سے واسطہ پڑے گا۔ کل نفس ذائقة الموت۔ اور موت کو یاد رکھنا اس بات کی علامت ہے کہ یہ بندہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے اسی سہارے بندہ اپنے رب کو یاد کرتا رہتا ہے اور خوف خدا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے کہ اس سے بندہ غفلت سے بچا رہتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بوقت شہادت فرما رہے تھے کہ اگر میرے رب نے مجھے معاف کر دیا تو یہ اس کا فضل ہوگا اور اگر پکڑ لیا تو یہ اس کا عدل ہوگا میں چاہتا ہوں کہ معاملہ برابر برابر ہو جائے کہ چاہے اخروی نعمتیں نہ ملیں مگر میرا اللہ مجھے اپنی ناراضگی سے بچالے۔

ایک بزرگ کی نصیحت:

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے نصیحت کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا: قبر میں نکیرین آئیں تو ان کو بھگا دینا، عرض کیا: حضور! وہ تو مار مار کے میرا حلیہ بگاڑ دیں گے، میں کون ہوتا ہوں ان کو بھگانے والا؟ یہ آپ نے کیسی نصیحت فرمادی ہے؟ آپ نے فرمایا: اگر اس بات کا تجھے یقین ہے تو پھر قبر کے امتحان کی آج سے ہی تیاری شروع کر دے۔

دوسری نصیحت آپ نے یہ فرمائی کہ قیامت کے دن جب اللہ تجھے دوزخ میں جانے کا حکم دے تو اکڑ جانا، عرض کیا: یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ فرمایا: جا پھر اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے کی تیاری کر۔ (شاہ تراب الحق آف کراچی)

مچھلی نے ڈھیل پائی لقمے پہ شاد ہے
صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نگل گئی

بندہ وہ کونسا ہے جو بے قصور ہے
گر بخش دے تو کیا تیری رحمت سے دور ہے

حدیث شریف میں ہے کہ موت کو امیری میں یاد کرنیوالا امیر نہیں رہ سکتا (کیونکہ سب کچھ راہ خدا میں لٹا دے گا) اور غریبی میں یاد کرنے والا غریبی پر مطمئن ہو جاتا ہے (اور صابر و شاکر ہو کر زندگی گزارتا ہے) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: اکثروا ذکرھا زم اللذات الموت۔ لذات دنیا کو توڑنے والی ''موت'' کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔ (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی)

جو روزانہ بیس مرتبہ موت کو یاد کرتا ہے اس کا حشر شہداء کے ساتھ ہوگا۔ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک شخص کا ذکر بڑے اچھے الفاظ میں کیا گیا تو آپ نے پوچھا: کیا وہ موت کو یاد کرتا ہے؟ عرض کیا گیا نہیں یارسول اللہ۔ فرمایا پھر اس میں کونسی اچھائی ہے جو اس کی تعریف کرر ہے ہو۔ (شرح الصدور)

موت کی یاد:

حلیۃ الاولیاء لابی نعیم میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا حضور میں موت کو پسند نہیں کرتا آپ نے فرمایا کیا تیرے پاس دولت ہے؟ عرض کیا: ہے۔ فرمایا: اس کو لٹا دو کیونکہ مومن کا دل اس کے مال کے ساتھ لگا ہوتا ہے مال نہ رہے تو موت کو پسند کرے گا۔ (خلاصۃ)

ترمذی شریف میں ہے قیامت کے دن نیک و بد ہر کوئی پشیمان اور شرمندہ ہوگا، اگر نیک ہے تو اس بات پر کہ کاش نیکی زیادہ کر لیتا اور بدکار ہے تو اس لیے کہ گناہ نہ کرتا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے اپنے وصال باکمال سے تین دن پہلے ارشاد فرمایا:

لا یموتن احدکم الا وھو یحسن الظن باللہ۔

''تم میں سے کسی کو موت آئے تو اللہ کے بارے میں اچھا گمان رکھ کر مرو''۔

(مسلم شریف)

کیونکہ حدیث قدسی میں ہے: انا عند ظن عبدی بی۔ میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوتا ہوں۔ بندہ جس طرح کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں گمان رکھے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اسی طرح کا سلوک فرماتا ہے۔ اور اللہ کے بارے اچھا گمان وہی رکھے گا جس نے زندگی اس کی اطاعت میں گذاری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں نیک گمان رکھنے والے کی قبر نور سے بھر کر تاحد نگاہ وسیع کر دی جاتی ہے۔ (بیہقی)

میں سنیاں سوہنے دے دیس اندر

ڈاڈھیاں اوکھیاں منزلاں بھاریاں نیں
اک کوٹھری ملنی اے رہن بدلے
جھدے نہ کوئی بوہے نہ باریاں نیں
قبر وچ بٹھا کے جد پچھیا سائیاں
راتاں پچھلیاں کنویں گزاریاں نیں
ہاتف غائب تھیں ایہہ آواز آئی
کملی والے دیاں آئیاں اسواریاں نیں
جے اونہاں آکھیا امتی ہے میرا
گلاں مک جان پھر ساریاں نیں
محمد بوٹیا جھوٹا ای جگ سارا
سچیاں سوہنے محمد دیاں یاریاں نیں

بیٹے کی وفات پر محبوب خدا کا حال:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضو علیہ السلام کے ساتھ ابوسیف القین (جن کے گھر حضور علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت ابراہیم مدّت رضاعت پوری کر رہے تھے لیکن دو سال ابھی پورے نہ ہوئے تھے کہ پیام اجل آ گیا۔ آپ نے فرمایا: میرے بیٹے کی مدّت رضاعت جنت میں پوری کرنے کا انتظام کر دیا گیا ہے اور اس بیٹے کے بارے فرمایا: اگر یہ زندہ رہتا تو اللہ کا نبی ہوتا، مگر چونکہ نبوت کا دروازہ آپ پہ بند ہو گیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹے عطا فرما کر کافروں کا منہ بند کر دیا جو آپ کو ابتر کہتے تھے اور بلوغ سے پہلے ہی تمام بیٹوں کو وفات دے دی تا کہ ختم نبوت میں فرق نہ آئے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضور علیہ السلام اپنے صحابہ کرام کی معیت میں ان کے پاس تشریف لے گئے) فاخذ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ابراهیم فقبله وشمّه۔ آپ نے اپنے بیٹے کو اُٹھا کر چوما اور سونگھا۔ ازاں بعد جب موت کا وقت بالکل قریب آ گیا

وابراهيم يجود بنفسه۔ اور ابراہیم کا سانس اُکھڑنے لگا تو پھر ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ گئے۔ فجعلت عينا رسول الله صلى الله عليه وسلم تذر فان۔ حضور علیہ السلام کی آنکھوں سے چھم چھم آنسو بہنے لگے۔ فقال له عبدالرحمٰن بن عوف وانت يا رسول الله۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضور! آپ بھی (انہوں نے سمجھا کہ شاید رونا بھی صبر کے خلاف ہو) فقال: يابن عوف انها رحمة ثم اتبعها باخرى فقال ان العين تدمع والقلب يحزن وانا بفراقك يا ابراهيم لمحزونون۔ آپ نے فرمایا: اے عوف کے بیٹے یہ (رونا) تو رحمت ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر روئے اور اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے فرمایا: آنکھ بہہ رہی ہے۔ دل پریشان ہے، لیکن ہم زبان سے وہی کہیں گے جس میں ہمارے رب کی رضا ہے اور اے ابراہیم! ہم تیری جدائی کے صدمے سے بہت پریشان اور غمزدہ ہیں۔ (مشکوٰۃ صفحہ 150)

حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی فرماتے ہیں:

دنیا تے لکھ سنگتاں ہویاں آخر وتھاں پیاں
جنہاں تو باجھ اک پل نہیں سی رہندے او شکلاں وی بھل گیا
تو بیلی تے سب جگ بیلی ان بیلی وی بیلی
سجناں باجھ محمد بخشا، سنجی پئی اے حویلی
جیون جیون جھوٹا لارا موت کھلی سر اُتے
لکھ کروڑ تیرے تھیں سوہنے خاک اندر رَل سُتے
سدا نہ باغی بلبل بولے سدا نہ باغ بہاراں
سدا نہ ماپے، حُسن، جوانی، سدا نہ صحبت یاراں
بن آئی جند نکلے ناہیں کوئی جہان نہ جھلدا
ڈاڈھے دے ہتھ ڈور محمد وَس نہیں کجھ چلدا

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے وہ صاحبزادے ہیں جو ایام رضاعت میں فوت ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مدت رضاعت کو پورا کرنے کیلئے جنت

میں دایہ کا انتظام فرمادیا ہے۔

؎ وہ آئے بھی اور گئے بھی لیکن نظر میں اب تک سما رہے ہیں
یہ چل رہے ہیں وہ پھر رہے ہیں یہ آ رہے ہیں وہ جا رہے ہیں

نواسے کی وفات پر:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت اقدس وانور میں پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا قریب المرگ ہے آپ تشریف لائیں (ایسے موقع پر بچیوں کو والدین بہت یاد آتے ہیں گویا ان کی آمد سے ایک سہارا مل جاتا ہے) حضور علیہ السلام نے سلام بھیجا اور فرمایا: **ان للّٰہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل عندہ باجل مسمی فلتصبر ولتحتسب۔** جو لیا وہ بھی اللہ کا ہے جو دیا وہ بھی اسی کا ہر کام کا وقت مقرر ہے صبر کر اور ثواب کی امید رکھ۔ حضرت زینب نے دوبارہ پیغام بھیجا کہ ضرور تشریف لائیں چنانچہ حضور علیہ السلام حضرت سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اپنی بیٹی کے ہاں تشریف لے گئے۔ **فرفع الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ونفسہ تتقعقع (تضرب)**۔ بچہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا جبکہ اس کا سانس اکھڑ رہا تھا **ففاضت عیناہ**۔ حضور علیہ السلام کی آنکھیں آنسوؤں سے برسنے لگیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: **یا رسول اللّٰہ ما ھذا؟** یہ کیا ہے۔ **فقال ھذہ رحمۃ جعلھا اللّٰہ فی قلوب عبادہ۔** فرمایا یہ رحمت ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دی ہے۔ **فانما یرحم اللّٰہ من عبادہ الرحماء۔** اللہ تعالیٰ اپنے انہی بندوں پر رحم فرماتا ہے جو رحیم ہوتے ہیں۔

(متفق علیہ۔ مشکوٰۃ صفحہ 150)

؎ گذر تو جائے گی تیرے بغیر بھی لیکن
بہت اداس بہت بے قرار گذرے گی

اپنے صحابی کی حالت دیکھ کر:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی

عیادت کوتشریف لے گئے۔ جبکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بھی تھے شدت مرض کی وجہ سے حضرت سعد کو غشی کے دورے پڑ رہے تھے۔ آپ نے پوچھا: قد قضی؟ کیا فوت ہو گئے ہیں؟ قالوا لا یا رسول اللہ۔ عرض کیا: نہیں اے اللہ کے رسول۔ فبکی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما رای القوم بکاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکوا فقال الا تسمعون ان اللہ لا یعذب بدمع العین ولا بحزن القلب ولکن یعذب بھذا واشار الی لسانه وان المیت لیعذب ببکاء اھله۔ حضور علیہ السلام رونے لگے اور آپ کو دیکھ کر تمام گھر والے اور صحابہ کرام بھی رونے لگے۔

جہڑی لذت رووݨ اندر وچ بیان نہ آوے
رونا دل دی میل اتارے نالے من دے روگ گواوے
رونا قرب الٰہی بخشے نالے رُٹھڑے یار مناوے
بندہ رووݨ دھوݨ والا سِدّھا جنت جاوے

پس آپ نے فرمایا: سن لو، آنکھ کے آنسو یا دل کے غم سے عذاب نہیں ہوتا بلکہ عذاب تو اس سے یعنی زبان سے (بے صبری کے کلمات ادا کرنے سے) ہوتا ہے اور میت کو گھر والوں کے رونے (جزع فزع اور ماتم و بے صبری کی وجہ) سے ہوتا ہے۔ (متفق علیہ صفحہ 150)

جب گھر سے تو گیا ہے محسوس یہ ہوا ہے
دنیا سے مٹ گئے ہیں آثارِ زندگی

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہماری طرح صرف رشتہ داروں کی تیمارداری اور خوشی غمی میں ہی شامل نہ ہوتے بلکہ اپنے تمام غلاموں کی خبر گیری رکھتے۔ زہے نصیب جس کی بیمار پرسی کیلئے حضور تشریف لے آئیں۔

برسرِ بالین من برخیز اے ناداں طبیب
درد مند عشق را دارو بجز دیدار نیست

حدیث کے آخری جملے کہ "میت کو گھر والوں کے رونے کی وجہ سے قبر میں عذاب ہوتا

ہے" کے بارے میں کسی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ایسے ایسے کہتے ہیں۔ فرمایا: اللہ ان کو معاف کرے میں یہ نہیں کہتی کہ انہوں نے حضور علیہ السلام پہ جھوٹ باندھا ہے۔ ولکنه نسی او خطا ہوسکتا ہے وہ بھول گئے ہوں یا ان سے (بیان کرنے میں) خطا ہوگئی ہو اصل بات یہ ہے کہ حضور علیہ السلام ایک یہودیہ عورت کی قبر کے پاس سے گذرے جس پر رویا جا رہا تھا تو اس وقت آپ نے فرمایا: انهم يبكون عليها وانها لتعذب فی قبرها۔ یہ اس پر رو رہے ہیں اور اس کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے (کیونکہ یہودیہ ہے)

ایک حدیث میں ہے: لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاهلية۔ اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں جو (صدمہ کے وقت) رخسار پیٹے، گریبان پھاڑے اور جہالت کے الفاظ زبان سے ادا کرے۔ (مشکوۃ صفحہ 151)

ایک عورت جس کے خاوند پہ موت کی غشی طاری ہوئی اور وہ سمجھی کہ فوت ہوگیا ہے تصیح برنة ثم افاق فقال الم تعلمی ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال انا بری ممن حلق وصلق وخرق۔ چیخیں مار مار کر رونے لگی خاوند کو ہوش آئی تو خاوند نے کہا کیا تو جانتی نہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے کہ میں اس سے بری ہوں۔ (جو صدمے میں سر منڈائے، لپٹ لپٹ کر چیخیں مار مار کر روئے اور کپڑے پھاڑے)۔ (مشکوۃ صفحہ 150)

آپ نے فرمایا: چار چیزیں زمانہ جاہلیت سے تعلق رکھتی ہیں۔ میں جانتا ہوں تم ہرگز ان کو نہ چھوڑو گے (حالانکہ گناہ کے کام ہیں)

الفخر فی الاحساب والطعن فی الانساب واستسقاء بالنجوم والنیاحة۔ (مشکوۃ صفحہ 150)

"اپنے حسب ونسب پہ فخر کرنا، دوسرے کے نسب میں طعن کرنا، ستاروں کے بارے عقیدہ رکھنا کہ ان کی وجہ سے بارش (وغیرہ) ہوتی ہے اور نوحہ کرنا"۔

آپ نے فرمایا: نوحہ کرنیوالی اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے گی تو اس کو قیامت کے

روز تارکول کی قمیض (درع من جوب) پہنائی جائے گی۔ (ایضا)

کسی کی موت پر سیاہ لباس پہننا:

اسی طرح چند امور اور بھی ایسے موقع پہ منع ہیں جن کا ذکر کتب شیعہ کے اندر بھی موجود ہے مثلاً مقبول ترجمہ (سید مقبول دہلوی شیعہ مجتہد، جو اپنے دور کے دس مجتہدین سے اس ترجمہ کی تصدیق کروا چکے ہیں جیسا کہ اس ترجمہ کے آغاز میں اس کی تصریح موجود ہے)

سورۂ ممتحنہ آخری سے پہلی آیت (یا ایھا النبی اذا جاء ك المؤمنت......) کے حاشیہ پہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ام حکیم بنت ہشام کو فرمایا...... رخسار نہ پیٹو، کپڑے کالے نہ رنگو۔ اسی طرح تفسیر قمی میں بھی ہے۔

انہی حضرات کی بخاری شریف (الکافی) کے صفحہ 403 پہ ہے:

عن ابی عبداللہ علیہ السلام (امام جعفر صادق) قال قلت له اصلی فی القلنسوة السوداء فقال لا تصل فیھا فانھا لباس اھل النار۔

''حضرت امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا گیا کہ کیا سیاہ عمامہ پہن کر نماز پڑھ لیا کروں؟ فرمایا: ہرگز نہیں یہ (سیاہ لباس) تو دوزخیوں کا لباس ہے''۔

من لا یحضره الفقیه صفحہ 163 پہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ایک فرمان نقل کیا گیا:

لا تلبسوا السوداء فانه لباس فرعون۔ سیاہ لباس نہ پہنو بیشک یہ فرعون کا لباس ہے۔

اگر سوال کیا جائے کہ پھر حضور علیہ السلام کی چادر مبارک (کالی کملی) کیوں تھی؟ اس کا جواب انہی حضرات کو دینا چاہیے، لیکن ان کی تو سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ ''آواز آئی'' ان کو تحقیق سے کیا غرض۔ جنہوں نے سارا سال باراتیں مانگنی ہوں اور محرم میں مجلسیں پڑھنی ہوں، اگر تضاد ہے تو انہی کے کھاتے میں ہے بہر حال انہی کی کتاب تہذیب الاحکام صفحہ 213 پہ ہے:

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال یکره السوداء الافی ثلاثة الخف والعمامة والکساء۔

''امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سیاہ رنگ مکروہ ہے مگر موزہ، عمامہ اور چادر

(مکروہ نہیں)"۔

سچ بات پہ کٹتی ہے تو کٹ جائے زباں میری
اظہار تو کر جائے گا جو ٹپکے گا لہو میرا

(سید یعقوب شاہ صاحب آف پھالیہ بتصرف)

صدمے میں صبر کرنے کا ثواب:

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يقول الله ما لعبدى المؤمن عندى جزاء اذا قبضت صفيه من اهل الدنيا ثم احتسبه الا الجنة۔ (بخاری، مشکوٰۃ صفحہ 151)

جب میں اپنے بندے کی پیاری چیز لے لیتا ہوں اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو میرے ہاں اس کی جزاء جنت سے کم نہیں ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

اذا مات ولد العبد قال الله تعالىٰ لملائكته قبضتم ولد عبدى فيقولون نعم فيقول قبضتم ثمرة فواده فيقولون نعم فيقول ماذا قال عبدى فيقولون حمدك واسترجع فيقول الله ابنوا لعبدى بيتا فى الجنة وسموه بيت الحمد۔ (ایضاً)

"جب کسی کا بیٹا فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: تم نے میرے بندے کا بیٹا لے لیا؟ وہ کہتے ہیں: ہاں اے اللہ۔ اللہ فرماتا ہے: تم نے اس کے جگر کا ٹکڑا (دل کا پھل) لے لیا؟ وہ کہتے ہیں: ہاں اے اللہ۔ اللہ فرماتا ہے: اس پر میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے کہتے ہیں تیرے بندے نے تیری حمد کی اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کیلئے (انہی ہاتھوں سے جن سے تم نے اس کے بیٹے کی روح نکالی) جنت میں گھر بناؤ اور اس کا نام 'بیت الحمد' رکھو"۔

سبحان اللہ! ایک بیٹے کی موت پر صبر کرنے پر اللہ کی طرف سے اتنا بڑا اجر ایسے بیٹے

کے بارے میں کیوں نہ کہا جائے۔

؎ گھٹائیں ابر رحمت کی تیری تربت پہ چھا جائیں
سدا حوریں فرشتے تجھ پہ پھول برسائیں

پریشان حال کو تسلی دینا:

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

من عزّٰی ثکلٰی کسی بردا فی الجنۃ۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

''جو کسی صدمہ زدہ کو حوصلہ اور تسلی دے اس کو جنت کا حُلّہ پہنایا جائیگا''۔

حدیث قدسی میں ہے، اللہ فرماتا ہے: اے ابن آدم!

ان صبرت واحتسبت عند الصدمۃ الاولی لم ارض لك ثوابا دون الجنۃ۔ (ابن ماجہ، مشکوٰۃ 153)

''اگر تو شروع صدمہ میں صبر سے کام لے اور ثواب کی نیت کر لے تو میں تیرے لیے جنت سے کم ثواب پر راضی نہ ہوں گا''۔

(شروع صدمے کا اس لیے فرمایا کہ آخر کار تو تھک ہار کر صبر آ ہی جاتا ہے۔)

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ ان السقط لیجر امہ بسررہ الی الجنۃ اذا احتسبتہ۔ (رواہ احمد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

''مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جو بچہ پورے دنوں کا نہ ہو اور حمل ساقط ہو جائے ماں نے اگر اس پر صبر کیا تو وہ بچہ اپنی ماں کو اپنی ناف (کے ناڑو) سے گھسیٹ کر جنت میں لے جائے گا''۔

ایک حدیث میں ہے:

ان السقط لیرا غم ربہ اذا دخل ابویہ النار فیقال ایھا السقط المراغم ربہ ادخل ابویك الجنۃ فیجرھما بسررہ حتی یدخلھما الجنۃ۔

یعنی کچا بچہ اپنے رب سے جھگڑا کر کے اپنے والدین کو ناڑو سے باندھ کر جنت میں کھینچ لے جائے گا۔

جب نامکمل بچے کی حالت شفاعت یہ ہے تو امام الانبیاء کی شان شفاعت کا حال کیا ہوگا۔ اس پر آخر میں ایک حدیث کا خلاصہ پڑھیے۔

ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس شخص کے دو بچے نابالغی کی حالت میں فوت ہو جائیں (اور والدین صبر کریں) تو قیامت کے دن ان کی سفارش سے والدین کو بخش دیا جائے گا۔ عرض کیا گیا اگر کسی کے دو بچے نابالغی کی حالت میں فوت نہیں ہوئے بلکہ ایک ہوا ہے تو؟ فرمایا وہ ایک دونوں (والدین) کو جنت میں لے جائے گا۔ عرض کیا:

فمن لم یکن له فرط من امتك قال فانا فرط امتی لن یصابوا بمثلی۔ (ترمذی، مشکوۃ صفحہ 151)

جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ جس کا کوئی نہ ہوگا اس کا میں جو ہوں۔

جے اجے وی نہ منّیں تے بڑا بدنصیب ایں
ہزاراں رنگاں وچ رنگیندا محمد
(صلی اللہ علیہ وسلم)

موت کے بارے میں چند واقعات:

آدمی کا جسم کیا ہے جس پہ شیدا ہے جہاں
ایک مٹی کی عمارت ایک مٹی کا نشاں
خون کا گارا بنایا اینٹ جس میں ہڈیاں
چند سانسوں پر کھڑا ہے یہ خیالی آسماں
موت کی پرزور آندھی جس وقت ٹکرائے گی
یہ عمارت ٹوٹ کر پھر خاک میں مل جائے گی

قابلِ رشک موت:

حضرت شیخ محمد بن حسین بغدادی مشائخِ عظام میں سے ہوئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ جب میں حج کرنے کیلئے گیا تو ایک روز اتفاق سے میں مکہ کے ایک بازار سے گزر رہا تھا۔ وہاں میں نے دیکھا ایک بوڑھا ایک نوجوان کنیز کو فروخت کرنے کی غرض سے کھڑا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اس کنیز کو کوئی بیس دینار کے بدلے میں لینے والا ہے؟ لیکن میں اس کے عیبوں سے بری الذمہ ہوں گا؟ شیخ محمد اس کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ اس کنیز کی قیمت تو معلوم ہوگئی مگر یہ بتادیں کہ اس میں عیب کیا ہے؟ وہ کہنے لگا یہ لڑکی پاگل ہے، ہر وقت غمزدہ رہتی ہے۔ رات بھر نوافل پڑھتی رہتی ہے دن بھر روزہ رکھتی ہے نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے، تنہائی پسند ہے۔ جب شیخ محمد نے اس کی باتیں سُنیں تو وہ کنیز انہیں پسند آ گئی اور انہوں نے اسے خرید لیا اور اپنے مکان پر لے گئے۔ شیخ نے جب دیکھا کہ وہ زمین کی طرف سر جھکائے بیٹھی ہے۔ پھر اس نے سر اٹھایا اور کہنے لگی کہ میرے چھوٹے آقا! آپ کا وطن کہاں ہے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ میں نے کہا: عراق ہے۔ کہنے لگی کونسا عراق، بصرہ یا کوفہ؟ میں نے کہا دونوں نہیں۔ کہنے لگی: تو کیا آپ بغداد کے رہنے والے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں! کہنے لگی: واہ واہ، وہ تو عابدوں کا شہر ہے، زاہدوں کا شہر ہے۔ مجھے تعجب ہوا کہ یہ باندی ایک کوٹھری سے دوسری کوٹھری میں جانے والی اس کو عابدوں زاہدوں کی کیا خبر؟

میں نے اس سے دل لگی کے طور پر پوچھا کہ تو ان میں سے کن کن عابدوں کو جانتی ہے کہنے لگی: مالک بن دینار کو، بشر حافی کو، صالح مری کو، ابو حاتم سجستانی کو، معروف کرخی کو، محمد بن حسین بغدادی کو، رابعہ عدویہ کو، شعوانہ کو، میمونہ کو۔ (رحمہم اللہ علیہم اجمعین)

میں نے اس سے پوچھا کہ تجھے ان سب کا حال کس طرح معلوم ہوا؟ کہنے لگی: اے جوان میں ان کو کیسے نہ جانوں، خدا کی قسم! یہ لوگ دلوں کے طبیب ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو عاشق کو معشوق کا راستہ بتاتے ہیں۔ پھر اس نے چار شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

"یہ وہ لوگ ہیں جن کے افکار اللہ کے ساتھ وابستہ ہوگئے ہیں پس ان کیلئے کوئی فکر ہی کسی اور کا نہیں رہا۔ ان لوگوں کا مقصد صرف ان کا مولا اور سردار

ہے۔ کیا ہی بہترین مقصد ہے جو صرف ایک بے نیاز ذات کے واسطے ہے نہ تو دنیا ان سے الجھتی ہے اور نہ کھانوں کی عمدگی، نہ دنیا کی لذتیں، نہ اولاد، نہ ان سے اچھا لباس جھگڑتا ہے، نہ مال کی روز افزوں زیادتی، نہ تعداد کی کثرت"۔

اس کے بعد میں نے کہا: اے لڑکی میں محمد بن حسین ہی ہوں۔ کہنے لگی کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ تم سے میری کہیں ملاقات ہو جائے۔ تمہاری وہ دلکش آواز کیا ہوئی جس سے تم مریدین کے دلوں کو زندہ کیا کرتے تھے اور سننے والوں کی آنکھیں اس سے بھر جایا کرتی تھیں؟ میں نے کہا: بحالہ موجود ہے۔ کہنے لگی: خدا کی قسم! مجھے قرآن پاک کچھ سنا دو۔ میں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی۔ تو اس نے بہت زور سے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوگئی۔ میں نے اس پر پانی چھڑکا جس سے اس کو افاقہ ہوا۔ تو کہنے لگی: جس کے نام کا یہ اثر ہے اگر میں اس کا عرفان پاؤں جنت میں اس کا دیدار کروں تو اس وقت میرا کیا حال ہوگا۔ اے اللہ کے بندے! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، کچھ اور پڑھیئے، شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے پھر تلاوت شروع کی اور یہ آیت پڑھی:

ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلھم کالذین امنوا وعملوا الصٰلحٰت سوآء محیاھم ومماتھم سآء ما یحکمون۔

(جاثیہ:21)

"کیا گمان کر لیا ان لوگوں نے جنھوں نے گناہ کیے کہ ہم انہیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے کہ ان سب کی زندگی اور موت برابر ہو جائے۔ وہ کیا ہی بُرا فیصلہ کرتے ہیں"۔

یہ سن کر وہ کہنے لگی کہ اللہ کا شکر ہے کہ ہم نے نہ کسی بُت کی پرستش کی نہ ہی کسی اور کو معبود قبول کیا۔ اور پڑھیے اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ نے پھر تلاوت شروع کی۔

انا اعتدنا للظٰلمین نارا احاط بھم سرادقھا وان یستغیثوا یغاثوا بمآءٍ کالمھل یشوی الوجوہ بئس الشراب وسآءت مرتفقاً۔ (کہف:29)

"ہم نے ظالموں کیلئے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کے شعلوں کی چہار

دیواری انہیں گھیر لے گی اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی اس پانی سے ہوگی جو پگھلائے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا ان کے منہ بھون دے گا۔ کیا ہی بُرا اپینا ہے اور دوزخ کیا ہی بُری آرام گاہ ہے"۔

ان آیات پر اس کنیز نے کہا کہ اے ابوعبداللہ! آپ نے اپنے کو یاس (ناامیدی) کا پابند کرلیا ہے امید و بیم کے درمیان رکھئے اور کچھ پڑھئے۔ رَحِمکم اللّٰہ! شیخ محمد نے پڑھا:

وجوہ یومئذ مسفرۃ ضاحکۃ مستبشرۃ۔ (عبس: 39-38)

"بہت سے چہرے اس دن چمکتے ہوں گے مسکراتے ہوئے ہشاش بشاش"۔

وجوہ یّومئذ ناضرۃ الٰی ربھا ناظرۃ۔ (قیامہ: 23-22)

"کتنے منہ اس دن تروتازہ اپنے رب کے دیدار میں مصروف ہوں گے"۔

اس پر وہ کہنے لگی کہ ہائے جس روز وہ اپنے دوستوں کیلئے ظاہر ہوگا۔ مجھے اس کے ملنے کا کس قدر شوق ہوگا۔ اور پڑھئے خدا آپ پر رحم کرے۔ شیخ محمد نے پڑھا:

یطوف علیھم ولدانٌ مخلدونo باکواب واباریق وکأس من معینo لا یصدعون عنھا ولا ینزفونo وفاکھۃ مما یتخیرونo ولحم طیر مما یشتھونo وحور عین کامثال اللولو المکنونo جزآء بما کانوا یعملونo (واقعہ: 24-17)

"(خدمت کیلئے) آتے جاتے رہیں گے ان کے پاس ہمیشہ رہنے والے بہشتی گلاس لیے ہوئے لڑکے، اور آفتابے اور چشمے سے بہتی ہوئی شراب کے لبریز جام لے کر۔ جس سے نہ انہیں دردسر ہوگا نہ ان کی عقل میں فتور آئے اور ان کیلئے پسندیدہ ولذیذ پھل اور پرندوں کا گوشت جو وہ چاہیں گے اور گوری کشادہ چشم بیویاں جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی۔ یہ ان کاموں کی جزا ہے جو وہ کرتے تھے"۔

پھر اس لڑکی نے کہا اے ابوعبداللہ! میرا خیال ہے کہ آپ نے حور کو پیغام تو دیا ہے مگر کیا مہر کیلئے کچھ خرچ بھی کیا ہے؟

میں نے پوچھا کہ مجھے بتادے ان کا مہر کیا ہوگا میں تو فقیر آدمی ہوں۔ کہنے لگی رات کو تہجد پڑھنا۔ دن کو روزہ رکھنا اور فقراء و مساکین سے محبت رکھنا۔ اس کے بعد اس باندی نے چھ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

''اے وہ شخص جو حوروں سے ان کے پردہ میں منگنی کرتا ہے، اور ان کے عالی مرتبہ کے باوجود ان کا طالب ہے۔ کوشش کے ساتھ کھڑا ہو جا۔ سستی ہرگز نہ کر۔ اس کو صبر کا عادی بنا، رات کو تہجد پڑھا کر، دن کو روزہ رکھا کر، یہ ان کا مہر ہے اگر تیری دونوں آنکھیں ان کو اس حال میں دیکھ لیں جب کہ وہ تیری طرف متوجہ ہو رہی ہوں اور ان کے سینوں پر اناروں کی طرح اُبھار اُبھرے ہوں اور وہ اپنی ہم عمر سہیلیوں کے ساتھ ٹہل رہی ہوں اور ان کے گلوں میں چمکتے ہوئے ہار ہوں تو اس وقت تمہاری نگاہوں میں یہ دنیا کی تمام خوش نمائی بے حقیقت ہو جائے گی''۔

یہ اشعار پڑھ کر وہ بے ہوش ہوگئی۔ حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کے چہرے پر دوبارہ پانی چھڑکا تو اسے کسی قدر افاقہ ہوگیا تو پھر اس نے کہا:

''اے اللہ! مجھے عذاب سے بچالینا۔ بیشک میں اپنی کم عملیوں کی کوتاہیوں کو تسلیم کرتا ہوں۔ اے اللہ! تو نے میری بے شمار خطاؤں کو معاف فرمایا ہے تو بڑے فضل والا ہے۔ احسان والا ہے۔ لوگ مجھے اچھا خیال کرتے ہیں لیکن اگر تو میری خطاؤں کو معاف نہ فرمائے تو میں کچھ بھی نہیں۔ میرے لیے کوئی تدبیر نہیں اس کے سوا کہ تیری بخشش کی امید ہے اور تیرے ساتھ مجھے حُسنِ ظن ہے۔ (کہ تُو ضرور کرم کرے گا)''۔

یہ اشعار پڑھ کر اس باندی کو پھر غشی ہوگئی۔ میں جو اس کے قریب پہنچا تو مر چکی تھی۔ مجھے اس کے انتقال کا بیحد صدمہ ہوا۔ میں اٹھ کر بازار گیا کہ اس کی تجہیز و تکفین کا سامان خرید کر لاؤں۔ جب میں بازار سے لوٹا تو وہ کفنی کفنائی خوشبو لگی ہوئی معطر نعش رکھی ہوئی تھی دو سبز کپڑوں میں اس کا کفن تھا جو جنت کا لباس تھا کفن میں دو سطریں نُور سے لکھی ہوئی تھیں۔ پہلی سطر میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا تھا اور دوسری پر یہ آیت:

اَلا اِنَّ اولیآءَ اللّٰہ لا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون٥

''خبردار رہو کہ اللہ کے ولیوں کو نہ تو خوف ہوتا ہے نہ وہ غمگین ہوتے ہیں''۔

میں اور میرے ساتھی اس کے جنازہ کو اٹھا کر لے گئے۔ جنازہ کی نماز پڑھ کر دفنا دیا، اور اس کی قبر پر سورۂ یٰسین شریف پڑھ کر اپنے حجرہ میں چلا آیا۔ میری آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ دل اس کے فراق سے غمگین تھا۔ واپس آکر میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور سو رہا۔ خواب میں دیکھا کہ وہ لڑکی جنت میں پھر رہی ہے۔ نہایت مہکتے ہوئے زعفران کے باغیچہ میں ہے۔ ریشم اور استبرق کے جوڑے پہنے ہوئے ہے۔ اس کے سر پر موتیوں سے جُڑا ہوا تاج ہے اور پاؤں میں سرخ یاقوت کے جُوتے ہیں۔ مُشک وعنبر کی خوشبو اس سے مہک رہی ہے اس کا چہرہ شمس وقمر سے زیادہ روشن ہے۔ میں نے کہا: اے لڑکی! ذرا ٹھہر تو۔ یہ تو بتا دے کہ یہ مرتبہ کس عمل کی بدولت تجھے ملا۔ کہنے لگی کہ فقراء اور مساکین کی محبت سے اور استغفار کی کثرت سے اور مسلمانوں کے راستے میں سے تکلیف دینے والی چیزوں کو ہٹا دینے سے۔ پھر اس نے تین اشعار پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے:

''مبارک ہے وہ شخص جس کی آنکھیں راتوں کو جاگتی ہوں اور اپنے مالک کے عشق کی بے چینی میں رات گزار دے اور کسی دن اپنی کوتاہیوں پر نوحہ کرلیا کرے اور اپنی خطاؤں پر رو لیا کرے اور شب کو اکیلا کھڑا ہو۔ اللہ کے عذاب کے خوف سے اختر شاری کرتا ہو، اس حال کی حق تعالیٰ شانہٗ کی نگاہ حفاظت کر رہی ہو''۔ (روض الریاحین)

نظر بعالم پاکیزگی پڑے ان پر
مسافران لحد اسی لیے نہا کر چلے

(شاہ نصیر)

ایک درویش کی موت:

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ چند بزرگ ''ایلہ'' کے ساحل سے گزر رہے تھے۔ آبادی کے کنارے ایک فوجی کا مکان تھا۔ فوجی نشاط وطرب میں کھویا ہوا تھا اس کی مغنیہ کنیز خوش

آوازی سے عشقیہ اشعار بربط کے سُروں سے ملا کر گا رہی تھی:

فی سبیل اللّٰہ ود   کانَ مِنی لك یبذل
کل یوم تتلون   غیر ھذا بك اجمل

''خدا کی راہ میں میری جانب سے محبت کا ایک تحفہ تیرے لیے ہے مگر روزانہ تیرا معاملہ بدلتا رہتا ہے جبکہ بہتر کچھ اور تھا''۔

مکان کے باہر دیوار کے سائے تلے ایک کمبل پوش فقیر لیٹا ہوا تھا۔ یہ اشعار سُن کر اس نے چیخ ماری اور آواز دی: ''پھر یہی گاؤ۔ بخدا اے باندی! میرے پروردگار کے ساتھ میرا بالکل یہی معاملہ ہے''۔ باندی کے مالک نے اسے حکم دیا۔ عود و بربط چھوڑ، صرف شعر سُنا۔ یہ فقیر صوفی معلوم ہوتا ہے۔ باندی انہی دو شعروں کو متواتر دہراتی رہی۔ حتیٰ کہ فقیر پر حال طاری ہوا۔ اسی کیفیت میں عشقِ الٰہی کے غلبے کی وجہ سے اس کے منہ سے ایک بلند آواز نکلی اور وہ بے خود ہو کر زمین پر گر پڑا۔ لوگوں نے سنبھالا دیا مگر وہ جان بحق ہو چکا تھا۔

تمہیں تو دیکھنے سے کردیا محروم قسمت نے
اب اس کو دیکھنے جاتا ہوں جس کو تو نے دیکھا ہے

(سُوری صاحب)

گزرگاہ سے جاتے ہوئے بزرگ وہیں رُک گئے۔ فوجی نے فقیر کی لاش اپنے مکان میں اٹھوالی۔ اور اپنے گھر کے تمام سامانِ لہو ولعب توڑ توڑ کر باہر پھینکنے لگا۔ رات زیادہ ہوگئی تھی۔ شہر ابلہ میں داخل ہو کر ان بزرگوں نے قیام کیا اور لوگوں کو اس واقعہ کی خبر دی۔ صبح کے وقت مسافر بزرگوں نے پھر فوجی کے مکان کی جانب رخ کیا۔ وہاں دیکھا کہ ہر طرف سے جوق در جوق لوگ جنازے میں شریک ہونے کیلئے چلے آرہے ہیں۔ جیسے کسی نے نہایت اہتمام سے منادی کرائی ہو۔ بصرہ کے عمائدین اور شرفاء بھی شریک جنازہ ہوئے۔ قاضی شہر نے نماز پڑھائی۔ فوجی کو لوگوں نے دیکھا کہ جنازہ کے پیچھے برہنہ سر چل رہا تھا۔ نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین کے بعد فوجی نے سب کو گواہ بنا کر اپنی سب باندیوں اور غلاموں کو خدا کی راہ میں آزاد کر دیا اور تمام مال و اسباب، جائداد اور چار ہزار دینار خیرات کر ڈالے۔ اس کی یہ

حالت دیکھ کر لوگ زار وقطار روتے تھے۔ بس ایک تہبند، ایک چادر، جسم پر ڈالے اس نے فقر کی راہ اختیار کر لی۔ (روض الریاحین)

؎ مظہر ہزار جان فدا ایسی موت پر
سنتے ہیں مر کے ہوگی زیارت حضور کی
(صلی اللہ علیہ وسلم)

موت سے غافل نہ ہوا ے بے خبر:

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ کسی ملک کا بادشاہ بڑا عابد تھا۔ دن رات اللہ کی عبادت میں مصروف رہتا تھا۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس کی طبیعت میں دنیوی عیش وعشرت کا میلان بھڑک اٹھا اور وہ دنیا کے شوق میں مبتلا ہو گیا۔ ایک عالیشان محل تعمیر کرایا اس میں قیمتی فرش بچھوائے اور اسے ہر طرح آراستہ وپیراستہ کر کے دعوت کا اہتمام کیا۔ جو بھی وہاں آتا انواع واقسام کے کھانے کھاتا اور محل کی خوبصورتی، نوادرات وعجائبات دیکھتا اور تعریف کرتا ہوا جاتا۔ یہ سلسلہ کئی روز تک چلتا رہا۔

بادشاہ نے ایک روز اپنے مصاحبین سے کہا کہ اس مکان کی خوبصورتی تم لوگوں نے دیکھ لی۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسے ہی مکانات اپنے لڑکوں کیلئے تعمیر کراؤں۔ تم لوگ مجھے اس بارے میں مشورہ دو۔ ایک روز سب اسی کی باتیں کر رہے تھے کہ مکان کے ایک خالی گوشے سے کسی نے موت کی یاد دلانے والے اشعار پڑھے۔ جن میں سے ایک یہ ہے۔

یآیہا البانی الناسی منیتہ لا تامنن فان الموت مکتوب

''اے موت کو بھول کر مکان کی تعمیر کرنیوالے بے خوف نہ ہو کیونکہ موت تو قسمت میں لکھی ہوئی ہے''۔

یہ سن کر بادشاہ اور حاضرین پر خوف طاری ہو گیا۔ بادشاہ نے پوچھا کیا تم لوگوں نے بھی کچھ سُنا؟ سب نے کہا: ہاں! ہم نے بھی سُنا۔ بادشاہ نے کہا: اس آواز نے میرے دل کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ لگتا ہے یہ موت کی آہٹ ہے۔ مصاحبین نے تسلی دی مگر بادشاہ کی

کیفیت بدل چکی تھی۔ اس نے شراب گرادی۔ مزامیر تڑوا دیے اور فوراً صدق دل سے توبہ کی اور "الموت! الموت!" اس کی زبان پر جاری تھا۔ اسی حالت میں اس کی روح نکل گئی۔

اس واقعہ سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ موت یکدم آجاتی ہے اس لیے موت کے آنے سے پہلے ہی انسان کو راہِ راست اختیار کر لینا چاہیے کیونکہ اسی میں انسان کی بھلائی ہے۔

(روض الریاحین)

ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہیں گے
تہہ خاک ہم تو اکیلے رہیں گے

صاحب کشف امام کی موت کا واقعہ:

ایک مرتبہ حضرت شیخ عبدالعزیز دیرینی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے مریدین نے جنگل میں ایک قبر پر حاضری کے دوران کافی دیر تک روتے ہوئے دیکھا تو متعجب ہوئے اور سبب دریافت کیا تو انہوں نے بیان کیا کہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک شہر میں مجھے ایک شخص سے کچھ کام تھا جس کیلئے میں سفر کر رہا تھا۔ راستے میں ایک جگہ مغرب کی نماز کیلئے مسجد میں گیا۔ وہاں ایک فقیر نماز پڑھا رہے تھے میں بھی جماعت میں شامل ہو گیا۔ قرأت میں ان سے کچھ غلطی ہوئی جسے سن کر میں نماز ہی میں سوچنے لگا کہ جس کام کیلئے جا رہا ہوں اس سے رک جاؤں اور انہیں کچھ قرأت کی تعلیم دے دوں۔ یا پہلے جا کر اپنا کام کرلوں۔ حتیٰ کہ میں اسی کشمکش میں رہا اور نماز ختم ہو گئی۔ آخر سلام پھیرنے کے بعد امامت کرنیوالے درویش مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: شیخ عبدالعزیز! آپ اپنے کام کیلئے تشریف لے جائیں۔ میری قرأت کی یہ غلطی ضرر رساں نہیں ہے اور آپ جس کے پاس جا رہے ہیں وہ شخص پابہ رکاب ہے۔ مجھے تعلیم دینے کی فکر نہ کریں۔

فقیر کی یہ باتیں سن کر میں ان کے کشف پر حیران رہ گیا اور ان کے کہنے کے بموجب اپنے کام کیلئے جلد چلا گیا۔ وہاں پہنچا تو واقعی وہ شخص سفر کیلئے سواری پر بیٹھ چکا تھا۔ مجھے دیکھ کر ٹھہر گیا اور میرا کام کر دیا۔ اگر میں مزید تھوڑی دیر کرتا تو مقصود فوت ہو جاتا۔ اس بات نے مجھے مزید حیرت میں ڈالا اور اس درویش کی محبت میرے قلب میں مزید بڑھ گئی۔ میں نے ارادہ کیا کہ حاضر ہو کر ان کی خدمت کروں۔ اور کچھ برکت حاصل کروں۔ میں نے چند روز ہی ان کی

خدمت کا شرف پایا تھا کہ وہ واصل بحق ہوئے اور یہ قبر انہی مردود درویش کی ہے۔ رضی اللہ عنہ و نفعنا بہ۔ (روض الریاحین)

روح نہ کیوں ہو مضطرب موت کے انتظار میں
سنتا ہوں مجھ کو دیکھنے آئیں گے وہ مزار میں

تین قبروں پر عبرتناک اشعار:

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میرا ایک گاؤں سے گذر ہوا وہاں میں نے ایک ہی طرح کی تین قبریں برابر برابر بنی ہوئی دیکھیں۔ ان پر اشعار لکھے ہوئے تھے۔ پہلی قبر پر لکھا تھا۔

وکیف یلذ العیش من ھو عالم بان اللہ الخلق لابد سآئله
فیاخذ منه ظلمه لعبادہٖ ویجزیه بالخیر الذی ھو فاعله

"وہ شخص زندگی کی عیش کیونکر حاصل کرسکتا ہے جو اس بات کو جانتا ہے کہ خالقِ دوجہاں ضرور سوال کرے گا اگر اس نے مخلوق پر ظلم کیا ہو تو اس سے بدلہ لے گا اور اگر نیکی کی ہو تو جزا دے گا"۔

دوسری قبر پر یہ اشعار تھے:

وکیف یلذ العیش من کان موقنا بان المنایا بغتة ستعاجله
فتسلبه ملکا عظیما وبھجة وتسکنه القبر الذی ھو اھله

"وہ شخص زندگی کی لذت کیونکر پاسکتا ہے جو یقین رکھتا ہے کہ اسے اچانک موت آئے گی۔ اس کا وسیع ملک اور رونق سلب کرلے گی اسے قبر میں ٹھکانا ملے گا جہاں اسے رہنا ہے"۔

اور تیسری قبر پہ یہ اشعار تھے:

فکیف یلذ العیش من کان صائرا الی جدث یبلی الشباب منازله
ویذھب مآء الوجه بعد بھائہٖ سریعا ویبلی جسمه ومفاصله

"وہ شخص زندگی میں لذتِ عیش کیسے حاصل کرسکتا ہے جو ایسی قبر کی طرف جانے والا ہے جو جوانی کو بوسیدہ کرنے والا مقام ہے۔ بہت جلد چہرے کی

آب و تاب زائل کر دینے والا۔ اور جسم اور جوڑوں کو بوسیدہ کرنے والا ٹھکانا ہے"۔ (فیہ قصہ طویلۃ)

کسی عارف کی رباعی بزبان سرائیکی اس طرح ہے:

وَل آ وَل وَل ونجیں — وَل وَلن دا وقت ڈسائی ونج
وَل وعدہ کر وَل وَل وسیں — وَل اپنی آپ سُنائی ونج
ول علم نہیں توں ول وَلناں — ول زلف دے ول چنوائی ونج
متاں مظہر ول وچ ول ہووی — ول کفن پوا دفنائی ونج

نمازِ جنازہ، زیارت قبور اور ایصالِ ثواب کے بارے میں احادیث:

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

من صلی علیه مائة من المسلمین غفر له۔ (ابن ماجہ)

"جس شخص پر سو مسلمان نماز جنازہ پڑھیں اس کو بخش دیا گیا"۔

- ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ نبی اکرم علیہ السلام نے فرمایا:

ما من میت یصلی علیه امته من الناس شفعوا فیه۔ (النسائی)

"جس پر ایک گروہ نماز جنازہ پڑھے ان کی شفاعت اس کے حق میں قبول ہوگی"۔ (اور اس کو بخش دیا جائے گا)

- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان اول من یبشر به المومنین ان یقال لهم ابشروا ولی الله برضاه والجنة قدمت خیر مقدم قد غفر الله لمن شیعك واستجاب لمن استغفرلك وقبل من شهد لك۔ (جامع الاحادیث جلد 3)

"اہل ایمان کو سب سے پہلے یہ خوشخبری سنائی جاتی ہے کہ اے اللہ کے ولیو! خوش ہو جاؤ تمہیں اللہ کی رضا اور جنت مل گئی، تمہارا آنا مبارک ہو، جو تمہارے جنازے کے ساتھ چلا اور جس نے تمہارے لیے استغفار کیا اس کو بھی بخش دیا گیا اور جس نے تمہارے ایمان کے بارے گواہی دی اس کی گواہی قبول کر لی گئی"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اول تحفة المؤمن ان يغفر لمن صلّى عليه۔ (الجامع الصغیر للسیوطی)

"مومن کا پہلا تحفہ یہ ہے کہ جو اس پر نماز جنازہ پڑھے گا اس کو بخش دیا جائے گا"۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، حضور علیہ السلام نے فرمایا:

ما من رجل مسلم يموت فيقوم على جنازته اربعون رجلا لا يشركون بالله الا شفعهم الله فيه۔

"جس مسلمان کے جنازے پہ چالیس افراد اکٹھے ہو جائیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا اور ان کی سفارش اس کے حق میں قبول کرے گا"۔ (رواہ مسلم، جامع الاحادیث 48/3)

بر ہم نہ شود طبع گل از نالۂ بلبل
آواز گدا رونق دربار کریم است

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے:

لا يجتمع ملاء فيدعو بعضهم ويؤمن بعضهم الا اجابهم الله تعالٰى۔ (جامع الاحادیث 306/4)

"جب بھی کچھ لوگ جمع ہوتے ہیں ان میں سے بعض دعا کرتے ہیں اور دوسرے بعض آمین کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو ضرور قبول فرماتا ہے"۔ (اس سے مروّجہ فاتحہ، دعا کرنا یا کلام بخشنا کا ثبوت ملتا ہے)

حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: کن اوقات میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا:

جوف الليل الاخر ودبر الصلوات المكتوبات۔ (مشکوۃ صفحہ 89)

"رات کے آخری حصے میں اور فرض نمازوں کے بعد"۔ (اس سے نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت ملا کیونکہ نماز جنازہ بھی فرض ہے اور فرض نماز کے بعد دعا زیادہ قبول ہوتی ہے)

ایک حدیث میں ہے:

اذا صليتم على الميت فاخلصوا له بالدعا۔ (مشکوٰۃ)

"جب تم میت پہ نماز پڑھ چکو تو نماز جنازہ کے فوراً بعد میت کیلئے خصوصی دعا کرو"۔ (**الفاء للتعقيب**)

✿ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اذا مات الانسان انقطع عمله الامن ثلث صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعوا له۔ (مسلم، ابوداؤد)

"جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں باقی رہتی ہیں: صدقہ جاریہ کا ثواب، وہ علم کہ جس سے لوگوں کو نفع ہو، نیک اولاد جو اپنے والدین کیلئے دعا کرتی رہے"۔

دعا کے بارے میں حضرت ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے بزرگوں میں سے ہیں) کی خوبصورت رباعی

آنی کہ تو حال دلِ نالاں دانی
احوال غم شکستہ بالاں دانی
گر خوانمش سینۂ سوزاں شنوی
وردم نہ زنم زبانِ لالاں دانی

حالات بعد الموت پر احادیث:

✿ حضرت محمد بن ابراہیم التیمی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

كان النبى صلى الله عليه وسلم ياتى قبور الشهداء عند رأس الحول فيقول سلم عليكم لما صبرتم فنعم عقبى الدار قال: وكان ابوبكر و عمر و عثمان يفعلون ذلك۔ المصنف لعبد الرزاق۔ (573/3، تفسیر القرطبی 312/9)

"حضور علیہ السلام ہر سال شہداء احد کی قبروں پہ تشریف لے جاتے اور ان کو یوں

سلام فرماتے: تم پر سلامتی ہو، تمہارے صبر کا بدلہ کیا ہی اچھا ٹھکانہ ہے۔
حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح کرتے
تھے"۔ (اس سے زیارت قبور اور سالانہ عرس کا ثبوت ملا)

صحابیِ رسول روضۂ رسول پر:

حضرت داؤد بن صالح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اقبل مروان یوما فوجد رجلا واضعا وجهه علی القبر فاخذ مروان برقبته ثم قال هل تدری ما تصنع فاقبل علیه فقال نعم انی لم ات الحجر انما جئت رسول الله صلی الله علیه وسلم ولم ات الحجر سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا تبکوا علی الدین اذا ولیه اهله ولکن ابکوا علی الدین اذا ولیه غیر اهله۔

"مروان بن حکم اپنے دورِ حکمت میں مدینے آیا اور ایک شخص کو حضور ﷺ کے مزار پر انوار سے چمٹے ہوئے دیکھا تو اس کی گردن پکڑ کر کھینچا اور کہا: جانتے ہو کیا کر رہے ہو؟ اس پر اس صاحب (حضرت ابوایوب انصاری) نے مروان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ہاں جانتا ہوں میں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں، ہاں ہاں میں اینٹ پتھر کے پاس نہیں آیا، حضور نے ہی ہمیں فرمایا تھا کہ جب دیندار حاکم ہوں تو دین پر نہ رونا اور اس وقت دین پر خوب رونا جب حاکم (تیرے جیسے) بے دین ہوں"۔ (اس روایت سے بوسۂ قبر برائے تعظیم روح کا ثبوت مل رہا ہے)

یہ طرز سوال کیا ادب تو سیکھو
مل جائے گا انداز طلب تو سیکھو
بے ڈھنگ یہ ہاتھ کیا اٹھائے رکھے
اللہ سے مانگنے کا ڈھب تو سیکھو

(مسند احمد 5:422، المعجم الکبیر للطبرانی 4:189 کنز العمال، در منثور)

قبروں والے سُنتے بھی ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

مامن رجل یزور قبرا خیه ویجلس عنده الااستأ نس ورد علیه حتی یقوم۔ (الحاوی للفتاوی للسیوطی 302:2)

کوئی شخص جب اپنے (مسلمان) بھائی کی قبر پہ حاضری دیتا ہے اور قبر کے پاس بیٹھتا ہے تو قبر والا اس سے محبت کرنے لگتا ہے اور اس کی باتوں کا جواب دیتا ہے جب تک کہ وہ اس کے پاس بیٹھا رہے۔ (ثابت ہوا کہ زیارت قبور سے مردوں کا دل بہلتا ہے)

زمانہ یونہی اپنے محسنوں کو تنگ کرتا ہے
یہ اس کی خیر چاہتے ہیں وہ ان سے جنگ کرتا ہے

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص (حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ) نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا: یارسول اللہ! میرا راستہ قبرستان کے پاس سے گذرتا ہے، کیا کوئی ایسا کلام ہے کہ میں قبرستان سے گذرتا ہوا پڑھ لیا کروں۔ فرمایا: یوں کہا کرو۔

السلام علیکم یا اهل القبور من المسلمین والمؤمنین انتم لنا سلف ونحن لکم تبع وانا انشاء اللّٰه تعالٰی بکم لا حقون۔

"انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ سنتے ہیں؟ فرمایا: ہاں سنتے ہیں مگر (ایسا) جواب نہیں دے سکتے"۔ (جو تم سن سکو) (المسند للعقیلی 19:4)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ شرح الصدور میں فرماتے ہیں: **ای جوا بایسمعه الحی والافهم یردون حیث لا یسمع۔** جواب دیتے ہیں مگر ایسا نہیں جو ہم سن سکیں۔

کیونکہ دوسری حدیث میں ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام حضرت مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کی قبروں پہ ٹھہرے اور فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔

لا یسلم علیهم احد الا ردوا علیه الی یوم القیمة۔

"قیامت تک جو بھی ان کو سلام کرے گا یہ اس کو جواب دیں گے"۔

اسی طرح کا ارشاد آپ نے شہداء احد کے بارے میں فرمایا:

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد 85/3، الدر المنثور 191/5، المستدرک للحاکم 29/3، کنز العمال للمتقی حدیث نمبر 298-297، 382/10، دلائل النبوۃ للبیہقی 307/3)

قبر والے سے ام المؤمنین کا پردہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کے روضہ انور پہ پورے پردے کا اہتمام کیے بغیر چلی جایا کرتی تھی اور جی میں کہتی ایک میرے شوہر ہیں (حضور علیہ السلام) اور دوسرے میرے والد (ابوبکر)۔ لیکن جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روضہ پاک میں دفن ہوئے **فواللہ ما دخلته الا وانا مشدودة علی ثیابی حیاء من عمر۔** تو اللہ کی قسم! میں پوری طرح باپردہ ہو کر حاضری دیتی تھی۔ حضرت عمر فاروق سے حیاء کرتے ہوئے۔

(المسند لاحمد 202/6، مشکوۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ اہل قبور سنتے بھی ہیں دیکھتے بھی ہیں اور یہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ ہے۔

ایک حدیث میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ما ابالی فی القبور قضیت حاجتی ام فی السوق بین ظهرانیه وبین الناس۔ (المصنف لابن ابی شیبہ، المستدرک للحاکم)

"میں قبرستان اور بازار میں قضائے حاجت کرنے کو ایک جیسا جانتا ہوں"۔

مشرک کی قبر:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک اعرابی نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا باپ صلہ رحمی کیا کرتا تھا...... آپ نے فرمایا: جب تو مشرک کی قبر کے پاس سے گذرے تو اسے دوزخ کی بشارت دیا کر (ابھی تک یہ مسلمان نہ ہوا تھا اب مسلمان ہو گیا اور کہا) **کلفنی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم تعبا ما مررت بقبر کافر الا بشرته بالنار۔** (جب زمانہ کفر میں حضور علیہ السلام نے مجھے فرمایا تھا کہ تیرا باپ دوزخ میں

ہے تو مجھے تکلیف ہوئی تھی) اب تو میں آپ کے فرمان کے مطابق جس مشرک کی قبر کے پاس سے گذرتا ہوں اسے دوزخ کی بشارت سناتا ہوں۔

(ابن ماجہ شریف باب ماجاء فی زیارۃ قبور المشرکین 114/1)

قبر والے کو ایذاء دینا:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: **لان امشی علی جمرۃ او سیف او اخصف نعلی برجلی احب الی من ان امشی علی قبر مسلم۔** میں مسلمان کی قبر پر چلنے سے آگ پہ یا تلوار پہ چلنا یا اس طرح چلنا کہ میرے پاؤں میں جوتا سی دیا جائے زیادہ پسند کرتا ہوں۔ (ابن ماجہ باب النھی عن المشی علی القبر 113/1)

ایک شخص کو حضور علیہ السلام نے قبر کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے دیکھ کر فرمایا:

لا تؤذ صاحب ھذا القبر۔

''اس قبر والے کو تکلیف نہ پہنچا''۔ (کنز العمال 657/15)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

اذی المؤمن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ۔

مومن کو موت کے بعد ستانا ایسے ہی ہے جیسے اس کو زندگی میں ایذاء دینا۔

(المصنف لابن ابی شیبہ)

مردوں کا ذکر خیر کے ساتھ کرنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: **لا تذکروا موتاکم الا بخیر فانھم قد افضوا الی ما قدموا۔** اپنے (مسلمان) مُردوں کو بھلائی کے ساتھ ہی یاد کیا کرو کیونکہ وہ اپنے اَعمال کو پہنچ چکے۔

وفی روایۃ ان یکونوا من اھل الجنۃ تاثمون وان یکونوا من اھل النار فحسبھم ماھم فیہ۔

''اگر وہ جنتی ہیں تو انہیں برا کہنے کی وجہ سے تم گنہ گار ہو گے ورنہ انہیں عذاب ہی کافی ہے''۔ (بخاری شریف باب ما ینھی من سب الاموات 187/1 اتحاف للزبیدی 491/7)

مُردہ، سنتا، بولتا، جانتا پہچانتا ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

ان المیت یعرف من یغسله ویحمله ومن یکفنه ومن یدلیه فی حفرته۔

''بیشک مردہ غسل دینے والے کو، جنازہ اٹھانے والے کو، کفن پہنانے والے کو اور قبر میں تارنے والے کو پہچانتا ہے''۔ (مسند احمد 3/3)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: میت کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے۔

انه یسمع خفق نعالهم اذا تفرقوا۔

''لوگ جب (کفن دفن سے فارغ ہوکر) اپنے اپنے گھروں کو آنے لگتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی آواز بھی سنتا ہے''۔

(بخاری، باب المیت یسمع خفق نعالھم 178/1، مسلم کتاب صفۃ الجنۃ والنار 386/2، ابوداؤد کتاب الجنائز 460/2)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں یہ اضافہ ہے:

ان کان بشر بروح وریحان وجنة النعیم ان یعجله وان کان بشر منزل من حمیم وتصلیة جحیم ان یحبسه۔

''اگر اس (مردے) کو آرام کے باغات اور پھولوں کی بشارت سنائی گئی ہو تو کہتا ہے مجھے جلدی لے چلو اور اگر گرم پانی کی مہمانی اور بھڑکتی آگ کی بشارت دی گئی ہو تو کہتا ہے مجھے روک لو''۔

(الدر المنثور للسیوطی 167/6، الجامع الصغیر للسیوطی 130/1)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے:

ان کانت صالحة قالت قد مونی وان کانت غیر صالحة قالت یا ویلها این تذهبون بها سمع صوتها کل شئ الا الانسان ولو

سمعہ لصعق۔ (بخاری 176/1)

''اگر نیک روح ہے تو کہتی ہے مجھے جلدی لے چلو اور اگر بُری ہے تو کہتی ہے ہائے افسوس مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔ اس کی اس آواز کو انسانوں کے علاوہ ہر شی سنتی ہے اگر انسان سُن لے تو بے ہوش ہو جائے''۔

✿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اذا مر الرجل بقبر يعرفه فسلم عليه رد علیہ السلام وعرفه واذا مر بقبر لا يعرفه فسلم عليه رد علیہ السلام۔

''اگر کوئی شخص جاننے والی کی قبر کے پاس سے گذرے اور سلام کہے تو قبر والا اس کو پہچانتا بھی ہے اور سلام کا جواب بھی دیتا ہے اور اگر ناواقف کی قبر کے پاس سے گذرے اور سلام کہے تو بہر حال اس کے سلام کا جواب تو دیتا ہے''۔

(اتحاف السادة للزبیدی 365/10)

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میت کو جب چار پائی پہ رکھا جاتا ہے تو پکارتی ہے:

يا اهلاه ويا جيراناه ويا حملة سريراه لا تغرنكم الدنيا كما غرتني۔

''اے گھر والو، ہمسائیو اور جنازہ اُٹھانے والو! دنیا تمہیں دھوکہ نہ دے جس طرح کہ مجھے دیا ہے''۔ (کتاب الزہد لاحمد)

دنیا نہیں بندی بندے دی — ایہہ بندہ بندا دنیا دا
گھر لوگ بنائی پھردے نیں — ایہہ اڈا فانی دنیا دا
کل وارث اک وراثت دے — آپس وچ لڑدے ویکھے میں
گل پلّو پا اک دوجے نوں — تھونوں پھر ڈے ویکھے میں
اوہ ٹوئے تھے تیرے نیں — ایہہ پدّر دھرتی میری اے
اک آکھے دھرتی میری اے — دوجا آکھے نیں ایہہ میری اے
دھرتی نے کہیا کیوں لڑدے نیں — ایہہ دونویں وچہ ہنیرے نیں

میں اوہدی آں نہ اوہدی آں ایہہ دونویں بندے میرے نیں

قبر والے کی آواز سنائی دیتی ہے:

قبر والے کی آواز کو سُنتا بھی حدیث سے ثابت ہے چنانچہ مسند احمد کی حدیث ہے کہ ایک بی بی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی، اس کا وصال ہو گیا، صحابہ کرام حضور علیہ السلام کو اطلاع کیے بغیر جنازہ پڑھ کر دفنا آئے۔ ایک دن حضور علیہ السلام قبرستان میں تشریف لے گئے نئی قبر دیکھی اور پوچھا کس کی ہے عرض کیا: کیا ام محجن کی جو مسجد کی صفائی کیا کرتی تھی حضور علیہ السلام نے صف بنانے کا حکم دیا اور نماز پڑھائی (یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے یا آپ اس کے ولی تھے اور آپ کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ پڑھی گئی تو آپ کو دوبارہ پڑھنے کا حق تھا) نماز کے بعد آپ نے قبر والی کو مخاطب کر کے پوچھا: **ای العمل وجدت افضل؟** تو نے کونسا عمل افضل پایا ہے۔ صحابہ نے پوچھا: حضور! کیا یہ سنتی ہے؟ فرمایا: **ما انتم باسمع منھا**۔ تم اس سے زیادہ نہیں سُنتے۔ **فذکر انھا اجابت ان اقم المسجد**۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اس عورت نے جواب دیا ہے کہ مسجد کی صفائی کرنا سب سے افضل عمل ہے۔ (المسند لاحمد بن حنبل 444/3)

اسی طرح حضرت عمر فاروق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کا اہل قبور کی آواز سنتا بھی ثابت ہے چنانچہ کتاب القبور لابن ابی الدنیا میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جنت البقیع کے قبرستان سے گذرے اور فرمایا:

> **السلام علیکم یا اھل القبور اخبار ما عندنا ان نساء کم قد تزوجن و دیار کم قد سکنت و اموالکم قد فرقت۔**
>
> ”تمہارے پاس جو خبریں ہیں وہ یہ ہیں کہ تمہاری عورتوں نے آگے نکاح کر لیے، تمہارے مکانوں میں دوسرے لوگ آباد ہو گئے تمہارے مال تقسیم کر دیے گئے“۔

فاجابہ ھاتف یا عمر ابن الخطاب اخبار ما عندنا ان ما قدمنا فقد وجدناہ وما انفقنا فقدر بحناہ وما خلفنا فقد خسرناہ۔

"غائب سے آواز آئی: اے عمر بن خطاب! ہمارے پاس خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو آگے بھیجا تھا ہمیں مل گیا ہے، جو خرچ کیا اس کا نفع اُٹھالیا ہے اور جو دنیا میں چھوڑ آئے اس کا نقصان ہی نقصان ہے"۔

اس سے جہاں اہل قبور کی زندگی اور اہلِ ایمان کی قوت سماعت کا پتہ چلتا ہے وہاں مال جمع کرنے کی نحوست بھی معلوم ہوتی ہے۔ آج کے دور کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ دولت کی تقسیم عدل وانصاف کے ساتھ کی جائے، حالت یہ ہے کہ پیسے والا امیر سے امیر تر ہوتا جا تا رہا ہے اور غریب بے چارے کا کوئی پرسان حال نہیں ہے جس کے ہاتھوں کی کمائی سے امراء عیش کر رہے ہیں اگر اس کا بیٹا دوائی کیلئے ایڑیاں رگڑ رہا ہو اور ہم اس کو یہ کہیں کہ نماز میں نظر یہاں رکھنی ہے اور شلوار ٹخنوں سے اوپر چڑھا کر رکھنی ہے تو وہ ہماری بات کیا سنے گا۔ علامہ اقبال نے اس مسئلہ پر بڑا زور دے کر کہا ہے:

؎ دست دولت آفریں کو مُزدیوں ملتی رہی
اہل ثروت جیسے دیتے ہیں فقیروں کو زکوٰۃ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف نماز میں ہاتھ یہاں باندھنے اور وہاں باندھے، ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے اور عمامے کے ساتھ نماز پڑھنے پر ہی زور نہیں دیا بلکہ ساری عمر گھر میں مال جمع نہیں ہونے دیا، آپ پر کبھی زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی، یہی حال حضرت علی المرتضیٰ کا تھا غیر مؤکدہ اور زوائد سنتوں پر جھگڑے والو! اس فرض پہ عمل کون کرے گا؟

؎ تدبّر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا
جہاں میں جس تمدّن کی بنا سرمایہ کاری ہے

(اقبال)

حضرت علی المرتضیٰ کو قبر سے جواب ملا:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب قبرستان والوں سے فرمایا تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤ گے یا ہم تمہیں اپنی خبریں بتائیں؟ حضرت سعید بن میتب فرماتے ہیں میں نے خود آواز سُنی کہ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سلام (السلام علیکم یا اھل القبور) کا جواب دیا اور کہا: اخبرنا

عما کان بعدنا۔ آپ پہلے بتائیں کہ ہمارے بعد کیا گذری۔ تو حضرت علی المرتضٰی نے وہی عمر بن خطاب والی خبریں سُنائیں اور فرمایا اب تم بتاؤ کہ تمہارے پاس کیا خبریں ہیں۔

فاجابه میت قد تخرقت الاکفان وانتشرت الشعور وتقطعت الجلود وسالت الاحداق علی الخدود وسالت المناخیر بالقیح والصدید وما قدمناه ربحناه وما خلفنا حسرناه ونحن مرتهنون بالاعمال۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر، وتاریخ نیشاپور لاحمد)

"ایک شخص نے (قبر سے) بول کر کہا کفن پھٹ گئے، بال جھڑ گئے، کھالیں پرزہ پرزہ ہوگئیں، آنکھوں کے ڈھیلے بہہ کر رخساروں پہ آ گئے، نتھوں سے پیپ اور گندا پانی جاری ہے، جو آگے بھیجا تھا اس سے نفع ہوا اور جو پیچھے چھوڑ آئے اس کا خسارہ ہوا اور ہم اپنے اعمال کے مرہون منت ہیں"۔

سنت ہے ملا کے ہاتھ مانگا کیجئے
کشکول بنا کے ہاتھ مانگا کیجئے
ہے راز دعا میں ہاتھ اُٹھانے کا یہی
دنیا سے ہاتھ اُٹھا کے مانگا کیجئے

صحابہ کرام اور حضور علیہ السلام کے تبرکات کی وصیت:

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ ان کے پاس حضور علیہ السلام کا عصا مبارک تھا۔ فمات فدفنت معه بین جنبیه وبین قمیصه۔ جب ان کا وصال ہوا تو وہ عصا مبارک ان کے سینے اور قمیص کے درمیان رکھ کر دفن کر دیا گیا۔ (السنن الکبری للبیہقی، تاریخ دمشق لابن عساکر)

حضرت ثابت بنانی سے یہ بھی مروی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس حضور علیہ السلام کے بال مبارک بھی تھے جو ان کی وصیت کے مطابق ان کی زبان کے نیچے رکھے گئے۔

(الاصابہ لابن حجر 276/1)

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے پاس مشک تھی آپ نے وصیت فرمائی کہ میرے حنوط میں

یہ استعمال کی جائے کیونکہ

ھو الفضل حنوط رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

"یہ حضور ﷺ کے حنوط سے بچی ہوئی ہے"۔ (المستدرک للحاکم 515/1)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھی حضور علیہ السلام کے تبرکات تھے جو ان کی وصیت کے مطابق بعد الوصال ان کے اعضاء سجدہ پہ رکھ کر دفن کیا گیا۔ (احیاء العلوم للغزالی)

؎ زندگی کے موڑ پہ آتے ہیں کچھ ایسے مقام
کرنا پڑتا ہے جہاں دار و رسن کا احترام

اگر والدین ناراضگی کی حالت میں فوت ہو گئے ہوں؟:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

ان العبد لیموت ولداہ او احدھما وانہ لھما لعاق فلا یزال یدعو لھما ویستغفر لھما حتی یکتبہ اللّٰہ بارًا۔ (مشکوٰۃ صفحہ 421)

"اگر کسی کے والدین یا دونوں میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے اور یہ شخص اپنے والدین کو راضی نہ کر سکا تو ان کیلئے دعا و استغفار کرتا رہے تو شدہ شدہ یہ شخص اللہ کی بارگاہ میں نیکوکار لکھ دیا جائے گا"۔

یعنی والدین کی نافرمانی سے جو حق اللہ اور حق الوالدین فوت ہوا تھا ان کیلئے توبہ و استغفار کی برکت سے یہ کبیرہ گناہ بھی ختم ہو جائے گا۔ (بشرطیکہ ساتھ توبہ بھی کرے)

اسی طرح ایصال ثواب اور صدقہ جاریہ کا سلسلہ بھی قائم رکھے کیونکہ حدیث شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

ما علی احدکم اذا اراد ان یتصدق للّٰہ صدقۃ تطوّعا ان یجعلھا عن والدیہ اذا کان مسلمین فیکون لوالدیہ اجرھا ولہ مثل اجورھما من غیر ان ینقص من اجورھما شیئًا۔

"جب تم میں سے کوئی شخص کسی نفلی صدقہ کا ارادہ کرے تو اس میں کیا حرج ہے کہ والدین کے ایصال ثواب کی نیت کر لیا کرے ان دونوں کو بھی ثواب ملے گا

اور دونوں کے برابر اس کو بھی ثواب ملے گا اور کسی کے ثواب میں کمی نہ ہوگی"۔

(کنز العمال للمتقی حدیث نمبر 6145-680/6 عمل الحدیث لابن ابی حاتم، 645)

ثابت ہوا کہ ایصال ثواب کرنیوالے کے ثواب میں کمی آنے کی بجائے اضافہ ہوتا ہے مثلاً اگر سو افراد کو ایک قرآن پاک کا ثواب پہنچائے تو سو کے سو افراد کو ایک ایک پورے قرآن پاک کا ثواب ملے گا اور اس اکیلے کو سو قرآن پاک کا ثواب ہوگا۔ (علی ھذا القیاس) جیسا کہ ایک اور حدیث سے اس مسئلہ کا استنباط ہوسکتا ہے جس کو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

من مرّ علی المقابر وقرأ قل ھو اللہ احد احدیٰ عشر مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعد دالاموات۔

(کنز العمال للمتقی حدیث 42596، 655/15)

جو شخص کسی قبرستان سے گذرے اور گیارہ مرتبہ قل شریف پڑھ کر اس کا ثواب اس قبرستان والوں کو بخشے تو اس کو تمام مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔

میں اپنی نوں مار کے نیویں کر کے کٹ
بھرے خزانے ربدے فریدا دوہیں ہتھیں لٹ

قرآنی آیات کی روشنی میں اصلاحی نکات:

چونکہ قرآن مجید کی بے شمار آیات طیبات میں اصلاحی مضامین بیان فرمائے گئے ہیں اس لیے چند آیات کی سورتوں کے نام اور آیت نمبر پر اکتفاء کرتے ہوئے نشان دہی کی جاتی ہے اگر ان آیات کے ترجمے پر ہی غور کرلیا جائے تو ہدایت کا کافی سامان میسر آسکتا ہے۔ وقتاً فوقتاً چونکہ ان آیات کے مضامین کو بیان کرنے کا موقع ملتا رہتا ہے اس لیے ان کو جمع کر دیا گیا ہے تاکہ لوگوں کی اصلاح، فکر آخرت اور خوف خدا کے موضوع پر تقریر کرنے کیلئے مبلغین کیلئے ایک عظیم علمی خزانہ جمع ہو۔ **وما توفیقی الا باللہ۔**

- پرہیزگار کون ہیں؟: دیکھئے سورۂ بقرہ الم تا مفلحون۔ آیت 1 تا 5 اور سورہ آل عمران آیت 133 تا 136۔

- بخیل کی مذمت: سورۂ آل عمران آیت 180، سورہ انعام آیت 44
- دولت قبولیت کی علامت نہیں: سورۂ توبہ آیت 55، سورۂ قصص رکوع 8
- دولت اللہ تعالیٰ کو بھول جانے کا باعث ہے: سورۂ فرقان: 18، توبہ: 75
- دولت جہاد میں جانے سے رکاوٹ بنتی ہے: سورۂ توبہ 86، 92،
- دولت مند بخیل غریبوں کیلئے باعث ہلاکت ہیں: سورۂ اعراف 49، 75، 78، 104 تا 110۔ سورۂ سبا: 31 تا 34۔ (موسیٰ علیہ السلام پوری قوم کی طرف بھیجے گئے مگر نام صرف فرعون کا لیا گیا اور کامیاب ہونے پر مالدار سرداروں نے ہی فرعون کو موسیٰ علیہ السلام کے خلاف برانگیختہ کیا۔ سورۂ اعراف: 103، 128، 131، یہی مالدار فرعون کے دوست وبازو تھے۔ القصص 38۔
- عیش پرستی ہلاکت کی طرف لے جاتی ہے۔ الاعراف 94 تا 99۔ القصص 58، انعام 44۔
- غرباء کی شان: سورۂ ہود 28 تا 31، القلم 17 تا 32، الحاقہ 25 تا 34، المعارج 7 تا 25 (حالانکہ اس قوم میں دیگر جرائم بھی تھے مگر مال روکنا ان کا بڑا جرم ٹھہرا اور بالاتفاق یہاں زکوٰۃ وعشر مراد نہیں بلکہ علاوہ ازیں مراد ہے) الانعام 52، الکہف 28 تا آخر رکوع۔ (وما انا بطار دالذین)
- عقلمند کون: الرعد 19 تا 25 آل عمران آخری رکوع۔
- اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی: ابراہیم 8، القصص 68 تا 73 الملک 23 تا آخر سورۃ۔
- انعام آیت 131، 132، 149۔ المائدہ 58، اعراف 50 تا 53 الاسراء 64 میں اصلاح کا بہت مواد موجود ہے۔
- کافروں کی ''تڑی'' اور اس کا جواب: ابراہیم 13 تا 17۔
- ظالم کا انجام: ابراہیم آخری رکوع۔
- اللہ تعالیٰ مہلت دیتا ہے: النحل 61، الکہف 58
- کسی کو نقصان پہنچانے والا خود نقصان اٹھائے گا۔ ابراہیم: 12

- جب فیصلہ ہو جائے: ابراہیم: 21
- نبی کی قوت ایمانی: یونس 71، 72
- چھپا کر اور ظاہر کر کے خرچ کرنا: ابراہیم 30
- خرچ کرانے والوں پہ طعن کرنیوالا: التوبہ 79
- فکر آخرت، جہنم کے خطرات، الدخان آخری رکوع اور دیگر مقامات میں ملاحظہ کیجئے۔ چند پنجابی اشعار پیش کدمت میں جو انہی موضوعات سے متعلقہ ہیں۔

سوہنے سوہنے تے من موہنے منہ ویکھیاں بکھ جاوے
ٹویاں دے وچ مٹی تھلے شکل نہ نظریں آوے
دیکھو بادشاہاں دیاں قبراں جتھے پہرہ دین پکھیرو
جو رنگ محلیں اُچے سوندے گرد ہزاراں پہرو
جو شوکت نال جلالوں چڑھدے کمدے دھرت بھوچالوں
ھُن خاک نمانی ہیٹھ نے سُتے کوئی خبر نہ پچھے حالوں
ویکھو فیر وزیراں قبراں جنہاں ہتھ خزانے
ہڈیاں دی مُٹھ وچ قبر دے ہور نہ کُجھ ریانے
آپو آپ سُتے وچ قبراں دھندے چھوڑ وچالے
نمن چھونے چپ چپاتے شہر خموشاں والے
کالے وال جاں بگے ہوئے موت سنہیا آیا
کر کُجھ فکر قبر دا بیلی کیوں دل کھیڈے لایا
میں محمد، میں محمد آمنہ دا جایا کھول دیو دروازہ جلدی امت نال لیایا
الف آیا سیں لعل خریدنے نوں ونج کولیاں دے اتھے پا بیٹھوں
تینوں حکم سی کستوری خریدنے دا ڈھیر ہنگ اجوائن دے لا بیٹھوں
قرآن، سنت دے موتی تے لعل ہیرے وچ غفلت ہتھوں گنوا بیٹھوں
کی جواب دیں گا اس شاہ تائیں جہدی رقم نوں کھیت رُلا بیٹھوں

عربی ادب کا نصیحت انگیز شاہکار:

(1)

اَیُّھَا السَّادِرُ فِیْ غُلَوَآئِہٖ۔ اے حد سے بڑھنے والے بے حیا۔
اَلسَّادِلُ ثَوْبَ خُیَلَآئِہٖ۔ اے تکبر کے دراز دامن کو لٹکانے والے۔
اَلْجَامِعُ فِیْ جَھَالَاتِہٖ۔ اے اپنی جہالتوں میں سرکشی کرنیوالے۔
اَلْجَانِحُ اِلٰی خُزَعْبِلَاتِہٖ۔ اے بیہودہ باتوں کی طرف مائل ہونیوالے۔
اِلَامَ تَسْتَمِرُّ عَلٰی غَیِّكَ۔ تو اپنی گمراہی پہ کب تک ڈٹا رہے گا۔
وَتَسْتَمْرِئُ مَرْعٰی بَغْیِكَ۔ تو کب تک اپنی بغاوت کی چراگاہ میں مست رہے گا۔
وَحَتَّامَ تَتَنَاھٰی فِیْ زَھْوِكَ۔ اور تو کب اپنے تکبر کی انتہا کو پہنچے گا۔
وَلَا تَنْتَھِیْ عَنْ لَھْوِكَ۔ اور تو کب اپنے کھیل سے باز آئے گا۔
تُبَارِزُ بِمَعْصِیَتِكَ مَالِكَ نَاصِیَتِكَ۔ اپنے گناہ کے ساتھ اپنی پیشانی کے مالک کا مقابلہ کرتا ہے۔
وَتَجْتَرِئُ بِقُبْحِ سِیْرَتِكَ عَلٰی عَالِمِ سِرِیْرَتِكَ۔ اور تو جرأت کرتا ہے اپنی بری عادتوں کی وجہ سے اپنا بھید جاننے والے (اللہ) کی۔
وَتَتَوَارٰی عَنْ قَرِیْبِكَ وَاَنْتَ بِمَرَایٰ رَقِیْبِكَ۔ اور تو چھپتا ہے اپنے قریب والے سے جبکہ تو اپنے محافظ (رب) کی نگاہوں میں ہے۔
وَتَسْتَخْفِیْ مِنْ مَّلُوْكِكَ وَمَا تَخْفٰی خَافِیَۃٌ عَلٰی مَلِیْكِكَ۔ اور تو اپنے غلام سے چھپتا ہے جبکہ تو اپنے سے نہیں چھپ سکتا۔ (ویستخفون من الناس ولا یستخفون من اللہ۔ لا تخفی منکم خافیۃ)
اَتَظُنُّ اَنْ سَتَنْفَعُكَ حَالُكَ اِذْاٰنَ ارْتِحَالُكَ۔ کیا تیرا گمان ہے کہ تیرا حال تجھے بوقت وصال و ارتحال نفع دے گا؟

اَوْ یُنْقِذُكَ مَالُكَ حِیْنَ تُوْبِقُكَ اَعْمَالُكَ۔
یا تیرا گمان ہے کہ تیرا مال تجھے تیرے اعمال کی سزا سے بچا لے گا؟

اَوْ یُغْنِیْ عَنْكَ نَدَمُكَ اِذَا زَلَّتْ قَدَمُكَ۔
یا تیری پشیمانی تجھے تیرے قدم کے پھسلنے کے وقت بچا لے گی؟

اَوْ یَعْطِفُ عَلَیْكَ مَعْشَرُكَ یَوْمَ یَضُمُّكَ مَحْشَرُكَ۔
یا جس دن تو محشر میں پیش کیا جائے گا تو تیری قوم تیرے ساتھ مہربانی کرے گی۔

هَلَّا انْتَهَجْتَ مَحَجَّةَ اهْتِدَائِكَ وَ عَجَّلْتَ مُعَالَجَةَ دَائِكَ۔
تو کیوں اپنی ہدایت کی راہ منتخب نہیں کرتا اور اپنی بیماری کے علاج میں کیوں جلدی نہیں کرتا۔

وَفَلَلْتَ شَبَاةَ اعْتِدَائِكَ وَقَدَعْتَ نَفْسَكَ فَهِیَ اَكْبَرُ اَعْدَائِكَ۔
تو اپنے آلۂ ظلم کی دھار کو کیوں کند نہیں کرتا اور اپنے سب سے بڑے دشمن نفس سے کیوں نہیں بچتا۔

اَمَا الْحِمَامُ مِیْعَادُكَ فَمَا اِعْدَادُكَ؟
کیا موت تیرا وعدہ نہیں؟ پھر تو نے کیا تیاری کی ہے؟

وَبِالْمَشِیْبِ اِنْذَارُكَ فَمَا اَعْذَارُكَ؟
کیا بڑھاپا تیرے لیے ڈراوا نہیں؟ پھر تیرے پاس کیا عذر ہے؟

وَفِی اللَّحْدِ مَقِیْلُكَ فَمَا قِیْلُكَ؟
کیا قبر تیرے سونے کی جگہ نہیں پھر تجھے کیا قیل و قال ہے؟

وَاِلَی اللّٰهِ مَصِیْرُكَ فَمَنْ نَّصِیْرُكَ؟
کیا تجھے اللہ کی طرف پلٹنا نہیں تو تیرا کون مددگار ہے۔

طَالَمَا اَیْقَظَكَ الدَّهْرُ فَتَنَاعَسْتَ۔
کتنا ہی عرصہ زمانہ تجھے جھنجھوڑتا رہا تو تو خواب غفلت میں سوتا رہا۔

وَجَذَبَكَ الْوَعْظُ فَتَقَاعَسْتَ۔
اور تجھے نصیحت کھینچتی رہے مگر تو جان بوجھ کر پیچھے ہٹتا رہا۔

وَتَجَلَّتْ لَكَ الْعِبَرُ فَتَعَامَيْتَ۔
عبرت کا سامان تیرے لیے ظاہر ہوتا رہا مگر تو اندھا بنا رہا۔

وَحَصْحَصَ لَكَ الْحَقُّ فَتَمَارَيْتَ۔
حق تیرے لیے ظاہر ہوتا رہا مگر تو شک میں پڑا رہا۔

وَاَذْكَرَكَ لَكَ الْمَوْتُ فَتَنَاسَيْتَ۔
اور موت تجھے یاد دلاتی رہی مگر تو بھولا رہا۔

وَاَمْكَنَكَ اَنْ تُوَاسِيَ فَمَآ اٰسَيْتَ۔
تو غمخواری کرنے پہ قادر تھا مگر نہ کی۔

تُؤْثِرُ فَلْسًا تُوْعِيْهِ عَلٰى ذِكْرٍ تَعِيْهِ۔
تو اپنے جمع کیے ہوئے مال کو اپنے علم پر ترجیح دیتا رہا۔

وَتَخْتَارُ قَصْرًا تُعْلِيْهِ عَلٰى بِرٍّ تُوْلِيْهِ۔
تو اپنے بلند محل کو اپنی نیکی پر پسند کرتا رہا۔

وَتَرْغَبُ عَنْ هَادٍ تَسْتَهْدِيْهِ اِلٰى زَادٍ تَسْتَهْدِيْهِ۔
تو اپنے پیارے رہنما کی بجائے ہدیوں، تحفوں کے چکر میں پڑا رہا۔

وَتُغَلِّبُ حُبَّ ثَوْبٍ تَشْتَهِيْهِ عَلٰى ثَوَابٍ تَشْتَرِيْهِ۔
تو اپنے پسندیدہ کپڑوں کو اپنے ثواب کی خریداری پہ غلبہ دیتا رہا۔

يُوَاقِيْتُ الصِّلَاةِ اَعْلَقُ بِقَلْبِكَ مِنْ مَّوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ۔
عطاؤں کے موتی تیرے دل کو اوقات نماز سے زیادہ بھاتے رہے۔

وَمُغَالَاةُ الصَّدُقَاتِ اٰثَرُ عِنْدَكَ مِنْ مُّوَالَاةِ الصَّدَقَاتِ۔
اور بھاری حق مہر پے در پے صدقات سے تجھے زیادہ اچھے لگے۔

وَصِحَافُ الْاَلْوَانِ اَشْهٰى اِلَيْكَ مِنْ صَحَآئِفِ الْاَدْيَانِ۔
اور مرغن غذاؤں کے پیالے تجھے دینی صحیفوں (کتابوں) سے زیادہ مرغوب تھے۔

وَدُعَابَةُ الْاَقْرَانِ اٰنَسُ لَكَ مِنْ تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ۔
بھائی بندوں سے کھیلنا تجھے قرآن پاک کی تلاوت سے زیادہ پیارا لگا۔

تَاْمُرُ بِالْعُرْفِ وَتَنْتَهِكُ حِمَاهُ۔
تو نیکی کا حکم تو کرتا تھا مگر خود اس کی توہین کرتا۔

وَتَحْمِیْ عَنْ النُّکْرِ وَلَا تَتَحَامَاہُ۔ دوسروں کو برائی سے منع کرتا مگر خود نہ رُکتا۔

وُتَزَحْزِحُ عَنْ الظُّلْمِ ثُمَّ تَغْشَاہُ۔ دوسروں کو ظلم سے دور ہونے کا کہتا مگر خود ظلم کے قریب جاتا۔

وَتَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاہُ۔ تو لوگوں سے ڈرتا تھا مگر اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ اس سے تو ڈرتا۔

ناصح نے یہ نصیحت کی اور پھر یہ اشعار پڑھے:

تَبًّا لِّطَالِبِ دُنْیَا ثَنٰی اِلَیْھَا انْصِبَابَہٗ
مَا یَسْتَفِیْقُ غَرَامًا بِھَا وَفَرْطَ صَبَابَہٗ
وَلَوْ دَرٰی لَکَفَاہُ مِمَّا یَرُوْمُ صُبَابَہٗ

1- طالب دنیا تباہ ہو جائے جس نے اپنے شوق کو دنیا کی طرف مائل کیا۔
2- اور اسی مستی کی وجہ سے وہ ہوش میں نہیں آنا چاہتا۔
3- حالانکہ اگر وہ دنیا کی حقیقت جان لیتا تو اس کو معمولی شی بھی کافی ہو جاتی۔

(مقامات حریری المقامۃ الاولی الصنعانیہ)

ایک دوسرے عربی شاعر نے کیا خوب کہا:

رَاَیْتُ النَّاسَ قَدْ رَغِبُوْا اِلٰی مَنْ عِنْدَہٗ ذَھَبٗ
مَنْ لَّا عِنْدَہٗ ذَھَبٗ فَعَنْہُ النَّاسُ قَدْ ذَھَبُوْا
رَاَیْتُ النَّاسَ قَدْمَالُوا اِلٰی مَنْ عِنْدَہٗ
وَمَنْ لَّا عِنْدَہٗ مَالٗ فَعَنْہُ النَّاسُ قَدْمَالُوْا

''میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس شخص کی طرف رغبت رکھتے ہیں جس کے پاس سونا ہے اور جس کے پاس سونا نہیں ہے اس سے دور بھاگتے ہیں۔ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ جس کے پاس مال ہے اس کی طرف مائل ہوتے ہیں اور جس کے پاس مال نہیں ہے اس سے منہ پھیر لیتے ہیں''۔

مگو کہ رفتم و قسمت نہ بود دیدارش
کہ نارسائی سالک دلیل کم طلبی ست

(عرفی)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے پیر ہرات جن کے قدموں میں علامہ تفتازانی کا مزار ہے کا کتنا خوبصورت اور عشق الٰہی میں ڈوبا ہوا شعر ہے۔

گر یک بار گوئی بندۂ من — رود از عرش بالا خندۂ من

''اے اللہ! اگر تو ایک بار فرمادے کہ اے پیر ہرات! تو میرا بندہ ہے تو میری خوشی کی ہنسی عرش سے بھی اوپر چلی جائے''۔

ہوتی نہیں قبول دعا ترک عشق کی — دل چاہتا نہ ہو تو دعا میں اثر کہاں

(حالی)

نصیحت نمبر 2:

فَاذَّكِرُوْا اَيُّهَا الْغَافِلُوْنَ۔	اے غافلو! تم نصیحت حاصل کرو۔
وَشَمِّرُوْا اَيُّهَا الْمُقَصِّرُوْنَ۔	اے کوتاہی کرنیوالو! ہوشیار ہو جاؤ۔
وَاَحْسِنُوْا اَيُّهَا الْمُتَبَصِّرُوْنَ۔	اے صاحبان بصرت! غور سے دیکھو۔
مَالَكُمْ لَا يَحْزُنُكُمْ دَفْنُ الْاَتْرَابِ۔	تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اپنے ہم عصروں کا دفن کرنا بھی تمہیں غمگین نہیں کرتا۔
وَلَا يَهُوْلُكُمْ هَيْلُ التُّرَابِ۔	اور نہ ان پہ مٹی ڈالنا تمہیں ڈراتا ہے۔
وَلَا تَعْبَاُوْنَ بِنَوَازِلِ الْاَحْدَاثِ۔	اور تم زمانے کے حوادث کی بالکل پرواہ نہیں کرتے۔
وَلَا تَسْتَعِدُّوْنَ لِنُزُوْلِ الْاَجْدَاثِ۔	اور تم قبروں میں جانے کی تیاری نہیں کر رہے۔
وَلَا تَسْتَعْبِرُوْنَ لِعَيْنٍ تَدْمَعُ۔	اور نہ تم رونے والی آنکھ کیلئے آنسو بہاتے ہو۔
وَلَا يَعْتَبِرُوْنَ بِنَعْيٍ يُسْمَعُ۔	اور نہ تم موت کی خبر سن کر عبرت حاصل کرتے ہو۔
وَلَا تَرْتَاعُوْنَ لِاِلْفٍ يُّفْقَدُ۔	اور نہ دوست کے بچھڑنے پر تم گھبراتے ہو۔
وَلَا تَلْتَاعُوْنَ لِمَنَاحَةٍ تُعْقَدُ۔	اور نہ تم نوحہ سن کر اللہ سے ڈرتے اور غم کرتے ہو۔

يُشَيِّعُ اَحَدُكُمْ نَعْشَ الْمَيِّتِ وَقَلْبُهٗ تِلْقَاءَ الْبَيْتِ۔
اور تم جنازے کے ساتھ جاتے ہو، لیکن تمہارا دل گھر ہی کی طرف لگا رہتا ہے۔

وَيَشْهَدُ مُوَارَاةَ نَسِيْبِهٖ وَفِكْرُهٗ فِي اسْتِخْلَاصِ نَصِيْبِهٖ۔
اور اپنے رشتہ دار کو مٹی میں چھپاتے تو ہو، مگر اپنے (وراثتی) حصے کی زیادہ فکر ہوتی ہے۔

وَيُخَلِّي بَيْنَ وَدُوْدِهٖ وَدُوْدِهٖ ثُمَّ يَخْلُوْ بِمِزْمَارِهٖ وَعُوْدِهٖ۔
اور تم اپنے دوستوں اور کیڑوں کو ایک جگہ کر جاتے ہو، پھر گھر جا کر جاتے ہی گانے باجے میں لگ جاتے ہو۔

طَالَمَا اَسِيْتُمْ عَلَى انْثِلَامِ الْحَبَّةِ وَتَنَاسَيْتُمْ اخْتِرَامَ الْاَحِبَّةِ۔
ایک دانہ کے گھٹ جانے پہ غمگین تو ہوتے ہو اور دوستوں کا مر جانا بھول جاتے ہو۔

وَاسْتَكَنْتُمْ لِاعْتِرَاضِ الْعُسْرَةِ
بڑی ذلت کے ساتھ اپنی مفلسی تو پیش کرتے ہو

وَاسْتَهَنْتُمْ بِانْقِرَاضِ الْاُسْرَةِ۔
مگر خاندان کی تباہی کو کچھ سمجھتے ہی نہیں۔

وَضَحِكْتُمْ عِنْدَ الدَّفْنِ۔
دفن کرتے ہوئے ہنستے ہو۔

وَلَا ضَحِكُكُمْ سَاعَةَ الزَّفْنِ۔
ناچ گانے میں تمہاری یہ ہنسی نہیں ہوتی۔

وَتَبَخْتَرْتُمْ خَلْفَ الْجَنَائِزِ۔
جنازوں کے پیچھے تو مٹک مٹک کر چلتے ہو۔

وَلَا تَبَخُّرُكُمْ يَوْمَ قَبْضِ الْجَوَائِزِ۔
انعام وصول کرتے وقت تمہاری یہ حالت کیوں نہیں ہوتی۔

وَاَعْرَضْتُمْ عَنْ تَعْدِيْدِ النَّوَادِبِ۔
نوحہ کرنیوالوں کی گنتی چھوڑ دیتے ہو۔

اِلَى اَعْدَادِ الْمَادِبِ۔
دعوتوں کے اہتمام میں لگ جاتے ہو۔

وَعَنْ تَحَرُّقِ الثَّوَاكِلِ۔
جن عورتوں کے بچے مر گئے، ان کے دل جلنے کا خیال نہیں کرتے۔

اِلَى التَّاَنُّقِ فِي الْمَاٰكِلِ۔
کھانے کی طرف غور سے للچائی ہوئی نظریں لگائے بیٹھے ہیں۔

لَا تُبَالُوْنَ بِمَنْ هُوَ بَالٍ۔
تم خستہ حال شخص کی تو پرواہ نہیں کرتے۔

وَلَا تُخْطِرُوْنَ ذِكْرَ الْمَوْتِ بِبَالٍ۔	نہ ہی موت کا خیال اپنے دل میں آنے دیتے ہو۔
حَتّٰی کَاَنَّکُمْ قَدْ عَلِقْتُمْ مِّنَ الْحِمَامِ بِذِمَامٍ۔	شاید تم نے موت سے (نہ آنے کا) عہد کرلیا ہے۔
اَوْ حَصَلْتُمْ مِّنَ الزَّمَانِ عَلٰی اَمَانٍ۔	یا تم زمانے کے حوادثات کے خوف سے بے خوف ہو گئے ہو۔
اَوْ وَثِقْتُمْ بِسَلَامَةِ الذَّاتِ۔	یا لذتوں کو توڑنیوالی (موت) سے تم نے صلح کرلی ہے۔
کَلَّا سَآءَ مَا تَتَوَهَّمُوْنَ۔	ہرگز ایسا نہیں ہے یہ محض تمہارا وہم ہے، جو بہت برا ہے۔
ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔	پھر ہرگز ایسا نہیں ہے، عنقریب تم جان لو گے۔

؎ اَلَامَنْ یَدَّعِی الْفَهْمِ ... اِلٰی کَمْ یَا اَخَا الْوَهْمِ
تُعَبِّی الذَّنْبَ وَالذَّمِّ ... وَتُخْطِی الْخَطَاءَ الْجَمِّ

”اے عقل وفہم کے دعویدار! اے وہمی اور خبطی تو گناہ کے سامان کب تک مہیا کرتا رہے گا“۔

(کیا تجھے اپنے اندر کبھی کوئی عیب دکھائی نہیں دیتا؟ کیا تجھے بڑھاپے سے ڈر نہیں لگتا؟ یا تیرے کان بہرے اور آنکھیں اندھی ہو چکی ہیں؟ تو کب تک تکبر وغرور سے اکڑتا پھرے گا؟ اور کھیل تماشے میں مصروف ہو کر اچھے کاموں سے دور رہے گا؟ مکر وحیلہ کو چھوڑ اور قبر کے اندھیرے کو یاد کر، جب تیرے حقیقی رشتہ دار تجھے سوئی کے ناکے کی طرح کے مکان میں بند کر آئیں گے۔ بہت سے عزت والے وہاں ذلیل ہوں گے)

؎ بِذَا اُوْصِیْتُ یَا صَاحِ ... وَقَدْ بُحْتُ کَمَا بَاحَ
فَطُوْبٰی لِفَتًی رَاحَ ... بَاٰدَابِیْ یَاتَمُّ

”اے میرے دوست! مجھے بھی یہ نصیحت کی گئی تھی جو میں نے تجھے پہنچا دی۔

پس مبارک ہے وہ شخص جو نصیحت پہ عمل کرے''۔

نصیحت نمبر3:

يَابْنَ اٰدَمَ مَا اَغْرَاكَ بِمَا يَغُرُّكَ وَاَضْرَاكَ بِمَا يَضُرُّكَ۔

اے انسان! تیرا تعلق دھوکہ دینے والی اشیاء سے کیوں ہے؟ اور تجھے نقصان دینے والی چیزوں میں کیوں لالچ ہے؟

تَعْنِيْ بِمَا يُعَنِّيْكَ وَتُهْمِلُ مَا يُعْنِيْكَ۔

تو تکلیف دینوالے کاموں میں مصروف ہے اور نفع دینوالے کاموں کو بے کار سمجھتا ہے۔

وَتَنْزِعُ فِيْ قَوْسِ تَعَدِّيْكَ وَتَرْتَدِى الْحِرْصَ الَّذِيْ يُرْدِيْكَ۔

ظلم کی کمان سے تیر اندازی کرتا ہے، حرص کی ہلاک کر دینے والی چادر کندھے پہ رکھتا ہے۔

لَا بِالْكِفَافِ تَقْتَنِعُ وَلَا مِنَ الْحَرَامِ تَمْتَنِعُ۔

نہ تھوڑی شی پہ قناعت کرتا ہے اور نہ حرام سے باز آتا ہے۔

وَلَا لِلْعِظَاتِ تَسْتَمِعُ وَلَا بِالْوَعِيْدِ تَرْتَدِعُ۔

نہ نصیحت پہ کان دھرتا ہے نہ وعید سُن کر ڈرتا ہے۔

دَابُكَ اَنْ تَتَقَلَّبَ مَعَ الْاَهْوَآءِ وَتَخْبِطَ خَبْطَ الْعَشْوَآءِ۔

تیری عادت خواہشات کے ساتھ چلنا ہوگئی ہے اور اندھی اونٹنی کی طرح ٹیڑھا چلنا ہوگئی ہے۔

وَهَمُّكَ اَنْ تَدْاَبَ فِي الْاِحْتِرَاثِ۔

تیرا ارادہ یہ ہے کہ دنیا کما کما کر وارثوں کیلئے جمع کر جائے۔

يُعْجِبُكَ التَّكَاثُرُ بِمَا لَدَيْكَ وَلَا تَذْكُرُ مَا بَيْنَ يَدَيْكَ۔

مال کی کثرت پر تو اتراتا ہے اور جو مصیبت سامنے سے آ رہی ہے (موت و آخرت) اس کو تو نے کبھی یاد ہی نہیں کیا۔

وَتُسْعٰى اَبَدًا لِغَارِيْكَ وَلَا تُبَالِيْ اَلَكَ اَمْ عَلَيْكَ۔

تو نے ہمیشہ اپنے پیٹ اور شرمگاہ کیلئے ہی کوشش کی ہے اور اپنے نفع و نقصان پہ کبھی غور ہی نہیں کیا۔

اَتَظُنُّ اَنْ سَتُتْرَكُ سُدًى وَاَنْ لَا تُحَاسَبَ غَدًا۔
کیا تیرا یہ گمان ہے کہ تو ایسے ہی چھوڑ دیا جائے گا اور قیامت کو تیرا حساب نہیں ہوگا؟

اَمْ تَحْسِبُ اَنَّ الْمَوْتَ يَقْبَلُ الرُّشَا اَوْ يُمَيِّزُ بَيْنَ الْاَسَدِ وَالرَّشَا۔
یا تو سمجھتا ہے کہ موت رشوتوں کو قبول کرلے گی یا وہ شیر اور بکری کے بچے میں تمیز کرلے گی؟

كَلَّا وَاللّٰهِ لَنْ يَدْفَعَ الْمَنُوْنَ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ۔
ہرگز ایسا نہیں ہوگا، موت کو نہیں روک سکتا۔ نہ مال اور نہ اولاد۔

وَلَا يَنْفَعُ اَهْلَ الْقُبُوْرِ سِوَى الْعَمَلِ الْمَبْرُوْرِ۔
اہل قبور کو نفع نہیں دے سکتا سوائے نیک کاموں کے۔

فَطُوْبٰى لِمَنْ سَمِعَ وَوَعٰى وَحَقَّقَ مَا ادَّعٰى۔
مبارک ہے اس کو جس نے سُنا اور یاد رکھا اور اپنے دعوے کو سچا کر دکھایا۔

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى وَعَلِمَ اَنَّ الْفَائِزَ مَنِ ارْعَوٰى۔
اور اپنے نفس کو خواہشات سے روک لیا اور جان لیا کہ کامیاب صرف توبہ کرنیوالا ہی ہے۔

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى۔
اور انسان اپنی کوشش کا پھل ضرور پائے گا اور اپنی محنت عنقریب دیکھ لے گا۔

لَعَمْرُكَ مَا تُغْنِي الْمَغَانِيْ وَلَا الْغِنٰى
اِذَا سَكَنَ الْمُثْرِي الثَّرٰى وَثَوٰى بِهٖ

تیری جان کی قسم ہے قبر میں پڑے ہوؤں کے نہ مال کام آیا نہ اونچے اونچے مکان۔ (بڑے بڑے نامداروں کو زمانے نے ہلاک کر دیا، ہمیشہ موت کو یاد رکھ، ہر زندہ انسان کا آخری ٹھکانہ قبر ہے، خوش نصیب ہے وہ بندہ جو مرنے سے پہلے تائب ہو کر اپنے رب کی بارگاہ میں آ گیا۔ اور توبہ کا دروازہ بند ہونے سے پہلے پہلے مافات کی تلافی کر لی۔) لہٰذا دنیا میں یوں رہ کہ

دنیا میں ہوں دنیا کا طلبگار نہیں ہوں
بازار میں بیٹھا ہوں خریدار نہیں ہوں

عیسیٰ علیہ السلام کی ایک نصیحت:

حدثنی مالک انہٗ بلغه ان عیسٰی بن مریم کان یقول: لا تکثروا الکلام بغیر ذکر اللّٰہ فتقسوا قلوبکم۔ فان الکلب القاسی بعید من اللّٰہ ولکن لا تعلمون۔ ولا تنظروا فی ذنوب الناس کانکم ارباب وانظروا فی ذنوبکم کانکم عبید۔ فانما الناس مبتلی ومعافی۔ فارحموا اہل البلاء واحمدو اللّٰہ علی العافیہ۔

"امام مالک کو یہ بات پہنچی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے۔ اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ بات نہ کیا کرو کہ تمہارے دل سخت ہو جائیں۔ کیونکہ سخت دل اللہ سے دور ہوتے ہیں اور اس بات کا تمہیں علم نہیں اور لوگوں کے گناہوں کو مت دیکھا کرو جیسے تم خود ہی رب ہو بلکہ اپنے گناہوں کو دیکھا کرو۔ خود کو بندہ سمجھتے ہوئے بعض لوگ بیمار اور بعض تندرست ہوتے ہیں۔ بیماروں پر رحم کرو اور تندرستی پر اللہ کا شکر کرو"۔

(مؤطا امام مالک مایکرہ من الکلام بغیر ذکر اللّٰہ)

کٹھن ہے راہِ گزر تھوڑی دُور ساتھ چلو
بہت کڑا ہے سفر تھوڑی دُور ساتھ چلو
تمام عمر کہاں کوئی ساتھ دیتا ہے
میں جانتا ہوں مگر تھوری دُور ساتھ چلو
یہ ایک شب کی ملاقات بھی غنیمت ہے
کسے ہے کل کی خبر تھوڑی دُور ساتھ چلو
ابھی تو جاگ رہے ہیں چراغ راہوں کے
ابھی ہے دُور سحر تھوڑی دور ساتھ چلو

توشۂ آخرت:

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ ارشادات گویا تصوف کا نصاب اور

طریقت کی مکمل کتاب ہیں جن کے اندر دارین کی بھلائی اور آخرت کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ بظاہر یہ تین باتیں ہیں لیکن حقیقت میں کامیابی کے تین اصول ہیں۔

1- بسیار گوئی سے اجتناب کیا جائے اور اپنا زیادہ وقت ذکر الٰہی میں صرف کرنا چاہیے۔ خدا کے ذکر میں دلوں کا چین ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب۔ (28:13) جب ذکرِ الٰہی سے دلوں کو نور اور سرور ملتا ہے تو اس دولت سے کیوں محروم رہا جائے جبکہ بسیار گوئی اور زیادہ باتیں بنانے سے دل سخت ہو جاتے ہیں اور جن کے دل سخت ہوں وہ خدا کے قرب سے محروم ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا کیوں نہ زیادہ تر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں صرف کیا جائے اور جب ابنائے زمانہ سے مخاطب ہونا ضروری نظر آئے تو۔

؎ جو بات کسی سے کہو اچھی ہو بھلی ہو
کڑوی نہ ہو، کھٹی نہ ہو، مصری کی ڈلی ہو

2- دوسرا اصول یہ بیان فرمایا کہ دوسروں کے عیب تلاش کرتے نہ پھرو کیونکہ تم رب نہیں ہو اور نہ رب کی طرف سے تم ان پر حاکم اور محاسِب مقرر ہو بلکہ تم بندے ہو اور بندے کا کام یہی ہے کہ وہ اپنے گناہوں پر نظر رکھے اور ہر وقت اس بات کا جائزہ لیتا رہے کہ مجھ سے کسی ایسے فعل کا صدور تو نہیں ہوا جس پر میرا خالق و مالک ناراض ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی ایسی بات نظر آئے تو فوراً توبہ کرے اور ہمہ وقت اپنے احوال کی اصلاح میں کوشاں رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشہور مقولہ ہے: حاسبوا قبل ان تحاسبوا۔ اپنا حساب کرتے رہا کرو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے۔ قرآن کریم میں ہے: ولتنظر نفس ما قدمت لغد۔ (18:59) اور ہر جان دیکھے کہ کل کیلئے کیا آگے بھیجا۔ پس اپنی ہی خیر خواہی میں:

؎ کام وہ کرلے تو پیارے جس کے باعث گور میں
باغِ رضوان سے کھلے کھڑکی ہوا کے واسطے

3- لوگوں میں جہاں اکثر تندرست ہیں وہاں بعض بیمار بھی ہوتے ہیں۔ جہاں صاحبِ

استطاعت ہیں، وہاں نادار بھی ہیں۔ دریں حالات ہر آدمی کو چاہیے کہ اپنے تندرست اور صاحب استطاعت ہونے پر خدا کا شکر ادا کرے۔ شکر ادا کرنے کیلئے صرف اتنا کہہ دینا کافی نہیں کہ یا اللہ! تیرا شکر ہے بلکہ سب سے پہلے خدا کے احکام کی پابندی کرے اور اس کی نافرمانی سے باز آجائے کہ اصل شکر ادا کرنا یہی ہے اور اگر ایسا نہ کیا تو ذرا بھی شکر ادا نہ کیا۔ پروردگارِ عالم نے فرمایا ہے:

لئن شکرتم لا زیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید۔(7:14)

''اگر احسان مانو گے تو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے''۔

دوسرے جب کسی بیمار یا مصیبت زدہ کو دیکھے تو کہے:

الحمد للّٰہ الذی عافانی مما ابتلاك بہٖ وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو ایسا کہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس بیماری اور مصیبت سے دور رکھے گا۔

تیسرے بیماروں اور مصیبت زدہ لوگوں کے کام آنے میں کوشاں رہے اور بے بسی میں حتیٰ الامکان ان کا سہارا بنے کیونکہ لا یرحم اللّٰہ من لا یرحم النّاس جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اس پر اللہ تعالیٰ بھی رحم نہیں فرماتا۔ لہٰذا جو چاہتا ہے کہ قبر اور حشر کی بے کسی اور بے بسی میں اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے اور اپنے فضل و کرم سے میرا بیڑہ پار کرے تو اسے چاہیے کہ آج اس کے بے کس اور بے بس بندوں کی مدد کرتا رہے۔ اور ان ڈوبتے ہوئے لوگوں کے بیڑے پار لگانے میں کوشاں رہے۔

جس کو غمِ جہاں میں بھی یاد رہے غمِ بیکساں
میری طرف سے ہم نشیں جا کر اسے سلام دے

زبان کی حفاظت بہت ضروری ہے کیونکہ اکثر مصیبتوں کا سبب زبان ہی بنتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو مجھے زبان اور شرمگاہ کی ضمانت دے میں اس کیلئے جنت کا ضامن ہوں''۔

(بخاری شریف)

بولنے سے پہلے خوب سوچ لینا چاہیے کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے اسی لیے داناؤں کا قول ہے کہ پہلے تولو پھر بولو۔ حتیٰ الامکان کم بولنے میں عافیت ہے اور بزرگوں نے کم گوئی کو دانائی کی علامت قرار دیا ہے اور بسیار گوئی ہر ایک کے نزدیک معیوب ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

زباں اپنی حد میں ہے بے شک زباں
بڑھے ایک نقطہ تو یہ ہے زیاں!

دوسرے ایک شاعر نے کم گوئی کی یوں نصیحت کی ہے:

کہے ایک جب سُن لے انسان دو
زباں حق نے اِک دی ہے اور کان دو

انسان کے منہ سے بعض اوقات ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جن کے نتیجے میں کسی کی دنیا آباد ہو جاتی ہے اور بعض اوقات ایسے الفاظ صادر ہو جاتے ہیں جن کے باعث کسی کا خانہ خراب ہو جاتا ہے۔ چند لفظوں کے ذریعے دوسرے کی زندگی کو آباد یا برباد کرنے والا اپنے لیے جنت یا جہنم میں ٹھکانا بنا لیتا ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ دوسروں کا بھلا کرنے اور آرام پہنچانے میں کوشاں رہے تاکہ اگلے جہان میں اس کا بھلا ہو اور پروردگار عالم اسے آرام پہنچائے۔ ورنہ مَنْ لَّا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ جو خدا کے بندوں پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نحمدك يامن منه الابتداء واليه الانتهاء ونصلى على سيد الانبياء سند الاصفياء وعلى اله النجباء واصحابه النجباء المعارضين للاعداء وعلى من تبعهم باحسان الى يوم الجزاء وعلينا معهم اجمعين۔ برحمتك يا ارحم الرحمين۔ يا رب العالمين۔

جن علماء ومقررین کے تقریری نکات
اس کتاب میں شامل کئے گئے

1 اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا شاہ محمد احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
2 حضرت محدث اعظم ہند سید محمد محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ
3 امام المحدثین ابو محمد سید دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ بانی مرکزی دار العلوم حزب الاحناف، لاہور
4 حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ
5 حضرت مولانا شاہ عبد العلیم میرٹھی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ
6 مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ
7 مفتی اعظم پاکستان حضرت سید ابو البرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ
8 محدث اعظم پاکستان شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ
9 امیر ملت حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ
10 شیخ القرآن حضرت مولانا عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ
11 غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ
12 ملک المدرسین علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ
13 شیر اہل سنت مولانا عنایت اللہ سانگلوی رحمۃ اللہ علیہ
14 ابو الکلام حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ آلومہاروی رحمۃ اللہ علیہ
15 شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ
16 شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ

17 مناظر اسلام حضرت مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ

18 فقیہ اعظم حضرت مولانا نور اللہ نعیمی بصیرپوری رحمۃ اللہ علیہ

19 حضرت مولانا محبوب علی قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

20 حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

21 خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہ آف انڈیا

22 حضرت علامہ مولانا مفتی محمد یونس چشتی رحمۃ اللہ علیہ آف چکوال

23 مناظر اسلام حضرت مولانا ابو محمد محمد عبد الرشید جھنگوی رحمۃ اللہ علیہ

24 حضرت مولانا قاری احمد حسن روہتکی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

25 مفسر قرآن حضرت پیر محمد کرم شاہ بھیروی رحمۃ اللہ علیہ

26 مجاہد ملت حضرت مولانا عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ

27 افتخار ملت حضرت صاحبزادہ افتخار الحسن شاہ فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ

28 قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

29 شیر بیشۂ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی خان لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

30 خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

31 حضرت مولانا خدا بخش اظہر ملتانی شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ

32 مترجم و شارح صحاح ستہ حضرت مولانا محمد عبد الحکیم اختر شاہ جہان پوری رحمۃ اللہ علیہ

33 سفیرِ عشق مصطفیٰ حضرت علامہ سید محمد یعقوب شاہ آف پھالیہ رحمۃ اللہ علیہ

34 حضرت مفتی مختار احمد نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

35 حضرت مولانا غلام مہر علی رحمۃ اللہ علیہ آف چشتیاں، ضلع بہاولنگر، فاضل دار العلوم حزب الاحناف، لاہور

36 شیخ الحدیث حافظ محمد عالم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ فاضل دار العلوم حزب الاحناف، لاہور

37 مفتی ابن مفتی حضرت مفتی اقتدار احمد گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

38 حضرت مولانا محمد شریف نوری رحمۃ اللہ علیہ

39 حضرت مولانا مفتی محمد یوسف خان شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ فاضل حزب الاحناف
40 حضرت فقیر محمد ارشد پناہوی فاضل حزب الاحناف رحمۃ اللہ علیہ
41 حضرت مولانا غلام رسول فقیر سلطانی شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ فاضل حزب الاحناف
42 شیخ الفقہ حضرت مولانا شمس الزمان قادری رحمۃ اللہ علیہ
43 حضرت مولانا محمد بخش مسلم بی اے رحمۃ اللہ علیہ
44 شیخ القرآن علامہ غلام علی اشرفی اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ
45 جناب ملک محمد اکبر ساقی رحمۃ اللہ علیہ
46 مولانا سید حامد علی شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ
47 رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ آف انڈیا
48 حضرت مولانا اورنگزیب رحمۃ اللہ علیہ آف راولپنڈی
49 حضرت پیر اظہار الحق کیرانوی صابری کلیری رحمۃ اللہ علیہ
50 حضرت مولانا منظور احمد فیضی رحمۃ اللہ علیہ
51 حضرت مولانا صوفی غلام حسین گوجروی رحمۃ اللہ علیہ
52 علامہ مفتی احمد عزیز اللہ رحمۃ اللہ علیہ آف دینہ ضلع جہلم
53 علامہ زاہد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ
54 حضرت مولانا ضیاء اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ
55 مولانا قاری محمد الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فیصل آبادی (مصنف الخطیب)
56 نباض قوم ترجمان مسلک رضا الحاج مولانا ابوداؤد محمد صادق رضوی مدظلہ آف گوجرانوالہ
57 سلطان الواعظین ابوالنور مولانا محمد بشیر مدظلہ آف کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ
58 حضرت مفتی محمد امین فیصل آبادی مدظلہ
59 مناظر اسلام علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ
60 حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں کچھوچھوی مدظلہ
61 غازئ ملت حضرت سید محمد ہاشمی میاں کچھوچھوی مدظلہ

62 حضرت سید محمود اشرف بن سید اظہار اشرف کچھوچھوی مدظلہ

63 حضرت مولانا عبید اللہ اعظمی مدظلہ آف انڈیا

64 حضرت مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی مدظلہ آف انڈیا

65 خطیب پاکستان علامہ الٰہی بخش قادری ضیائی مدظلہ

66 علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ

67 ابن شیخ القرآن مولانا عبد الشکور ہزاروی مدظلہ

68 پیر طریقت علامہ علاؤ الدین صدیقی مدظلہ آف نیریاں شریف آزاد کشمیر

69 حضرت پیر سید ریاض حسین شاہ مدظلہ (ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان)

70 حضرت علامہ مفتی عبد القیوم خان مدظلہ (منہاج القرآن یونیورسٹی لاہور)

71 مناظر اسلام حضرت علامہ سید محمد عرفان شاہ مشہدی مدظلہ آف بھکی شریف

72 علامہ سید حامد سعید کاظمی ملتانی مدظلہ

73 حضرت مولانا قمر الزمان مدظلہ آف انڈیا

74 پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

75 حضرت علامہ عبد العزیز چشتی مدظلہ آف گوجرانوالہ

76 حضرت مولانا قاضی منظور احمد چشتی مدظلہ سرگودھا

77 مناظر اسلام مولانا عبد التواب صدیقی اچھروی مدظلہ

78 مقبول عرب وعجم صاحبزادہ پیر سید شبیر حسین شاہ حافظ آبادی مدظلہ

79 پیر محمد عبد اللہ جان مدظلہ، آف مرشد آباد پشاور

80 علامہ سید محمد محفوظ الحق شاہ مدظلہ آف بوریوالہ

81 حضرت مولانا شاہ تراب الحق قادری مدظلہ آف کراچی

82 حضرت مولانا محمد صدیق ہزاروی سعیدی مدظلہ

83 حضرت صاحبزادہ سید نصیر الدین نصیر مدظلہ آف گولڑہ شریف

84 حضرت مولانا حافظ محمد عبد الستار سعیدی مدظلہ (جامعہ نظامیہ لاہور)

85 حضرت مولانا ابوبکر چشتی مدظلہ آف راولپنڈی

86 حضرت مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ

87 قاضی محمد مظفر اقبال رضوی مدظلہ

88 شیر پنجاب حضرت مولانا محمد فاضل فیصل آبادی مدظلہ

89 علامہ عبدالوحید ربانی ملتانی مدظلہ

90 مولانا حافظ محمد فاروق خان سعیدی ملتانی مدظلہ

91 حافظ محمد مشتاق سلطانی مدظلہ آف گوجرانوالہ

92 حضرت مولانا محمد بشیر احمد رضوی مدظلہ آف ساہیوال

93 حضرت مولانا قاری محمد یوسف سیالوی مدظلہ آف شیخوپورہ

94 حضرت مولانا مفتی فضل احمد چشتی مدظلہ آف لاہور

95 مناظر اسلام حضرت مولانا سعید احمد اسعد مدظلہ آف فیصل آباد

96 استاذ العلماء مولانا حافظ خادم حسین رضوی مدظلہ (جامعہ نظامیہ لاہور)

97 مولانا ڈاکٹر اشرف آصف جلالی مدظلہ، لاہور

98 پیر کبیر علی شاہ مدظلہ آف چورہ شریف

99 حضرت مولانا حافظ خان محمد قادری مدظلہ

100 ناکارۂ خلق خاکپائے علماء حق (اہلِ سنت و جماعت) غلام حسن قادری غفرلہٗ

جن کتابوں سے تقریری نکات جمع کیے گئے

(بترتیب حروف تہجی)

1 آفتاب نبوت از قاری محمد طیب دیوبندی

2 آئینۂ صداقت از مرزا بشیر الدین محمود بن مرزا غلام احمد قادیانی

3 ابن ماجہ شریف از امام ابوعبداللہ محمد بن ماجہ

4 احیاء العلوم از امام غزالی

5 احسن المواعظ

6 ابیات باہو از حضرت سلطان باہو

7 ابوداؤد شریف از امام سلیمان بن الاشعث السجستانی

8 افضل المواعظ از مولوی محمد ابراہیم دہلوی

9 الاتحاف للزبیدی

10 تاریخ ابن ہشام

11 احسن الفتاویٰ از مفتی رشید احمد

12 احکام شریعت از اعلیٰ حضرت بریلوی

13 انوارِ خلافت از مرزا بشیر الدین محمود بن مرزا غلام احمد قادیانی

14 اصول کافی، شیخ ابوجعفر بن یعقوب کلینی

15 انجیل برناباس

16 انسان العیون

17 انوارِ محمدیہ از علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی

18 اکرام محمدی از مولوی عبدالستار (غیر مقلد)
19 الاعلام باعلان بیت الحرام امام قطب الدین حنفی
20 ایک غلطی کا ازالہ از مرزا قادیانی
21 اربعین نمبر 83/74 از مرزا قادیانی
22 انجام آتھم: مرزا قادیانی
23 ازالۂ اوہام: مرزا قادیانی
24 اشعۃ اللمعات از شیخ عبدالحق محدث دہلوی
25 الابریز از شیخ عبدالعزیز دباغ
26 ایمانی تقریریں از عبدالمصطفیٰ اعظمی
27 اشتہار مرزا قادیانی بجواب سوال مندرجہ اخبار الحکم قادیان 17 اپریل 1903ء
28 بخاری شریف از امام محمد بن اسماعیل بخاری
29 بیان القرآن از مولوی اشرف علی تھانوی
30 بیان میلاد النبی لابن جوزی
31 الباعث علی انکار البدع والحوادث
32 تفہیم القرآن از ابوالاعلیٰ مودودی
33 تبلیغی نصاب از مولوی زکریا سہارنپوری
34 تفسیر روح المعانی از علامہ آلوسی
35 تفسیرات احمد از ملا احمد جیون
36 تفسیر مظہری از قاضی ثناء اللہ پانی پتی
37 تیسیر الباری شرح بخاری
38 تفسیر نعیمی از مفتی احمد یار خان نعیمی
39 تذکرۂ اویس
40 تفسیر بیضاوی از قاضی عبداللہ بیضاوی

41 تفسیر بحر العلوم للنسفی

42 تذکرۂ میلاد رسول ﷺ

43 تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس

44 تفسیر کبیر از امام فخر الدین رازی

45 تفسیر جلالین للسیوطی

46 تفسیر خازن از علی بن محمد

47 تفسیر ابن جریر للطبری

48 تفسیر ابن کثیر

49 تفسیر عزیزی پارہ عم از شاہ عبد العزیز دہلوی

50 تاریخ الامم والملوک از ابن جریر طبری

51 تاریخ ابن خلدون

52 تفسیر ابن عباس

53 تفسیر مدارک از عبد اللہ بن احمد نسفی

54 تحفہ اثنا عشریہ از شاہ عبد العزیز دہلوی

55 تفسیر محمدی از حافظ محمد (غیر مقلد)

56 ترمذی شریف امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی

57 تحقیق النصرہ للشیخ زین الدین بن الحسین المراغی

58 تہذیب الاحکام

59 ترجمہ القرآن از مقبول دہلوی

60 تفسیر قمی از شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی

61 تفسیر قرطبی ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی

62 تفسیر درمنثور للسیوطی

63 تریاق القلوب از مرزا قادیانی

64 توضیح المرام از مرزا قادیانی

65 تبلیغ رسالت: مرزا قادیانی

66 تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین از اعلیٰ حضرت

67 جامع الاحادیث (مرتبہ: علامہ صوفی محمد حنیف خان رضوی)

68 الجامع الصغیر للسیوطی

69 چشمۂ معرفت از مرزا قادیانی

70 الحاوی للفتاویٰ از امام جلال الدین سیوطی

71 حیات وحید الزماں

72 حسن المقصد فی عمل المولد

73 الخصائص الکبریٰ للسیوطی

74 خزائن العرفان فی تفسیر القرآن از مولانا نعیم الدین مرادآبادی

75 خطبات ومقالات از محمد صدیق ہزاروی

76 خطبات چیمہ از مولوی محمد نواز (غیر مقلد)

77 خدام الدین (ستمبر 1963ء)

78 الدر المنظم از شیخ عبد الحق الہ آبادی

79 الدر الثمین از شاہ عبد الرحیم دہلوی

80 دلائل النبوۃ للبیہقی

81 دیوبندی مذہب از مولانا غلام مہر علی

82 ذکر بالجہر از علامہ غلام رسول سعیدی

83 ذخائر محمدیہ از علامہ محمد علوی مالکی

84 روض الریاحین از علامہ عبد اللہ بن اسد یافعی

85 روح البیان از علامہ اسماعیل حقی

86 روزنامہ جنگ لاہور (14 اگست 1986ء، 3 مئی 1985ء)

87 الرحیق المختوم از صفی الرحمٰن مبارک پوری
88 سیرت شامی
89 السیرۃ النبویہ: سید احمد زینی دحلان مکی
90 السنن الکبریٰ
91 سپرٹ آف اسلام از جسٹس امیر علی
92 سیرت مصطفیٰ از مولوی ابراہیم سیالکوٹی
93 سبل الہدیٰ والرشاد از علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی
94 سیرت حلبیہ از علامہ برہان الدین حلبی
95 سُنّی علماء کی تقاریر از قاری جعفر ضیاء قادری
96 الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ از علامہ وحید الزماں (غیر مقلد)
97 شواہد النبوت از ملا عبد الرحمٰن جامی
98 الشہاب الثاقب: مولوی حسین احمد مدنی
99 شاہنامۂ اسلام از حفیظ جالندھری
100 الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ از قاضی عیاض
101 شرح مؤطا امام مالک از علامہ عبد الحکیم اختر شاہ جہان پوری
102 شرح مواقف از میر سید شریف جرجانی
103 شرح فقہ اکبر از ملا علی قاری
104 شانِ مصطفیٰ بزبانِ مصطفیٰ از غلام حسن قادری
105 شمائل ترمذی از ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی
106 شرح الصدور للسیوطی
107 الصاوی علی الجلالین
108 الصارم المسلول لابن تیمیہ
109 الصواعق المحرقہ از امام ابن حجر مکی

110 صراط مستقیم از مولوی اسماعیل دہلوی

111 ضیاء القرآن از پیر محمد کرم شاہ الازہری

112 ضیاء النبی از پیر محمد کرم شاہ الازہری

113 ضمیمہ براہین احمدیہ از مرزا قادیانی

114 طبرانی شریف از امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی

115 طحاوی شرح مراقی الفلاح

116 طبقات ابن سعد

117 الطبقات الکبیر

118 عمل الحدیث لابن ابی حاتم

119 عنایت القاضی حاشیہ بیضاوی

120 عنایہ شرح ہدایہ علی ہامش فتح القدیر

121 عجائبات ولادت از مولانا محمد سرور رضوی

122 عطر الوردہ فی شرح البردہ از مولوی ذوالفقار علی دیوبندی

123 غنیۃ الطالبین للشیخ عبدالقادر جیلانی

124 فتاویٰ خیریہ از علامہ خیر الدین رملی

125 فتاویٰ عزیزی از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

126 فتاویٰ امدادیہ از مولوی اشرف علی تھانوی

127 فتاویٰ قاضی خان

128 فتاویٰ عالمگیری (ملا نظام الدین)

129 فتاویٰ بزازیہ علی ہامش عالمگیریہ

130 فتاویٰ دار العلوم دیوبند، مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی

131 فتاویٰ شامی از ابن عابدین شامی

132 فتاویٰ رشیدیہ از مولوی رشید احمد گنگوہی

133 فتاویٰ امداد المفتیین از مفتی محمد شفیع دیوبندی

134 فتاویٰ رضویہ از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی

135 فتح الباری شرح بخاری: علامہ ابن حجر عسقلانی

136 فتاویٰ حدیثیہ: علامہ ابن حجر مکی

137 فیوض الحرمین از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

138 فیصلہ ہفت مسئلہ از حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

139 فتاویٰ عبدالحی از مولانا عبدالحی لکھنوی

140 فیصلہ کن مناظرے از محمد نعیم اللہ خان قادری

141 الفاروق 12 جنوری 1916ء

142 القرآن الکریم

143 قصیدہ بردہ از امام شرف الدین بوصیری

144 کنز الایمان از اعلیٰ حضرت

145 کنز العمال للمتقی

146 کفایت المفتی از مفتی کفایت علی دیوبندی

147 کرمانی شرح بخاری

148 کلمۃ الفصل، مرزا بشیر احمد بن مرزا قادیانی

149 کتاب الزہد لاحمد بن حنبل

150 گلستان سعدی از شیخ سعدی شیرازی

151 المستدرک للحاکم

152 مقامات حریری

153 المعجم الکبیر للطبرانی

154 مصنف ابن ابی شیبہ

155 مثنوی مولانا روم

156 مسند بزار

157 مکتوبات احمدیہ از مرزا قادیانی

158 مواعظ میلاد النبی از مولوی اشرف علی تھانوی

159 مدینۃ الرسول از سید منظور احمد شاہ ساہیوال

160 مختصر سیرۃ الرسول از عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب

161 ماثبت بالسنۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی

162 المورد الروی از ملا علی قاری

163 معارج النبوت از ملا معین الدین کاشفی

164 المواہب اللدنیہ علامہ احمد قسطلانی

165 مدارج النبوت از شیخ عبدالحق محدث دہلوی

166 مراۃ شرح مشکوٰۃ از مفتی احمد یار خان نعیمی

167 مدلل تقریریں از مولانا ضیاء اللہ قادری سیالکوٹی

168 مولد العروس لابن جوزی

169 مکتوبات شریف از حضرت مجدد الف ثانی

170 مؤطا امام مالک

171 مسند امام احمد از امام احمد بن حنبل

172 من لا یحضرہ الفقیہ از شیخ ابو جعفر محمد بن علی قمی (شیعہ)

173 مقالات سعیدی از علامہ غلام رسول سعیدی

174 مشکوٰۃ شریف از امام ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب

175 مرقاۃ شرح مشکوٰۃ از ملا علی قاری

176 مسلم شریف از امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری

177 مولانا نورانی کی بارہ تقریریں از ملک محبوب الرسول قادری

178 مواہب الرحمٰن: مرزا قادیانی

179 نسائی شریف از امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی النسائی

180 نزول المسیح: مرزا قادیانی

181 نور العرفان حاشیہ کنز الایمان، مفتی احمد یار خان نعیمی

182 نزہۃ المجالس از علامہ عبدالرحمن صفوری

183 نسیم الریاض شرح شفا للخفاجی

184 نشر الطیب از مولوی اشرف علی تھانوی

185 نتیجۃ الفکر فی الذکر للسیوطی

186 الوفا باحوال المصطفیٰ لابن جوزی

187 پند نامہ از شیخ فرید الدین عطار

188 ہفت روزہ ختم نبوت 5 تا 11 ذیقعدہ 1422ھ

189 یکروزی از مولوی اسماعیل دہلوی

اَلْبَرَکَاتُ فِیْ صَلٰوۃِ الْمُسْتَغَاثِ (درودِ مستغاث)

از افادات: حضرت مولانا مولوی محمد دین علیہ الرحمۃ مرید و شاگرد
صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

جل جلالہ

[illegible] حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ
امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

	صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی	اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ	اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ	اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ	اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ	اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مَنِ اسْمُہٗ	اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ
ا	اَمِیْرِنَا مُحَمَّدٍ	اِمَامِ الْاَنْبِیَاءِ	رَسُوْلَ اللّٰہِ	صَاحِبِ الْاَمَانَۃِ	سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ	اَحْمَدُ اَمِیْنُ اللّٰہِ	اَکْرَمِ خَلْقِ اللّٰہِ
ب	بَشِیْرِنَا مُحَمَّدٍ	بُرْھَانِ الْاَصْفِیَاءِ	رَسُوْلَ اَبِی الْبَتُوْلِ	صَاحِبِ الْبَلَاغَۃِ	سَیِّدِ الْبَاسِطِیْنَ	بَاطِنٌ بَصِیْرُ اللّٰہِ	اَبْصَرِ خَلْقِ اللّٰہِ
ت	تَقِیِّنَا مُحَمَّدٍ	تَاجِ الْاَتْقِیَاءِ	رَسُوْلَ التِّھَامَۃِ	صَاحِبِ التِّلَاوَۃِ	سَیِّدِ التَّابِعِیْنَ	تِھَامِیٌّ تَقِیُّ اللّٰہِ	اَتْقٰی خَلْقِ اللّٰہِ
ث	ثِمَالِنَا مُحَمَّدٍ	ثَابِتِ الثَّنَاءِ	رَسُوْلَ الثَّقَلَیْنِ	صَاحِبِ الثَّرْوَۃِ	سَیِّدِ الثَّابِتِیْنَ	ثَابِتٌ ثَمِیْنُ اللّٰہِ	اَثْوَبِ خَلْقِ اللّٰہِ
ج	جَوَادِنَا مُحَمَّدٍ	جَزِیْلِ الْجَزَاءِ	رَسُوْلَ الْجُمْھُوْرِ	صَاحِبِ الْجَنَّۃِ	سَیِّدِ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ	جَامِعٌ جَمِیْلُ اللّٰہِ	اَجْوَدِ خَلْقِ اللّٰہِ
ح	حَلِیْمِنَا مُحَمَّدٍ	حَامِلِ لِوَاءِ الْحَمْدِ	رَسُوْلَ الْحَرَمَیْنِ	صَاحِبِ الْحُجَّۃِ	سَیِّدِ الْحَامِدِیْنَ	حَاشِرٌ حَبِیْبُ اللّٰہِ	اَحْسَنِ خَلْقِ اللّٰہِ
خ	خَبِیْرِنَا مُحَمَّدٍ	خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ	رَسُوْلَ الْخَافِقَیْنِ	صَاحِبِ الْخِلَافَۃِ	سَیِّدِ الْخَائِفِیْنَ	خَطِیْبٌ خَلِیْلُ اللّٰہِ	اَخْبَرِ خَلْقِ اللّٰہِ
د	دَاعِیْنَا مُحَمَّدٍ	دَائِمِ الدُّھَاءِ	رَسُوْلَ الدَّارَیْنِ	صَاحِبِ الدِّیَانَۃِ	سَیِّدِ الدَّاعِیْنَ	دَائِمٌ دَلِیْلُ اللّٰہِ	اَدْیَنِ خَلْقِ اللّٰہِ
ذ	ذَکِیِّنَا مُحَمَّدٍ	ذَاھِبِ الْعُلَاءِ	رَسُوْلَ مُذَکِّرٍ	صَاحِبِ الذُّرِّیَّۃِ	سَیِّدِ الذَّاکِرِیْنَ	ذِکْرٰی ذَھِیْنُ اللّٰہِ	اَذْکٰی خَلْقِ اللّٰہِ
ر	رَحِیْمِنَا مُحَمَّدٍ	رَاضٍ بِالرِّضَاءِ	رَسُوْلَ مُرْسَلٍ	صَاحِبِ الرِّسَالَۃِ	سَیِّدِ الرَّاکِعِیْنَ	رَؤُوْفٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ	اَرْحَمِ خَلْقِ اللّٰہِ
ز	زَکِیِّنَا مُحَمَّدٍ	زِیْنَۃِ الْاَنْبِیَاءِ	رَسُوْلَ مُزَّمِّلٍ	صَاحِبِ الزِّیَارَۃِ	سَیِّدِ الزَّاھِدِیْنَ	زَائِرٌ زَکِیُّ اللّٰہِ	اَزْیَنِ خَلْقِ اللّٰہِ
س	سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ	سِرَاجِ الْاَسْخِیَاءِ	رَسُوْلَ سَیِّدِ الْعَرَبِ	صَاحِبِ السَّعَادَۃِ	سَیِّدِ السَّاجِدِیْنَ	سُلْطَانٌ سَعِیْدُ اللّٰہِ	اَسْلَمِ خَلْقِ اللّٰہِ
ش	شَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ	شَافِی الْمَرْضَاءِ	رَسُوْلَ شَاھِدٍ	صَاحِبِ الشَّجَاعَۃِ	سَیِّدِ الشَّاکِرِیْنَ	شِفَاءٌ شَرِیْعَۃُ اللّٰہِ	اَشْرَفِ خَلْقِ اللّٰہِ
ص	صَدِیْقِنَا مُحَمَّدٍ	صَفْوَۃِ الصُّلَحَاءِ	رَسُوْلَ صَدُوْقٍ	صَاحِبِ الصَّبَاحَۃِ	سَیِّدِ الصَّائِمِیْنَ	صَالِحٌ صَفِیُّ اللّٰہِ	اَصْدَقِ خَلْقِ اللّٰہِ
ض	ضَمِیْنِنَا مُحَمَّدٍ	ضَامِنِ الضُّعَفَاءِ	رَسُوْلَ ضَابِطٍ	صَاحِبِ الضِّیَافَۃِ	سَیِّدِ الْفَاضِلِیْنَ	ضَامِنٌ ضَیْفُ اللّٰہِ	اَضْمَنِ خَلْقِ اللّٰہِ
ط	طَبِیْبِنَا مُحَمَّدٍ	طَالِبِ الرِّضَاءِ	رَسُوْلَ طَیِّبٍ طَاھِرٍ	صَاحِبِ الطُّمَانِیْنَۃِ	سَیِّدِ الطَّائِفِیْنَ	طٰہٰ طَیِّبُ اللّٰہِ	اَطْیَبِ خَلْقِ اللّٰہِ
ظ	ظَھِیْرِنَا مُحَمَّدٍ	ظَلِیْلِ الظُّرَفَاءِ	رَسُوْلَ ظَاھِرِ الظَّفَرِ	صَاحِبِ الظَّرَافَۃِ	سَیِّدِ الظَّاھِرِیْنَ	مُظَفَّرٌ ظُھُوْرُ اللّٰہِ	اَظْفَرِ خَلْقِ اللّٰہِ
ع	عَلِیِّنَا مُحَمَّدٍ	عُمْدَۃِ الْعُلَمَاءِ	رَسُوْلَ عَرَبِیٍّ	صَاحِبِ الْعَدَالَۃِ	سَیِّدِ الْعَابِدِیْنَ	عَطُوْفٌ عَلِیْمُ اللّٰہِ	اَعْلَمِ خَلْقِ اللّٰہِ
غ	غَنِیِّنَا مُحَمَّدٍ	غَیْثِ الْغُرَبَاءِ	رَسُوْلَ غَالِبٍ	صَاحِبِ الْمَغْفِرَۃِ	سَیِّدِ الْغَازِیْنَ	غَیْثٌ غَنِیُّ اللّٰہِ	اَغْفَرِ خَلْقِ اللّٰہِ
ف	فَقِیْھِنَا مُحَمَّدٍ	فَضْلِ الْفُضَلَاءِ	رَسُوْلَ فَائِضٍ	صَاحِبِ الْفَضِیْلَۃِ	سَیِّدِ الْفَائِزِیْنَ	فَاتِحٌ فَصِیْحُ اللّٰہِ	اَفْلَحِ خَلْقِ اللّٰہِ
ق	قَوِیِّنَا مُحَمَّدٍ	قَعِیْدِ الْقُرَّاءِ	رَسُوْلَ قَاسِمِ الْکَوْثَرِ	صَاحِبِ الْقِیَامَۃِ	سَیِّدِ الْقَائِمِیْنَ	اَبُو الْقَاسِمِ قَرِیْبُ اللّٰہِ	اَقْسَطِ خَلْقِ اللّٰہِ
ک	کَرِیْمِنَا مُحَمَّدٍ	کَھْفِ الْغُرَبَاءِ	رَسُوْلَ کَافَّۃً لِّلْخَلْقِ	صَاحِبِ الْکَفَالَۃِ	سَیِّدِ الْکَامِلِیْنَ	کَنْزٌ کَرَمٌ کَلِیْمُ اللّٰہِ	اَکْرَمِ خَلْقِ اللّٰہِ
ل	لَبِیْبِنَا مُحَمَّدٍ	لَطِیْفِ اللِّقَاءِ	رَسُوْلَ لَیِّنِ الْقَلْبِ	صَاحِبِ اللِّیَاقَۃِ	سَیِّدِ اللَّائِقِیْنَ	لَامِعٌ لَطِیْفُ اللّٰہِ	اَلْیَنِ خَلْقِ اللّٰہِ
م	مُعِیْنِنَا مُحَمَّدٍ	مَوْلَی الْفُقَرَاءِ	رَسُوْلَ مُخْتَارٍ	صَاحِبِ الْمَعْرِفَۃِ	سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ	مَکِّیٌّ مَدَنِیٌّ مُطِیْعُ اللّٰہِ	اَمْجَدِ خَلْقِ اللّٰہِ
ن	نَجِیِّنَا مُحَمَّدٍ	نَصِیْرِ الضُّعَفَاءِ	رَسُوْلَ نَاطِقِ الْحَقِّ	صَاحِبِ النُّبُوَّۃِ	سَیِّدِ النَّاصِحِیْنَ	نَافِعٌ نَبِیُّ اللّٰہِ	اَنْوَرِ خَلْقِ اللّٰہِ
و	وَلِیِّنَا مُحَمَّدٍ	وَارِثِ الْاَنْبِیَاءِ	رَسُوْلَ وَدُوْدٍ	صَاحِبِ الْوَسِیْلَۃِ	سَیِّدِ الْوَاصِلِیْنَ	وَکِیْلٌ وَلِیُّ اللّٰہِ	اَوْحَدِ خَلْقِ اللّٰہِ
ہ	ھَادِیْنَا مُحَمَّدٍ	مَھْبِطِ الْھَدَایَاءِ	رَسُوْلَ اَھْلِ الْآخِرَۃِ	صَاحِبِ الْھَیْبَۃِ	سَیِّدِ الْمُھَاجِرِیْنَ	ھَاشِمِیٌّ ھَدِیَّۃُ اللّٰہِ	اَھْدٰی خَلْقِ اللّٰہِ
ی	یَافِعِنَا مُحَمَّدٍ	یَتِیْمِ الْغُرَبَاءِ	رَسُوْلَ یَاسِرٍ	صَاحِبِ الْیَسَارَۃِ	سَیِّدِ یَوْمِ الدِّیْنِ	یٰسٓ یُمْنُ اللّٰہِ	اَیْمَنِ خَلْقِ اللّٰہِ

اَلْمُسْتَغَاثُ اِلٰی حَضْرَتِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

مندرجہ ذیل دونوں طریقے اس درود شریف کو پڑھنے کے مولوی محمد دین صاحب نے خود تحریر فرمائے۔

۱۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی اَمِیْرِنَا مُحَمَّدٍ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اِمَامِ الْاَنْبِیَاءِ، اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَاحِبِ الْاَمَانَۃِ۔ اسی طرح دائیں سے بائیں تمام سطریں پڑھتے جائیں اور اس کے بعد اَلْمُسْتَغَاثُ اِلٰی حَضْرَتِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ پھر اسی طرح ب والی سطر والی آخر تک پڑھا جائے۔ اس طریقے کے بارے میں مولوی صاحب نے لکھا کہ اگر ہر ایک کالم کو اوپر سے شروع کرکے نیچے پڑھتے جائیں تو ایک اور بھی لطف ہے۔ یعنی یوں صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی اَمِیْرِنَا مُحَمَّدٍ، صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی بَشِیْرِنَا مُحَمَّدٍ سے صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی یَافِعِنَا مُحَمَّدٍ تک۔ ہر آخر میں اَلْمُسْتَغَاثُ اِلٰی حَضْرَتِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ہر دو طریقے مکمل کرکے آخر میں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ بھی پڑھنا ہے۔ اس درود شریف کو پڑھنے کے مندرجہ بالا دونوں طریقوں کو پوری تفصیل و ترتیب کے ساتھ کتابچے کی شکل میں بھی شائع کیا گیا ہے۔

تصحیح و تحقیق کنندگان: ۱۔ حافظ صوفی محمد افضل فقیر مرظلہ العالی ۲۔ پروفیسر محمد اکرم ۳۔ مفتی محمد حسن قادری، مدرس دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور

ترتیب و تزئین: ... محمد کلیم اللہ ...

قاضی ... 121 ذوالقرنین چیمبرز گنپت روڈ۔ لاہور پاکستان فون: 7311358-7350805

المستغاث الی حضرت اللہ تعالی الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

اھوال القبور

مکمل ترجمہ **قبر کی ہولناکی**

شرح الصدور

مترجم: شاہ محمد چشتی سیالوی یٰسین انصاری خوشنو

مکمل ترجمہ **کل پر نظر**

980 احادیثِ نبوی کا بے مثال مجموعہ

مُسند اسحاق بن راھویہ

مصنف

امام ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم حنظلی مروزی

المعروف ابن راھویہ رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حضرت علامہ مولانا

مفتی محمد صدیق ہزاروی مدظلہ العالی

نظر ثانی

علامہ شاہ محمد چشتی

فاضل دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور

کرمانوالہ بک شاپ

دوکان نمبر ۲، دربار مارکیٹ لاہور

Voice: 042-7249515